بقیۃ السلف، استاذ الاساتذہ، کنز الدقائق، فقیہ عصر، ادیب شہیر حضرت علامہ
مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز

مجلہ المختار کلیان

کا

کنز الدقائق نمبر

مدیر اعلیٰ

احمد رضا احمد

ناشر

غوث الوریٰ اکیڈمی

زیر اہتمام: الجامعۃ الرضویہ کلیان، تھانہ مہاراشٹر

بفیض روحانی

شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار ولایت

الشاہ مصطفیٰ رضا خان

مفتی اعظم ہند

علیہ الرحمۃ والرضوان

حضور مخدوم ملت حضرت حافظ وقاری ظفیر الدین رضوی علیہ الرحمہ والرضوان سابق خطیب وامام مسجد کلیان

بظل روحانی

نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج شریعت

الشاہ اختر رضا خان

ازہری میاں

علیہ الرحمۃ والرضوان

سرزمین مہاراشٹر میں دینی ملی اور مذہبی خدمات انجام دینے والا شالی ادارہ

الجامعۃ الرضویہ کلیان مہاراشٹر کا علمی ادبی اور فکری ترجمان

مجلہ المختار کلیان کا

کنز الدقائق نمبر

February. 2022

فروری سنہ ۲۰۲۲ء

مالک ونگراں: ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ، مولانا محمد مسعود رضا قادری صاحب قبلہ، مہتمم اعلیٰ الجامعۃ الرضویہ کلیان، مہاراشٹر

★★★ مجلس ادارت ★★★

مدیر اعلیٰ: احمد رضا احمد القادری

مدیر اعزازی: محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

سرکولیشن منیجر: محمد جہانگیر اشرف رضوی

تزئین کار: محمد عبد المجید رضا قادری

اشتہار منیجر: محمد ابو صالح رضوی

کمپوزنگ: رضوی کمپیوٹر سینٹر کلیان

چیک یا ڈرافٹ اس نام سے بنوائیں

Madrasa Islamiya Yateem Khana

قیمت: 200

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

مجلہ المختار کلیان

مدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ

اندرا نگر، امبرناتھ روڈ، والدھونی کلیان، تھانہ مہاراشٹر

Mujalla

AL MUKHTAR

KALYAN

Madrasa islamiya Yateem Khana

Indra Nagar,Ambernath Road, Waldhuni, Kalyan,

Cont.9322329875/9323737659

Thane, Maharashtra.Pin:421301

Email:madarsa.islamiya.yatimkahana.trust@gmail.com

پرنٹر، پبلشر، پروپرائٹر محمد جہانگیر اشرف رضوی نے بھارت پریس ممبئی سے طبع کرا کر آفس "المختار" مدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ اندرا نگر، امبرناتھ روڈ، والدھونی کلیان، مہاراشٹر سے شائع کیا۔

کسی بھی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف اور صرف کلیان کی عدالت میں ہی ہو سکے گی (ادارہ ہذا)

۱۲/اپریل ۱۹۴۸ء میں افق گانگی پر علم و ادب اور فکر وفن کا ایک سورج اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ طلوع ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسکی شعاعوں کے انعکاس سے علاقہ کا ذرہ ذرہ بقعۂ نور بن گیا۔ اور جب منزل شباب پر پہونچا تو ملک کا گوشہ گوشہ اس کی نورانی کرنوں سے جگمگا اٹھا۔ یہ جگمگاہٹ اس کی حیات مستعار کے آخری ایام تک باقی رہی۔ یہ سورج جسکو کبھی گہن نہیں لگا، یہ سورج جس پر کبھی بادل نہیں چھایا، اور یہ سورج جسکی تابناکی کبھی ماند نہیں پڑی۔ ہاں۔ یہ سورج ہے علم و ادب کا، فکر وفن کا، تفقہ فی الدین کا، تصلب فی الدین کا، زہد و تقویٰ کا اور کردار و عمل کا۔۔۔ اسی سورج کو زمانہ "حسن منظر قدیری" کے نام سے جانتا اور پہچانتا ہے۔

زیر اہتمام: غوث الوریٰ اکیڈمی ماتحت الجامعۃ الرضویہ رضا نگر، بیل بازار، کلیان، تھانہ، مہاراشٹر (انڈیا)

فہرست مشمولات

اداریہ	شہرادب میں قہر آ گیا	مولانا احمد رضا احمد	۷
ہدیۂ تشکر	من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ	مولانا مسعود رضا قادری	۱۰

﴿پہلا باب تأثرات وتعزیتی خطوط﴾

۱	حضرت کنزالدقائق ایک تبحر عالم دین	حضرت علامہ سید محمد حسینی اشرفی	۱۲
۲	یہاں کی خاک نے کیسے کیسے لعل وگہر پیدا کیے	مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی	۱۴
۳	گلستان علم وادب کا ایک اور پھول نہ رہا	علامہ توصیف رضا خاں	۱۶
۴	حضرت کنزالدقائق ایک عبقری شخصیت	مفتی محمد ناظر اشرف قادری	۱۷
۵	حضرت مفتی حسن منظر جملہ فنون پر کامل مہارت رکھتے تھے	مفتی محمد اشرف رضا قادری	۱۹
۶	کنزالدقائق علیہ الرحمہ گوناگوں فضائل ومحاسن کے جامع تھے	معین ملت سید معین الدین اشرف اشرفی	۲۰
۷	یہ خط نہیں صدائے دل دردمند ہے	مولانا شاکر اصغر رضوی	۲۱
۸	اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے	ڈاکٹر محمد ارشاد ساحل شہسرامی مصباحی	۲۲
۹	موت العالم موت العالم	مفتی قاضی فضل احمد مصباحی	۲۴
۱۰	کنزالدقائق میرے ہم جماعت ساتھی تھے	مفتی طاہر حسین اشرفی مصباحی	۲۵
۱۱	کنزالدقائق ایک لاجواب شخصیت	مفتی زبیر احمد صدیقی	۲۷
۱۲	کنزالدقائق اپنے اخلاق وکردار کے ائینے میں	مفتی منظور احمد مصباحی	۲۹
۱۳	حضرت کنزالدقائق جماعت اہل سنت کے نگہبان تھے	حکیم حبیب الرحمان رضوی	۳۲
۱۴	مفتی حسن منظر قدیری کی رحلت کی خبر سے کافی صدمہ پہنچا	الحاج محمد سعید نوری	۳۳
۱۵	آہ: مہتمم اعلیٰ کا حسن انتخاب رخصت ہوگیا	مفتی شرافت حسین رضوی	۳۴
۱۶	کنزالدقائق کا سانحۂ ارتحال مذہبی دنیا کا ایک بڑا خسارہ	مولانا نوشاد رضا قادری	۳۵
۱۷	کنزالدقائق کی رحلت سے علمائے سیمانچل یتیم ہوگئے !!	مفتی شاکر رضا قادری مصباحی	۳۶
۱۸	حضرت کنزالدقائق ایک جامع علوم وفنون شخصیت	مولانا انوار احمد مایوس	۳۷
۱۹	حضرت کنزالدقائق اور دارالعلوم ''تنظیم المسلمین'' بائسی	مولانا کاظم رضا وجدنعیمی	۳۸
۲۰	آہ: حضرت علامہ مفتی محمد حسن منظر قدیری نوراللہ مرقدہ	مولانا نوشاد عالم نعیمی	۳۹

دوسرا باب احوال وآثار

۲۱	حضرت کنزالدقائق مہد سے لحد تک	مولانا شاکر صغر رضوی	۴۰
۲۲	حضرت کنزالدقائق ایک ممتاز علمی وادبی شخصیت	مفتی ذوالفقار رشیدی	۴۷
۲۳	جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا	مولانا احمد رضا احمد	۵۲
۲۴	حضرت کنزالدقائق کے نقوش حیات	مفتی محمد انصار مصباحی	۶۴
۲۵	حضرت کنزالدقائق کا تذکرۂ جمیل	مفتی غلام اشرف اشرفی	۶۸
۲۶	حضرت کنزالدقائق خطہ سیمانچل کے گوہر آبدار	مفتی نعیم اختر رضا	۷۴
۲۷	دارالعلوم محی الاسلام میں حضرت کنزالدقائق کے شب وروز	مفتی محمد رضا مرکزی	۷۷
۲۸	حضرت کنزالدقائق ایک ہمہ گیر شخصیت	مولانا معراج رضا مرکزی	۸۳
۲۹	حضرت کنزالدقائق کے مشاہیر اساتذۂ کرام کا مختصر تعارف	مفتی غلام آسی مونس پورنوی	۸۵

تیسرا باب فضائل ومناقب

۳۰	حضرت کنزالدقائق: ایک شہرستان علم وفن	ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	۹۳
۳۱	حضرت کنزالدقائق کی تضمین نگاری	ڈاکٹر امجد رضا امجد	۱۰۴
۳۲	حضرت کنزالدقائق اور کلام رضا کی توضیح وتشریح	مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی	۱۰۹
۳۳	حضرت کنزالدقائق کی فقہی انشائیہ پردازی	مفتی مشتاق احمد امجدی	۱۲۲
۳۴	''حضرت کنزالدقائق'' ایک ''قادرالکلام شاعر''	مولانا شاکر اصغر رضوی	۱۳۱
۳۵	کنزالدقائق حضرت مفتی حسن منظر قدیری کی نعتیہ شاعری	مولانا طفیل احمد مصباحی	۱۳۶
۳۶	حضرت کنزالدقائق اور رضا شناسی	مفتی عبدالحکیم نوری	۱۴۰
۳۷	حضرت کنزالدقائق کی چند قلمی نگارشات کا جائزہ	مفتی صابر رضا محبّ القادری	۱۴۶

۳۸	حضرت کنزالدقائق ،تاجدارعلوم وفنون	مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی	۱۵۱
۳۹	حضرت کنزالدقائق اورغزل گوئی	مولانا تبریز رضا افقر پورنوی	۱۵۶
۴۰	حضرت کنزالدقائق کی عبقری شخصیت	مفتی فائق القادری	۱۷۲
۴۱	حضرت کنزالدقائق علوم وفنون کا گنجینہ	مفتی اشفاق عالم مصباحی	۱۷۹
۴۲	حضرت کنزالدقائق جامعہ کی رونق تھے	مولانا جہانگیر اشرف رضوی	۱۸۲
۴۳	حضور کنزالدقائق علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت	مفتی محمد معروف رضا نعیمی	۱۸۴
۴۴	حضرت کنزالدقائق کی شاعری فکروفن کے آئینے میں	مولانا مبارک رضوی	۱۸۷
۴۵	حضرت کنزالدقائق اورفتویٰ نویسی	مفتی سلیمان مصباحی	۱۹۶
۴۶	حضرت کنزالدقائق بحیثیت ادیب شہیر	مفتی مخدوم رضا جامعی	۲۰۷
۴۷	علامہ حسن منظر قدیری: گوشہ حیات کا ادبی پہلو	مولانا نورالقمر ابن رقم مصباحی	۲۱۲
۴۸	حضرت کنزالدقائق کا تنقیدی شعور	مفتی محمد اعظم رضا مرکزی	۲۱۸
۴۹	حضرت کنزالدقائق شیدے اعلیٰ حضرت	مولانا سید غلام جیلانی اشرفی	۲۲۴
۵۰	حضرت کنزالدقائق کی حیات کے چند گوشے	مولانا منصور عالم مصباحی	۲۲۶
۵۱	حضرت علامہ مولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ سے ایک ملاقات	مولانا نور قطب عالم رضوی	۲۳۰
۵۲	حضرت مفتی حسن منظر قدیری کی اردو نثر میں اسلوب نگارش	مفتی تنویر احمد ضیائی	۲۳۳
۵۳	کنزالدقائق اور دیوان لطیفی کے کچھ اجالے	مفتی افتخار احمد مصباحی	۲۴۰
۵۴	حضرت کنزالدقائق ایک مثالی استاذ	مولانا محمد ابوصالح رضوی	۲۴۴
۵۵	حضرت کنزالدقائق ایک مشفق استاذ	قاری عبدالقادر راغب رضوی	۲۴۷
۵۶	حضرت کنزالدقائق ''کڑی دھوپ میں ایک گھنا سایہ''	مولانا نفیس ازہری	۲۵۰
۵۷	حضرت کنزالدقائق ہم نشین مفتی اعظم	مولانا شاہ الحمید مرکزی	۲۵۳
۵۸	حضرت کنزالدقائق ایک عبقری شخصیت	مولانا مشاہد رضا قادری	۲۵۵
۵۹	کنزالدقائق کی تصانیف میں رنگ ادب	ڈاکٹر حافظ احمد حسن رضوی	۲۵۷
۶۰	حضرت کنزالدقائق ایک مشفق ومہربان استاذ	مولانا مدثر حسین اشرفی	۲۶۱
۶۱	حضرت کنزالدقائق جامع علوم وفنون	مولانا سرفراز احمد حسینی	۲۶۲
۶۲	''حضرت کنزالدقائق ایک ہمہ گیر شخصیت'' اہل سنت کا عظیم خسارہ	مولانا عبدالقادر نوری	۲۶۵

۶۲	حضرت کنزالدقائق ایک فرد جلیل	مولانا صادق حسین	۲۶۸
۶۳	حضرت کنزالدقائق کی کچھ یادیں کچھ باتیں	حافظ نسیم اختر رضوی	۲۷۰
۶۴	حضرت کنزالدقائق بحیثیت مفکر	مفتی اختر علی واجد القادری	۲۷۱
۶۵	حضرت کنزالدقائق علماء ''ربانیین'' کی صف میں	مولانا شمس اللقاء فراز فیضی	۲۷۴
۶۶	حضرت کنزالدقائق: ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا'' کی عملی تفسیر	مولانا مستقیم رضا جامعی	۲۸۰

﴿چوتھا باب منظوم خراج عقیدت﴾

۶۷	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا شاکر اصغر رضوی	۲۸۱
۶۸	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا تبریز رضا افقر پورنوی	۲۸۲
۶۹	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا مبارک رضوی	۲۸۳
۷۰	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا سلمان فریدی مصباحی	۲۸۴
۷۱	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مفتی اشفاق عالم مصباحی	۲۸۵
۷۲	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مفتی محمد شاہ نواز شفق نوری مصباحی	۲۸۶
۷۳	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مفتی عبدالحکیم ناطق مصباحی	۲۸۷
۷۴	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا شمیم احمد راحت مصباحی	۲۸۸
۷۵	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا نور قطب عالم	۲۸۹
۷۶	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا سرفراز احمد تحسینی	۲۹۰
۷۷	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا وسیم رضا	۲۹۱
۷۸	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا صابر پروانہ	۲۹۲
۷۹	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	مولانا عبدالعلیم علمی	۲۹۳
۸۰	منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ	محمد مجسم اکرم	۲۹۴

پانچواں باب اخباری تراشے
و
عکس نوادرات

۲۹۵

اداریہ

شہر ادب میں قہر آ گیا

مولانا احمد رضا احمدؔ

قدیم پورنیہ بلفظ دیگر سیما نچل (پورنیہ، کٹیہار، اراریہ، کشن گنج، بشمول اتر دیناج پور) ریاست بہار کا معروف علمی، ادبی اور روحانی خطہ ہے جہاں کی خاک سے بے شمار لعل و گوہر پیدا ہوئے اور آفاق عالم میں پھیل گئے۔ وہ اپنی علمی لیاقت و قلمی صلاحیت کے ذریعے دین وسنیت کے فروغ واستحکام کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے، کسی نے فکر ودانائی کے افق پر آفتاب وماہتاب بن کر اپنی چمکتی کرنوں سے جہان کو روشن کیا تو کسی نے وعظ وخطابت کی دنیا میں سلطان بن کر مواعظ حسنہ کے ذریعہ مسلمانان عالم کو دین متین کی طرف راغب کیا ،مگر خاک سیما نچل کی یہ حرماں نصیبی رہی کہ وہ اپنے ہی آغوش میں ان ذروں کو خاطر خواہ جگہ نہ دے سکی، یہاں کے اکثر علما و فضلا بجائے سیما نچل دوسرے شہروں اور ملکوں میں فیضیاب کرتے رہے اور اپنی بساط علم کے مطابق تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔اس کی تعبیر ''چراغ تلے اندھیرا'' سے کریں تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ اس محاورے کے پیچھے شاید یہ راز پنہاں ہے کہ علماے ربانیین اور عارفین حق کی حقیقی ترجیحات ان کی نظروں میں وطن دوستی نہیں بلکہ دین ومذہب کی خدمات ہوتی ہیں، اسی لیے وہ حضرات احقاق حق اور ابطال باطل اور تبلیغ دین کی جہاں ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں کے لیے رخت سفر باندھ لیتے ہیں اور وہاں جا کر اپنے فکر وفن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چونکہ تبلیغ دین کے لیے ترک وطن سنت بھی ہے جبھی تو بے شمار اساطین علم وعرفان نے اپنے وطن مالوف کو خیر آباد کہہ دیا اور دوسرے ملک وشہر کو اپنا مسکن ومسند بنالیا۔ جیسے حضرت خواجہ غریب نواز وحضرت علاء الحق پنڈوی اور حضرت مخدوم پاک رحمہم اللہ وغیرہم کی ذوات مقدسہ ہیں۔

لیکن حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکت اس روایتی شان کے بالکل برعکس نظر آتی ہے کیوں کہ ان کی زندگی

کا اکثر حصہ اسی علاقہ میں گزرا جہاں کی خاک سے پلے، بڑھے، پڑھے، اور پروان چڑھے۔ اور پھر اسی سنگلاخ وادی میں بیٹھ کر علم وحکمت کے چشمے جاری کیے اور شب دیجور کی تنہائی میں مسند نشیں ہو کر فکر و دانش کا چراغ روشن کیا، کائنات ادب کو سنوارا، شعر وسخن کا شمع فروزاں کیا اور ہزاروں افراد کو زیور علم و ہنر سے آراستہ کیا۔

حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کا میدان قرطاس وقلم، شاہراہ اردو ادب کا وہ دلکش موڑ ہے کہ جہاں سے اردو ادب کو نئی سمت بازیافت کرنے کی دعوت ملتی ہے۔ حضرت منظر قدیری علیہ الرحمہ کا ایسی جگہ فقہ وفتاویٰ کی زبان و بیان کو ادب وثقافت سے ہم آہنگ کرنا جہاں فکر وفن کا احترام کرنے والے باذوق قدرداں تو دور اس کی خوشبو سونگھنے والے بھی نہیں تھے یا تھے تو بہت کم، ایسے خشک ماحول اور مکدر فضا میں اپنے ادبی اور فقہی ذوق کو باقی رکھنا انقلاب ہی کہا جا سکتا ہے۔ اللہ کا فضل ہوا، آپ پر ابر رحمت کی ایسی برسات ہوئی کہ فضاء بسیط میں مریخ بن کر علم وادب کے آفاق میں گردش کرنے لگے اور تقلیدی ادب اور روایتی مزاج ومزاق سے ہٹ کر اردو لہجہ کی ایک نئی جہت قائم کی۔ جی ہاں یہ میرا دعوی نہیں حقیقت ہے، ان کی نگارشات میرے اس دعوی پر صداقت کا پہرہ دے رہی ہیں اور انھوں نے ایک قدیم موضوع کو بھی تخلیقی زبان میں تبدیل کیا تو وہ قارئین کے لیے دل چسپی کا سبب بن گیا، آپ کے قلم سے نکلے ہوئے فقہی انشائیہ دیکھیں یا فتوی کی زبان، شاعری کی کلیات دیکھیں یا سیرت وسوانح کا مجموعہ ہر جگہ پرواز ادب کا اعلی شاہکار نظر آتا ہے۔ ان کی علمی وادبی خدمات نے دنیائے ادب کو خوش گوار حیرت میں ڈال دیا ہے اور میرے لیے سب سے حیرت اس لیے بھی ہے کہ انھوں نے ایسی جگہ علم وادب کی شجر کاری کی جہاں کی ادبی وثقافتی ہوا مخالف سمت تھی، جامد وساکت ماحول میں رہ کر بھی شہر ادب کو بسانا یقیناً یہ آپ ہی کا حصہ ہے ۱۹۷۵ء سے ۲۰۱۰ تک اسی آبادی میں آباد رہے، گوہر علم لٹاتے رہے، تشنگان علوم نبویہ کو علم وفکر کا جام پلاتے رہے۔ ع

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

ریٹائر ہونے کے بعد زندگی کی آخری دہائی میں علم وادب سے بھرا یہ بادل عروس البلاد ممبئی سے متصل شہر کلیان میں چھا گیا اور دیکھتے دیکھتے خوب برسا، اتنا برسا اتنا برسا کہ نہ صرف کلیان بلکہ پورا ملک سیراب ہوا۔

آپ کے قدوم میمنت سے الجامعۃ الرضویہ کے علمی، عملی، فقہی، اشاعتی اور درسی ماحول میں خوش گوار فضا قائم ہوئی، تعمیری ترقی ہوئی، تعلیمی نظام میں تبدیلیاں آئیں جس کی تفصیلات اسی نمبر میں (فقیر راقم السطور کے مضمون میں) ملاحظہ کر سکتے ہیں مگر صد افسوس کہ اچانک تین سال قبل حضرت کی اہلیہ محترمہ کی طبیعت علیل ہوگئی، حضرت ان کی عیادت و تیمارداری کے لیے وطن پہنچے، اہلیہ کی طبیعت نازک ہونے کی وجہ سے فوری طور پر مدرسہ آنے سے معذرت کر لی اور گھر سے قریب (خلیفہ تاج الشریعہ مولانا مجاہد الاسلام کی دعوت پر) مدرسہ گلشن زہرا سبرام پور بنگال میں مسند نشیں ہو گئے۔ مدرسہ ہی میں آپ کی اچانک طبیعت خراب ہوئی، وہیں سے ہاسپٹل پہنچے، قدرے سدھار ہوا ایک ماہ کے قلیل عرصہ میں مزاج میں اتار چڑھاؤ ضرور ہوا مگر یہ اندازہ نہیں تھا کہ حضرت اپنی زندگی کے آخری ایام گزار رہے ہیں۔ ۷ جنوری ۲۰۲۲ بروز جمعہ اچانک یہ اندوہناک خبر ملی کہ وہ علم وحکمت کے مایہ ناز آفتاب وماہتاب داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر کیا تھا ایسا لگا شہر ادب میں قہر

آ گیا، دنیا تاریک ہوگئی اور وقت کی ایک اہم علمی وعبقری شخصیت اور عظیم محسن ومشفق سے ہم محروم ہوگئے۔

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تقریباً ایک درجن کتابیں تصنیف فرمائیں جو علم وادب کا قیمتی اثاثہ ہیں۔اس کے علاوہ دو درجن سے زائد علمی، ادبی اور تحقیقی مقالات ملک کے مؤقر رسالوں کی زینت بن چکے ہیں جو آپ کے حسن خیال ورنگ، عمدہ پرواز ادب وثقافت، دلکش لب ولہجہ، شیریں اسلوب بیان، اعلی ادب شناسی اور تنقیدی مزاج کا مکمل آئینہ ہیں، اس آئینہ میں گوشۂ حیات کا ہر پہلو شمس وقمر کی مانند روشن وتابندہ ہے۔

جامعہ کے روح رواں مسعود ملت حضرت مولانا مسعود رضا قادری اور ناظم اعلیٰ مولانا جہانگیر اشرف رضوی نے حضرت کے انتقال کے دوسرے ہی دن متفقہ طور پر آپ کی حیات وخدمات پر مشتمل مجلّہ ''المختار'' کلیان کا خصوصی شمارہ نکالنا اپنے لیے فرض بھی سمجھا اور حق بھی، چوں کہ اس رسالہ کی مقبولیت عامہ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی علمی قیادت کی مرہون منت ہے، فوری طور پر مسعود ملت اور ناظم اعلی نے فقیر راقم السطور اور برادر گرامی قدر مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی سے مشورہ کیا اور وہ عزم وارادہ منصوبہ میں تبدیل ہو گیا۔ قلت وقت دامن گیر تھا اس لیے خصوصی شمارہ کا پروگرام تھا مگر جوں جوں حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے تلامذہ، معتقدین اور ارباب قلم کو خصوصی شمارہ کی خبر ملی تو علم دوست حضرات نے قلمی تعاون کیا، گویا: ع

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

گرامی قدر مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی، مسعود ملت مولانا مسعود رضا قادری، ناشر مسلک رضا، مولانا جہانگیر اشرف رضوی کی رفاقت، محبّ گرامی مولانا محمد مکرم نواز ومولانا محمد عسجد رضا قادری دیناج پوری اور دیگر اہل علم کی قلمی معاونت اور جامعہ کے دیگر اساتذہ وطلبہ کی جد وجہد سے مجلّہ ''المختار'' کلیان کا خصوصی شمارہ اب ''کنز الدقائق نمبر'' کی شکل اختیار کر گیا، قلت وقت، اور انتہائی محدود وسائل ومحصور ذرائع کے باوجود پرکشش نمبر طباعت سے آراستہ ہوکر حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے عرس چہلم ۲۳ر فروری ۲۰۲۲ء کے موقع پر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ہم نے اپنی بساط کے مطابق اسے سجانے، سنوارنے اور پروف کرنے میں ہر ممکن کوشش کی ہے، پھر بھی غلطی سے محفوظ رہنے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا ہے، لہٰذا قارئین کو اس میں حسن ودلکشی نظر آئے تو داد وتحسین سے نوازیں، اور عیب ونقص دیکھیں یا پروف کی کمی کا احساس ہو تو ہماری کم علمی وبے بضاعتی اور وسائل ووقت کی کمی پر محمول کر کے مطلع فرمائیں۔تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر لیں۔

میں محو حسن اس لئے رہتا ہوں اے فنا دنیا کے عیب پر کہیں میری نظر نہ جائے۔

آخر میں ہم ان تمام قلم کاروں اور مقالہ نگاروں کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں، جنہوں نے اپنے مقالے، مضامین اور رشحات قلم ارسال کئے، قیمتی مشوروں سے نوازا اور ہمارے عزم وحوصلہ کو توانائی بخشی۔

اللہ تعالی ہماری پوری ٹیم کو سلامت رکھے اور اہل قلم کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔

مدیر اعلیٰ مجلّہ المختار کلیان

وصدر المدرسین۔الجامعۃ الرضویہ کلیان، ممبئی

☆☆☆☆☆

ہدیہ تشکر

من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ

مولانا مسعود رضا قادری مہتمم اعلیٰ الجامعۃ الرضویہ کلیان

سیمانچل ریاست بہار کا وہ مردم خیز اور سرسبز وشاداب خطہ ہے جہاں کی مٹی نے بے شمار قیمتی لعل وگوہر پیدا کیے، یہاں کے ارباب علم وفضل اور اصحاب لوح وقلم نے ملک وبیرون ملک درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وخطابت، فقہ وفتاویٰ اور دیگر اہم وبنیادی شعبوں میں وہ کارہائے نمایاں اور عظیم خدمات انجام دی ہیں جن کی بدولت یہ خطہ پورے آفاق میں محتاج تعارف نہیں، ادیب شہیر نازش شعر وسخن حضور کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری کا شمار اسی سرزمین علم وفضل کی عظیم وجلیل شخصیات میں ہوتا ہے۔

آپ نے مختلف مدارس وجامعات میں متعدد جلیل القدر اور رفیع المرتبت اساتذہ سے مروجہ علوم وفنون میں تبحر وکمال پیدا کیا اور سن .....کو دورۂ حدیث کی تکمیل پر دستار علم وفضل سے نوازے گیے، بعد فراغت میدان عمل کا رخ کیا اور مرکز اہل سنت بریلی شریف سے تدریسی سفر کا آغاز کیا اور تادم آخر پوری زندگی کئی اداروں میں تدریس کا اہم فریضہ انجام دیا، آپ سے سیکڑوں طلبہ نے اکتساب فیض کیا اور آج ملک کے کونے کونے میں آپ کے تلامذہ دینی خدمات میں سرگرم عمل ہیں۔

الجامعۃ الرضویہ کلیان ریاست مہاراشٹر کا ایک مشہور ومعروف دینی ادارہ اور اہل سنت وجماعت کا عظیم قلعہ ہے جو ہمہ وقت مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ، طالبان علوم نبویہ کی تعمیر وترقی میں مصروف ہے، یہ ادارہ آپ کی حیات کا ایک سنہرا باب ہے جس کا ہر ورق آپ کی زریں خدمات اور ناقابل فراموش کارناموں سے مملو ومشحون ہے، سنہ ۲۰۱۰ میں آپ نے پہلی بار اس مرکزی وعلمی دانش گاہ میں قدم رنجہ فرمایا جس کے سبب جامعہ کے در ودیوار روشن ومنور ہوگئے، اساتذہ وطلبہ اور ارکان جامعہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، یوں تو غائبانہ سبھوں نے آپ کا ذکر جمیل سن رکھا تھا لیکن جب آپ کی آمد ہوئی تو لوگوں نے دیکھے ہوئے کو سنے ہوئے سے کہیں زیادہ باکمال وپرکشش پایا پھر کیا ہوا کہ سبھی آپ کے فدائی وشیدائی بن گئے، تقریباً ۱۰ سالوں تک آپ نے مسند شیخ الحدیث اور مسند افتا کو زینت بخشا اور اس طویل عرصے میں آپ نے نہ صرف تدریس کے فرائض انجام دیے بلکہ جامعہ کے تمام شعبوں کو بام عروج تک

پہنچانے کے لیے ہمیشہ کوششیں فرماتے رہے، ہر موڑ پر ہمارے پست حوصلوں کو طاقت وقوت فراہم کرتے رہے پھر جب تک جامعہ میں رہے جامعہ ترقی کرتا رہا، یہ آپ ہی کی توجہ خاص اور جہد مسلسل وسعی پیہم کا نتیجہ وثمرہ ہے کہ آج جامعہ شاہراہ ترقی پر گامزن ہے ۔آپ تقریباً ایک ماہ سے زیر علاج تھے ۷؍جنوری ۲۰۲۲ء کو وقت اجل آیا آپ نے ہزاروں عقیدت مندوں کو غمزدہ کر کے موت کو گلے سے لگایا اور داعی اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ کے سانحۂ ارتحال کی خبر عام ہوتے ہی جہان علم وادب میں کہرام مچ گیا، دنیائے سنیت سوگوار ہوگئی، خصوصا آپ کے تلامذہ ومعتقدین میں سخت اضطراب و بے چینی چھا گئی مگر یہ وہ فیصلہ ہے جسے کوئی ٹال نہیں سکتا ہے، مرضی مولی از ہمہ اولی۔سیمانچل اور قرب وجوار کے ہزاروں عقیدت منداپنے عظیم محسن ومربی کے آخری دیدار کے لیے امڈ پڑے ۷؍جنوری ۲۰۲۲ء کو آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی، ایک اندازے کے مطابق دس ہزار اہل عقیدت وارادت نے آپ کے جنازے میں شرکت کی، اور شیخ طریقت شاہ شرف الدین حفیظی کے جوار کرم میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ کے وصال سے اہل سنت وجماعت ایک عظیم اسلامی مفکر، بے نظیر فقیہ، فقید المثال ادیب اور عظیم وجلیل مدرس ومحقق سے محروم ہوگئی، آپ کی وفات سے ہماری جماعت کا جو زبردست نقصان ہوا وہ یقیناً ناقابل تلافی ہے لیکن انفرادی طور پر آپ کی جدائی مجھ فقیر کے لیے کسی قیامت صغریٰ سے کم نہیں، آپ کا وجود ہمارا اعتماد تھا، آپ کی رفاقت سے جامعہ روز افروزوں ترقی پذیر تھا۔

آپ ہمارے اور ہمارے جامعہ کے عظیم محسن تھے، ہمارے اوپر آپ کے وہ احسانات ہیں جن سے نہ ہم صبح قیامت تک عہدہ برآمد ہوسکتے ہیں اور نہ ہی اس کا بدلہ چکا سکتے ہیں، آپ کے احسانات کا حقیقی بدلہ تو رب تعالیٰ قیامت میں عطا فرمائے گا۔

آپ کے عرس چہلم کے حسین موقع پر اپنے معزز قارئین کی خدمات میں آپ کی باکمال شخصیت اور آپ کی شش جہات خدمات دینیہ پر سہ ماہی ''المختار'' کا یہ خصوصی نمبر پیش کرتے ہوئے ہمیں بے پناہ مسرت وشادمانی محسوس ہورہی ہے، ہمیں اپنے محسن ومخدوم کی ذات سے امید قوی ہے کہ ہماری اس حقیر سی نذر عقیدت کو قبول فرما کر عزت افزائی فرمائیں گے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

مجلّہ المختار کا یہ تحقیقی اور معلوماتی مجلّہ یقیناً حضور کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے روحانی تصرف کا ثمرہ ہے ورنہ اتنے کم وقت میں اتنا ضخیم مجلّہ پیش کرنا ہمارے لیے انتہائی مشکل امر اور دشوار گزار کام تھا، اس خصوصی شمارہ کے لیے اہل قلم سے رابطہ کرنا، انہیں مواد فراہم کرنا، ان سے مضامین حاصل کرنا، موصولہ مضامین ومقالات کو کمپوز کرانا، اصل سے مقابلہ کرانا یہ وہ جاں گسل مراحل تھے جنہیں عبور کرنا ہمارے لیے ایک خواب سے زیادہ نہ تھا مگر اس کے مدیر اعلیٰ ادیب شہیر مولانا احمد رضا احمد، جامعہ کے شیخ الحدیث وصدر مفتی محقق عصر مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی کی خصوصی توجہ اور دیگر اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ کی انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے، کہ تمام مراحل سے بحسن وخوبی گزر کر اب یہ حسین گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مجھے اس بات کا شدید احساس ہے آپ حضرات کے کڑی محنتوں کا حقیقی بدلہ ہماری شکر گذاری کے یہ چند رسمی جملے نہیں ہوسکتے تاہم بندوں کا شکریہ ادا کرنا بھی خالق حقیقی کا شکر گذار ہونے کا سبب ہے اس لیے میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان حضرات کا بے حد ممنون وشکر گزار ہوں اور ان کی خدمات عالیہ میں ہدیہ تشکر وامتنان پیش کرتا ہوں، پروردگار عالم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے۔

ایں دعا از من وجملہ جہاں آمین آباد

﴿پہلا باب: تأثرات وتعزیتی خطوط﴾

حضرت کنز الدقائق ایک متبحر عالم دین

فخر سیادت حضرت علامہ سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی حسن منظر صاحب قدیری علیہ الرحمہ کو میں پچھلے کئی دہائیوں سے جانتا ہوں۔ حضرت مفتی حسن منظر قدیری صاحب جماعت اہلسنت میں ایسی باوقار ذات ہے جن کے سامنے صاحبان علم وفن اپنی گردن افتخار جھکاتے ہیں۔ آپ کا نام علم وعمل کی دنیا میں معتبر نام ہے۔ جو اکابر علماء اہلسنت کے محبوب وپسندیدہ ہیں، خاص کر شہزادہ اعلیٰحضرت تاجدار اہل سنت مفتی اعظم عالم بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظور نظر رہے ہیں کہ جنہوں نے برسوں بریلی شریف کی درسگاہ میں تعلیم دی اور سینکڑوں قابل قدر متبحر علماء کی جماعت تیار کی، اخلاق واطوار میں بزرگوں کی یادگار، علمی مباحث میں بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ علوم اعلیٰ حضرت کے ماہر، بددین علماء کے اعتراضات کا علمی اور مسکت جواب دینے کی بھرپور طاقت رکھنے والے عالم اہل سنت کا نام ''مفتی حسن منظر صاحب قدیری'' ہے۔

وہابیہ، دیوبندیہ، جو ہمیشہ سے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان ترجمہ قرآن پر لغو اعتراضات کرنے کے عادی رہے ہیں اور عوام الناس کو شبہات میں مبتلا کرنا جن کا شیوہ رہا ہے اور اپنے اکابر کے تراجم کو کنز الایمان سے بہتر تشہیر کرنے میں مصروف ہیں۔ بایں ہمہ جماعت اہل سنت کے قابل قدر علما ودانشوران کی جانب سے انکے لغو اعتراضات کے جوابات دئے گئے اور کنز الایمان ودیگر تراجم کے درمیان تقابلی جائزہ پیش فرما کر کنز الایمان کی خوبیوں کو اجاگر فرمایا گیا، ان میں علامہ حسن منظر قدیری کا نام نمایاں ہے۔

زیر نظر تالیف مسمیٰ ''کنز الایمان صحیفہ زبان وبیان'' جسے میرے مشفق قدیم کرم فرما حضرت علامہ مفتی محمد ناظر اشرف صاحب مدظلہ العالی بانی وناظم دار العلوم اعلیٰ حضرت ،کلمنا ، ناگپور نے تقریباً پوری کتاب پڑھ کر سنایا جو مجھے بہت پسند آئی کہ مفتی علامہ نے کنز الایمان اور اشرف علی تھانوی کے ترجمہ قرآن کے درمیان تقابلی تجزیاتی مطالعہ پیش فرما کر دعوت غور وفکر دی ہے اور جس خوش اسلوبی وعلمی دیانت کے پیرائے میں آپ نے تقابل پیش فرمایا ہے وہ یقیناً آپ ہی کا حق وحصہ ہے۔

کرم فرما حضرت مفتی ناظر اشرف صاحب کی دعوت پر میں کشن گنج بہار کی عظیم الشان کانفرنس میں حاضر ہوا تھا وہاں متعدد علماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں حضرت علامہ حسن منظر قدیری صاحب سے ملاقات بھی شامل ہے۔میں آپ کی متبحر علمی شخصیت سے پہلے ہی متاثر تھا ملاقات اور علمی گفتگو کرنے اور آپ کی تالیف جدید دیکھ کر میں اس قدر متاثر ہوا کہ میرا قلبی وجدان یہی کہتا ہے کہ یہی علماء ،وارثین علوم نبوت ہیں ۔ان علماء کرام کی دینی خدمات میں خرچ ہونے والی سیاہی انبیاء بنی اسرائیل اور جوراہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے شہادت کی منزل پر فائز ہوئے ہیں ان پر نمایاں مقام رکھتی ہے۔

خدائے تعالیٰ ہماری جماعت کے ایسے عظیم الشان عالم دین کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔اور ان کی علمی دینی خدمات کو شرف قبولیت عطا کرے۔ (سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ شمسیہ ،رائچور)

☆☆☆☆☆

یہاں کی خاک نے کیسے کیسے لعل وگوہر اور ہیرے موتی پیدا کئے

فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی

عزیزان گرامی حضرت مولانا مسعود رضا و احمد رضا صاحبان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!

صوبہ بہار، خصوصا ضلع پورنیہ کی سرزمین بڑی مردم خیز رہی ہے مگر جس قدر یہ مردم خیز رہی ہے اسی قدر مردم خور بھی۔

اللہ اکبر! یہاں کی خاک نے کیسے کیسے لعل وگوہر اور ہیرے موتی پیدا کئے مگر ہزار افسوس! کہ ان کی چمک دمک کچھ تو خود ان کی حد سے فزوں فروتنی وسادگی کی وجہ ہی سے عوام کی نگاہوں میں نہیں آسکی اور کچھ، علماے بہار کی معاصرانہ منافرت نے بھی ایسی کرشمہ سازیاں کیں کہ ان کی قرار واقعی قدر و قیمت زیر زمیں دفن ہوکر رہ گئی۔ ایسے میں حضرت مخدوم بہار شیخ شرف الدین احمد منیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب اس زباں زد مقولہ: ''بہار ہمارا ہے مگر بہاری ہمارے نہیں'' کی صداقت سر چڑھ کے بولتی محسوس ہوتی ہے۔

پہلی بار یہاں کی تاریخ میں ایسا ہوا کہ استاذ گرامی **امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمۃ والرضوان** کی حیات وخدمات پر مبنی بڑے سائز کے آٹھ سو صفحات پر مشتمل ضخیم ''امام علم وفن نمبر'' ان کے عرس چہلم کے موقع سے شائع ہوا۔ اور اس تجدیدی بلکہ ابداعی کام کا سہرا آپ حضرات کے سر بندھا۔ جس کے لیے آپ حضرات کی جس قدر بھی تحسین کی جائے کم ہے۔

اور اب عزیز گرامی حضرت مفتی مبشر رضا سلمہ اللہ تعالی کے ذریعے یہ جان کر بے انتہا مسرت وشادمانی ہوئی کہ آپ حضرات ہی کی کوششوں سے محبّ گرامی حضرت مفتی حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس چہلم کے موقع سے ان کی حیات وخدمات اور علمی کارناموں پر ایک ''خاص نمبر'' شائع ہونے جارہا ہے۔

یادش بخیر! حضرت مفتی حسن منظر قدیری نے متوسطات تک کی ساری کتابوں کی تعلیم تلمیذ صدر الافاضل، نمونۂ اسلاف حضرت مولانا نصیر الدین عرف بڑے مولانا سے حاصل کی اور اعلی تعلیم کے لیے بریلی شریف گئے۔ وہاں منظر اسلام میں خلیفۂ مفتی اعظم، بحر العلوم حضرت مفتی سید افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کے سامنے زانوے ادب تہ کیا۔ حضرت بحر العلوم درس نظامی کے علاوہ حساب وہیئت، جبر ومقابلہ اور اقلیدس میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے، مولانا قدیری نے اپنے تمام ساتھیوں کے علی الرغم ان سے یہ فنون بھی سیکھے۔ یہی نہیں، اسی دوران اپنی لگن سے گریجویشن بھی مکمل کرلیا۔ ساتھ ہی شاعری کی طرف توجہ کی تو تھوڑے ہی دنوں کے اندر اس میدان میں بھی اُستادانہ مہارت حاصل کرلی۔ پھر تدریسی خدمات سے وابستہ ہوئے تو اس کے ساتھ مشق افتا بھی جاری رکھی، اور ایک دن باکمال مفتی کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے۔ مشق افتا ہی کے دوران ان کی قیام گاہ پر وضع قطع سے دیہاتی ایک ناخواندہ شخص ملنے آئے اور باتوں باتوں میں اُن سے پوچھا کہ مولانا صاحب! جنت کی زندگی کیا ہوتی ہے؟ مفتی صاحب نے حیرت

سے اسے دیکھا اور جواب عطا فرمایا تو اس نے کہا کہ نہیں حضرت! جنت کی زندگی یہ ہے کہ دن بھر کہیں رہا جائے مگر رات بال بچوں میں گزاری جائے۔ یہ سُن کر مفتی صاحب کا دل اچاٹ ہو گیا اور انہوں نے قدیم دوستی کی بنا پر مجھے خط لکھا، جس میں اس واقعہ کا ذکر کر کے اپنے ہی دیار میں رہنے کی خواہش ظاہر کی۔

میں ان دنوں بائسی کے بجرڈیہہ میں قائم مدرسہ ''محی الاسلام'' جو پہلے سے ہی وسطانیہ تک گورمنٹ سے منظور شدہ تھا اور جس کے صدر مدرس محبّ محترم مولانا خواجہ جلال الدین صاحب تھے، میں وہاں تین سال سے درس نظامیہ کی تعلیمی خدمت انجام دے رہا تھا۔ اور حضرت امام علم وفن کے حکم پر مدرسہ فیضیہ نظامیہ، ایشی پور، باراہاٹ ضلع بھاگل پور جہاں آپ اور آپ کے محبوب تلمیذ مفتی محمد ایوب مظہر رحمۃ اللہ علیہ پڑھا رہے تھے، وہاں جانے کے لیے مامور و مجبور تھا تو حضرت مفتی حسن منظر قدیری کو بریلی شریف سے بلا کر اپنی جگہ متعین کیا اور امام علم وفن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس طرح مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ ''محی الاسلام'' بجرڈیہہ تشریف لائے اور تین دہائی سے زائد کا عرصہ گزار کر ۲۰۱۰ میں ''کلیان'' آپ حضرات کے ہاں تشریف لے گئے اور ۲۰۱۹ میں علیل ہونے کے بعد گھر آ گئے۔ اس دوران سیکڑوں طلبہ نے ان سے بقدر ظرف اپنی اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ پھر قدرت کو جو منظور تھا سو ہوا کہ ارشاد قرآنی ہے: **اذاجاء اجلھالایستاخرون و لایستقدمون ساعة** ۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنے خاص جوار رحمت میں رکھے۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لا ساقی!

بانی وسربراہ جامعہ نوریہ شام پور، رائے گنج، ضلع اتر دیناج پور، بنگال

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

گلستان علم وادب کا ایک اور پھول نہ رہا

نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا توصیف رضا خان دام ظلہ العالی

ادیب شہیر، نباض قوم وملت کنز الدقائق حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی رحلت ایک علمی وادبی عہد کا خاتمہ ہے، آپ بڑے خلیق، ملنسار، وعاجزی وانکساری کے پیکر اور بڑی سادگی پسند مرد قلندر تھے، آپ متعدد علوم وفنون میں تبحر وکمال رکھتے تھے شعر وسخن اور اردو ادب آپ کا محبوب میدان تھا، آپ نے اپنے علمی سفر کا آغاز مظہر اسلام بریلی شریف سے کیا، تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی صحبت بابرکت سے استفادہ فرمایا، اپنی حیات کا بیشتر حصہ مروجہ علوم وفنون کی تدریس، مسلک اعلیحضرت کی ترجمانی اور امام احمد رضا قدس سرہ کے افکار ونظریات کی تبلیغ واشاعت میں گزاری، آپ ایک شخصیت ساز عظیم معمار تھے، سیکڑوں شاگردوں کی بھاری ٹیم تیار کی، آپ نے نصف درجن سے زائد گراں قدر تصنیفات اور کثیر علمی وادبی اور تحقیقی مضامین یادگار چھوڑیں۔

بلاشبہ آپ کے وصال سے اہل سنت وجماعت کا ایک بڑا ناقابل تلافی نقصان وخسارہ ہوا ہے اس حوالے سے مولانا مسعود رضا قادری، مولانا احمد رضا احمد مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی اور ''مجلّہ المختار'' کی پوری ٹیم قابل صد مبارک باد ہیں، کہ انہوں نے حضرت کنز الدقائق کی حیات وخدمات پر ایک نایاب دستاویز مرتب کیا۔

دعا ہے کہ مولی تعالیٰ حضرت کی تمام خدمات دینیہ کو قبول ومقبول فرمائے، آپ کے درجات عالیہ کو روز افزوں بلند فرمائے، اور پوری ''المختار'' ٹیم کو ان کی بے لوث خدمات کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف

☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ایک عبقری شخصیت

حکیم ملت، مفتی محمد ناظر اشرف قادری بریلوی

خلاق ارض وسماء نے ازل میں ہی بہت سی روحوں کا انتخاب فرمالیا ہے۔یعنی جب ان کو لباس بشری سے مزین کیا جائے گا۔تو وہ ارواح حسب مراتب جن جن کار ہائے نمایاں کے لئے چن لئے گئے ہیں۔اسی پر مامور ہوکر حیات فانی کے لمحات گزاریں گے۔قدرت کاملہ کے راز ہائے سربستہ کو کون جان سکتا ہے؟

گانگی کے ایک متمول خاندان میں انتخاب ازلی کے مطابق مالک ارض وسماء کی ایسی باران رحمت ہوئی کہ حسن صورت کے ساتھ منظر قدیری نے آنکھیں کھولی۔گویا گلشن ہستی میں ایک پھول کھلا۔جس کی خوشبو اور مہک نے ایک مخصوص عالم کو عطر بیز کردیا۔

ان کے برادر اکبر فارسی داں تھے۔انشاء پردازی میں بھی اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے۔فن شاعری سے بھی شغف تھا۔انہوں نے براہ شفقت مفتی حسن منظر کو اپنی آغوش تربیت میں لیا۔بڑے بھائی منشی محی الدین کی تعلیم وتربیت نے ان کے قلب وذہن میں ایسی جلا بخشی۔کہ اردو، فارسی کی تکمیل تعلیم کے بعد درس نظامی کی تعلیم کے لئے ایک ایسی ذات قدسی صفات کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔جن کے تدریسی خدمات کا غلغلہ تھا۔جو علم وفضل میں یگانۂ روزگار اور تصوف وسلوک میں اپنی مثال آپ تھے۔حکیم الامت مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ کے علوم وفنون کے وارث اور شیخ المشائخ حضرت علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی ارادت وخلافت سے آراستہ ومرصع ذات استاذ الاساتذہ مولانا نصیر الدین اشرفی علیہ الرحمہ کی ذات قدسی صفات تھی۔جو شمال ہند کی ایک معروف مقام ''چنا منا'' میں علوم وفنون کے گوہر ہائے آبدار لٹا رہے تھے۔جن کے علم وکمال کا سکہ رائج الوقت تھا۔جن کے علم وفن کی موسلہ دھار بارشیں مغرب میں نیپال، مشرق میں بنگلہ دیش، جنوب میں ساحل گنگا اور شمال میں ہمالہ کی ترائی تک برس رہا تھا۔ان کے برادر اکبر نے مفتی حسن منظر کو مزید تحصیل علوم کیلئے ''چنا منا'' کے مدرسہ میں داخلہ کرادیا۔جماعت رابعہ تک اسی علم وفضل کے بحر ذخار سے سیراب ہوتے رہے۔

پھر اس کے بعد مرکز اہلسنت بریلی شریف کا رخ اختیار کیا۔منظر اسلام میں جماعت خامسہ میں داخلہ ہوا۔یہ وہ زمانہ تھا کہ منظر اسلام میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے مرید محدث احسان علی مظفر پوری، بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری اور شیخ الادب علامہ غلام یزدانی (علیہم الرحمہ) وغیرہم جیسے راسخ العلوم والفنون اساتذۂ کرام زینت تدریس تھے۔برصغیر ہند پاک

و بنگالہ اور افریقہ میں ان قد آور شخصیتوں کے علم وفن کا ڈنکا بج رہا تھا۔ دور ونزدیک سے تشنگان علوم علمی تشنگی بجھانے کیلئے منظر اسلام آکر آسودگی حاصل کرتے تھے۔

مفتی حسن منظر قدیری نے بھی علمی شباب والے قرن میں جماعت خامسہ سے منتہیٰ تک مروجہ علوم وفنون حاصل فرمایا۔ اور مزید تو قیت وہیئت، فن زیجات وغیرہ کے لئے دوسال منظر اسلام کے لئے وقف فرمادیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ایک اعلیٰ مدرس، ایک باوقار ادیب اور قوم مسلم کے لئے مفکرانہ صلاحیتوں کے مالک بن کر قدیم افق پورنیہ میں جلوہ بار ہوئے۔ اور ان کی صلاحیتوں کی جہاں تک بساط تھی۔ انہوں نے پورے علاقہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد قطب العالم سیدنا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کی علمی لیاقتوں کو دیکھ کر مظہر اسلام میں مدرس اور رضوی دارالافتاء میں بحیثیت مفتی مقرر کیا۔ مدتوں وہاں رہ کر فقہ حنفی کے زلف برہم کو سنوارتے رہے۔ جس کی وجہ سے ان کی علمی صلاحیت میں چار چاند لگ گیا۔ وہ ہر دلعزیز بھی تھے۔ خوش اخلاق اور ملنسار بھی تھے۔ چھوٹوں پر شفقت اور بزرگوں کے ساتھ ملنے کا مؤدبانہ سلیقہ بھی رکھتے تھے۔ وہ جدید علوم سے بھی بخوبی آشنا تھے۔ ان کے پاس باضابطہ تعلیم حاصل کرکے بی، اے، آنرس کی ڈگری بھی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ عصر حاضر کے لحاظ سے بہت کچھ تھے۔ ان کے فضائل ومحاسن کے لئے تفصیلی وقت درکار ہیں۔ لیکن ہر خاص وعام کو یہ اعتراف ہے کہ ان کے محاسن میں ایک خاص وصف یہ تھا کہ وہ قدیری ہونے کے باوجود رضا کے گرویدہ تھے۔ دلدادہ تھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عاشق صادق تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف اس حقیقت پر غماز ہیں کہ وہ رضا کے ہوکر رہنا چاہتے تھے۔ اور رضا میں فنا ہوکر بقا کی منزل کے متلاشی تھے۔ جو وہ چاہتے تھے، وہ حتی المقدور کر دکھائے۔ دنیا نے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ انکا جنازہ کس دھوم سے اٹھا۔ اور رحمت ونور کی کیسی انوکھی برکھا ہوئی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ رب قدیر متعال جل مجدہ کی رضا نے اپنی رحمتوں کے سایہ میں انہیں ڈھانپ لیا ہے۔ اور سیدنا شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کے صدقے وطفیل دیار بہادرگنج کے ایک باکرامت ولی کامل شرف ملت علیہ الرحمہ کے جوار میں صبح قیامت تک استراحت کیلئے جگہ عطا فرمادیا

ع: خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

مفتی ومحقق، دارالعلوم اعلیٰ حضرت رضا نگر کلمنا، ناگپور

☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وبہ نستعین ونحمدہ ونصلی علی حبیبہ المصطفی

حضرت کنز الدقائق جملہ فنون پر کامل مہارت رکھتے تھے

مفتی اشرف رضا قادری نوری

فاضل اجل، حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری رحمہ اللہ الرحمٰن الرحیم اسم بامسمی، صورت وسیرت کے اعتبار سے بھی حسن منظر تھے۔ کہنہ مشق مفتی اور جملہ فنون علمیہ کی تدریس پر کامل مہارت رکھتے تھے۔ شعر وادب پر ملکہ حاصل تھا، حسن تنقید بے مثال تھا، اصاغر نوازی ان کی مثالی اور طبیعت میں انتہا درجہ کی انکساری تھی۔ الجامعۃ الرضویہ/ ومدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ بیل بازار کلیان مہاراشٹر کے مختلف پروگرام میں بارہا ان سے ملاقات کا شرف حاصل رہا۔

عزیز گرامی مولانا مسعود رضا ومحبّ گرامی مولانا احمد رضا احمد لائق قدر ہیں کہ حضرت کنز الدقائق رحمہ اللہ ورضی عنہ کی حیات وخدمات پر نمبر مرتب کر کے شائع کر رہے ہیں یہ ان کی بارگاہ میں اچھا خراج عقیدت ہے اس سے پہلے مرشد اجازت حضرت خواجہ علم وفن استاذ الکل علامہ خواجہ مظفر حسین رحمہ اللہ ورضی عنہ پر ضخیم ووقیع نمبر شائع کر کے اکابر شناسی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ کریم ورحیم سبحنہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمارے اکابرین کے درجات بلند فرمائے ان کی خدمات دینیہ کو قبول کر کے اجر کریم عطا فرمائے۔ **وصلی اللہ الرحمن الرحیم علی عبدہ ورسولہ سیدنا ومولانا محمد المصطفی وبارک وسلم وکرم ومجد وشرف وعلی آلہ وعلینا معھم وعلی کل من ھو محبوب ومرضی لدیہ صلاۃ تبقی وتدوم بدوام الملک الحی القیوم۔**

قاضی ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی
۲۵/ جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ/ ۲۹/ جنوری ۲۰۲۲ء، بروز شنبہ

☆☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق گوناگوں فضائل ومحاسن کے جامع تھے

معین ملت سید معین میاں اشرفی

کنز الدقائق، ادیب شہیر، بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، فقیہ عصر حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی پوری زندگی کو ضبط تحریر کے ذریعہ احاطہ کرنے کی ایک قابل رشک اور عظیم کاوش المختار کا خاص شمارہ ''کنز الدقائق نمبر'' کی نشر واشاعت ہے

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ گوناگوں اوصاف وکمالات اور فضائل ومحاسن کے جامع تھے، آپ کے اندر شائستگی وشگفتگی، مہمان نوازی اور سخاوت وفیاضی، اخلاق کریمانہ اور صفات مومنانہ بدرجۂ اتم موجود تھا، آپ کی دینی ومذہبی، علمی وادبی، تاریخی وسوانحی، فکری وتحقیقی جیسے مختلف موضوعات پر قیمتی اور جامع تحریریں ہیں جس سے عوام وخواص مستفید ومستفیض ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ گویا کہ آپ خطۂ سیمانچل میں کھلنے والے ایسے پھول ہیں جس کی خوشبو سے نہ صرف صوبہ بہار بلکہ پورا ملک ہندوستان معطر ہو رہا ہے۔

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی فکر وقلم، تحریر وتصنیف اور زبان وادب کو معرض تحریر میں لا کر نسل نو کو بیش قیمت سرمایہ عطا کرنے کی لائق تعریف وتحسین قدم ہے، اس نمبر میں جتنے حضرات نے دامے درمے قدمے سخنے حصہ لیا ہم ان کی بارگاہ میں ہدیہ تبریک کا گلدستہ پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ اس عظیم کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کے معاونین کو سعادت دارین سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆☆☆☆

یہ خط نہیں صدائے دل دردمند ہے

مولانا شاکر اصغر رضوی

اعزوارشد مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر و مولانا محمد احمد رضا احمد۔ مدیران ''المختار'' سلمکما اللہ الغفار

شبانہ یوم کی نیک دعائیں اور چاہتیں!!

بعد ادعیہ متکاثرہ واضح ہے کہ باری باری سے تم دونوں کا فون آیا۔ خیر بیتیں معلوم ہوئیں، حالات سے واقفیت ہوئی۔ دل بے تاب کو چین وسکون میسر آیا۔۔۔۔۔

تم دونوں مصر ہو اور بضد ہو کہ حضرت کنز الدقائق، ادیب شہیر مفتی حسن منظر قدیری اور محقق وقت، سرمایہ اہل سنت حضرت مفتی آل مصطفیٰ اشرفی قدس سرہما کی ذوات عالیہ پر بلا قید عناوین کچھ مضامین تحریر فرمادیں ''المختار'' کی دلکشی وجاذبیت میں اضافہ ہوجائے (المختار کی دلکشی وجاذبیت نہیں بلکہ ناچیز کی قسمت اوج ثریا سے بلند ہوجائے)۔ میرے عزیزو! ان دونوں مقدس ہستیوں کی جدائی سے بزم اہل سنت میں جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا تو ایک امر دشوار ہے۔ سوچتا ہوں زمانے کے دردمند اب کہاں جائیں، علم وعمل کی بھیک اب کن سے مانگیں، کس میکدے سے اپنی پیاس بجھائیں اور سیرابی حاصل کریں۔؟

اس بستی میں کون ہمارے آنسو پوچھے گا۔ جس کو دیکھو اس کا دامن بھیگا لگتا ہے۔

طویل زندگی کی رنگین داستانیں قید تحریر میں کیسے لاؤں، بکھری ہوئی سنہری یادوں کو کیسے اکھٹی کروں۔

دنیا بھر کی یادیں مجھ سے ملنے آتی ہیں۔ شام ڈھلے اس سونے گھر میں میلا لگتا ہے۔

بام ودر سنسان ہے۔ گلی کوچہ ویران ہے، دن، رات پریشان ہے، صبح، شام حیران ہے۔ ہر طرف آہیں، کراہیں، اور سسکیاں ہیں۔ بھیگی پلکوں کے سائے میں حضرت کنز الدقائق سے متعلق چند صفحات پر مشتمل دو مضامین اور ایک منقبت اور حضرت محقق وقت کی شان میں۔ ایک منقبت بھیج رہا ہوں اور فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ رہی زندگی تو انشاء اللہ دیکھا جائے گا۔

دور حاضر کی دلخراش اور جانکاہ فضا میں کسی مجلی کی ترتیب وتدوین اور کتابت وطباعت کس قدر محنت طلب اور سبب جانفشانی ہے۔ یہ اہل دل جانتے ہیں۔

واقعی تم جیسے عزیزوں نے نہایت ہی عرق ریزی اور جدوجہد سے اس کار خیر کا بیڑا اٹھایا ہے۔ رب قدیر تم لوگوں کے حوصلے بلند کرے اور صحت وعافیت کی زندگی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

دن بھی گزارنا ہے تڑپ کر اسی طرح۔۔ سو جا دل حزیں کہ بہت رات ہوگئی۔

فقط دعا گو ودعا جو شاکر اصغر رضوی

یکم رجب المرجب ۱۴۴۳ھ۔۔ ۳؍فروری ۲۰۲۲ء۔ بوقت شب

اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے

مفتی ڈاکٹر محمد ارشاد ساحل شہسرامی علیگ

۱۴۴۳ھ/ ۲۰۲۲ء کو ماہر علم وفن، راز دار شعروادب، عالم باعمل، یادگار سلف، اسیر مفتی اعظم، فدائے اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون .للہ ما اعطی وما اخذ وعندہٗ کل شئی باجل مسمی** ۔اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور سارے متعلقین اور محبین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ادھر دو چار سال کے اندر جس کثرت سے علماء مشائخ اور صالحین کی صفوں سے یہ دنیا خالی ہوئی ہے، اور ہم ان کے سایۂ کرم سے جیسے محروم ہوئے ہیں، وہ بہت ہی تشویش ناک اور باعث عبرت ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ اخیر زمانے میں علم اٹھا لیا جائے گا اس طور سے کہ علماء دنیا سے کثرت سے رخصت ہوں گے اور پھر ان کا کوئی بدل نہ مل سکے گا۔ یہی منظر ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ ہمارے ان بزرگوں کا ثانی اور جانشین تو دور کی بات ہے، عکس بھی مشکل سے خال خال نظر آتا ہے۔ یہ ہستیاں بزبان حال فرمارہی ہیں ڈھونڈھو گے ہمیں برسوں برسوں۔ ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

حضور تاج الشریعہ نے فرمایا تھا

دیکھنے والو جی بھر کے دیکھو ہمیں پھر نہ کہنا کہ اختر میاں نہ رہے

اور حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا تھا:

میری یادیں سنبھال کر رکھنا میرا کیا میں رہا نہ رہا

حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سے شرف ملاقات ممبئی کے دوران قیام حاصل ہوا۔ ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' میں آپ شیخ الحدیث تھے۔ آپ کے شب وروز بھی دیکھے اور آپ سے گفتگو اور تبادلۂ خیال کا موقع ملا۔ آپ کی سادگی، اصاغر نوازی اور علمی وادبی ذوق سے متأثر ہوا۔ آپ اسم بامسمی تھے۔ آپ ''حسن'' تھے، صورتاً بھی اور سیرتاً بھی، ''منظر'' بھی تھے کہ جو آپ کو دیکھتا، آپ سے ملتا وہ آپ کا گرویدہ ہو جاتا اور ''قدیری'' بھی تھے کہ رب قدیر نے آپ کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا اور زبان وبیان پر غیر معمولی قدرت تھی، نثر ونظم دونوں آپ کے حسن منظر کا عکس تھے۔ خواجہ تاشان رضویت میں جو رنگ عشق رضا ہوتا ہے، وہ بھی آپ میں اپنے جوبن پر تھا۔ یہ شخصیت ایسی تھی کہ اگر کسی بڑے نامور اور ممتاز ادارے کی زینت ہوتی تو اس کا رنگ شہرت ومقبولیت دیدنی ہوتا لیکن اہل سنت کا المیہ یہ ہے کہ ماہرین فن کے قدر شناس کم کم ہیں۔ ان کی قدر شناسی کا جذبہ اس شخصیت کے پردۂ عدم میں گم ہو جانے پر

بیدار رہوتا ہے۔

مفتی صاحب علیہ الرحمہ بہت مثبت نظریۂ حیات کے حامل تھے۔کبھی انہیں مسائل حیات اور جفا کاری یاراں پر چیں بہ جبین ہوتے نہ دیکھا۔شکوہ،قنوطیت،غیبت اور بے کاری سے بہت پرے تھے۔ع۔۔جاوداں پیہم،رواں ہردم،دواں ہے زندگی،کا عمل نمونہ تھے،زندہ دلی اور صبر وشکر کے جذبات آپ کی شناخت تھے۔اعلیٰحضرت اور حضرت مفتی اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیفتگی کی حد تک لگاؤ تھا اور اس سلسلے میں وہ کسی قسم کی مصلحت کوشی کے روادار نہ تھے۔اہل علم سے خصوصی لگاؤ رکھتے تھے،میں جب کبھی ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' حاضر ہوتا تو آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرتا اور کبھی حضرت ازراہ ذرہ نوازی خود آفس میں تشریف لے آتے۔ہمیشہ میری علمی مصروفیات کے بارے میں دریافت فرماتے،میری ناسازطبیعت کے بارے میں پوچھتے اور میرے حق میں دعائے خیر فرماتے مولانا وجہ القمر کے ذریعہ معلوم ہوا کہ جب وہ آپ کی عیادت کے لئے ہاسپٹل گئے تو حضرت نے میرے حالات دریافت کئے کہ مفتی ساحل صاحب کیسے ہیں،ان کی طبیعت کیسی ہے،ان کی ہمشیرہ کا رشتہ طے ہوا یا نہیں؟ جب انہوں نے مجھے یہ باتیں بتائیں تو میں آبدیدہ ہوگیا کہ ایسی شفیق ہستیاں بھی اس دنیا میں موجود ہیں کہ خود صاحب فراش ہیں اور ایک دور افتادہ کے حالات اور مسائل دریافت فرمارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ان کے فیوض دینیہ،حکمیہ اور روحانیہ سے اس گناہگار کو سرفراز فرمائے۔۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

۲۴؍جمادی الاخرہ ۱۴۴۳ھ/ ۲۷؍جنوری ۲۰۲۲ء

☆☆☆☆☆☆

باسمہ تعالیٰ

موتُ العالِم موتُ العالَم

مفتی قاضی فضل احمد مصباحی

ایک عالم کی موت پورے عالم کی موت ہے۔کورونا کے مرض نے پوری دنیا میں کہرام مچا رکھا ہے، بڑے بڑے جید علماء کے انتقال سے دل و دماغ مغموم ومخزون ہے، ہم پر یہ کیسا زمانہ آ گیا کہ ہم ایک حادثہ ابھی بھول نہیں پائے کہ دوسرا حادثہ پیش آ جاتا ہے ،ایک زخم مندمل نہیں ہو پاتا کہ دوسرا زخم لگ جاتا ہے۔

علامہ مفتی حسن منظر قدیری رحمہ اللہ جو چند دن پہلے ہمیں داغ مفارقت دے گئے وہ ایک جید عالم دین تھے، اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی متقی و پرہیز گار تھے۔اللہ عزوجل نے آپ کو خاندانی شرافت و نجابت کے ساتھ علوم وفنون پر پختگی اور بلند اخلاق کی پاکیزگی جیسی بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔آپ زندگی کے آخری لمحہ تک دینی وعلمی، تدریسی وتبلیغی خدمات بڑی خوبصورتی اور دیانتداری کے ساتھ انجام دیتے رہے،نعت گوئی میں بھی غیر معمولی ملکہ حاصل تھا۔

ان تمام خوبیوں پر نظر کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے،تقریر ہو یا تحریر،تصنیف ہو یا تدریس،تبلیغ ہو یا ارشاد ہر شعبہ میں وہ کامل تھے۔

''الجامعۃ الرضویہ'' کلیان ممبئی میں ''تاج الشریعہ سیمینار'' منعقد ۲۰۱۷ء میں شرکت کیلئے جب میں عروس البلاد پہونچا تو موصوف اس سیمینار میں سرپرست کی حیثیت سے شریک تھے، وہاں ان سے میری ملاقات رہی،علمی وادبی گفتگو بھی ہوئی،اور یہی ملاقات ان سے آخری ملاقات تھی۔

ان کی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ملت کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے باصلاحیت عالم دین کی رحلت سے مجھے ذاتی صدمہ پہونچا ہے۔یہ سانحہ ملت کا ایک بہت بڑا نقصان ہے۔

مولیٰ عزوجل قوم وملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔۔۔آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جامعہ عربیہ ضیاء العلوم کچی باغ، بنارس یوپی

☆☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق میرے ہم جماعت ساتھی تھے

مفتی طاہر حسین اشرفی، رضوی

حضرت ادیب شہیر علامہ حسن منظر قدیری رحم اللہ علیہ ساکن پتھارسی گانگی بہادر گنج کشن گنج) بہار (محمد طاہر حسین اشرفی پھر رضوی خادم سابق رضوی دارالافتا بریلی شریف و خادم مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان وخلیفہ مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ساکن پتھار بستی گانگی بہادر گنج کشن گنج) بہار (حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ ملک و بیرون ملک میں عوام وخواص کے مابین کنز الدقائق کے لقب سے متعارف ہیں ساتھ ہی اپنے آبائی علاقے میں یا یوں کہیں خصوصی طور پر سیمانچل بہار کے خطے میں "حضرت " کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ خطہ سیمانچل میں جب کوئی فرد صرف لفظ "حضرت " سے گفتگو کریں تو سمجھ لیں قائل کی مراد کنز الدقائق حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری ہیں۔ کنز الدقائق حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری میرے ہم عمر ہیں اور اتفاق یہ دیکھیں کہ ہم دونوں کی سنہ پیدائش بھی ایک ہی ہے۔

تعلیمی حصول کے ابتدائی دور میں ہم دونوں نے مدرسہ چنامنا علاقہ اسلام پور میں داخلہ لیا۔ اور ہم دونوں نے محنت ومشقت اور حصول علم کے جذبات سے مزین ہوکر اسی مدرسے میں جماعت ثالثہ تک علام المدیر حضرت علامہ الحاج مولانا نصیر الدین علیہ الرحمہ کی زیر شفقت وحمایت میں انہماک سے تعلیم حاصل کیا۔ حصول علم کی راہ میں ہماری جدوجہد، محنت ومشقت اور یکسوئی انہماک دیکھ کر ہمارے استاد محترم جناب علام المدیر حضرت علامہ الحاج مولانا نصیر الدین علیہ بہت محبت والفت کیا کرتے اور پیار سے ہم دونوں کو منظری) حسن منظر (اور طاہری) طاہر حسین (الفاظ سے مخاطب کرتے۔ اور اسی نام سے ہمیں اکثر و بیشتر صبح کے ناشتہ میں شریک کرتے۔ مدرسہ چنامنا میں درجہ ثالثہ تک ہی تعلیم وتربیت کا انتظام وانصرام تھا اسی وجہ بعد اختتام درجہ ثالثہ استاذ محترم نے ہم دونوں کو اعلی تعلیم کی حصول کے لیے بریلی شریف جانے کا مشورہ دیا۔ اس وقت شہر بریلی تعلیم و بربیت کا آماجگاہ بنا ہوا تھا وقت کے جید علما، فقہا، مفسر، مدبر، محقق، مصنف اور محرر درسگاہوں کی زینت بنے ہوئے تھے۔ استاد محترم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بادل نخواستہ ہم دونوں کو وہاں سے کوچ کرنا پڑا اور ہم دونوں ایک ساتھ بریلی شریف روانہ ہوئے۔ بریلی شریف پہنچنے کے بعد حضرت مفتی حسن منظر قدیری نے منظر اسلام میں داخلہ لیا اور میں مظہر اسلام میں داخل ہوا۔ میں معاشی تنگدستی کی وجہ سے دو سال تعلیم حاصل کر کے سند فراغت لے لی اور رضوی دارالافتا میں خدمت افتا پر مامور ہوگیا لیکن مفتی حسن منظر قدیری صاحب اپنی تعلیمی سفر کو جاری رکھے۔ دستار فضیلت دونوں ایک ساتھ لیئے۔

بعد تکمیل فضیلت میں مستقل طور پر دارالافتا میں اپنی خدمات انجام دینے لگا اور مفتی حسن منظر قدیری مظہر اسلام میں درس و

تدریس کے خدمات پر مامور ہو گئے۔ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے اجازت لے کر ہم دونوں اپریل ۱۹۷۴ کو شہر اندور کی ایک مشہور و معروف درس گاہ میں درس و تدریس کی خدمات کے انجام دہی کے لیے گئے اور درس و تدریس کے جوہر دکھائے ساتھ ہی حضرت ادیب شہیر مفتی حسن منظر قدیری بورڈ کے امتحانات جیسے منشی، مولوی اور کامل دیتے رہے۔ کچھ عرصے کے بعد مفتی حسن منظر قدیری گھریلو حالات کی وجہ سے مدینۃ العلم بائسی علاقہ کے ایک گاں بجرڈیہہ کے ایک مشہور عالیہ مدرسہ) مدرسہ معین الاسلام (میں صدر مدرس ہو کر تعلیمی خدمات انجام دینے لگے۔ ان کی نگرانی میں تعلیم و تربیت کی اتنی شہرت ہوئی کہ دور دراز کے علاقہ کے ذی ہوش تشنگان علوم نبویہ اس مدرسے میں داخل ہونے لگے اور کثیر تعداد میں طلبہ علمی فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے اور ان کی علمی خدمات سے سیراب ہوئے۔ مدرسہ معین الاسلام سے سبکدوش ہونے کے بعد کلیان ممبئی چلے گئے اور فقہ، اصول فقہ، تفسیر، حدیث اور تقابل ادیان کے جوہر بکھیرے۔ اللہ رب العزت مفتی حسن منظر قدیری کی مغفرت فرمائے، درجات کو بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین۔

خادم سابق رضوی دارلافتا، بریلی، شریف
ساکن پتھارسی گانگی بہادر گنج کشن گنج، بہار

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ایک لاجواب شخصیت

مفتی محمد زبیر عالم صدیقی

غالباً ۲۰۰۱ء کی بات ہے۔ملک پور مدرسہ کے صدر مدرس حضرت علامہ امام اختر صاحب علیہ الرحمہ کی دعوت پر مدرسہ کا سالانہ اجلاس میں، جلسہ دستار بندی کے موقع پر ملک پور حاضر ہوا تھا۔مغرب کی جماعت ہو چکی تھی۔جلدی جلدی وضو کر کے میں نے بھی نماز ادا کی۔نماز کے بعد جب سامنے نظر پڑی تو دیکھا ایک نورانی شکل والا۔سفید کرتا پائجامہ میں ملبوس۔سر پر دوپلیا ٹوپی۔۔سرگی آنکھیں۔۔کشادہ پیشانی۔۔چٹائی پر بیٹھے کچھ پڑھ رہے تھے۔۔میں نے صدر صاحب سے پوچھا۔یہ سامنے بیٹھے بزرگ کون ہیں۔انھوں نے کہا۔آپ ان کو نہیں جانتے۔یہی تو ادیب شہیر، عالم باعمل، اشعار رضا کی گتھی سلجھانے والے۔۔فکر رضا کو اجاگر کرنے والے۔۔پیکر خلوص ہم نشین خواجہ علم وفن، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری صاحب ہیں۔۔نام سنتے ہی لپک کر ان کی طرف بڑھا۔۔بڑی جاذب شخصیت تھی۔۔حضرت نے صدر صاحب سے فرمایا۔۔کون! میں فوراً بول پڑا۔۔میرا نام حضور! محمد زبیر عالم صدیقی ہے۔عربی کالج پورنیہ رہتا ہوں۔۔حضرت نے دعاؤں سے خوب نوازا۔۔کام کرتے رہنے کی ترغیب دی۔۔یہ میری پہلی ملاقات تھی۔۔کھانا کھانے کے دوران ایک شخص کا تذکرہ چل پڑا۔۔میں نے کہا وہ بڑا صابر ہے۔۔حضرت نے فرمایا۔۔آپ نے اس کو آزمایا ہے۔میں نے کہا۔۔نہیں۔۔فرمانے لگے۔۔کسی کے صبر کو آزمانا ہو تو اس پر تنقید کرو فوراً پتہ چل جائے گا کہ وہ کتنے صابر ہیں؟

پھر تو ملاقات کا ایک سلسلہ چل پڑا۔۔مجلس گفتگو میں باتوں باتوں میں ہی مشکل مسئلہ کو حل کر دیا کرتے تھے۔

جلسوں میں اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔جس وقت آپ بجڑ ڈیہہ مدرسہ میں منصب تدریس پر جلوہ تھے۔ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا۔۔دیکھا مسند نشیں ہیں۔۔حاشیہ پر کچھ لوگ بیٹھے ہیں۔۔مجھ پر نظر پڑی۔۔میں آگے بڑھا۔۔بڑے خلوص سے ملے۔خوردہ نواز تو تھے ہی۔۔پورنیہ کا تذکرہ چل پڑا۔۔عربی کالج کیسا چل رہا ہے۔کام کرتے رہئے۔نام ہو ہی جائے گا۔۔مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہتے ہوئے اس کو خوب فروغ دیجئے۔۔کسی جلسہ ہی کے موقع پر آپ نے اپنی کتاب غالباً ''شخص وعکس'' عنایت فرمائی۔مطالعہ کے بعد عقیدت اور بڑھ گئی۔۔میری عادت ہے۔بزرگوں کی بارگاہ میں بیٹھتا ہوں تو بولتا کم ہوں۔سنتا زیادہ ہوں۔کیونکہ ایسے ہی بزرگوں کی باتوں سے زندگی سنورتی ہے۔

ایک مرتبہ تنظیم المسلمین بائسی میں میٹنگ تھی کہ موبائل سے ''خبر مستفیض،، جائز ہے یا نہیں؟ اس موقع پر امام علم وفن خواجہ صاحب علیہ الرحمہ۔۔اور فقیہ النفس مناظر اعظم مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مضطر صاحب قبلہ۔اور شریعت وطریقت کے مجمع البحرین حضرت مفتی عبید الرحمٰن صاحب قبلہ بھی موجود تھے۔چالیس پچاس دیگر علماء بھی تشریف فرما تھے۔میں بھی اس میٹنگ میں حاضر تھا۔۔

بعد میٹنگ مجلسی گفتگو میں خواجۂ علم وفن کے سامنے حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کا ذکر کسی نے کر دیا پھر تو خواجہ علم وفن نے جو ان کے محاسن بتائے۔اوران کی شاعری کا تذکرہ فرمایا۔میں بھی حیرت سے سنتا رہ گیا۔گویا خواجہ علم وفن کی نگاہ میں بھی حضرت قدیری صاحب بہت محبوب تھے۔

انتقال سے ایک ہفتہ پہلے پورنیہ کے ایک نرسنگ ہوم میں بھرتی تھے۔۔ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔سلام ومصافحہ کے بعد خیریت پوچھی۔پتہ چلا کہ پھیپھڑا سے پانی نکالا گیا ہے۔جانچ میں گیا ہوا ہے۔بہت ساری باتیں ہوئیں۔فرمانے لگے آپ کے فتاوٰی کا مجموعہ ''فتاوٰی سیمانچل'' نظر سے گزری۔مولانا اختر رضا دوبئی والے کے بدست یہ کتاب ملی تھی۔جگہ جگہ سے مطالعہ کیا۔۔خوب سے خوب تر پایا۔فرمانے لگے۔مفتی صاحب آپ کی موجودگی میں آپ کے بچوں نے شائع کرادی۔بہت بڑی بات ہے،وہ بھی ساڑھے چھ سو صفحات پر مشتمل۔پھر بڑی سائز۔۔بے پناہ خوشی ہوئی۔۔کام کرتے رہیں۔۔ابھی کام کرنے کا وقت ہے۔دیکھیئے۔میں اب کمزور ہوگیا ہوں۔نقاہت بہت زیادہ ہے۔۔دعا کریں۔۔مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔حضرت سے رخصت لے کر عربی کالج آ گیا۔

میں پروگرام کے سلسلے میں مدھے پورہ کا ایک دیہات ہتھبوندہ گیا ہوا تھا۔مغرب کی نماز پڑھ کر بیٹھا تھا کہ کسی کا فون آیا کہ آپ کو معلوم ہے حضرت مفتی حسن منظر قدیری رحمہ اللہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔یہ خبر بجلی بن کر گری۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔زبان پر جاری تھا۔بتایا کہ کل صبح دس بجے دن جنازہ کی نماز ادا کی جائے گی۔آپ کے آبائی گاؤں گانگی ہاٹ میں۔۔۔مجھے حاضر ہونا تھا۔میں پروگرام کے بعد ہی وہاں سے چل دیا۔الحمد للہ صبح پونے دس بجے دن گانگی ہاٹ پہونچ گیا۔جلدی سے خانقاہ میں وضو کیا۔اور گاڑی بھی وہیں چھوڑا۔پیدل ہی جنازہ گاہ تک پہونچا۔لوگ زیارت کر رہے تھے۔میں بھی صف میں لگ گیا۔مجھے بھی آخری دیدار کا موقع مل گیا۔بھیڑ کافی تھی۔میں سوچنے لگا۔آج علم وفن کا آفتاب ہمیشہ کے لئے زیر زمیں روپوش ہو جائے گا۔

حشر تک شان کریمی ان کی قبر پر گہر باری کرے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قاضی شریعت ادارہ شرعیہ کوسی کمشنری پورنیہ

خادم عربی کالج، پورنیہ، بہار

☆☆☆☆☆

حضرت کنزالدقائق اپنے اخلاق وکردار کے آئینے میں

مفتی منظور احمد رضوی مصباحی

کنزالدقائق ادیب شہیر حضرت مفتی حسن منظر قدیری نوراللہ مرقدہ اکثر علوم مروجہ، منطق وفلسفہ، حدیث وفقہ کے علاوہ زبان وبیان کے مختلف اصناف سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ان میں عبور رکھتے تھے۔آپ نے ان اساتذہ فن سے اکتساب فیض کیا تھا جو اپنے اپنے فنون میں درجہ امامت پر فائز تھے، بحرالعلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری ،حضرت محدث احسان علی مظفر پوری، علامہ نصیرالدین اشرفی ،علامہ قاضی شمس الدین جونپوری ،استاذ الدہر حضرت علامہ سلیمان اشرفی بھاگلپوری، علامہ مفتی جہانگیر احمد خان اعظمی علیہم الرحمہ جیسے نابغہ روزگار آپ کے اساتذہ کی فہرست میں نمایاں ہیں۔تاجدار اہل سنت سرکار مفتئ اعظم کی نگاہ فیض رساں نے بھی خوب فیضیاب کیا، ان برگزیدہ شخصیتوں کے علم وحکمت ،زبان وبیان اور اخلاق کردار کی جھلک حضرت مفتی صاحب میں نظر آتی تھی۔

آپ بعض ان کمالات کے جامع تھے جن میں سے بعض بظاہر بعض کیمغائر ہیں جن کا فرد واحد میں پایا جانا غیر ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، انہیں میں سے فقہ وشعر شاعری، فلسفہ اور ادب کا بھی شمار ہے جن میں آپ کو عبور تھا، مفتی صاحب جیسی علمی وادبی شخصیت کسی خاص برادری یا علاقہ کیلئے نہیں ہوتی ہے بلکہ پوری قوم اور جماعت کا سرمایہ اور امانت ہوتی ہے مگر افسوس ہوتا ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ مفتی حسن منظر قدیری سیمانچل کے مایہ ناز شخصیت کے مالک تھے، علاقائی عصبیت ہر جگہ ہے مگر اس کا شکار ملک میں سب سے زیادہ علمائے بہار ہیں ماضی قریب میں ہم نے خواجہ علم وفن علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی جیسی جامع شخصیت جن کی مثال عالم اسلام میں مشکل سے ملتی، مگر زندگی میں وہ اس مقام سے محروم رہے جس کے وہ مستحق تھے، موجودہ وقت میں فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی کی مثال فقہی جزئیات ،علوم نادرہ اور رضویات کے حوالہ سے ملک میں مشکل سے ملے گی، مگر بعض فروعی اختلافات کو بنیاد بنا کر انہیں بھی گوشۂ گمنامی میں ڈالا جارہا ہے اور اس طرح کتنی علمی شخصیتیں ہیں جنہیں ہم نے گمنام کر دیا یا انہیں کسی خاص مشرب یا علاقہ کیلئے مخصوص ومحدود کر دیا انہیں میں سے کنزالدقائق حضرت مفتی صاحب کی ذات بھی ہے جنہیں علاقہ سیمانچل

کیساتھ خاص کردیا گیا۔

مفتی صاحب کی حیات کا ہر ایک پہلو دلکش ودل فریب ہے مگر آپ کی زندگی کا اخلاقی اوراصاغرنوازی کا گوشہ حددرجہ خوشنما اور جاذب وپرکشش ہے، آپ کی مختصر صحبت وملاقات نے مجھے اپنا اسیر ودیوانہ بنالیا، آپ کے علم وفضل اورزبان وبیان کا تذکرہ دورطالب علمی سے اپنے بعض اساتذہ اوراحباب سے سن رکھا تھا، مدت سے دل میں آپ کی زیارت کا شوق موجزن تھا، خداخیر کرے مولانا ماہرالقادری بانی مدرسہ افکارحق مہالنگپور، باگل کوٹ کرناٹک کا کہ انہیں کی دعوت پر مفتی صاحب نے باگل کوٹ، اورضلع بلگام کے متعدد شہروں کا دورہ فرمایا، اپنے مواعظ حسنہ اورعلمی مجلسوں میں اپنی دل فریب ودلکش گفتگو سے علما اوراہل علم کوخوب نوازا، کام کرنے والے علما کی دل کھول کرحوصلہ افزائی کی، کم مایہ اورچھوٹوں کودعاوں سے خوب نوازا۔ غالبا میں آپ جامعہ رضویہ کلیان میں شیخ الحدیثکے منصب پر فائز تھے، وطن مالوف راج محل، صاحب گنج سے بلگام واپسی کے وقت مجاہدسنیت حضرت مولانا مسعودصاحب کی دعوت پر کلیان اتر کر جامعہ حاضر ہوا، اپنی آخری منزل بلگام کیلئے بھی تازہ دم ہونا تھا، حضرت مفتی صاحب کا اپنے تلامذہ کی عمر کے ایک غیر معروف مولوی کے ساتھ شفقت وپیار بھرا برتاو نے اس فقیر کوشرمندہ کردیا بلکہ اپنا دائمی گرویدہ بنالیا، ان دنوں جامعہ رضویہ کی طرف سیدارالقضا کے قیام کا منصوبہ چل رہا تھا فقیر کے ساتھ بعضان مسائل میں تبادلۂ خیال ہوا جو ہندوستانی قاضیوں کودرپیش ہیں کہ کسی مسئلہ میں شریعت کا نقطۂ نظر کچھ ہے اور ہندوستانی کوٹ کچہری کا نقطہ نظر کچھ اور، اس طرح کے مقدمات کے فیصلہ میں قاضی کا طریقہ کار کیا ہونا چاہئے کہ نفس مسئلہ بھی حل ہواور خود قاضی اور متعلقہ ادارہ حکومتی باز پرس اورمواخذہ سے محفوظ رہے، فقیر رضوی سے دارالقضا ادارہ شرعیہ بلگام کرناٹک میں خدمت قضا پر مامور ہیا پنیتجر بات اور ماہرین قانون سے حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں ان بعض پیچیدہ مسائل پر روشنی ڈالی، حضرت کنز القائق بہت خوش ہوئے اورڈھیروں دعاوں سے نوازا۔

راقم کی آپ سے آخری ملاقات نومبر میں ہوئی جس وقت راج محل کے چند علما جن میں حضرت مولانا سید معین الدین قادری خلیفہ حضورتاج الشریعہ وتلمیذعزیزامام علم وفن، حضرت مولانا نسیم رضاصاحب قادری، قاری انوارصاحب رضوی وغیرہ کے ہمراہ حضرت امام علم وفن علامہ خواجہ مظفرحسین رضوی نوراللہ مرقدہ کے عرس کے موقع پر سنگھیا، بائسی، پورنیہ آستانہ خواجہ میں حاضری کی غرض سے پہونچا، حضرت خواجہ صاحب رحم اللہ علیہ کا عرس شاید بریلی شریف، مارہرہ شریف اورمبارکپور کے بعدان چند آستانوں میں سے ہے جہاں عوام سے زیادہ علما شرکت فرماتے ہین، ہماری سیکڑوں علماوفضلا سے ملاقاتیں ہوئیں مگر کنزالدقائق کی زیارت وملاقات نے سب سے زیادہ قلب وجگرکوٹھنڈک پہونچائی، مفتی صاحب گرامی قدرحضرت مولانا مفتی مجاہدالاسلام رضوی بانی جامعہ فاطم الزہراسبرامپور، ضلع اتر دیناجپور کے ساتھ تھے، ان دنوں آپ اسی ادارہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، حضرت کا حکم ہوا کہ ہم سنگھیا سے جامعہ سبرامپور حاضر ہوں اوروہیں رات قیام کریں، حضرت کوجلدوہاں سے نکلنا تھا مگر ہماری وجہ سے قریب چار گھنٹے انتظار فرمایا اورغالبا دو بجے رات سنگھیا سے سبرام پور کیلئے نکلے رات کے آخری حصہ میں جامعہ پہونچے، جامعہ چونکہ خواتین کا ادارہ ہے اس لئے حضرت کے قیامگاہ ہی میں ہماریقیام کا انتظام ہوا، فقیر نے خانقاہ مارہرہ میں حضرت احسن العلما کوخود علما کی خدمت کرتے دیکھا تھا اوربعض اکابر کے بارے میں پڑھا تھا، جامعہ فاطم الزہراسبرامپور میں اس کی عملی تفسیر حضرت کنزالدقائق میں دیکھا، ہماری ہزاروں منت وسماجت کے باوجودرات کے آخری پہر میں بھی آپ نے مہمان نوازی بلکہ اصاغرنوازی کا حق

ادا کر دیا جو نا قابل بیان ہے۔

دوسرے دن صبح سویرے حضرت ہی کی سربراہی میں محبّ گرامی حضرت مولانا مفتی مجاہدالاسلام رضوی صاحب نے جامعہ کا معائنہ کرایا، طریقہ تعلیم وتربیت سے اگاہی دی اور جامعہ کی تعمیری وتعلیمی سرگرمیوں کو دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی، بانی جامعہ کے کاشانہ پر پرلطف ناشتہ سیفارغ ہوکر ہم حضرت مفتی صاحب قبلہ کی دست بوسی کر کیا وردعائیں لیکر فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی دامت برکاتہم القدسیہ کی شرف ملاقات کیلئے جامعہ نوریہ شام پور، رائے گنج، اتر دیناجپور کیلئے پابہ رکاب ہوگئے۔

چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومروت اور خردنوازی کا ملکہ وجذبہ ماضی قریب میں حضرت رئیس الاذکیا امام علم وفن کے بعد حضرت مفتی صاحب میں خوب پایا، حق ہے کہ ملکہ حسن آپ کے علم وادب کے علاوہ آپ کے عمل وکردار سے بھی روشن تھا اور حقیق آپ حسن منظر تھے۔ خداوند کریم آپ کی تربت پر انوار وبرکات کی بارشیں نازل فرمائے آمین!

مفتی وقاضی ادارہ شرعیہ بلگام وسربراہ، دارالعلوم خواجہ غریب نواز بلگام

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق جماعت اہل سنت کے نگہبان تھے

حکیم محمد حبیب الرحمٰن نوری

بلاشبہ ہر دور میں سواد اعظم اہلسنت و جماعت کی نمائندگی کرنے والے اکابر علماء کی دینی، ملی اور فلاحی خدمات نئی نسل کے لئے قابل تقلید رہی ہیں۔ انہیں اکابر علماء میں ایک نام محقق عصر، استاذ العلماء، شاعر وادیب، بحر العلوم، کنز الدقائق حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمۃ الباری کا ہے۔ آپ نے فراغت کے بعد اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ دار العلوم محی الاسلام (بجرڈیہہ، بائسی) میں بحیثیت مدرس، مفتی اور شیخ الحدیث صرف کیا۔ یقیناً آپ کا سانحہ ارتحال علمی حلقوں میں کسی روشن چراغ کے گل ہو جانے سے کم نہیں۔

یہ سیمانچل اور بالخصوص بائسی کے لوگوں کی قسمت کہیئے کہ ۱۹۷۸ء میں جب حضرت کی دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ میں تقرری ہوئی تبھی سے قرب وجوار کے علاقوں میں حضرت دینی تبلیغی دورہ فرماتے رہے اور آپ ہی کی صدارت وسرپرستی میں کئی ایک دینی، ملی اور تعلیمی اجلاس وکانفرنس منعقد ہوتے رہے۔ جبکہ وقتاً فوقتاً علماء، خطباء اور شعراء حضرات کی دینی اصلاح اور علمی رہنمائی بھی کی۔ یہاں یہ بات بھی بیان کردوں کہ حضرت جب تک مدرسہ محی الاسلام میں رہے ہمارے یہاں کا جلسہ جو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس یعنی ''عرس نوری'' کے نام سے ہر سال ۱۱ر نومبر کو منعقد کیا جاتا ہے، حضرت ہی کی صدارت میں انعقاد پزیر ہوا۔ اور چونکہ ہمارا قائم کردہ ادارہ جامعہ نوریہ رضویہ رضا نگر بانسباڑی (بائسی، پورنیہ) دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ سے دو تین کیلومیٹر کے فاصلے پر ہی واقع ہے جس کی وجہ سے گاہے بگاہے یہاں حضرت کی تشریف آوری ہوتی رہی۔ اساتذہ وطلبہ ان سے مستفید ہوتے رہے۔ آپ ادارہ کی تعلیمی ترقی کے لئے قیمتی مشورے سے نوازتے۔ آپ ایک معمار ملت کی طرح علاقائی اداروں کو آپس میں جوڑتے، علماء میں اتحاد پیدا کرتے، عوامی مسائل کا حل نکالتے، وہ ایک دردمند محسن تھے، ان کے دل میں خلوص تھا، طبیعت میں سادگی تھی، عجز وانکساری کا لباس تھا، کبھی بھی اپنے علم پر غرور نہ کیا، لیکن اعدائے دیں کے لئے شمشیر برہنہ تھے، وہی تو ہماری جماعت کی شان تھے۔

اخیر میں قابل مبارک باد ہیں اہلسنت و جماعت کا علمی، فکری اور ادبی ترجمان ''المختار'' مجلّہ کی پوری ٹیم اور بالخصوص مدیر اعلیٰ صحافی وقت، حضرت مولانا احمد رضا احمد اور فقیہ اہلسنت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی صاحبان جنہوں نے بڑی عرق ریزی سے یہ خصوصی شمارہ آپ کے ہاتھوں تک پہنچایا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

بانی وناظم اعلی: جامعہ نوریہ رضویہ رضا نگر بانسباڑی، بائسی پورنیہ

☆☆☆☆☆

مفتی حسن منظر قدیری کی رحلت کی خبر سے کافی صدمہ پہنچا

اسیر مفتی اعظم محمد سعید نوری ممبئی

فقیہ عصر، بقیۃ السلف، حضرت مفتی حسن منظر قدیری کی رحلت کی خبر سے کافی صدمہ پہنچا، ان کا انتقال پر ملال اہل سنت والجماعت کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہے۔

حضرت مفتی حسن منظر قدیری ایک قد آور عالم دین، فقہ وافتا کے ماہر، درس تدریس کے شہسوار اور قلم وقرطاس کے بادشاہ تھے۔ انہوں نے اپنے فکر وفن کے جو گوہر لٹائے ہیں تاریخ کبھی انھیں فراموش نہیں کرسکتی، وہ علم وعمل اور سیرت وکردار میں بے مثال تھے۔ جب بھی ملاقات ہوتی تو بڑے اخلاق کا مظاہرہ کرتے اور دین وسنیت کے درد وکرب کے جذبوں میں سرشار نظر آتے ہیں۔ یقیناً حضرت مفتی حسن منظر قدیری اخلاق وکردار میں اسلاف کی نشانی تھے۔

یہ سن کر بے حد خوش ہوئی کہ ان کی حیات وخدمات پر مشتمل جامعہ رضویہ کلیان علمی وادبی مجلی ''المختار'' کا خصوصی نمبر نکالنے جارہا ہے۔ ہم ادارہ کے مہتمم مولانا مسعود رضا قادری، ناظم اعلی مولانا جہانگیر اشرف رضوی اور مجلی المختار کلیان کے مدیر اعلی مولانا احمد رضا احمد کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اہل سنت والجماعت کی عبقری شخصیت پر نمبر نکالنے کا عزم کیا اللہ تبارک وتعالیٰ ادارہ کے جملہ منتظمین ومعاونین اور رسالہ کی پوری ٹیم کو دونوں جہاں میں بلند مقام عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

آہ: مہتمم اعلی کا حسن انتخاب رخصت ہو گیا

مفتی شرافت حسین رضوی

آج سے تقریبا دس سال پہلے یہ روح افزا خبر ملی تھی کہ علم وحکمت کے کوہ ہمالہ اور فکر وفن کے جوالہ مکھی حضرت کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ شہر کلیان کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الرضویہ میں تشریف لا چکے ہیں اور ۷ جنوری ۲۰۲۲ کو اچانک یہ اندوہناک خبر ملی کہ وہ علم وحکمت کے مایہ ناز آفتاب وماہتاب داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رخصت ہو گئے۔ یقیناً ان کی رخصت نہ صرف ہم علمائے سیمانچل بلکہ پورے اہل سنت وجماعت کے لیے عظیم خسارہ ہے۔ یہ تقریبا تین سے چار دہائیوں تک بائسی اور اس کے مضافات کو اپنے فکر وفن اور شعور وآگہی اور فقہ وفتاوی سے فیضیاب کرتے رہے اور زندگی کی آخری دہائی میں عروس البلاد ممبئی اور اس کے مضافات بالخصوص کلیان میں اپنے گلشن علم وحکمت کو سنوارا اور تشنگان علوم کو سیراب کیا اور اپنے علمی وقلمی خدمات سے عوام وخواص کو فیضیاب کیا۔ مجھے میرے رفیق درس فقیہ عصر مفتی محمد مبشر رضا مصباحی شیخ الحدیث جامعہ رضویہ کلیان نے یہ خبر سنائی کہ ان کی حیات وشخصیت پر مجلّہ المختار کلیان کا خصوصی نمبر نکلنے جا رہا ہے یہ سن کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ عام طور پر ماضی کی تاریخ یہی رہی ہے کہ برسہا برس گزر جانے کے بعد بھی کسی شخصیت پر علمی کام نہیں ہو پاتا تھا لیکن پچھلے دو دہائیوں سے اسلاف شناسی کا رجحان اتنا تیزی سے بڑھا ہے کہ اصحاب علم وقلم کسی علمی عبقری شخصیت کے رخصت ہونے کے بعد ہی ان کی روح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ان کے چہلم کے موقع پر علم وتحقیق کا ایک بیش قیمت مجموعہ پیش کرنے لگے ہیں۔ یقیناً مجلّہ المختار کلیان کا یہ دستاویزی مجموعہ نسل نو کے لیے علمی سرمایہ ہوگا جو ایک رہنما ثابت ہوگی جس سے تحقیق وریسرچ کرنے والے افراد مستفید ومستفیض ہوتے رہیں گے۔ میں اپنی مصروفیات کی وجہ سے ذاتی طور پر قلمی تعاون نہ کر سکا جس مجھے ملال ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ ایک علمی وادبی شخصیت کے چہلم کے موقع پر یہ رسالہ قارئین کے مطالعہ کی میز پر ہے، دعا ہے اللہ تعالی قبول فرمائے۔

میں جامعہ رضویہ کلیان کے مہتمم اعلی مولانا مسعود رضا قادری، ناظم اعلی مولانا جہاں گیر اشرف رضوی، اور پرنسپل مولانا احمد رضا احمد کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ایسی شخصیت کو اس شہر میں لا کر عوام وخواص کو فیضیاب ہونے کا سنہرا موقع عنایت کیا جو شخصیت نہ صرف درس وتدریس کے شہسوار بلکہ شہر علم وادب کے سلطان تھے۔ میں ان کے حسن انتخاب کو سلام کرتا ہوں وہ تو دنیا سے چلے گئے لیکن ان کے فکر وفن کی چاشنی اور زبان وبیان کی دلکشی کانوں کے اندر رس گھولتی رہے گی جسے کائنات کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

مجلّہ المختار کلیان کی پوری ادارتی ٹیم اور جملہ اہل قلم کو اللہ رب العزت دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔

لکچرار نور الاسلام اردو ہائی اسکول اینڈ جونیر کالج شیواجی نگر گونڈی/مفتی چشتیہ دار الافتا گونڈی ممبئی

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کا سانحہ ارتحال مذہبی دنیا کا ایک بڑا خسارہ ہے

مولانا محمد نوشاد رضا قادری

حضرت کنز الدقائق قدیری علیہ الرحمہ اس صدی کے ممتاز علما وفقہا میں سے ایک تھے آپ کا تعلق تو بہار سیمانچل کے ضلع کشن گنج سے تھا لیکن آپ کی خدمات کا دائرہ ملک و بیرون ملک کو وسیع ہے تدریس وافتا تصنیف وتالیف اور شعر وادب کے حوالے سے آپ کی شناخت ایک بزرگ عالم کی تھی میرے ماموں استاذی فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی صاحب کے خاص رفقا میں سے تھے یقیناً ان کا سانحہ ارتحال علمی فقہی ادبی مذہبی دنیا کے لیے بڑا خسارہ ہے حضرت قدیری علیہ الرحمہ یوں تو قدیری تھے لیکن ان کی زندگی اور کارنامے میں ہمیشہ رضوی رنگ غالب رہا وہ دین ومسلک کے بے باک سپاہی تھے 8 جنوری 2022ء کو ان کے آبائی وطن گانگی کشن گنج پہنچ کر جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی عزیزم مولانا مفتی محمد صابر رضا محبّ القادری نعیمی سلمہ بھی شریک سفر رہے ہزاروں کی تعداد میں عوام وخواص نے شرکت فرمائیں علاقہ کے بزرگ علما سیاسی زعما بھی جنازہ میں شریک نظر آئے جنازہ میں لوگوں کی کثرت ان کی عبقری اور روحانی شخصیت کی غمازی کر رہی تھی رب قدیر جل علا ان کے درجات کو بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر اور اہلسنت و جماعت کو ان کا بدل عطا فرمائے اور ہمیں ان کے تعلیمی مشن کو فروغ دینے کی توفیق بخشے میں کاروان ''المختار'' کلیان ممبئی فقیہ عصر حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی حضرت مولانا مسعود رضا قادری حضرت مولانا احمد رضا صاحبان کو کنز الدقائق نمبر کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ مولی کریم اس کاروان کو سلامت رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پرنسپل دار العلوم صمدیہ مکنیاں پورہ ضلع مھوبا یوپی ۵ فروری ۲۰۲۲ء

☆☆☆☆☆

کنز الدقائق کی رحلت سے علمائے سیما نچل یتیم ہو گئے !!

مفتی محمد شاکر رضا قادری مصباحی

اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ جس طرح غروب آفتاب سیدن کا اجالا تاریکی میں چھپ جاتا ہے اور آس پاس گردونواح کی چیزیں نظر نہیں آتی، یہی حال آج کچھ سیما نچل کے علما کا ہو گیا ہیکہ علوم وفنون میں کنز الدقائق، لسانیات وادبیات میں بحر الرائق، اپنی ذات وصفات میں تبیین الحقائق، رموز واسرار میں نہر فائق فقیہ عصر وحید الزماں حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری نور اللہ مرقدہ کی رحلت سے ہم سب یتیم ہو گئے، وہ ذات جو اپنے آپ میں ایک مینارہ نور کی حیثیت سیر وشن وتابندہ تھا، ان کا علمی فیضان ہندوستان کے مشرق ومغرب کے ہر گوشے میں نظر آتا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ:

ان کا سایہ ایک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر سے گزرے روشنی ہوتی گئی

جن کی خدمات جلیلہ نصف صدی کو محیط ہے جن کی رفتار وگفتار اور علمی سطوت پر سب نازاں وفرحاں تھے وہ آفتاب ومہتاب اب ہمارے درمیان نہ رہا، اور ان کے چلے جانے سے ہماری دنیا تاریک ہوگئی ہے۔ بس دعا گو ہوں کہ مالک حقیقی اللہ عزوجل ان کی تربت اطہر پر باران رحمت ساون اور بھادو کی طرح خوب خوب برسائے آمین۔ ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے سبزہ نورسیدہ اس گل کی نگہبانی کریں گے۔

جامع الرضا فاطم الزہرا اون سورت
بانی قادری مشن ابوحبیبہ منزل سملیا دالکولہ اتر دیناج پور وشاخ سورت

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ایک جامع علوم وفنون شخصیت

مولانا انوار احمد مایوس

والد جسم کا مربی ہوتا ہے اور استاذ جسم وروح دونوں کا۔ استاذ کی حریم نگاہ ایک طالب علم کے لئے نشو ونما کی آغوش ہوتی ہے جہاں زندگی کی ہر سانس اور ہر موڑ کی آرائش ہوتی ہے یہ محض جملہ بیانی نہیں بلکہ ایک علم دوست کے لئے ایسی حقیقت ہے کہ جس پر شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جن اصحاب علم وقلم نے تہذیب وثقافت کے شاہراہوں پر علم وہنر کے پیڑ پودے لگائے ہیں۔ ان میں میرے عظیم محسن ومشفق استاذ حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کا نام نمایاں نظر آتا ہے وہ علمی افق پر آفتاب وماہتاب کی حیثیت رکھتے تھے لیکن میرے گھر میں میرے والد کے مقام پر تھے کہ جب بھی میری تعلیم وتربیت میں کوتاہی دیکھتے، خامیوں کی نشاندہی کرتے اور تعلیم کا صحیح راستہ بتاتے جس سے میرے حوصلے بلند ہوتے، آج میری کتاب زندگی اگر خوبصورت ابواب اور حسین فصلوں سے مزین ہوئی ہے تو یقیناً انہیں کی نگاہ کیمیا کا اثر ہے ۔

میرے دیرینہ کرم فرما مولانا احمد رضا احمد اور مفتی مبشر رضا ازہر کا مشترکہ کا حکم ہوا کہ میں حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی زندگی کے کسی گوشے پر کچھ لکھوں۔ مجھے اس حقیقت کا اعتراف کرنے میں بالکل جھجک نہیں کہ میں حضرت کنز الدقائق کے علم وتحقیق پر خامہ فرسائی کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں کیونکہ وہ صرف کسی ایک فن کے ماہر نہیں بلکہ مختلف علوم وفنون کے رمز شناس محقق تھے، میری اس بات پر ہر وہ شخص گواہی دے سکتا ہے جو مدرسہ بورڈ (پٹنہ) کے امتحان کے وقت امتحان سینٹر کے اردگرد سوالیہ پرچہ لیکر طواف کرتے تھے اور جواب کے لیے بے چین رہتے تھے، میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ جب کہیں سے جواب حل نہیں ہوتا آپ کے اردگرد پروانہ وار لوگ بیٹھ جاتے اور جواب کا حل طلب کرتے اور حضرت ہر سول کا جواب زبانی لکھواتے اور اپنے تو اپنے دوسرے مکاتب فکر کے لوگ بھی جواب نقل کرتے نظر آتے، سوال نحو کا ہو، یا صرف کا، منطق کا ہو یا فلسفہ کا، ریاضی کا ہو یا ہندسہ کا، جغرافیہ کا ہو یا تاریخ کا، فارسی کا ہو یا انگریزی کا، سائنس کا ہو یا طبعیات کا غرض کے بورڈ کے تمام سوالوں کا جواب مصادر ومراجع کی طرف رجوع کئے بغیر زبانی لکھواتے اور ایسا محسوس ہوتا کہ پہلے سے تمام پرچوں کا جواب معلوم ہو یقیناً سیمانچل میں ایسی جامع علوم وفنون شخصیت نظر نہیں آتی ہے بلکہ یہ کہا جائے تو حق ہے کہ اہل سنت والجماعت میں ان کی نظیر ملنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے ان کی رحلت دنیائے سنیت کے لئے عظیم خسارہ ہے ۔

میں اس عظیم پیش کش پر محبّ گرامی مولانا مسعود رضا قادری، مولانا جہاں گیر اشرف رضوی، مولانا احمد ضا احمد، مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی اور مجلّہ المختار کلیان کی پوری ادارتی وانتظامی ٹیم کو دل کی اتھا گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی ان تمام احضرات کو دنوں جہان کی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ س

موبیہ بائسی پورنیہ

حضرت کنز الدقائق اور دار العلوم ''تنظیم المسلمین'' بائسی

مولانا محمد کاظم رضا وجدؔ

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کا اچانک اس دار فانی سے رخصت ہوجانا اہل سنت و جماعت کیلئے بالخصوص سیمانچل والوں کیلئے ایک عظیم خسارہ ہے، آپ مخلص اور دردمند انسان تھے، آپ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس فتویٰ نویسی، دعوت وتبلیغ میں وقف کر دی تھی۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی کو شہرت وعزت ملتی ہے تو عام طور پر بے جا تصنع، تکلف، رکھ رکھاؤ اس کی زندگی کے لوازمات بن جاتے ہیں، مگر آپ میں قطعا یہ باتیں نہ تھیں۔ آپ منکسر المزاج، متواضع، خاکسار تھے۔ میں نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ شیخی، تکبر، غرور اور خود پسندی سے آپ کوسوں دور تھے۔ آپ جہاں ایک طرف اپنے بزرگوں اور اکابرین کا احترام کرتے وہیں چھوٹوں کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے، چھوٹوں کی شفقت و پیار کو آپنے ہمیشہ ملحوظ رکھا، ان کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی میں کبھی بھی آپ نے اپنی عزت اور انا کو آڑے آنے نہ دیا۔ آپ میں اعلیٰ انسانی اقدار اور خوبیوں کا بھرپور عکس جمیل تھا۔ آپ کبھی کسی کی اہانت اور دل شکنی نہیں کرتے، آپ میں تنگ نگاہی نہیں تھی۔ آپ بحیثیت ممتحن دار العلوم تنظیم المسلمین تشریف فرما ہوتے تو میری حوصلہ افزائی کرتے مجھے اچھے مشورے سے نوازتے اور بھرپور پیار دیتے اور فرماتے عزیزی مولوی کاظم سلمہ معمار قوم وملت حضرت علمبردار اہلسنت علیہ الرحمہ نے قوم کا جو سرمایہ آپکے حوالے کیا ہے اسے مضبوطی کیساتھ تھامے رہنا ہے۔ حالات سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہر دور میں اسطرح ہوا کہ کام کرنے والوں کی جہاں پزیرائی ہوئی ہے وہاں کچھ لوگوں نے ان کی حوصلہ شکنی بھی کی ہے۔

آپکا سب سے قیمتی اثاثہ آپ کی وہ بصیرت تھی جو علاقہ بہادر گنج کے دوسرے علماء میں نایاب تو نہیں مگر کم یاب ضرور ہے۔

مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی اور مولانا احمد رضا احمدؔ صاحبان قابل صد تحسین ہیں کہ انہوں نے حضرت کنز الدقائق کی حیات وخدمات اور کارناموں کو یکجا کر کے ایک خوبصورت گلدستہ کی شکل میں پیش کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان احباب کی کاوشوں اور جاں فشانیوں کو قبول فرمائے، اور اجر عظیم سے نوازے۔ آمین ثم آمین

بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
ہم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

مہتمم:۔ دار العلوم تنظیم المسلمین بائسی، پورنیہ (بہار)

☆☆☆☆☆

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

آہ: حضرت علامہ مفتی محمد حسن منظر قدیری نور اللہ مرقدہ

مولانا محمد نوشاد عالم نعیمی رضوی

مورخہ 7 جنوری 2022ء کو یہ اندوہناک خبر سن کر میں لرز کر رہ گیا کہ ہماری جماعت کے عظیم عالم ربانی پیر طریقت حضرت علامہ مفتی محمد حسن منظر قدیری نور اللہ مرقدہ خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے انا للہ وانا الیہ رجعون۔ آہ صد آہ موت العالم موت العالم ایسے ہی امت کے کبار علما کے لیے کہا گیا ہے آج یہ کہتے ہوئے شدت غم سے نڈھال ہوں کہ مسلک کا ایک بے لوث خادم دین حق کا بے باک ترجمان اور آسمان علم وفضل کا ایک روشن ستارہ ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری کی دینی وعلمی شخصیت بہت ہی گراں قدر تھی دین وسنت کے حوالے سے آپ کی خدمات بہت ہی زیادہ ہیں آپ مسند افتا و تدریس کے بادشاہ اور میدان خطابت کے شہسوار اور تصنیف وتالیف کے نامور انشا پرداز قلم کار اور مسلک اعلیٰ حضرت کے زبردست محافظ وناشر تھے ملک میں آپ کے کثیر تلامذہ ہیں حضرت کا نام اور کام کے تذکرے سنتا رہا لیکن افسوس حضرت سے کبھی ملاقات نہ ہو پائی لیکن ناچیز کے دل میں بھی حضرت کی عظمت وعقیدت ہمیشہ سے موجزن رہی ہے آج یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یقیناً آپ کا سانحہ ارتحال ملک وملت کے لیے بڑا خسارہ ہے اخیر میں احقر حضرت کے لیے دعا اور پس ماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے اور ساتھ ہی میں اس مسرت افزا خبر پر (کہ فقیہ اہلسنت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی صاحب اور حضرت مولانا مسعود رضا قادری مولانا احمد رضا صاحب اراکین واساتذہ جامعہ رضویہ کلیان کی کوششوں سے حضرت قدیری صاحب کی شخصیت وخدمات پر ایک ضخیم مبسوط نمبر کی تیاری چل رہی ہے۔) میں اس کار خیر پر سب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں مولیٰ آپ سب کی کاوشوں کو قبولیت عامہ بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد پور اسکول ٹولہ سورجاپور کشن گنج

☆☆☆☆☆

دوسرا باب: احوال وآثار

حضرت کنز الدقائق مہد سے لحد تک

مولانا محمد شاکر اصغر رضوی پورنوی

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

۱۲/اپریل ۱۹۴۸ء میں اُفق گانگی پر علم وادب اور فکر وفن کا ایک سورج اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ طلوع ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسکی شعاعوں کے انعکاس سے علاقہ کا ذرہ ذرہ بقعہ نور بن گیا۔ اور جب منزل شباب پر پہنچا تو ملک کا گوشہ گوشہ اسکی نورانی کرنوں سے جگمگا اٹھا۔ یہ جگمگاہٹ اسکی حیات مستعار کے آخری ایام تک باقی رہی۔ یہ سورج جسکو کبھی گہن نہیں لگا، یہ سورج جس پر کبھی بادل نہیں چھایا، اور یہ سورج جس کی تابناکی کبھی ماند نہیں پڑی۔ ہاں۔ یہ سورج ہے علم وادب کا، فکر وفن کا، تفقہ فی الدین کا، تصلب فی الدین کا، زہد وتقویٰ کا اور کردار وعمل کا۔ اسی سورج کو زمانہ ''حسن منظر قدیری'' کے نام سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ ۱۹۷۶ء سے ۱۹۷۸ء تک مسلسل ۳/سال دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ، بائسی، پورنیہ بہار میں بندہ نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ یوں تو کہنے کو صرف ۳/سالہ شاگرد ہوا۔ لیکن خدا جانتا ہے کہ جب سے لیکر ۲۰۲۱ء تک یعنی ۴۶/سال تک کسی نہ کسی عنوان سے میں انکا شاگرد رہا۔ یہ میرے لئے نہایت ہی فخر وانبساط کی بات ہے۔ وہ نہ صرف میرے استاذ تھے بلکہ گارجن تھے، سرپرست تھے، مالک تھے۔ جبھی تو میری پڑھائی لکھائی، بیاہ شادی اور نوکری چاکری۔ ہر معاملہ انہیں کی دیکھ ریکھ میں طے ہوا۔ کیوں نہ کہوں کہ وہ میرے لئے سب کچھ تھے۔ اس لئے تو ان کے چلے جانے پر میرا سب کچھ چلا گیا۔

زندگی کی اتنی طویل مسافت میں نے ان کی شاگردی میں گزاری۔ انکا سفر وحضر، رہن سہن، خوراک وپوشاک، رفتار وگفتار، مزاج تکلم، انداز تبسم، درس وتدریس، افہام وتفہیم، تصنیف وتالیف اور طرز نگارش غرض کہ نگاہوں کے سامنے جلوؤں کی ایک بارات ہے، میں کیا لکھوں اور کیا چھوڑوں۔۔۔۔؟؟

سنا ہے شاگرد اپنے استاذ، بیٹا اپنے باپ اور مرید اپنے پیر کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہو جائے اور شرعی قباحت سے محفوظ رہ کر مبالغہ آرائی کر جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔لیکن یہاں حقیقت یہ ہے کہ حضرت کنز الدقائق کا کوئی بھی شاگرد کما حقہ حضرت کے فضل وکمال کو صفحۂ قرطاس پر اجاگر کر ہی نہیں سکتا۔

احباب پیہم اصرار کرتے ہیں۔اصغرؔ! حضور کنز الدقائق کے بارے کچھ لکھو۔میں سوچتا ہوں کیا لکھوں۔کیا کہوں۔؟ میں تو اپنی زندگی کے اتھاہ سمندر میں ایک طوفان محسوس کر رہا ہوں۔زندگی کے کئی معصوم ودلکش اور حسین نقوش ماضی کے دھندلکوں سے نکل کر میرے گرد رقص کر رہے ہیں۔کاغذ اپنی جگہ ٹھہرتا نہیں، خامۂ خام چلتا نہیں، آنسوؤں کا سیلاب رُکتا نہیں۔

کیا کہوں کس سے کہوں کچھ بھی کہا جاتا نہیں دل تو میرا موم ہے صدمہ سہا جاتا نہیں

حضرت کی جدائی کے ہزاروں غم لگے ہیں ۔ پھر بھی انہیں کی یادوں کے سہارے جی رہا ہوں۔

آدمی تیرے مقدر میں زہر پینا ہے اور جینا ہے

حضرت کنز الدقائق کا خاندانی نقشہ:

دادا: منشی عبد العلی۔ پدر بزرگوار۔منشی عین الدین۔ مادر مہربان۔ زبیدہ خاتون۔

(۱) بھائی منشی محی الدین (۲) بھائی ماسٹر مخدوم حسین (۳) مفتی حسن منظرؔ قدیری (۴) بہن (۵) بہن (۶) بہن

حضرت کا تعلیمی دور:

کنز الدقائق کا خاندانی ماحول مذہبی تھا اور علمی بھی۔خاندان کے اکثر لوگ پڑھے لکھے تھے، خاص کر والد ماجد جناب منشی عین الدین ابن منشی عبد العلیٰ اور برادر اکبر منشی محی الدین احمد اشرفی فارسی کے بڑے ماہر منشی تھے۔حضرت عہد طفولیت میں اپنے بڑے بھائی سے قرآن ناظرہ اور اردو فارسی کی کچھ کتابیں پڑھ کر بیرون علاقہ دینی مدارس کی طرف نکل پڑے۔ مدرسہ شرفیہ چندر گاؤں علاقہ بائسی پورنیہ، مدرسہ عارفیہ چنامنا علاقہ اسلام پور، مدرسہ بحر العلوم کٹیہار، جامعہ منظر اسلام بریلی شریف میں معقولات ومنقولات کی تمام درسی کتابیں پڑھ کر ایک ذی استعداد وذی صلاحیت لائق وفائق استاذ بن گئے۔مگر ابھی تشنگی باقی تھی۔جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل کے امتحانات دے کر اعلیٰ درجہ کی کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔پھر ہائی اسکول علی گڑھ سے آئی اے اور بی اے کی ڈگڑی بھی حاصل کر لی۔

حضرت کی خصوصیات میں سے ادیب ہونا ایک اہم خصوصیت ہے۔کلام میں محاسن معنوی ولفظی پیدا کر کے لطف اندوز ہونے کو ادب کہتے ہیں۔نیز ادب وہ علم زبان ہے جس میں نحو، لغت، عروض، انشاء، معانی اور بیان سب کچھ داخل ہیں۔اس لحاظ سے حضرت ایک ماہر ادیب ہیں۔ادبیت ان کے رگ وریشے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ایک مفتی صرف مفتی ہو تو ان کے فتاویٰ کی زبان صرف عالمانہ ہوگی۔مگر ایک مفتی ادیب بھی ہو تو ان کے فتاوی کی زبان عالمانہ بھی ہوگی اور ادیبانہ بھی۔حضرت کے ادبی پہلو پر فی الحال سیر حاصل گفتگو تو نہیں کر سکتا۔البتہ چند نمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

میرا نعتیہ مجموعہ ''طیبہ کا منظر'' ۱۹۸۱ء میں ممبئی سے شائع ہونے پر تھا۔(''طیبہ کا منظر'' حضرت کے تخلص کی طرف مشیر ہے) میں نے حضرت سے درخواست کی کہ مختصر سی تقریظ سے میرے نعتیہ مجموعہ کی قسمت پر چار چاند لگا دیں۔ برجستہ حضرت نے تقریظ تحریر فرما

دی ملاحظہ فرمائیں اوران کے دبستان ادب سے برستے پھولوں کا نظارہ کریں۔

''عزیزم مولوی شاکر اصغؔر کا ایک مختصر سا نعتیہ گلدستہ میرے سامنے ہے۔جس کے ورق در ورق نعتوں اور منقبتوں کے رنگ برنگ خوشنما پھول بکھرے ہوئے ہیں۔عقیدت ومحبت کے یہ پھول حسین ولطیف بھی ہیں اورعطر آگیں بھی۔یہ پھول اس مقدس دھرتی کے گلستاں سے چُنے گئے ہیں جسکی عطر بیز ہواؤں،روح پرور فضاؤں اور پاکیزہ بہاروں پر آسمان جمیل کے حسین کنول، نیلے نیلے آکاش کے درخشندہ شگوفے اور صاف وشفاف فلک کی تازہ کلیوں کی بھرپور جوانی نثار،وہ ہے مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کا پاکیزہ دیار جہاں نرم ونازک پلکوں سے چلنا بھی بے ادبی میں شمار ہوتا ہے۔میرے خیال میں کسی شعر کو وصف کمال سے اسی وقت متصف کر سکتے ہیں جبکہ وہ حسن بیان اور حسن معنی دونوں سے ہم آہنگ ہو۔اس کسوٹی پر جب عزیزم موصوف کا کلام رکھتا ہوں تو فرحت وانبساط سے ہمکنار ہو جاتا ہوں کہ اسکی صوری حیثیت ذوق ادب کو آسودہ کرتی ہے اور معنوی حسن براہ راست جذبات واحساسات کو متأثر کرتا ہے الآخر''۔

دعا گو۔۔منظؔر قدیری ۲۳/اکتوبر ۱۹۸۱ء

طوالت کی وجہ سے میری کتاب ''آئینہ احساس'' پر حضرت کی رقم فرمودہ تقریظ نہیں دکھا پا رہا ہوں۔

حضرت کنزالدقائق کے تدریسی ادارے:

دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد، جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف، دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہہ، الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئی۔اور زندگی کے آخری دنوں تک جامعہ گلشن زہرا سبرامپور۔میں تشنگان علوم وفنون کی پیاس بجھاتے رہے اور سب کو سیراب کرتے رہے۔

حضرت کنزالدقائق کے اساتذہ کرام:

منشی محی الدین احمد اشرفی (گانگی) مولانا تمیز الدین (بتہا) علامہ نصیر الدین (چنامنا) علامہ مشتاق احمد مظفر پوری، علامہ شہاب الدین اشرفی، علامہ سلیمان احمد بھاگلپوری، علامہ قاضی شمس الدین جونپوری، علامہ سید مفتی افضل حسین مونگیری، علامہ محدث احسان علی مظفر پوری، علامہ مفتی جہانگیر احمد علیہم الرحمہ

حضرت کنزالدقائق کے تلامذہ:۔

راقم الحروف شاکر اصغؔر نوری، مولانا مجیب الرحمٰن بانسباڑی، مولانا نظام الدین بانسباڑی، مولانا مبارک حسین کھپڑا، مولانا مفتی ذوالفقار احمد رسا کھوا، مولانا ابوالحسن نوری لوٹیا باڑی، مولانا صدیق ثانی ٹولہ، مفتی یاد علی پلسباڑی، مولانا غلام یٰسین ثانی ٹولہ، مولانا عبدالسلام ثانی ٹولہ، مولانا تشہیر ثانی ٹولہ، مولانا عبدالحی میر ٹولہ مہیش بتھنہ، مفتی عبدالولی سبحانی گوہاس، مولانا مستقیم پلسباڑی، مولانا خواجہ ریاض فقیر ٹولی، مولانا اقبال موبیہ، مولانا راغب بتہا، مولانا سجاد مرزادپور، مولانا فیاض بانسباڑی، مولانا صادق رضا تاراباڑی، مفتی نعیم دھنگواں، مولانا فخر عالم ہرن توڑ، مولانا غلام جیلانی پانکی، مفتی غلام اشرف ثانی ٹولہ، مولانا غلام سرور ثانی ٹولہ، مولانا مسعود بجرڈیہہ، مولانا مفتی مبشر رضا مصباحی آسجہ، مولانا شمس الحق دھنگواں، مولانا غلام جیلانی ثانی ٹولہ، مولانا انوار احمد آسجہ، مولانا شمشیر رضا بڑارہوا، مولانا عسجد رضا جنتاہاٹ، مولانا تبریز رضا آسجہ، ماسٹر ابوالقاسم بہادرگنج، ماسٹر محمود عالم پورنیہ۔

الحمدللہ! حضرت کے تمام تلامذہ ملک کے کونے کونے میں دین ومذہب کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دارالعلوم شاہ عالم اور جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف کے تلامذہ کی مجھے خبر نہیں۔

حضرت کنزالدقائق کی ازدواجی زندگی:

غالباً ۱۹۷۴ء میں حضرت کی بستی ''پتھار'' سے ۳؍کیلومیٹر کی دوری پر ایک بستی ''باغیچہ'' کے نام سے مشہور ہے، وہاں ایک معقول اور سنجیدہ شخص جناب محمد لطیف الرحمٰن کی دختر نیک اختر ''اجمیرہ خاتون'' سے آپ کا نکاح ہوا۔ برسوں برس کے بعد آپ کے ریاضی تمنا میں ایک پھول کھلا جو ''رفعت جہاں'' کے نام سے موسوم ہے۔ پھر نرینہ اولاد میں عزیزم معراج اکرم اور عزیزم منہاج اکرم سلمہما کی ولادت ہوئی۔ خداوند قدیر سب کو تادیر صحیح سلامت رکھے آمین۔

بیعت وارادت:

جس وقت بریلی شریف کی دھرتی پر تاجدار ولایت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حضور سیدنا مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بقید حیات تھے اور ان کے زہد وتقویٰ اور ولایت وکرامت کا چہار دانگ عالم میں ڈنکا بج رہا تھا۔ ملک اور بیرون ملک سے جوق در جوق دیوانے آ آ کر دامن سے وابستہ ہو رہے تھے۔ ایسے سنہرے دور میں کنزالدقائق رام پور کیمری اور شہر بریلی ہی میں زندگی کے لمحات گزار رہے تھے۔ اور اس کے باوجود کہ آپ نے پوری زندگی اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، رضا اور رضویت کی تحریری وتقریری ثناء خوانی میں لگادی۔ آپ صوفی شاہ ولی محمد قدیری علیہ الرحمہ سے مرید ہوگئے۔ اور قدیری بن گئے۔ کیوں۔۔؟ ذہن کے پردوں میں یہ سوالات ناگن کی طرح سرسراتے اور پھن مارتے۔ تو میں عرض کرتا۔ حضور۔: آپ نے یہ کیا کیا۔؟ مسکرا کر فرماتے۔ حضور محبوب سبحانی، قطب ربانی سیدنا شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو کہ حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جان ودل سے مان کر بھی حنبلی کیوں ہوگئے۔ العاقل تکفیہ الاشارہ۔

معمولات وعملیات:

پانچوں وقت کی نماز پابندی سے سنن ونوافل کے ساتھ ادا فرماتے۔ بعد نماز فجر وبعد نماز عشاء مخصوص وظیفے میں ہوتے۔ مدرسوں میں کلاس کے وقت طلبہ کے اسباق ناغہ نہ ہوں، اس کا خاص خیال فرماتے۔ علاقہ کے تمام جلسوں اور کانفرنسوں میں حضرت صدرات فرماتے۔ ملک پور، تنظیم المسلمین، چمنی بازار کے مدرسوں میں برابر ممتحن کی حیثیت سے بلائے جاتے۔ حضرت دعاء تعویذ کے لئے تیار نہیں ہوتے مگر کسی کو کتا کاٹ لیا تو برداشت نہیں فرماتے۔ چکنی مٹی پسوا کر کپڑے میں چھان کر پانی سے گوندھواتے۔ پھر پہلے دن کے لئے: ۷؍گولیاں دوسرے دن کے لئے ۵؍گولیاں اور تیسرے دن کے لئے ۳؍گولیاں بنواتے۔ گولیوں پر دم فرما کر گولیاں توڑ ڈالتے۔ اگر زہر نے اثر کیا ہے تو جس کتے نے کاٹا ہے اس کے متعدد بال گولیوں سے نکلتے۔ اور اگر بال برآمد نہیں ہوا تو یقین کے ساتھ فرماتے۔ جاؤ۔ زہر نے کچھ اثر نہیں کیا ہے۔ اس طرح سینکڑوں مریضوں نے حضرت کے دست شفا سے شفا پائی ہے۔

پاکیزہ تمنا:

بارہا میں نے عرض کیا کہ حضور۔ آپ تو صاحب استطاعت ہیں پھر حج کیوں نہیں کرتے۔؟ جواباً فرماتے نجدی وہابی حکومتوں پر

میرا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ حج وزیارت کے شرعی چہرے کو اپنی نفسانیت کے بل پر مسخ کر دیتی ہیں۔

میاں اصغر:۔ میری مقدس و پاکیزہ تمنا تو یہ ہے۔

یا نبی قبر میں منظر پہ کرم فرما کر
یوں سلا دیجئے کہ سر محشر جاگے

سانحۂ ارتحال:

۷/جنوری ۲۰۲۲ء جمعہ کے دن عین وقت جمعہ حضرت کی روح پاک قفس عنصری سے یوں پرواز کر گئی کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**

نماز جنازہ:

عالم کا جنازہ ہے ذرا شان سے اٹھے۔ قرب وجوار کا شاید ہی کوئی بندہ ہو جو گھر میں رُکا ہو۔ بائسی علاقہ تو لگتا تھا پورا اُجڑ کر پہنچ گیا ۔ ہزاروں کی تعداد میں چاہنے والوں نے اپنی نم آنکھوں سے حضرت کی آخری زیارت کی اور نماز جنازہ حضرت کے ہم عصر حضرت مفتی طاہر حسین صاحب قبلہ مدظلہ (گانگی) کی اقتدا میں ۸/جنوری بروز سنیچر کو ادا کی۔ وقت کے جلیل القدر اور مایہ ناز دانشوروں نے حضرت کے جسد اطہر کو سپرد خاک کیا۔ زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے۔۔۔۔؟

آسمان ان کے لحد پر شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

مرقد انور:

کہتے ہیں کہ نیکیاں، مہربانیاں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔ حضرت کنز الدقائق نے بڑی عرق ریزی سے گانگی خانقاہ میں آرام فرمانے والے بزرگ قطب پورنیہ حضرت علامہ شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ کی مختصر مگر اہم سوانح حیات ''تجلیات شرف'' رقم فرمائی ۔ پھر کیا تھا۔ صلہ ملنے کا وقت آ گیا، عندیہ مل گیا۔ کہ میرے محبوب، میرے دلبر، میرے منظر کو میرے قریب لٹا دو۔ لہٰذا حضور شرف الدین علیہ الرحمہ کے مزار کے ساتھ ساتھ حضور کنز الدقائق کا مزار پاک بھی بقعہ نور بن کر مرجع خلائق بھی بن گیا۔

آج سوگوار اصغر: زمین کے ذروں سے لیکر فلک کے تاروں تک شبانہ یوم یہی پوچھتا ہے۔

علم و ہنر کا بہتا سمندر کہاں گیا
باغ وفا کا خوشنما منظر کہاں گیا
طوفان یاس، درد کی لہریں، شروح غم
جسکو سنایا کرتے وہ اصغر کہاں

کنز الدقائق کے کلام پر ناچیز کی تظمین:

چلتے چلتے تسکین ذوق کیلئے حضرت کی وہ نعت پاک دکھا دوں جس پر اس ناچیز کی تظمین ہے۔

وہ اندھیروں کو دکھاتے ہوئے رخسار چلے
منکشف کرتے ہوئے نور کے اسرار چلے
اپنے دامن میں لئے مہر ضیا بار چلے
''مسکراتے ہوئے جو سید ابرار چلے''
''ہر طرف کرتے ہوئے بارش انوار چلے''

روز محشر ہے پریشان ہر اک فرد بشر
جرم وعصیاں کا بڑا خوف ہے طاری دل پر
مغفرت کے لئے جانا ہی ہے سوئے دا
'' آگے آگے تو چلے شافع روز محشر''
''سر جھکائے ہوئے پیچھے سے گنہگار چلے''

آج تو میں دیکھ لوں نور بھری محفل کو
بحر انوار عقیدت کے حسیں ساحل کو
چرخ سے آج اٹھا لاؤں مہ کامل کو
''بزم سرکار میں تاروں سے سجالوں دل کو''
'' اور کچھ دیر تو ذکر رخ سرکار چلے''

بات جب میرے نبی کی جو ہوئی تو قدسی
دل کی دنیا جو کبھی جھوم اٹھی تو قدسی
آئی آنگن میں جو چپکے سے خوشی تو قدسی
'' بزم سرکار دوعالم جو سجی تو قدسی''
'' آسمانوں سے درودوں کا لئے ہار چلے''

وہ ہیں مختار جہاں وہ ہیں حبیب داور
وہ ہیں سرتابقدم معجزۂ رب اصغر
چاند کا دل ہو یا سورج کی جبیں یا پتھر
''حکم جاری ہے ہر ایک چیز پہ ان کا منظر''
'' وہ جو دیوار سے فرمائیں تو دیوار چلے''

کنزالدقائق کی فنی مہارت:

لیجئے لگے ہاتھ حضرت کنزالدقائق کی فنی مہارت کا اندازہ بھی کر لیجئے۔ یہ ۱۹۸۳ء کی بات ہے جب سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سوانح حیات پر علامہ ظہیر الدین قادری علیہ الرحمہ کی ادارت میں کانپور سے ''مفتی اعظم ہند نمبر'' نکل رہا تھا۔ اس میں کنز الدقائق کا ایک مضمون ''انجمن علم وفن'' کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ پورا مضمون تو نہیں جہاں سے حضرت کی فنی جلوہ آرائی مقصود ہے

۔قارئین کی نظر کر رہا ہوں۔

''یہاں اس چیز کا تذکرہ بھی لطف سے خالی نہ ہوگا کہ ''الملفوظ'' جو امام احمد رضا قدس سرہ کے گوہر آبدار ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ ان موتیوں کو سلک ترتیب وتدوین میں پرونے کا دشوار گذار مرحلہ حضور تاجدار اہلسنت نے طے فرمایا ہے۔ یہ کتاب رنگا رنگ پھولوں کا حسین ولطیف گلدستہ ہے اور اس کا تاریخی نام خود فاضل بریلوی نے تجویز فرمایا جیسا کہ اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

میرے ملفوظ کچھ کیے محفوظ، مصطفیٰ مصطفیٰ کا ہو ملحوظ
نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں، زبر وبینہ میں الملفوظ

اولاً بے حساب ابجد یہ تاریخی نام درست نہیں ہے۔ثانیاً چونکہ اس کے مرتب ومدون خود مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ ہیں ۔لہٰذا معاندین دونوں پر حرف گیری کی جسارت کرتے ہیں۔حالانکہ فاضل بریلوی قدس سرہ نے جہاں اس تاریخی نام کا تذکرہ فرمایا وہاں یہ بھی صراحت کردی ہے کہ یہ تاریخی نام زبر وبینہ کے قاعدے سے نکالا جاسکتا ہے۔حالانکہ ہمارے حریفوں میں اتنا دل گردہ ہے کہا کہ اسے دائرۂ فہم میں لا سکے۔ لیجئے۔ یہ قرضہ آج ہم اتار دیتے ہیں۔زبر وبینہ حساب کی ایک قسم ہے جس کا قاعدہ یہ ہے کہ اس میں حروف ابجد کی اعداد کا حساب تو ہوتا ہے مگر ہر حرف کے اسم کو تلفظ کے اعتبار سے لیا جاتا ہے اس لحاظ سے دوحرفی حروف کے دو حروف کو لیکر پہلا جزء جو اس کا مسمّٰی ہوتا ہے ترک کردیا جاتا ہے اور دوسرا جزء جو الف ہوتا ہے اسے باقی رکھ کر اس سے ایک عدد مراد لیتے ہیں۔مثلاً با،تا،ثا،حا،خا وغیرہ جزء اول کو ترک کر کے باقی الف سے ایک عدد مراد لیتے ہیں جو حساب ابجد کے مطابق ہے۔

اسی طرح سہ حرفی حروف کے حرف اول کو ترک کر کے باقی دوحرفوں کی عددوں کا شمار ہوتا ہے۔مثلاً سین،شین،عین وغیرہ اس اعتبار سے ہر ایک عدد ساتھ مانی جائے گی اور الف کی عدد ایک سو دس ۱۱۰/۔صاد،ضاد کی عدد پانچ شمار ہوگی لہذا ''الملفوظ''

بحساب ابجد۔

ا	ل	م	ل	ف	و	ظ
۱	۳۰	۴۰	۳۰	۸۰	۶	۹۰۰

۱۰۸۷

بحساب زبر وبینہ

الف	لام	میم	لام	فا	و	ظ
۱۱۰	۴۱	۵۰	۴۱	۱	۷	۱

۲۵۱

۱۰۸۷

۲۵۱

۱۳۳۸ھ

صدر المدرسین۔مدرسہ شمس العلوم، سیملبا ڑی گھاٹ، بائسی، پورنیہ، بہار۔

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق، ایک ممتاز علمی وادبی شخصیت

مفتی ذوالفقار احمد اشرفی

موت ایسی اٹل حقیقت ہے، جس سے کسی کو رستگاری نہیں، ہر موجود کو فنا کے گھاٹ اترنا ہے، کل نفس ذائق الموت سے ہر ایک کا سابقہ اتنا ہی یقینی ہے جتنا ہر موجود کو ہر آنے والی سانس پر زندگی کا احساس۔ یہ دنیا فانی ہے اور یہاں ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ لیکن کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہوتے ہیں جو موت کا مزہ تو واقعی وصال الی الحق کی شکل میں خوب سے خوب تر چکھ لیتے ہیں لیکن اپنے علم و فضل کے ایسے آثار چھوڑ جاتے ہیں جن کے ذریعے وہ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ انہیں برگزیدہ شخصیات میں سے ایک کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی ذات گرامی بھی ہے۔

معزز علمی خاندان:

کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری نور اللہ مرقدہ کی شخصیت اس دور میں جہد مسلسل اور حق کی حمایت کے لئے شب و روز محنت اور جد و جہد کا عنوان تھی۔ آپ کی زندگی کے بیشتر لمحے تدریس، تحریر اور قوم وملت کے لئے وقف رہے۔ علامہ قدیری ایک طرف اپنے اساتذہ اور شیوخ کے نقش قدم پر چلتے رہے تو دوسری طرف تربیت وتزکیہ نفس اور دعوت واصلاح کے ساتھ ساتھ ادبی کام بھی کرتے تھے۔ تعلیم، تدریس اور تحریر سے اس قدر وابستہ رہے کہ ان کی ہر تحریر یا تو علمی ذخیرہ ہے یا ادبی شاہکار۔

گانگی ٹولہ پتھار بستی، بہادر گنج ضلع کشن گنج، صوبہ بہار میں پیدا ہونے والے اس عظیم دینی علمی شخصیت کا تعلق بھی دینی ماحول اور علمی خاندان کے ساتھ ساتھ اعلی خاندان سے بھی تھا جن کے آباواجداد جہاں زمینداری کے مالک تھے وہیں برطانوی حکومت میں سابق مسلم حکمرانوں کا اثر ورسوخ باقی رہنے کی وجہ سے علوم فارسیہ کی بھی اچھی معلومات رکھتے تھے۔ اسی لئے میری معلومات کے مطابق علامہ قدیری خود بھی اردو، عربی اور دینی وعصری علوم کے ساتھ ساتھ فارسی زبان وادب میں بھی مہارت تامہ حاصل تھی۔ علامہ قدیری کی زندگی کے ان گنت گوشے ہوں گے جنہیں نہ صرف سنہرے الفاظ سے قلمبند کرنے کی ضرورت ہے بلکہ اس پر مبسوط تحقیقی کام بھی انجام دیا جانا چاہیے، لیکن میں زیر نظر مضمون میں علامہ کی زندگی کے اس پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا جو نہ صرف نئی نسل کے طلبا بلکہ اساتذہ کے لئے بھی مشعل راہ ثابت ہوسکتا ہے۔

راقم الحروف اور علامہ قدیری ایک دوسرے سے یوں تو اس وقت سے ہی متعارف تھے جب راقم اپنی کمسنی میں تھا اور آپ علوم و فنون کے اکثر حصوں سے سرسبز وشاداب ہو چکے تھے، لیکن حضرت سے پہلی ملاقات والد گرامی حضور استاذ العلما حضرت علامہ نصیر الدین اشرفی علیہ الرحمہ کے توسط سے ہوئی تھی جو نہ صرف آپ کے خاص استاذ تھے بلکہ خود علامہ قدیری بھی استاذ العلما کے ایسے تلامذہ میں سے تھے جن پر مؤخر الذکر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے جب علامہ کا تعارف کراتے ہوئے والد گرامی نے فرمایا تھا کہ یہ حسن منظر ہیں اور ان کے اندر حد درجہ کی ذہانت موجود ہے۔

راقم نے ''استاذ العلما: حیات وخدمات'' کا ''ہدیہ تشکر'' قلمبند کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ ''ہر شخص اپنے کسی بزرگ یا عظیم ہستی کی آمد کی خبر پر ان کے انتظار میں گھنٹوں گزارے ہوں گے۔ کوئی چھوٹا کسی بڑے کا منتظر ہو تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے لیکن جب کوئی بڑا کسی چھوٹے کے انتظار میں رہے تو یہ اخلاق کی مثال بنتی ہے۔ میں نے آپ (استاذ العلما) کو اپنے کسی شاگرد کی آمد کی خبر پر بار ہا آپ کی بے چینی کو محسوس کیا ہے۔ ہم میں سے تقریباً سبھی اپنے بزرگوں اور اساتذہ کرام کے انتظار میں وقت بتائے ہوں گے لیکن کسی شاگرد کی راہوں میں نظریں بچھانے کی مثال مجھے اپنی زندگی میں صرف استاذ العلما کی بارگاہ میں نظر آتی ہے۔'' (بحوالہ: ''استاذ العلما: حیات وخدمات'') جب والد گرامی کا مدرسہ عارفیہ چنامنا کو الوداع کہنے کے بعد اپنے آبائی گاؤں پناسی میں قیام تھا تو علامہ قدیری علیہ الرحمہ اکثر استاذ العلما سے ملاقات کے لئے تشریف لاتے تھے۔ جس دن علامہ کے آنے کی خبر ہوتی تھی، میں نے والد گرامی کے انتظار کی اس بے چینی کی شدت کو بار ہا محسوس کیا ہے۔

قلیل مدت میں حصول علوم کثیرہ درس نظامی میں عموماً عربی تعلیم کا آغاز میزان الصرف سے کئے جانے کا تدریسی رواج تھا۔ کہا جاتا ہے کہ علامہ موصوف علیہ الرحمہ محض دو ہی سالوں میں فارسی نصاب تعلیم کے تحت گلستان، بوستان، زلیخا، سکندر نامہ، بہار دانش، انوار سہیلی، انشا خلیفہ، دیوان ہلالی، دیوان غنی، دیوان حافظ مکمل کر چکے تھے۔ پھر مدرسہ عارفیہ مشیر گنج، چنامنا (ضلع کشن گنج) میں جو شہر اسلام پور ضلع شمالی دیناج پور کے قریب واقع ہے، اور اسی دوران استاذ العلما حضرت علامہ نصیر الدین اشرفی علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ حاصل کر کے محض دو برسوں کے اندر ہی میزان الصرف سے لے کر شرح جامی تک اور اس کے ساتھ ساتھ منطق وفلسفہ اور فقہ کی جتنی کتب کی تعلیم ہوتی تھی سب کچھ پڑھ ڈالے۔ (بحوالہ: شخص وعکس۔ امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینے میں (مصنف کا سوانحی خاکہ)

یہ وہ زمانہ تھا جب موجودہ تعلیمی نظام رائج نہیں تھا کہ ایک سال میں ایک جماعت کی کتب ہی کی تعلیم ہو بلکہ یہ وہ زمانہ تھا جب تعلیم وتعلم کا دارومدار استاذ کے خلوص اور شاگرد کی تشنگی علم پر ہوا کرتا تھا کہ استاذ اپنے شاگرد کی صلاحیت کے مطابق اپنے علم کے جوہر لٹا دیں اور شاگرد اپنی تشنگی کے مطابق جام علوم وفنون سے شرابور ہو کر آگے بڑھ جائیں۔

یوں تو والد گرامی استاذ العلما علامہ نصیر الدین کے ان گنت تلامذہ ہیں جو علم کے بحر بیکراں ہیں لیکن علامہ قدیری ان چند مخصوص تلامذہ میں سے تھے جن پر آپ بجا طور پر فخر کرتے تھے۔ تقریباً ہر شاگرد کے دل میں اپنے اساتذہ کے لئے عقیدت ومحبت کا دریا موجزن ہوتا ہے لیکن کچھ شاگرد بھی ایسے ہوتے ہیں جن پر خود استاذ فخر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ جہاں دو سال کے عرصے میں عربی ودینی کتب کی ادق کتابیں پڑھانے کا کمال والد گرامی علیہ الرحمہ کے اندر موجود تھا وہیں اس سے علامہ قدیری کے ذوق علم اور جہد وعمل کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے مفتی اعظم کو کوئی امام علم وفن مل گئے ہوں۔

استاذ العلما سے علمی وروحانی رشتہ: (خود نوشتہ)

کسی راوی کی روایت میں حقائق مسخ ہونے کا امکان بھی رہتا ہے، لیکن کسی عظیم علمی شخصیت کی زندگی کے بارے میں جب خود ان کی تحریر ہی موجود ہو تو اس میں اور کسی قسم کا شبہ باقی رہنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہوتی خصوصا جب یہ الفاظ حق وصداقت کے پیکر عالم دین کے قلم سے نکلے ہوں۔ ذیل میں استاذ العلما علیہ الرحمہ سے آپ کے علمی وروحانی رشتے سے متعلق آپ کی تحریر نہ صرف

تاریخ کا ایک اہم باب ہے بلکہ آپ کے ادبی شہ پاروں کی واضح مثال بھی ہے۔

علامہ قدیری علیہ الرحمہ استاذ العلما سے سے پہلی ملاقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''۔۔۔ایک نورانی صورت، پر جلال چہرہ، سر سے پاؤں تک علمی رعب کی جھلک نمایاں تھی۔اس وقت مدرسہ کا احاطہ تعمیرات سے تقریبا خالی تھا۔جنوبی حصہ میں ایک لمبا ساٹین کا مکان اور موجودہ عالی شان جامع مسجد کی بنیاد تھی جو مستقبل کی تابناکی کا اعلان کر رہی تھی، مگر مدرسے کا وسیع وعریض خطہ علمی وادبی نعمتوں سے معمور تھا، طلبہ کی کثرت، ہاسٹل ومطبخ کا معقول بندوبست اور میزان تا ہدایہ ومشکوٰۃ، فارسی کی اعلیٰ تعلیم اور درجۂ حفظ کی آبیاری یہ سب کچھ استاذ العلما کا مرہون منت اور ان کی عمدہ تعلیمی سرگرمی کا اعلیٰ نمونہ تھا۔صبح تا نماز عصر ان سارے درجات کی تعلیم اپنے ذمہ لے رکھی تھی اور عارض انور پر گرد ملال نہ کوئی شکن۔'' (بحوالہ: ''استاذ العلما: حیات وخدمات'') ملاقات کی اس تمہید اور اپنے استاذ کی مدح کے بعد پھر مدرسہ عارفیہ چنامنا میں اپنے تعلیمی سفر کے آغاز سے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

''رہنے سہنے کا ٹھکانا اور اطمینان خاطر کے بعد میں نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔میزان شروع کی، استاذ العلما کے فیضان نظر نے میرے دل ودماغ کی وسعتوں میں علمی شوق وذوق کا ایک طوفان برپا کر دیا۔نیا ولولہ وحوصلہ نے طائر شوق کو فرصت پرواز بخشی اور میں بڑھتا چلا گیا۔چنامنا کی دھرتی پر تشنگان علوم تھے اور علم وفن کا ایک سمندر جاری، فضا میں علمی نغموں سے آباد اور سارا ماحول حضرت کے علمی کمالات سے سرشار تھا۔اس بازار علم وفن میں خریداروں کی کمی نہ تھی۔ایک سے ایک قد آور شخصیت جستجوے علم میں مصروف تھی۔ ہر طرف علمی شوق اور ہر جانب حصول علم کا چرچا تھا میزان پڑھنے والا بھلا اس خطۂ علم میں کس شمار میں ہوگا۔وہاں تو اس بحر بیکراں کے بڑے بڑے شناور موجود تھے۔'' (بحوالہ: مرجع سابق) پھر آگے استاذ گرامی سے اپنی قربتوں کا ساحرانہ انداز میں تذکرہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص اور دل ودماغ کو جھنجھوڑ دینے والا تعلیم کے بنیادی مقصد کو بیان کرتے ہیں: ''لیکن رفتہ رفتہ ماحول میں ڈھلتا چلا گیا، اور حضرت کا جو علمی رعب وجلال ذہن پر مرتسم تھا دھیرے دھیرے کم ہوتا چلا گیا۔حضرت سے جو فاصلہ تھا سمٹ گیا۔دوریاں کم ہوگئیں اور پھر تو بعد مسافت قربتوں میں ڈھل گئیں اور حضرت کی نگاہ کرم نے طلب علم میں تیز روی کا بیش بہا جوہر عطا کر دیا۔جہاں تک میں سوچتا ہوں عہد ماضی علمی تجسس کا تھا حصول اسناد کا نہیں۔لوگ دینی یا دنیوی تعلیم محض استعداد وصلاحیت کے لئے حاصل کرتے تھے۔ مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اسناد کو ذریعہ معاش بنایا جائے۔اب وقت میں تبدیلی آئی۔ذہن وفکر کے زاویے بدل گئے۔حالات نے کروٹ لی، تو مقصد تعلیم ذریعہ معاش بن گیا۔استعداد سے کوئی غرض نہیں۔ابنائے وقت اسناد لے کر گھومتے ہیں اور ان سندوں کو کسب دنیا کا ذریعہ بناتے ہیں۔میرا خیال ہے چنامنا میں حضرت کی تعلیم وتربیت کی وہ آخری بہار تھی۔اس کے بعد گلستان چنامنا میں ایسی بہار پر کبھی نہ آئی ہوگی۔(بحوالہ: مرجع سابق)

صرف ونحو کی کتابیں گھول کر پلا دیں اپنے ذوق علم اور کم وقت میں نحو وصرف کے اصول کو کسی مشروب کی طرح پی جانے کا آپ نے جو دل کھول کر، ناولانہ انداز میں بیان کیا ہے وہ آپ کی طرز تحریر کے ساتھ آپ کے علمی وادبی ذوق کی بھی نشاندہی کرتا ہے:

''چنامنا کی ان گذرتی بہاروں میں میں نے رنگ برنگے پھول حاصل کئے۔ان کی مہک سے اب تک دل ودماغ معطر ہے۔ اس عہد میں ایک علمی شوق تھا۔ٹھوس صلاحیت بنانے کی فکر تھی۔کسی سند کا تصور میرے حاشیہ خیال میں نہ تھا، فراوانی شوق میں کسی کی نگاہ کرم نے آگے بڑھنے کا بے پناہ حوصلہ بخشا۔صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں جنہیں حضرت نے کسی مشروب کی طرح گھول کر پلا دیا۔

کتابوں کے سارے اصول اور سارے قاعدے نوک زبان پر تھے۔حضرت کی یہی ابتدائی تعلیمی کاثمرہ تھا جو مجھے ہر مرحلہ پر ممتاز رکھا اور سال فراغت میں بھی رفقائے فراغت کے مابین درجہ امتیاز پر فائز رکھا۔آخر حضرت کا یہ کونسا فیضان نظر تھا کہ سال بھر ہی میں کافیہ ابن حاجب کی شرحیں میری نگاہوں کے سامنے تھیں اور میں وارفتگی شوق میں قدم بہ قدم اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ (''بحوالہ: مرجع سابق)

اسی ضمن میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ''دوسرا سال اختتام کو پہنچا اور مدرسہ بند ہو گیا۔۔۔۔ماہ شوال میں بحر العلوم لطیفی کٹیہار میں داخلہ لیا۔اس وقت اس ادارہ میں اگر چہ باصلاحیت اساتذہ موجود تھے لیکن تعلیم اطمینان بخش نہ تھی۔حضرت نے تو صرف ونحو گویا گھول کر پلا دیا تھا۔میرے اس علمی جوہر سے اساتذہ کو خاصی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ان حالات سے طبیعت برگشتہ ہوگئی۔رو رو کر حضرت (استاذ العلما) کے تعلیمی انداز کا خیال آجاتا اس لئے عید الاضحیٰ کے بعد جامعہ حمیدیہ بنارس پہنچا۔اس ادارہ میں علامہ سلیمان بھاگل پوری وعلامہ شمس الدین جونپوری علیہما الرحمۃ والرضوان جیسے صاحب فن موجود تھے۔تعلیمی معیار بھی تھا مگر علاقائی عصبیت نے ماحول کو پراگندہ کر رکھا تھا۔ہر وقت ایک الجھن کا شکار ہو جاتا۔دل برداشتہ بنارس کا ماحول ترک کیا اور امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ کے شہر مقدس بریلی پہنچا۔

کافیہ اور شرح جامی ایک ساتھ پڑھنے کا فقید المثال تجربہ:

حضرت علامہ قدیری علیہ الرحمہ نے اپنی ایک علمی عادت کا تذکرہ کرتے ہوئے جو لکھا ہے وہ نئی نسل کے طلبا کے لئے درس عبرت ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ ''دوران تعلیم میری یہ عادت رہی کہ حاشیہ وغیرہ مکمل طور پر دیکھ لیا کرتا تھا۔ذہن میں ایک تجسس کا عنصر موجود تھا اور اب بھی یہ جستجو ہے۔(''بحوالہ: مرجع سابق)

علمی بحث میں استاذ گرامی سے قیل وقال کرنے کی اپنی عادت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کافیہ کے ساتھ شرح جامی کے سبق میں شامل ہو جانے کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں: ''اور جب غیر منصرف کی بحث شروع ہوئی تانیث لفظی ومعنوی کا بیان پڑھنے کے بعد عجمہ پر گفتگو چلی تو میں نے اعتراض کیا۔حضور لفظ ''ہند'' صرف وعدم صرف دونوں جائز اور لفظ ''نوح'' میں صرف سے انصراف کیوں؟ جبکہ دونوں الفاظ ثلاثی وساکن الاوسط ہیں، پھر دونوں کا حکم یکساں کیوں نہیں؟ اس اعتراض پر حضرت نے فرمایا کیا تمہارے پاس تحریر سنبٹ ہے؟ یہ کتاب سوال وجواب پر مشتمل کافیہ کی مختصر شرح ہے۔میں نے اس کتاب کا نام حضرت کی زبان اقدس سے پہلی دفعہ سنا تھا۔میں نے عرض کیا۔تحریر سنبٹ کیا چیز ہے؟ یہ کیا چیز ہے اس کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا۔پھر حضرت نے ہند ونوح کے مابین عدم مساوات کی مکمل توضیح فرمادی۔اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ آپ شرح جامی کی جماعت میں شریک ہو جایا کریں۔یہ حضرت کی انتہائی شفقت تھی اور میرے مستقبل کی ایک جھلک۔حسب فرمان میں روزانہ شرح جامی کی جماعت میں شریک ہونے لگا، پھر کچھ ہی دنوں کے بعد کافیہ کا درس بند ہو گیا اور میں مستقل شرح جامی کا درس لینے لگا۔سال کے آخری ایام تھے، میں شرح جامی اور متعلقہ کتابوں کا نصاب پورا کر چکا تھا۔(''بحوالہ: مرجع سابق)

امتیازی علمی خصوصیات:

علامہ قدیری کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان سے بے پناہ عقیدت تھی۔آپ نے جہاں اپنے کئی ادبی جوہر

پارے دکھائے ہیں وہیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر تحقیقی کام بھی کیا ہے۔آپ کی تصنیف ''تشخص وعکس: امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینے میں'' کے ذریعے آپ نے اپنی ادبی صلاحیتوں کا لوہا بھی منوایا ہے۔

اس دور جدید میں بھی جہاں علمائے کرام کی رغبت عصری تعلیم کی جانب کم ہوتی ہے وہیں آپ نے اپنے دور میں بھی عصری تعلیم کی جانب توجہ دے کر اپنے لئے ممتاز مقام حاصل کیا تھا۔انگریزی تعلیم میں ہائی اسکول سے لے کر گریجویشن تک کی تعلیم حاصل کی تھی۔درس نظامی کے دوران ہی جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل کے امتحانات دے کر امتیازی نمبرات حاصل کر چکے تھے۔آپ کی ادبی تخلیقات آپ کی ان تمام صلاحیتوں کی عکاس ہے۔آپ کی انہیں علمی صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو علمائے اہل سنت کے درمیان ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔

آپ نے اپنی تعلیمی سفر کو دیار رضا میں پورا کیا۔یہاں آپ نے بحر العلوم سید افضل حسین مونگری رحمۃ اللہ علیہ سے صدراً، مسلم الثبوت، ملاحسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، توضیح تلویح، تصریح، شرح چغمینی، شمس بازغہ، اقلیدس جیسے ادق کتابیں بھی پڑھیں۔شہر بریلی کے بارے میں آپ لکھتے ہیں کہ: "یہ شہر علم وفن کا مرکز ہے جس پر کائنات سنیت ناز کرتی ہے۔عاشق رسول کا یہ شہر محبت کا گنجینہ اور علوم وفنون کا خزینہ تھا اور ہے۔ظاہری طور پر اگر طالبان علم وفن سے خوب آراستہ نہیں ہو پاتے مگر بارگاہ رضا کا باطنی فیض سب کو ملتا ہے۔بریلی شریف میں حضرت علامہ مفتی بحر العلوم سید افضل حسین رحمۃ اللہ علیہ کی چشم عنایت کی چھاؤں میں تعلیم کا ایک نیا دور شروع ہوا۔لیکن حضرت (استاذ العلما) کا عطا کردہ علمی سرمایہ ہر مرحلہ پر کام آیا حتی سال فراغت میں بھی سارے رفقائے فراغت میں ممتاز رکھا۔بریلی شریف میں میرا ایک دور درس لینے کا اور دوسرا درس دینے کا گزرا۔اس لحاظ سے بریلی میں ایک طویل عرصہ رہنا پڑا۔''

یوں تو آپ کی زندگی کا آفتاب اب بظاہر غروب ہو چکا ہے جو ملی، قومی و دینی حوالے سے ایک عظیم سانحہ کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔یہ حادثہ ایک شخص کا نہیں بلکہ ایک امت کا ہے، رونا ایک خاندان کا نہیں بلکہ پوری ملت کا ہے۔اس کے باوجود آپ کے علمی و ادبی کارنامے اور آپ کا علم وفضل ہمیشہ آپ کو حیات بخشیں گے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سربراہ اعلیٰ، مدرسہ نصیریہ اشرفیہ پناسی، کشن گنج (بہار)

☆☆☆☆☆

جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا

مولانا احمد رضا احمد

الجامعۃ الرضویہ کلیان میں حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے دوران قیام تصنیف وتالیف، ترویج واشاعت، تحقیق وافتاء، تعلیم وتربیت، درس وتدریس اور وادب وصحافت کے میدان میں بے لوث خدمات وقابل ستائش کارناموں پر مشتمل ایک انکشافاتی تحریر۔

علوم شرعیہ کی تعلیم وتربیت اور فنون دینیہ کی تبلیغ وترسیل کا سلسلہ ہر دور میں مختلف اسالیب وطرق سے جاری رہا ہے۔ صحابہ کرام وتابعین عظام کی رہائش گاہیں کبھی ان کی درسگاہیں ہوتیں تو کبھی ان کی قیام گاہیں رہتیں، تبلیغ کے فرائض کبھی مسجد ومحراب کے حدود سے دیتے تو کبھی کوچہ وبازار اور شاہراہ عام سے دیتے، وہ جہاں فروکش ہوتے علوم شرعیہ کا جام پلاتے اور تشنگان علوم وفنون کو سیراب وشادکام فرماتے۔

فقہا ومحدثین اور ائمہ ومجتہدین کی تعلیم گاہیں ان کے کاشانوں اور دولت کدوں سے لے کر ان کے گرد وپیش تلامذہ کی سجی ہوئی محفلوں تک پھیلی ہوئی ہوتیں، اور وہ ان کے لبوں سے جھڑی ہوئی موتیاں سمیٹتے نظر آتے۔

اساطین علوم وفنون اور وارثین شریعت وطریقت کبھی کسی جگہ عمارت یا مسند کے پابند نہیں رہے، بلکہ سفر وحضر ہر جگہ شمع علم فروزاں رکھتے اور علوم نبوت کی روشنی سے تاریک دلوں کو جگمگاتے رہتے۔

رفتہ رفتہ ایک زمانہ وہ آیا کہ باضابطہ مدارس وجامعات معرض وجود میں آئے، دینی مراکز اور کلیات کی نئی روایت قائم ہوئی، اور اس میں تعلیمی سلسلہ اس نہج ونصاب پر جاری ہوا جسے آج ہم قدرے ترمیم کے ساتھ مدارس میں مصروف عمل دیکھ رہے ہیں۔

بہر کیف زمانۂ قدیم سے لے کر عصر حاضر تک تمام ادوار واعصار میں طریقۂ تعلیم وتعلم جو بھی رہا ہو مگر ایک بات قدر مشترک رہی ہے اور وہ روز روشن کی طرح عیاں بھی ہے کہ انہیں اداروں نے تعمیر وترقی وشہرت وبلندی کی فضاؤں میں پرواز کیا جن کے اساتذۂ وقت بافیض وباکمال اور مخلصانہ جذبوں سے سرشار رہ کر درس وتدریس میں کوشاں رہے۔ گویا کہ مدارس ومراکز کی بنیادی کامیابیوں میں تدریسی عملہ کی جاں سوز محنت اور فیضان نظر کا عنصر شامل حال رہا ہے۔

ماضی ہماری نگاہوں سے اوجھل ضرور ہیں مگر اس کی زرین تاریخ ہمارے سامنے ہے، افق بریلی پر جب امام احمد رضا قدس سرہ کے علم وفن کا سورج طلوع ہوا اور منظر اسلام کی شکل میں آپ کے فکر ودانش کا شمع فروزاں ہوا تو اس پر نثار ہونے کے لئے طلبہ کشاں کشاں ہر جانب سے پروانہ وار آنے لگے۔ ملک العلماء مولانا سید ظفر الدین عظیم آباد پٹنہ سے، سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھہ مقدسہ فیض آباد سے، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظم گڑھ سے اور مولانا عبد السلام جبلپور سے، اور دیگر ہزاروں تشنگان علوم بھی روئے زمین کے مختلف خطوں سے حاضر بارگاہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت کے فیضان نظر وصحبت کیمیاء سے مستفیض ہوئے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے

اپنی قوت فکر وفن اور مساعی جمیلہ سے منظر اسلام کے جملہ طلبہ کے دلوں کو نہ صرف منور وتاباں کیا بلکہ ان کے وجود کو شریعت وطریقت کا آفتاب وماہتاب بنادیا۔ اور منظر اسلام کو شہرت وبلندی کے بام عروج تک پہنچا دیا۔ منظر اسلام کی خوبصورت بنیاد اور حسین نظاروں میں نہ ستاروں کا حسن شامل ہے نہ کہکشاں کا جمال، بلکہ اسی پاکدامن ہستی کا حسن عمل اور خون جگر دخیل وکارفرما ہے جس نے قطروں کو سمندر بنایا۔

نہ حسن کہکشاں سے نہ چاندنی سے ہے
یہ کائنات حسین صرف آدمی سے ہے

کنز الدقائق ،ادیب شہیر ،حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری ''نور اللہ مرقدہ''انہیں باکمال ہستیوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنی صدرنگ شخصیت سے تاریکیوں میں اجالا بھر دیا، اندھیروں میں روشنی کی کرنیں پھیلا دیں، جہاں قدم رنجہ ہوئے اسے رشک گلزار بنادیا۔

قدرت فیاض نے آپ کو بے پناہ خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا، رب قدیر نے آپ کو حسن سیرت ،حسن صورت ،حسن معاشرت ،حسن کردار ،حسن گفتار، رعنائی خدوخال اور دیگر ڈھیر ساری اخلاقی وجسمانی خوبیوں کے ساتھ علمی وادبی کمالات کے پیکر میں ڈھالا تھا۔

آپ جہاں اسلاف کی یادگار اور اخلاف کی نشانی تھے وہیں علم وفن کے تاجدار، فکر ونظر کے شہریار، شعر وسخن کے بحر ذخار، زبان وادب کے نابغۂ روزگار جہان ادب کے امیر کارواں، جدید اسلوب کے انشاء پرداز، تفقہ وتدبر کے شہسوار، تنقید وتبصرہ کے گوہر آبدار تحقیق وافتا کے یکتائے زماں، ریاضی ومناظرہ کے وحید جہاں، علوم شریعت کے رازداں بحر طریقت کے غواص ،تدریسی دنیا کے سلطان، قلمی میدان کے باکمال مصنف، دینی خدمات کے متحرک، اور اخلاق ومروت کے حسین ساغر تھے

گویا.....ع.....ایک ذرہ اس قدر جلووں کی تابانی کے ساتھ،

ویسے ایک شخص میں علم قرآن وحدیث ،فقہ وکلام ،نحووصرف، منطق وفلسفہ، معانی وبیان ،فصاحت وبلاغت ،تاریخ وسیرت ،زبان وادب ،شعر وسخن ،تصنیف وخطابت اور اردو کے ساتھ، فارسی ،عربی وانگریزی غرض کہ مختلف زبانوں میں مہارت کی اجتماعیت فقید المثال وجود نہیں تو مشکل الوجود ضرور ہے، اگر کسی بندہ میں یہ ساری خوبیاں موجود ہوں تو یہ اسکی جامعیت کی دلیل ہے.....بس یہی ہمہ گیر، ہمہ جہت، ہمہ رنگ شخصیت تھی مفتی حسن منظر قدیری کی.....جس نقطہ نظر سے دیکھیں آپ آفتاب وماہتاب نظر آتے ہیں۔

ع.....صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اٹھایئے۔

یہ صدرنگ شخصیت جب ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' فروکش ہوئی، علمی مذاکروں اور مجلسی گفتگوؤں کا خوشگوار سلسلہ شروع ہوا تو آپ کی علمی موشگافی ،دقیقہ سنجی، روشن خیالی اور ژرف نگاہی دیکھ کر راقم السطور نے آپ کے نام کے ساتھ ''کنز الدقائق کا ٹائٹل لاحق کر دیا ''جو تاہنوز زبان زد ہے۔

: کنزالدقائق کا پہلا سفر ممبئی اور الجامعۃ الرضویہ میں ورود مسعود:

''الجامعۃ الرضویہ کلیان' کے پاکیزہ ماحول میں طلبہ کو جہاں دینی ودنیوی علوم اور تکنیکی فنون سے مزین کیا جاتا ہے وہیں ان کی لسانی اور ادبی تربیت پر بھی بہت زور دیا جاتا ہے اور انہیں مروجہ زبانوں سے ہم آہنگ کیا جاتا ہے تاکہ دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق وہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے سکیں، دین وسنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی کماحقہ ترجمانی کرسکیں، انہیں اغراض کے تحت بزرگان دین کے اعراس کی مناسبت سے طلبہ کے مابین قرأت ونعت ومنقبت کا مسابقہ اور تحریری وتقریری مقابلہ کرایا جاتا ہے، مختلف عناوین کے ساتھ الگ الگ زبانوں میں تقابلی پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں، اور ان کے فکر وفن، زبان وبیان، اور لیاقت وقابلیت کا جائزہ لینے کے لئے ملک کے معروف اداروں کے ماہرین فن ومشاہیر اساتذہ کرام کو فیصل کی حیثیت سے مدعو کیا جاتا ہے۔

یہ کچھ ۲۰۱۰ء کے اوائل کی بات ہے کہ ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' کے مہتمم اعلیٰ، مسعود ملت، مولانا مسعود رضا قادری اور ان کے دست وبازو مولانا جہانگیر اشرف رضوی (ناظم اعلیٰ) سے جامعہ کے سالانہ امتحان کے ممتحن اور سالانہ تقریری مقابلہ کے فیصل کے انتخاب پر ناچیز سے تبادلۂ خیال ہورہا تھا، چونکہ حضرت کنزالدقائق علیہ الرحمہ سے میرے والد گرامی معین ملت، مولانا معین الدین علیہ الرحمہ سے دیرینہ تعلقات اور گہرے مراسم تھے اور غریب خانہ میں آنا جانا بھی تھا، راقم السطور کو حضرت بے پناہ محبتوں اور شفقتوں سے نوازا کرتے تھے۔ اس لئے اب کی بار ناچیز نے فیصل وممتحن کی حیثیت سے غیر ارادی طور پر حضرت کا مبارک نام پیش کردیا۔

مسعود ملت اور ان کے رفیق کار جہانگیر ملت نے میرے پیش کردہ نام کو نہ صرف بسر چشم قبول کیا بلکہ مسرت وشادمانی کا اظہار بھی فرمایا، کہنے لگے ''اگر حضرت آجاتے ہیں تو ممتحن وفیصل کا فریضہ بھی انجام دے دیں گے، طلبہ کی کچھ علمی وفکری رہنمائی بھی ہوجائے گی اور مستزاد یہ کہ ہم سب کو حضرت کی دیدار پرانوار کا زریں موقعہ بھی میسر آجائیگا'' یہ کہہ کر انہوں نے حضرت سے بات کرنے کی ذمہ داری بھی مجھے ہی سونپ دی، حضرت کی کرم فرمائیوں پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے بھی خدمت دین سمجھ کر یہ ذمہ داری قبول کرلی۔

دوسرے ہی دن فضاء بسیط کی صوتی لہروں کے ذریعہ میں نے حضرت سے رابطہ قائم کیا، علیک سلیک اور خیر پرسی کی روایتی گفتگو کے بعد اپنا عریضہ پیش کیا اور عرض کیا حضور! ایک زمانہ سے بجرڈیہہ کی سرزمین پر گھنے بادل کی طرح برس رہے ہیں اور اس خطۂ زمین کو شاداب وسیراب فرمارہے ہیں۔ زندگی کے اس آخری پڑاؤ میں دو بوند ادھر بھی برسا جائیں، تاکہ ہم لوگوں کے پژمردہ قلوب بھی شاداب وشادکام ہوجائیں، حضرت نے مسکراتے لہجہ میں استفسار فرمایا۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور کچھ دنوں کے لئے ممبئی آنے کی دعوت قبول فرمائیں، جامعہ کے طلبہ کا امتحان بھی لے لیں گے اور اس بہانے آپ کی سیر وتفریح بھی ہوجائے گی۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک، حسب توقع سفری صعوبتوں سے بے فکر ہوکر آپ نے رضامندی ظاہر کردی، میں نے مسعود ملت کو یہ مژدۂ جاں فزا سنایا وہ خوشی سے جھومنے لگے اور شاداں وفرحاں فوراً ٹرین کا شیڈول چیک کیا اور ٹکٹ کا انتظام کیا، جامعہ ہی کے ہر دلعزیز استاذ قاری مرشد رضا بخاری، (حضرت کا دیا ہوا لقب) کو فون کرکے ساری تفصیل بتائی اور حضرت کے ہمراہ آنے کا حکم دیا، دوران سفر ہر ممکن سہولت فراہم کرنے کی تلقین بھی کی۔

غالباً فروری ۲۰۱۰ء کا پہلا عشرہ تھا حضرت اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ چودھویں کے چاند کی طرح افق کلیان پر نمودار ہوئے۔ مہمانان رسول واساتذۂ جامعہ پر مشتمل ایک جم غفیر نے آپکا والہانہ استقبال کیا، مرحبا اھلاً وسھلاً کی عزت افزا صداؤں سے

خیر مقدم کیا، پھولوں اور گلدستوں کے ہجوم میں آپ نے قدوم میمنت لزوم سے ''الجامعۃ الرضویہ'' کو شرف افتخار بخشا۔

مہتمم اعلیٰ نے انتظامی امور کا جائزہ لیا اور تین طلبہ، عزیزم مولوی یوسف رضا ازہری، مولوی فرہاد رضا چترویدی، اور مولوی اکرام علی (پوتا) کو آپ کی خدمت پر مامور کیا ساتھ ہی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنے کی تاکید کی۔

اس سفر میں حضرت کنز الدقائق نے غالبا ایک ماہ قیام فرمایا، طے شدہ پروگرام کے مطابق طلبائے جامعہ کا امتحان لیا، ان کی خوبیوں اور کمیوں کی نشاندہی فرمائی۔ اس کے بعد طلبائے جامعہ کے مابین سالانہ تقریری وقلمی مسابقہ میں فیصل کا کردار نبھایا، شرکائے مقابلہ کا ادبی، لسانی اور فنی جائزہ لیا، ان کی تحریر وتقریر کے نوک و پلک کو درست فرما کر طلبہ کی معیاری تربیت اور فنی لیاقت کو خوب سراہا، مسابقتی جذبہ اور وفور ذوق وشوق کی بے پناہ پذیرائی فرمائی، الغرض ہر پہلو سے آپ نے حوصلہ بخش تأثرات سے نوازا، انتظامیہ اور اساتذہ کے حسن عمل واخلاص کی تعریف فرمائی اور مزید تعمیر وترقی کی دعا بھی کی۔

حضرت کا یہ پہلا سفر ممبئی تھا اس لئے جامعہ سے متعلق تمام سرگرمیوں سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے اعزاء اور تلامذہ کے اصرار پر باری باری ''میرا روڈ، مرول ناکہ، گوونڈی،، اور ممبرا'' کا دورہ کرایا گیا، تمام احباب واعزاء نے اپنے مشفق ومہربان استاذ کا پرجوش استقبال کیا، پرتکلف دعوت اور شایان شان ضیافت کرائی، خاص طور پر ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، مولانا غلام یسین اشرفی، مولانا تشہیر عالم، مولانا طفیل احمد قادری، مولانا ابوظفر رضوی، مولانا الیاس قادری، مولانا قربان علی اور مولانا بدرالدین رضوی وغیرہم نے دعوت کے ساتھ ساتھ تحفے تحائف اور نذرانوں سے بھی اپنی عقیدت مندی کا اظہار کیا۔

شیڈول کے مطابق جب آپ کا وقت موعود قریب آیا تو راقم الحروف سمیت تمام طلبہ، اساتذہ اور انتظامیہ کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے جسم سے روح جدا ہونے والی ہے، کیونکہ آپ نے اپنے حسن کردار وعمل، جذبۂ اخلاص ومحبت اور طلسماتی شخصیت سے نہ صرف یہ کہ سبھوں کو متأثر کیا تھا بلکہ ہر ایک کے دل ودماغ کو مسخر کر رکھا تھا، آخری لمحات میں ایک دن حضرت اور سارے اساتذہ مسعود ملت کے آفس میں چائے نوشی کر رہے تھے، حضرت ہی کے ریٹائرمنٹ اور آئندہ کی مصروفیات کے حوالے سے گفت وشنید ہو رہی تھی اچانک مسعود ملت نے اپنے ادارہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کی تجویز پیش کردی، کیونکہ دو ڈھائی ماہ بعد ہی حضرت بہار گورمنٹ سے ملحقہ ادارہ ''دارالعلوم محی الاسلام'' بجرڈیہہ سے ریٹائر ہونے والے تھے، مہتمم صاحب نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حضرت کو پیش کش کردی، ان کی پیش کردہ تجویز پر پہلے پہل تو آپ نے توقف فرمایا پھر کچھ دیر بعد کہا اچھا وطن لوٹ کر اہل خانہ سے مشورہ کر کے تفصیل بتاؤں گا۔ ممبئی کا دورہ مکمل کر کے دوبارہ ''محی الاسلام'' بجرڈیہہ جوائن کیا اور دو ماہ تدریسی خدمات انجام دے کر اپریل ۲۰۱۰ء میں متعلقہ ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔

اب ''الجامعۃ الرضویہ'' کی طرف سے تقاضہ پہ تقاضہ ہونے لگا، میں نے بھی بذات خود اصرار کیا کہ حضرت آجائیں ایک آدھ سال رہ کر دیکھیں اگر آپ کا دل جمے تو ٹھیک ہے ورنہ آئندہ کے لئے آپ خود مختار ہیں، آپ نے اہلیہ محترمہ سے مشورہ کیا، جب انہوں نے ہری جھنڈی دکھادی تو آپ نے مسعود ملت کے سامنے ایک شرط رکھی، کہ جب بھی ضرورت ہوگی وطن جانے میں مجھ پر کوئی قید وبند نہیں ہوگی، پھر وہ مسعود ہی کیا جو ہار مان جائے انہوں نے فوراً حضرت کی شرط منظور کر لی اور حضرت نے ان کی تجویز۔

کنزالدقائق کا دوسرا سفر ممبئی اور الجامعۃ الرضویہ میں بحیثیت مدرس تقرری:

''محی الاسلام'' بجرڈیہہ سے ریٹائر ہونے کے بعد کوئی دو تین ماہ حضرت نے اپنے اہل خانہ کے ساتھ گزارا اور ۲۰۱۰ء ہی کے اواخر میں بحیثیت مدرس ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' فروکش ہوگئے۔

مہتمم اعلیٰ نے اپنے عزائم اور منصوبے آپ کے سامنے پیش کئے، تعلیمی نظام اور تربیتی سسٹم کو بہتر سے بہتر بتانے کی درخواست کی۔ نوخیز تدریسی عملہ کی رہنمائی و رہبری کی ذمہ داری بھی سپرد کردی، راقم السطور نے صدرالمدرسین کے عہدہ کی پیش کش کی، مگر آپ نے یہ کہہ کر اس منصب کو قبول کرنے سے منع فرمادیا کہ ابھی تم جوان ہو، تمہارے کام کرنے کا وقت ہے، یہ فریضہ تم ہی انجام دو، میری طرف سے ہر ممکن تعاون رہے گا۔ ''الامر فوق الادب'' کے تحت سر تسلیم خم کرنے کے سوا میرے پاس کوئی چارۂ کار نہیں تھا، حضرت کی سرپرستی میں فرائض منصبی انجام دیتا رہا اور بہت کچھ آپ کی رہنمائی میں سیکھنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

یہ اعتراف حقیقت ہے کہ کبرسنی اور ضعیف العمری کے باوجود آپ جامعہ کے تمام بنیادی سرگرمیوں میں مصروف عمل رہے، تعلیم وتربیت کے معیار کو بہتر سے بہتر بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا، تصنیف وتالیف کے میدان میں قابل ستائش کارنامے انجام دیے، طلبائے جامعہ کی علمی، ادبی اور فکری رہنمائی کی، تعلیمی نظام اور تربیتی کورس کیلئے رہنما اصول قلم بند فرمائے، تحقیق وافتا کی زمین ہموار کی، علمی اور تحقیقی نگارشات سے مجلّہ ''المختار'' کو زیب وزینت بخشی، ادب وصحافت کی دنیا میں ادارہ کی پرخلوص نمائندگی کی، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں انتھک کوششیں کیں، شعبۂ تحقیق کے طلبہ کو فقہ کے زلف برہم سنوارنے کا شعور عطا کیا، عوام اہلسنت کی دینی رہنمائی فرمائی، دین وسنت کے فروغ کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہے، گویا ہر زاویہ سے جامعہ کی بے لوث خدمات انجام دیں، اپنا تن من، جسم وجان، اپنی توانائی اور اپنا سارا علمی سرمایہ ادارہ کی تعمیر وترقی اور فروغ وارتقاء کے لئے بے دریغ صرف کیا، اور مقصود ومنظور یہ تھا۔ کہ

اتنی توفیق دے یارب کہ جدا ہونے پر۔ لوگ اتنا تو کہیں کہ نقش وفا چھوڑ گیا۔

:الجامعۃ اضویہ میں کنزالدقائق کی خدمات اور کارنامے:

(۱) تعلیم وتربیت کے شعبہ میں مثالی خدمات (۲) تصنیف وتالیف کے شعبہ میں قابل تقلید کارنامے (۳) نشرواشاعت کے شعبہ میں آپ کی فعالیت (۴) برکاتی دارالافتاء میں فتوی نویسی کے فرائض (۵) تاج الشریعہ دارالتحقیق میں غیر معمولی کوششیں (۶) رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل میں معاونت۔

(۱) تعلیم وتربیت کے شعبہ میں مثالی خدمات:

کہتے ہیں کہ عمدہ تعلیم وتربیت کے لئے پرشکوہ عمارت، سازگار فضا، معقول ومناسب انتظام اور خوش گوار ماحول کی ضرورت ہوتی ہے، مگر حضرت کنزالدقائق نے ''الجامعۃ الرضویہ'' کی چھوٹی سی چہار دیواری میں جب مسند درس سجائی، تو خدا گواہ ہے اپنی تدریسی مہارت اور خداداد صلاحیت سے اسے خوشنما گہوارہ بنادیا۔ اس تنگ مکان میں شمع علم فروزاں کیا تو پروانوں کی بھیڑ لگ گئی، جہاں دو چار جماعتوں کی تعلیم ہوتی تھی وہاں سے فضلیت وعالمیت کی دستار بٹنے لگی، تحقیق وافتا کی سندیں تقسیم ہونے لگیں، تشنگان علوم کے قافلے اترنے لگے اور سیراب وشادکام ہونے لگے، طالبان علوم نبوت کے دل مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ نور ونکہت سے جگمگانے لگے، علم

وآگہی کی قندیلیں روشن ہونے لگیں۔ دیکھتے دیکھتے ''الجامعۃ الرضویہ'' مہاراشٹر کی ممتاز ترین دانش گاہ بن گیا۔

جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا چراغ کا کوئی اپنا مکان نہیں ہوتا

(۲) تصنیف وتالیف کے شعبہ میں قابل تقلید کارنامے:۔

''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' میں جہاں آپ درس نظامی کی سرپرستی فرماتے تھے وہیں شعبہ افتا کی ذمہ داری بھی بحسن وخوبی انجام دیتے تھے ان تمام ذمے داریوں کے باوجود اپنے خزانۂ وقت سے کچھ لمحوں کو تصنیف وتالیف کے لئے بھی مختص کر رکھا تھا۔ آپ کی جنبش قلم سے بے شمار ادبی مضامین، تحقیقی مقالے اور کتب ورسائل نمودار ہوئے، حضرت کی علمی نگارشات، فکری مقالات اور قلمی جواہر پاروں نے جامعہ کے شعبہ تصنیف میں چار چاند لگا دیا۔

آپ نے اپنے مخصوص طرز نگارش سے ادب وصحافت کی دنیا میں نئی جہت قائم فرمائی، نووارد قلم کاروں اور مقالہ نگاروں کی ترغیب کے لئے قلمی سرمایہ عطا کیا، مجلّہ ''المختار'' کے لئے مستقل کالم نگاری کی، نئی نسلوں میں ادبی، فکری اور قلمی ذوق پیدا کیا، نصف درجن سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اور سینکڑوں مقالے لکھے۔

(۳) نشرواشاعت کے شعبہ میں آپ کی فعالیت:

گوکہ نشرواشاعت کا شعبہ بہت مشکل امر ہے، لیکن اس کے اثرات دیرپا، نتائج حوصلہ بخش اور فوائد بے شمار ہیں، اسی شعبہ کی بدولت اسلاف واکابرین کے قلمی اثاثے ہم تک پہونچے ہیں، اور ہم انہیں پڑھ کر اپنی معلومات میں اضافہ اور ماضی کی یادیں تازہ کرتے ہیں اسی سے اپنی تاریخ کو زندہ وتابندہ رکھتے ہیں، انہیں اغراض کے لئے ''الجامعۃ الرضویہ'' میں ''غوث الوریٰ اکیڈمی'' کا قیام عمل میں آیا، اور گاہے گاہے اس اشاعتی شعبہ سے نشرواشاعت کا کام ہونے لگا، مگر حضرت کنز الدقائق کے آنے کے بعد اشاعتی شعبہ میں خاطر خواہ تیزی آئی اور بہت زور وشور سے نشرواشاعت کا کام ہونے لگا، آپ نے کتابیں لکھیں اور ادارہ نے انہیں شائع کیا، مقالات لکھے اور ''غوث الوری اکیڈمی'' نے انہیں زیور طباعت سے آراستہ کیا، الحمدللہ! آپ کے بے شمار کتب ورسائل اور مضامین و مقالات ''غوث الوریٰ اکیڈمی'' سے شائع ہوکر قارئین کے نگاہوں کی زینت بن چکے ہیں۔

(۴) برکاتی دارالافتا کے قیام میں مرکزی کردار:

فرزندان اسلام کی تعلیم وتربیت کے ساتھ عوام اہلسنت کی دینی وملی خدمات ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' کی ترجیحات میں شامل ہے، ادارہ ان خدمات دینیہ کو عبادت سمجھ کر انجام بھی دیتا ہے اور روز اول سے ہی اس پر کاربند بھی ہے، مگر ابتدائی دور میں عوام کی مذہبی رہنمائی کے لئے کوئی باضابطہ پلیٹ فارم نہیں تھا، بس لوگ آتے اور ان کے درپیش الجھنوں کا حل پیش کر دیا جاتا، مگر ایک کہنہ مشق مفتی، بالغ نظر فقیہ (فیض یافتہ مفتی اعظم ہند) کی حیثیت سے جب حضرت کنز الدقائق ادارہ میں جلوہ بار ہوئے تو روز افزوں عوام کا ہجوم بڑھنے لگا، لوگ اپنے اپنے مسائل لے کر کشاں کشاں آنے لگے، باقاعدہ ''برکاتی دارالافتا والقضا'' کا قیام عمل میں آیا، پھر کیا تھا کہ وقت بے وقت کی لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہوگیا، بے وقت آنے سے تعلیمی نظام متأثر ہونے لگا، تو ''جامعہ کے مہتمم اعلیٰ اور ناظم اعلیٰ صاحبان نے میمن مسجد'' کلیان کے سامنے برکاتی ''دارالافتا والقضا'' منتقل کر دیا، مقررہ اوقات میں حضرت مسند افتا پر تشریف فرما ہوتے اور قرآن وحدیث کی روشنی میں عوام اہلسنت کو درپیش مسائل حل فرماتے۔ زبانی اور تحریری دونوں طریقوں سے کارافتا

انجام دینے لگے۔ گویا کہ برکاتی دارالافتا کی بنیاد میں آپ نے مرکزی کردار ادا کیا۔

(۵) تاج الشریعہ دارالتحقیق میں غیر معمولی کوششیں:

''الجامعۃ الرضویہ'' میں دیگر شعبہ جات کی توسیع کے ساتھ ساتھ شعبہ تحقیق کی بنیاد رکھی گئی، اور مدارس اسلامیہ کے نو فارغ التحصیل طلبہ کے لئے تربیت افتا کا شعبہ قائم کیا گیا، تو یوپی، بہار اور مہاراشٹر اکے مدارس کے نو فارغ فضلا نے کافی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور شعبۂ تحقیق میں داخلہ بھی لیا، ان حضرات کو فتویٰ نویسی کی تربیت دینے کے لیے آپ نے کافی محنت کی، تحقیق وتدقیق کی جاں گسل وادیوں میں ان کی رہنمائی فرمائی، فقہی جزئیات کی طرف ان کا ذہن مبذول کیا، فقہ اور اصول فقہ کی باریکیوں سے روشناش کرایا، کئی سال تک صدر مفتی کی حیثیت سے شعبہ تحقیق کے طلبہ کو آپ نے فیض پہونچایا اور اس شعبہ کے قوام ودوام کے لئے غیر معمولی کوششیں کیں۔

(۶) رویت ہلال کمیٹی کی تشکیل میں کلیدی رول:

قمری مہینوں کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ تمام مذہبی تقریبات اور اسلامی رسومات مثلاً رمضان کے روزے، عیدین کی نماز، ارکان حج کی ادائیگی اور وجوب زکوٰۃ کا سبب اور بزرگان دین کے اعراس ودیگر مذہبی امور کے اہتمام میں قمری مہینوں کا ہی اعتبار ہوتا ہے۔ مگر ابتداءً شہر کلیان واس کے مضافات میں ایسی کوئی تنظیم نہیں تھی جو چاند کے ثبوت شرعی کا اہتمام کرے، جس کے نتیجہ میں عیدین اور رمضان کے مواقع سے امت میں اکثر انتشار واختلاف دیکھنے کو ملتا، حضرت نے اس جانب انتظامیہ کی توجہ مبذول کرائی، ادارہ کی طرف سے رویت ہلال کمیٹی تشکیل دی گئی آپ نے ایک سرپرست کی حیثیت متعلقہ ذمہ داریاں ادا کیں، اور شرعی اصولوں کے مطابق اعلان ہلال کا فریضہ انجام دیا۔

الجامعۃ الرضویہ کلیان میں کنز الدقائق کی قلمی خدمات:

الجامعۃ الرضویہ کلیان میں دوران قیام آپ کے جنبش قلم سے درج ذیل کتابیں نمودار ہوئیں۔

(۱) شخص وعکس ''امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینہ میں''.....مطبوعہ غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان

(۲) میت کفن سے دفن تک.....مطبوعہ غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان

(۳) ھجری ماہ وسال کے اجالے میں.....مطبوعہ غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان

(۴) نماز اہل ایمان کی معراج.....مطبوعہ غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان

(۵) کنز الایمان ''صحیفۂ زبان وبیان.....مطبوعہ کلمنا ناگپور، مہاراشٹر

(۶) فردوس خیال ''نعت ومناقب وغزلیات کا مجموعہ''.....مطبوعہ غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان

(۷) امام احمد رضا اور آب وخاک کی تحقیق.....غیر مطبوعہ

(۸) تصریف القدیر.....غیر مطبوعہ

اس کے علاوہ ''تقدیر کائنات'' ''چراغ راہ'' ''عکس جمیل'' ''تجلیات شرف'' نامی کتابیں بھی آپ کے نقش قلم کی گل کاریاں

ہیں،مگر یہ کتابیں آپ کے کلیان آنے سے پہلے ہی منصۂ شہود پر آ چکی تھیں۔

کنز الدقائق کی تصانیف کا مختصر تعارف:

(۱)شخص وعکس ''امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینہ میں'' اس کتاب میں حضرت کنز الدقائق نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' کے مغلق ومشکل اشعار کی فکری،فنی اور لسانی تشریح فرمائی ہے۔اعلیٰ حضرت جہاں علم وفن اور فکر ونظر کے امام تھے وہیں دنیائے شعر وسخن کے بلند قامت شاعر بھی،اس لئے ان کے اشعار کی تشریح نہ تو ہر کس وناکس کے بس کا روگ ہے اور نہ ہمہ شما کے بس کی بات،مگر حضرت کنز الدقائق نے اپنے ذوق لطیف اور فکر سلیم سے اصطلاحات فن کی روشنی میں اشعار رضا کی جو تشریح فرمائی ہے۔واقعی یہ آپ ہی کا حق ہے،اس کتاب کے مطالعہ سے گلستان ذہن وفکر میں تازگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور دل سرور انبساط سے جھوم اٹھتا ہے۔ویسے اس کتاب کا خاکہ تو آپ نے ''محی الاسلام'' بجرڈیہہ میں ہی تیار کرلیا تھا،لیکن اس پر رنگ وروغن بھرنے کا کام ''الجامعۃ الرضویہ'' کلیان میں کیا۔

(۲)''**میت کفن سے دفن تک**'' مذکورہ کتاب میں کنز الدقائق نے غسل میت کا طریقہ،مقدار کفن کا تعین،کفن پہنانے کی ترکیب ،حق امامت،میت کا ولی،جنازہ لے چلنے کا بیان،نماز جنازہ کے شرائط،صفوف جنازہ،ارکان جنازہ،طریقہ نماز جنازہ،میت کو قبر میں اتارنے کی صورت،اور اس طرح کی بہت سی بنیادی چیزوں پر سیر حاصل گفتگو کی ہے،اس کے علاوہ کچھ علمی شگوفے اور فقہی مسائل بھی درج کیے ہیں،

موجودہ زمانے میں میت کو غسل دینے،کفن پہنانے،نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے میں شریعت کو بالائے طاق رکھ کر غلط طریقوں پر عمل کرتے ہوئے میت کو سفر آخرت پر بھیجتے ہیں،آپ نے ان بنیادی چیزوں کی نشاندہی کرتے ہوئے شرعی تقاضوں پر کاربند ہونے کی تاکید وتلقین فرمائی ہے،میری معلومات کی حد تک یہ کتاب پہلی بار ''محی الاسلام'' بجرڈیہہ سے چھپی تھی،پھر کچھ توسیع واضافہ کے ساتھ دوبارہ کلیان سے شائع ہوئی۔

(۳)''**نماز اہل ایمان کی معراج**'' یہ کتاب بھی آپ کا شاہکار قلم ہے،ویسے تو نماز کے عنوان پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں ،مگر یہ ایک مختلف نوعیت اور منفرد جاذبیت والی کتاب ہے،جس میں آپ نے طہارت وارکان،نماز کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں،قیام سے لے کر سلام تک (تکبیر،حمد،ثنا،قرأت،سجدہ،تسبیح وتشہد) ہر ایک چیز کو فلسفیانہ انداز میں پیش کیا ہے،یہ کتاب حسن بیان،فلسفیانہ رنگ اور حکمتوں کی تطبیق کے اعتبار سے ایک خوبصورت گلدستہ ہے،پڑھیں،سمجھیں اور سرور قلب حاصل کریں،اور مؤلف علیہ الرحمہ کو دعاؤں سے نوازیں۔

(۴) **کنز الایمان** ''صحیفہ زبان وبیان'' اس کتاب میں مؤلف گرامی نے کنز الایمان کا ادبی ولسانی جائزہ پیش فرمایا ہے،کنز الایمان کے محاسن اور خوبیوں کو اجاگر کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے،کنز الایمان اور دیوبندی مکتب فکر کے بڑے عالم مولانا اشرف علی تھانوی کے ترجمۂ قرآن کے درمیان تقابلی جائزہ پیش فرمایا ہے،آپ نے تھانوی صاحب کے زبان وبیان اور لب ولہجہ کی خوب خبر لی ہے،بڑے مدلل ومبرہن انداز میں علم وفن،فکر ونظر اور زبان وبیان کے تناظر میں ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ نے قرآن کریم کے جس لفظ کا جہاں جو ترجمہ کیا ہے وہ موزونیت سے لبریز ہے،اس کے برعکس تھانوی صاحب کا ترجمہ نقوص وعیوب کا پلندہ ہے۔

(۵) ''**ہجری ماہ وسال کے اجالے میں**'' اس کتاب میں حضرت کنز الدقائق نے اسلامی ماہ وسال کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے ،آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ تمام مذہبی تقریبات ورسومات کا مدار وتعلق قمری مہینوں پر ہی ہے،مگر افسوس کہ آج ہم نے اسلامی ماہ وسال اور قمری تاریخوں کو پس پشت ڈال دیا ہے ،اور یکسر اس سے صرف نظر کرلیا ہے، روز مرہ کی زندگی وکاروبار میں انگریزی ماہ وسال اور شمسی تاریخوں کے پیروکار بن گئے ہیں،اور اسی پر معاملات روز وشب کو منحصر کر رکھا ہے۔

مندرجہ ذیل عناوین ''تعین تاریخ کے چار طریقے'' ''آغاز سال ہجری'' ''ہجرت رسول کا پس منظر'' ''ایام کی خصوصیات ''''تاریخ ہجرت'' جیسے دیگر مشمولات پر فکری ومعلوماتی تحریر پیش کی ہے، کچھ علمی شگوفے بھی زیب قرطاس فرمائے ہیں۔اسلامی افکار ونظریات کے اعتبار سے یہ ایک نادر ووقیع مجموعہ ہے۔

(۶) ''**فردوس خیال**'' یہ کنز الدقائق کے حمد ونعت ومناقب اور قطعات وغزلیات کا خوبصورت گلدستہ ہے جسے آپ نے گلاب وکنول اور چنبہ وچنبلی سے نہیں بلکہ رنگ شاعری سے سجایا ہے جسے پڑھ کر بلا تأمل یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ علوم شرعیہ وفنون دینیہ میں مہارت کے ساتھ ساتھ زبان وادب پر بھی آپ کو بے پناہ قدرت حاصل تھی، کنز الدقائق ،شعر وسخن کے بے تاج بادشاہ تھے،علم عروض کے تمام اصناف واصناع پر گہری نظر تھی ،ارکان واوزان شعری پر ید طولیٰ رکھتے تھے،شاعری کے تمام اصناف ''حمد،نعت،منقبت،غزل اور قطعہ'' سب پر یکساں دسترس حاصل تھا،آپ کی شاعری میں فن کی جلوہ گری ہے تو رنگ ادب،حسن بیان وندرت خیال اور جدت فکر کی فراوانی بھی۔آپ کے کلام میں استعارات وتشبیہات کے عنصر ہیں تو تلمیحات وکنایات کے گوہر بھی۔آپ شاعر ہی نہیں بلکہ شاعر گر تھے ،دور حاضر کے شعرا کی بنسبت آپ کی شاعری مختلف ہے ،اس مجموعہ کی طباعت سے قبل لاپرواہی میں آپ کے بہت سارے کلام ضائع بھی ہوگئے ہیں،جس کا تذکرہ کبھی کبھی نمناک آنکھوں سے کیا کرتے تھے،۔۔۔لیجئے ''فردوس خیال'' کو پڑھیئے اور اپنے خواب وخیال میں شاعری کا رنگ بھریئے۔۔۔۔۔۔

(۷) ''**امام احمد رضا اور آب وخاک کی تحقیق**''

''فتاوی رضویہ'' علم وحکمت کا وہ لاجواب خزانہ ہے جس میں ہر صاحب ذوق کی گرسنگی دور کرنے کے سامان مہیا ہیں،جس نے جس غرض سے اس کتاب کی ورق گردانی کی ہے،اسکو مکمل ذہنی سیرابی اور فکری آسودگی حاصل ہوئی ہے۔

ویسے ارباب فکر ودانش نے مختلف زاویہ سے اس کتاب پر کام کیا ہے،مگر حضرت کنز الدقائق نے اپنی کتاب ''امام احمد رضا اور آب وخاک کی تحقیق'' میں فتاویٰ رضویہ کے اس گوشہ کو اجاگر کیا ہے جس میں امام احمد رضا قدس سرہ نے آب وخاک کی تحقیق پیش فرمائی ہے اور ''پانی کی ۳۵۰ رتین سو پچاس قسموں کے استخراج کے ساتھ آب مطلق ومقید،رنگ آب،فضیلت آب،عذر تیمّم اور خاک کی تحقیق پر بڑی ماہرانہ گفتگو کی ہے'' کنز الدقائق نے امام احمد رضا خاں کی ان تمام تحقیقات کو مرحلہ وار پیش کیا ہے،ویسے یہ کتاب کمپوزنگ کے دوران گم شدگی کی نظر ہوگئی تھی ،جس کا حضرت کو بہت قلق تھا،حضرت نے راقم السطور کو اس کتاب کے حوالے سے کئی بار فون بھی کیا تھا،لیکن آپ کی حیات میں دستیاب نہیں ہو پائی تھی ، بہت تلاش وجستجو کے بعد ابھی چند دن پہلے یہ کتاب برآمد ہوئی ہے ،خدا کرے بہت جلد چھپ کر منظر عام پہ آجائے۔

(۸) ''**تصریف القدیر**'' علم صرف میں حضرت کنز الدقائق کی یہ ایک نادر و نایاب تصنیف ہے، جو مبتدیوں کے کمزور ذہنی کو دیکھتے ہوئے نہایت ہی آسان و سہل پیرائے میں لکھی گئی ہے، میزان، پنج گنج اور علم الصیغہ کے گنجلک قواعد و مغلق عبارات کی اردو زبان میں تسہیل فرمائی ہے، ان شاء اللہ! اس کتاب کو پڑھنے کے بعد طلبہ کو علم صرف کے قواعد و مصطلحات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی ،مگر بہت افسوس کے ساتھ یہ بات لکھ رہا ہوں کہ حضرت کی یہ قیمتی تصنیف لاپرواہیوں کی نظر ہو کر گمشدہ خزانہ کی شکل اختیار کر گئی ہے ،معاملہ کچھ یوں ہوا کہ ہمارے کمپیوٹر آپریٹر عزیزم حافظ شمشاد عالم سلمہ کو حضرت نے کمپیوزنگ کے لئے کاپی دی، وہ کمپیوزنگ کے دوران اچانک وطن چلے گئے اور کتاب کمپیوٹر روم میں رہ گئی، واپسی کے بعد انہوں نے دیکھا تو کتاب ندارد۔ ہزار کوشش کے باوجود نہ تو وہ کتاب برآمد ہوئی اور نہ کمپیوٹر میں کچھ محفوظ تھا۔ میں نے مسعود ملت سے اس کتاب کے تعلق سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی لا علمی کا اظہار کیا۔ حضرت سے چوک یہ ہوگئی کہ انہوں نے کمپیوزنگ کے لئے اصلی کاپی دے رکھی تھی۔ خیر اب یہ قصۂ پارینہ ہے۔

الجامعۃ الرضویہ کلیان میں کنز الدقائق کے دستار یافتہ تلامذہ:

تدریسی ادوار سے معلوم ہوتا ہے کہ ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' کو فیض گاہ بنانے سے قبل آپ نے دار العلوم شاہ عالم (گجرات) ،دار العلوم مظہر اسلام (بریلی شریف) دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ اور چند دیگر درسگاہوں کو بھی زینت بخشی ہے۔

''دار العلوم شاہ عالم'' میں کن کن خوش نصیبوں نے آپ کے خوان علم و فضل سے لقمہ خوری کی یہ ایک سربستہ راز ہے، ''مظہر اسلام'' میں خوشہ چینی کرنے والے تلامذہ کی شخصیات کے اعداد و شمار سے بھی راقم الحروف باخبر نہیں۔ البتہ حضرت ہی کی زبانی کئی بار سننے کو ملا کہ ''مناظر اہلسنت مولانا صغیر احمد جوکھنپوری اور پیکر علم و عمل مولانا غلام یسین (ناظم صاحب) ملک پور نے بریلی شریف میں آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔

جہاں تک بات ہے ''دار العلوم محی الاسلام'' بجرڈیہہ میں آپ کے چشمۂ علم و ادب سے سیراب و شادکام ہونے والے تلامذہ کی تو یہ ایک لمبی لسٹ ہے کیونکہ آپ نے حیات مستعار کا نصف حصہ یہیں کے در و دیوار کے نام کر دیا۔ فہرست میں شامل اکثر تلامذہ اور ان کے کارناموں سے ناچیز واقف بھی ہے، مگر تنگی وقت ان کے حالات قلم بند کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ المختصر یہ کہ جو ذرہ جہاں ہے وہیں آفتاب ہے۔

لیکن اس وقت ان میں سے دو نامور شاگرد میرے ذہن و دماغ کی اسکرین پر حضرت کنز الدقائق کے عکس جمیل بن کر درخشاں ہیں، جن سے کم از کم میں بہت متأثر ہوں، ایک ہیں نازش شعر و سخن حضرت مولانا اکرام اصغر نوری، جن کے شعر و شاعری اور تحریر و تقریر میں کنز الدقائق کا رنگ ادب بھی ہے اور فن کی جلوہ نمائی بھی، آپ سیمانچل کے حلقہ علم و ادب میں حضرت کا جانشین بن کر ادبی اور فکری نمائندگی کر رہے ہیں۔

دوسرے ہیں محقق جواں سال مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی جو تحقیق و تدریس اور فقہ و افتا میں اپنے استاذ کریم کے نقش قدم پر نہ صرف رواں دواں ہیں بلکہ ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' میں ان کے مقام و منصب پر فائز ہو کر دین متین کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

سر دست ہم اجمالی خاکہ پیش کر رہے ہیں ان تلامذہ کا جنہوں نے ''الجامعۃ الرضویہ کلیان'' میں حضرت سے اکتساب فکر وفن کیا اور حضرت ہی کے دستہائے مقدس سے دستار فضیلت بھی حاصل کی۔ (ورنہ پڑھنے والے طلبہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں)

۲۰۱۴ء کے فارغ التحصیل تلامذہ:

(۱) مولانا غلام حسنین رضوی، (سرسی پورنیہ) (۲) مولانا ابوصالح رضوی (سرسی پورنیہ) (۳) مولانا عبدالقادر رضوی (سرسی پورنیہ) (۴) مولانا ایاز عالم رضوی (بانسباڑی، پورنیہ) (۵) مولانا نفیس احمد رضوی (کٹیہار) (۶) مولانا شمشاد عالم رضوی (مدھوبنی، بہار) (۷) مولانا غلام آل رسول (تاراباڑی، پورنیہ) (۸) مولانا ریحان رضا (پلنکاف پورنیہ)

۲۰۱۷ء کے فارغ التحصیل تلامذہ:

(۱) مولانا شمس اللقاء (گانگی ہاٹ) (۲) مولانا وجہ القمر (گانگی ہاٹ) (۳) مولانا مزمل حسین (حرم پور پورنیہ) (۴) مولانا غلام یزدانی (سیملباڑی پورنیہ) (۵) مولانا آصف رضا (گرہرہ پورنیہ)

۲۰۱۸ء کے فارغ التحصیل تلامذہ:

(۱) مولانا غلام مصطفیٰ رضا (دھان گڑھا کشن گنج) (۲) مولانا فرہاد رضا (بانسباڑی، پورنیہ) (۳) مولانا عبدالرقیب (ہلدی باڑی، کشن گنج) (۴) مولانا مقیم عالم (گرہرہ پورنیہ) (۵) مولانا مستقیم رضا (رضانگر سرسی، پورنیہ) (۶) مولانا دل خوش رضا (ملک پور، پورنیہ) (۷) مولانا معراج رضا (متھراپور، پورنیہ) (۸) مولانا ازہر رضا (متھراپور، پورنیہ) (۹) مولانا ارشد عالم (سرسی، پورنیہ)

۲۰۱۹ء کے فارغ التحصیل تلامذہ:

(۱) مولانا اکرام رضا (پوتا) (پتھار بستی گانگی) (۲) مولانا رضوان شیخ (پوکھریا، پورنیہ) (۳) مولانا نورالحق (متھراپور، پورنیہ) (۴) مولانا یوسف رضا (پتھار بستی، گانگی) (۵) مولانا طالب رضا (جال ملک، کشن گنج) (طوالت کے خوف سے غیر فارغ التحصیل تلامذہ کا ذکر نہیں کیا جارہا ہے)

الجامعۃ الرضویہ کلیان میں کنز الدقائق کے آخری ایام:

۲۰۱۸ء کا سال بڑی تیزی سے گردش لیل ونہار کو طے کرتا ہوا اپنا دامن سمیٹ رہا تھا اور ۲۰۱۹ء کا سال اپنا دامن شب وروز پھیلانے کو بے تاب تھا، ادھر حضرت کنز الدقائق ''الجامعۃ الرضویہ'' میں حسب معمول، دینی وملی خدمات میں مصروف عمل تھے، مگر کیا خبر تھی کہ ۲۰۱۸ء کا سال جاتے جاتے بہار چمن لے جائے گا۔ معاملہ کچھ یوں ہوا کہ غالباً ۲۰۱۸ء کے نومبر/دسمبر میں حضرت کی اہلیہ محترمہ ٹھوکر کھا کر گر پڑیں، جس سے ان کے سر پے چوٹ آئی، کشن گنج سے علاج ومعالجہ کا سلسلہ شروع ہوا مگر روز افزوں بجائے افاقہ کے تکلیف میں اضافہ ہونے لگا، کشن گنج کے ڈاکٹر نے اپنی ناکامی چھپانے کے لئے سلی گوری ریفر کر دیا۔

جب یہ خبر حضرت کو پہونچی تو معاملہ کی سنگینی کا احساس ہوا، مجھ ناقص الرائے اور مسعود ملت سے تبادلۂ خیال کر کے گھر کا ٹکٹ بنوایا، گھر پہونچ کر سلی گوری سے اہلیہ محترمہ کے سر کا آپریشن کرایا، الحمدللہ وہ صحت یاب بھی ہوئیں، مگر اب بھی کچھ کمزوری اور نقاہت کی

شکایت تھی، آپ نے ان کی مکمل صحتیابی تک گھر ہی قیام کرنا مناسب سمجھا، اس دوران آپ کا وجود تو گھر میں تھا، مگر ہوش وخرد، دل ودماغ ''الجامعۃ الرضویہ'' میں، اس لئے برابر ادارہ کی حالات اور معاملات کی خبر گیری فرماتے رہتے، ۲۰۱۹ء کے سالانہ جلسۂ دستار بندی میں بھی آپ تشریف ارزاں ہوئے، مگر اہلیہ کی عیادت کی خاطر اس وقت بھی مستقل رہائش مناسب نہیں سمجھا، واپس گھر جا کر زندگی کے شب وروز گزار رہے تھے، دارالعلوم گلشن زہرا سبرامپور کے مہتمم مولانا مجاہد الاسلام کو جب آپ کے مستقل سکونت کی خبر موصول ہوئی تو انہوں نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے ادارہ میں تدریسی خدمات کی درخواست پیش کی، (بقول مسعود ملت) حضرت نے ان سے رابطہ قائم کر کے سردست وہاں تدریسی خدمات انجام دینے کی رائے لی۔ انہوں نے حضرت کی اہلیہ کی صحتیابی کے بعد واپسی کی شرط پر وہاں تدریسی فرائض انجام دینے کی اجازت دی، اس طرح وقتی طور پر آپ بنگال میں دختران اسلام کو دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ وآسودہ کرنے لگے۔ اس دوران مرور ایام کے ساتھ پوری دنیا سمیت ہندوستان میں بھی کرونا نامی مہلک مرض نے اپنا زہریلہ دامن پسار دیا۔ حکومت کی طرف سے لاک ڈؤان کا اعلان ہوا اور یہ سلسلہ ایک غیر متناہی شکل اختیار کر گیا، جس کی وجہ سے اداروں میں تقریباً دوسال تعلیمی سلسلہ موقوف رہا، اس لئے حضرت گھر ہی میں قیام پذیر رہے۔ اہلیہ محترمہ کی عیادت کرتے کرتے ۲۰۲۱ء کے اواخر میں حضرت خود خطرناک بیماری کی زد میں آ گئے اور سینے میں شدید تکلیف محسوس کرنے لگے۔

پورنیہ سے آپ کے علاج کا سلسلہ شروع ہوا، کچھ دنوں کے لئے افاقہ بھی ہوا لیکن ضعف ونقاہت کا غلبہ تھا، ایک دن پھر آپ کی طبیعت بگڑ گئی، پورنیہ میں ایک دن ایڈمیٹ رہ کر گھر واپس بھی آئے لیکن دوسرے ہی دن طبیعت اور زیادہ بگڑ گئی، اب کی بار کشن گنج سے آپ کا علاج ہونے لگا لیکن پتہ نہیں کہ اللہ کو کیا منظور تھا، مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ بالآخر علم وفن اور فکر ودانش کا یہ آفتاب جہاں تاب گردش لیل ونہار کرتا ہوا ۷/جنوری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ ہمیشہ ہمیش کے لئے غروب ہو گیا۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے میر کارواں تجھ پر

صدر المدرسین الجامعۃ الرضویہ کلیان

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کے نقوش حیات

مفتی انصار احمد مصباحی

عظیم نقاد، سبز رنگ ادیب، کہنہ مشق فقیہ، کنز الدقائق، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی پیدائش 12/اپریل 1948ء کو گانگی ٹولہ، پتھار بستی، بہادر گنج، ضلع کشن گنج بہار کے ایک دین دار گھرانے میں ہوئی۔ گھر کا ماحول خالص علمی اور مذہبی تھا۔ برطانوری سامراج میں آپ کے دادا فارسی کے مشہور ادیب تھے، زمین دار اور انگریزی حکومت کی جانب سے ٹیکس وصولی پر مامور تھے۔ آپ کے بڑے بھائی بھی باتخلص فارسی داں شاعر تھے۔ جو اکثر مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت اور اساتذہ:

مفتی حسن منظر قدیری صاحب قدس سرہ کی پہلی تعلیم گاہ، گاؤں کے مکتب میں ہوئی۔ اسی زمانے میں نصیر ملت (حضرت علامہ پیر نصیر الدین اشرفی) پناسی علیہ الرحمہ کی موجودگی سے ''مدرسہ عارفیہ چنامنا اسلام پور'' کا پورے ملک میں غلغلہ تھا، طلبہ تلاش علم میں لمبی لمبی مسافتیں طے کر کے زانوئے علم وادب تہ کرنے آتے، آپ نے موقع غنیمت سمجھا اور اپنے آپ کو نصیر ملت علیہ الرحمہ کے سپرد کر دیا۔ بچہ گھر کا تھا، ذہین اور شوقین تھا، پیر صاحب نے پڑھایا اور پلایا بھی۔ کچھ سالوں بعد ھل من مزید کی پیاس لیے دار العلوم حمیدیہ، بنارس تشریف لائے۔ یہاں آپ کو قاضی شمس الدین جونپوری، مولانا سلیمان بھاگلپوری قدس سرھما جیسے یگانہ روزگار اساتذہ سے اکتساب علم کا موقع ملا۔ صبح بنارس کی رنگینی آپ کے علمی سفر کو تھما نہ سکی۔ شوق علم تھا، جو کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا، ایک پیاس تھی کہ جتنی سیرابی ہوتی، اس کی شدت بڑھتی جاتی تھی۔ تالابوں اور ندیوں کے بعد آپ کو سمندر کی جستجو ہوئی۔ آخر کار، اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا قائم کردہ، ملک کی مشہور ومعروف درسگاہ منظر اسلام بریلی شریف تشریف لے آئے۔ یہاں بحر العلوم حضرت مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کی درسگاہ پورے شباب کے ساتھ علمی جلوے بکھیر رہی تھی۔ آپ نے مفتی صاحب سے صدرا، مسلم الثبوت، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، توضیح تلویح، شرح چغمینی، شمس بازغہ، اقلیدس، ہدایہ، بخاری شریف وغیرہ جیا منتہی کتابیں پڑھی۔ مشکاۃ اور صحاح ستہ کی باقی کتب کے درس حضرت محدث احسان علی مظفر پوری سے لیا۔ یہیں 1966ء میں امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس ہوئے اور اسی سال دستار بندی ہوئی۔ جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کے امتحانات بھی دیے۔ علی گڑھ ہی سے انگریزی زبان میں گریجویشن بھی مکمل کیا۔

حلیۂ مبارک:

نقشہ (حلیہ مبارک، میری آنکھوں نے جو دیکھا) حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی شکل وصورت کا نقش ونگار وہی تھا، جو ملاقات سے پہلے میرے ذہن ودل میں پتھر کی لکیر کی طرح منقش ہو گیا تھا۔ بدن دبلا پتلا، چہرہ گورا، وجیہ اور علمی شان لیے، سر مبارک چاند

جیسا گول، سینہ چوڑا اور کشادہ، ریش مبارک بارعب، رخسار ایک دم سپاٹ، ناک لمبی، پیشانی چوڑی اور کشادہ، دیکھنے سے ایسا لگے گویا قصر خسروی کی بلند و بالا دیوار پر شاہی تختی آویزاں ہو، قد میانہ، جسمانی پھرتیلا پن ایسا کہ آج کی جواں نسلوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردے، جھکی ہوئی آنکھیں، جو ہمیشہ کتابوں کے اوراق کی جستجو میں رہتی تھی۔

لباس:

عالمانہ زیب تن فرماتے، چلتے تو دس بیس میں بھی ممتاز نظر آتے، آواز کڑک دار اور فصیح ہوتی، ایک بار بولتے تو وضاحت کی کم ہی ضرورت پڑتی، پہلے تولو، پھر بولو والا لہجہ گفتگو کوئی آپ سے سیکھے آن واحد میں مافی الضمیر کی ادائیگی کے لئے بہترین الفاظ و جملوں کا چناؤ کر لیتے۔ تقریر بھی آپ کی ویسی ہی ہوتی تھی۔ ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ نجی محفل ہو، رشتے داروں میں ہوں، علما کی مجلس ہو یا طلبہ کے جھرمٹ میں ہوں، گھر پر ہوں یا سر بازار، باتیں علمی، طرح دار اور مبرہن ہوتیں، بسا اوقات جوابی اور الزامی طرز تکلم اپناتے۔ پر لطف اور سجیلے جملوں سے محفلیں زعفران زار ہو جاتیں۔ کہتے ہیں، بھرے ہوئے برتن کم بجتے ہیں۔ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کو میں نے ذاتی باتیں کرتے ہوئے بہت ہی کم دیکھا ان کے ہیولہ میں انا پرستی، غصہ، ٹھٹھا مخول، چغل کی جگہ بھی علم ہی بھرا تھا۔

ادبی و تصنیفی گوشہ:

آپ کی زبان کلاسیکی ادب سے لیس تھی۔ ادب کا ذوق مکتب سے ہی چڑھا تھا۔ اپنی خود نوشت سوانح میں لکھتے ہیں: میری علاقائی زبان اردو نہیں، میں نے اردو سیکھی اور اردو کا ذوق پیدا کیا۔ میری ادبی زندگی کا طالب علمی ہی کے دور سے آغاز ہوا۔ جب مکتب میں پڑھ رہا تھا، تبھی سے اخبار و رسائل پڑھنے کا میرا مزاج رہا۔

شروع میں نوری کرن بریلی سے مضمون چھپے، مضامین کا عوام اور اہل علم و دانش میں اچھا تاثر گیا۔ اس کے بعد ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد، ہدی دہلی، ماہنامہ نور مصطفیٰ پٹنہ، مظہر حق بدایوں، ماہنامہ اعلی حضرت بریلی، کنز الایمان دہلی، ماہنامہ بطحا حیدر آباد وغیرہ میں مسلسل مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے۔

تصانیف کی شکل میں آپ کی چند قلمی یادگار درج ذیل ہیں:

۱: تقدیر کائنات۔ ۲: چراغ راہ۔ ۳: عکس جمیل۔ ۴: تجلیات شرف۔ ۵: نماز اہل ایمان کی معراج۔ ۶: ہجرت، اسلامی ماہ و سال کے اجالے میں۔ ۷: میت کفن سے دفن تک۔ ۸: شخص و عکس۔ ۹: کنز الایمان، صحیفہ زبان و بیان۔ ۱۰: فتاوی۔ ۱۱: منظومات اور دو درجن سے زائد مضامین و مقالات۔

شعر و ادب:

آپ بہترین نقاد، سلجھے ہوئے قلم کار اور عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاعر تھے۔ شعر و ادب کی تمام اصناف سے واقف کار ہوتے ہوئے بھی آپ نے مجازی شاعری سے ذہن و دل پراگندہ نہیں کیا۔ بلکہ جب بھی موقع ملا، عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوب کر نعت کے اشعار کہے۔ نمونے کے طور پر چار شعر ملاحظہ ہوں۔

نظر جس دن سے ہم نے روضہ انور پہ رکھی ہے — گماں ہوتا ہے کہ ہستی مہ و اختر میں رکھی ہے
غبار کہکشاں کو رشک ہے تقدیر پر میری — کہ پائے مصطفیٰ کی دھول میں نے سر پہ رکھی ہے
ہر ایک آدمی ہے غم و رنج کا اسیر — یہ دور حادثات کا زنداں دکھائی دے
منظر اسی کا نام ہے تکمیل زندگی — خود اپنی ذات خواب پریشاں دکھائی دے

یادگار صحبتیں اور حضرت کی شہنوازیاں:

اگست 2021ء میں ایک ہفتہ حضرت کے ساتھ جامعہ نوریہ گلشن زہرا، سبرام پور، اتر دیناج پور، بنگال میں پڑھانے کا موقع ملا۔ پڑھانے کا کیا ! حضرت سے اکتساب فیض کے لئے ہی میں نے حامی بھری تھی۔ ملک کے بڑے بڑے اداروں میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد حضرت کنز الدقائق نے آخری دور میں اسی ادارے کو منتخب فرمایا تھا۔ دوران تدریس حضرت سے مختصر ملاقاتیں ہو جاتیں بلکہ میں عمدا حضرت کے حجرے میں آ جاتا۔

(۱) حیدرآباد سے مفتی ذاکر حسین فناء القادری مصباحی صاحب نے سیمانچل کے علما کا تعارفی سلسلہ شروع کیا تو میں نے موقع غنیمت جان کر مفتی صاحب سے اپنے تعلق سے بنیادی معلومات فراہم کرنے کی گزارش کی۔ تعاون تو کیا کرتے، الٹے سختی سے منع کر دیے۔ اور فرمانے لگے: لوگوں کے نام نہیں، کام بولتے ہیں۔ اس کے بعد اور کئی بار کوشش کیا لیکن ہر بار جواب میں مجھے منہ کی کھانی پڑی۔

(۲) ناشتے میں بیٹھے بیٹھے ایک بار ہمت کر کے پوچھ بیٹھا۔ حضور! آپ کے فتاوی شائع ہو جائے تو قوم وملت کو ایک سرمایہ فراہم ہو جائے گا۔ کسر شان سے فرمانے لگے: ہمارے پاس فتاوی رضویہ موجود ہے، مزید کسی فتوے کی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ فتاوی امجدیہ، فتاوی مفتی اعظم ہند، فتاوی فقیہ ملت لائبریریوں میں ہیں، بحر العلوم، شارح بخاری اور تاج الشریعہ علیہم الرحمہ کے فتاوی بھی چھپ چکے ہیں۔ اتنے فتاوی قوم کہاں رکھے گی؟ اسی سلسلے میں فرمانے لگے: میرے سیکڑوں فتووں پر حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ کے دست خط موجود ہیں۔

(۳) ابھی فروری میں آپ کے پاس پڑھ رہیں طالبات کی ردا پوشی ہونی ہے۔ آپ کو بہت خواہش تھی کہ اس موقع پر آپ کی کوئی کتاب شائع ہو۔ میں نے ایک بار اسی خواہش کا تذکرہ کیا تو بہت خوش ہوئے اور کنز الایمان صحیفہ زبان و بیان کا مسودہ پیش فرمایا۔ میں نے ایک ہی بیٹھک میں پوری کتاب پڑھ لی۔ وہ صرف کتاب نہیں، علم وادب کا سرچشمہ تھا، جس سے علم وادب کے کئی سوتے پھوٹے تھے۔ حضرت کے تحقیق کا فن دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس میں کنز الدقائق نے سورہ فاتحہ کے ترجمے کا نہایت الگ انداز میں تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔

(۴) ایک بار کسانوں کی زمینوں کے تعلق سے بحث ہو رہی تھی۔ سیمانچل میں رواج ہے، لوگ پیسے لے کر زمین گروی رکھ لیتے ہیں۔ پیسے دینے والے اس زمین سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ شریعت کی روشنی میں ناجائز وحرام کام ہے۔ چوں کہ یہ پورے سیمانچل میں عام ہے۔ اس بات کا ذکر کر کے میں نے تشویش کا اظہار کیا۔ مفتی صاحب فرمانے لگے: اس کی بھی جواز کی ایک صورت موجود ہے۔ یہ سن کر میرے اندر جو خوش گوار کیفیت پیدا ہوئی، وہ بیان سے باہر ہے۔ فورا بیاض لے آیا اور املا کرانے کی فرمائش کی، حضرت نے شروع بھی کرایا۔ دوسرے دن حضرت کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی۔ یہ مرض الموت کا غالبا پہلا حملہ تھا۔

(۵) ایک دن ناشتے میں بیٹھے بیٹھے جامعہ کی طالبات کی جانب سے سالانہ مجلّے کی اشاعت کی بات چھیڑ دی۔ یہ سن کر آپ ناشتے سے ہاتھ کھینچ کر ہمہ گوش ہو گئے۔ چہرے پر پہلی بار اتنی بشاشت دیکھی۔ مسرت کا اظہار فرمایا۔ میں نے المجاہد اور القدیر نام کی

تجویز رکھی تو کچھ خفگی سے فرمایا: نہیں، الزہرا یا گلشن خواتین نام رکھ لیجیے۔ یہ دونوں نام واقعی ادارہ اور بچیوں کی تعلیم وتربیت کے مناسب تھے۔

(۶) حضرت کنز الدقائق کی طبیعت کی ناسازی پر، میں نے حضرت ہی کی درسگاہ سے تدریسی سلسلہ شروع کیا تھا۔ آپ رو بصحت ہوتے ہی پڑھانے کے لئے تیار ہوگئے۔ اب ایک درسگاہ کا مسئلہ درپیش ہوا۔ صبح بیٹھ کر اساتذہ اسی مسئلے پر غور وخوض کر رہے تھے کہ میں مفتی صاحب کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ آپ نے کمرے ہی میں چٹائی بچھائی ہے، چادر ڈالے ہیں اور بیٹھ کر طالبات کو بلا بھیجا۔ یہ نیاز اخلاص کوئی ملازمت کا حصہ نہیں تھا، یہ پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھانے کی امنگ تھی، نور علم پھیلانے کا جذبہ صادق تھا۔

(۷) حضرت کی زیر سرپرستی ایک طالبہ کی پھوپھی، بہادر گنج کے علاقے میں انتقال کر گئی۔ مدرسے سے اس کے گھر کی 60 کلومیٹر کے قریب مسافت تھی۔ وہ طالبہ اکیلی نہیں جاسکتی تھی۔ مفتی صاحب قبلہ کچھ فکرمند نظر آئے۔ میں نے عرض کیا، حضور! اجازت دیں تو میں چلے جاتا ہوں۔ میرے ارادے سے مفتی صاحب بہت خوش ہوئے اور بانی جامعہ حضرت مولانا مجاہد الاسلام نوری صاحب سے کہنے لگے: بڑے کام کا لڑکا ہے، ہر کام میں آگے رہتا ہے۔ کہاں سے ملا ہے یہ؟ مولانا نے فرمایا: ہوم پروڈکٹ ہے۔ دونوں بزرگوں کے مشفقانہ جوابات سے میں بہت لطف اندوز ہوا۔

(۸) پہلی تفصیلی ملاقات میں، میں نے آپ کی کوئی تصنیف دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ طالبات سے کتابیں منگوائی، پر وہ نہیں ملیں۔ پورے مدرسے میں اعلان کروایا، اتفاق سے کسی کے پاس آپ کی تصنیف موجود نہیں تھی۔ آپ کو اتنی سی بات کا بہت قلق ہوا۔ آخر کار مجھے کہیں سے آپ کی تصنیف میت کفن سے دفن تک دستیاب ہوئی۔ آپ بہت خوش ہوئے۔

(۹) میری دلی خواہش تھی کہ میرا نکاح آپ پڑھائیں۔ ڈرتے ڈرتے ایک دن اس خواہش کا اظہار کر دیا۔ نہ جانے کس دھن میں تھے! بار بار یہ شعر پڑھنے لگے اور کچھ جواب نہ دیا۔ یاد میری سنبھال کر رکھنا میرا کیا میں رہا نہ رہا 7 جنوری 2022ء کو، عین جس وقت پورے بنگال اور بہار کی مساجد میں جمعہ کی جماعت ہو رہی تھی، علم ومعرفت کا یہ سورج ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا اور تاریکی بڑھا گیا۔ کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کے انتقال کا خلا پر ہونا مشکل ہے۔ آپ اسلاف کی آخری نشانی، علم وعمل کے کوہ ہمالہ اور اپنے اساتذہ کی آخری یادگار تھے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت کی قبر انور پر کروروں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رکن جماعت رضائے مصطفیٰ، اتر دیناجپور

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کا تذکرۂ جمیل

مفتی سید غلام اشرف اشرفی

حسن صورت کے لیے خوبئ صورت ہے ضرور
گل وہی جس میں کہ خوشبو بھی ہو رنگت کے سوا

اس دور ناقدری وناسپاسی میں حضور مفتی صاحب علیہ الرحمۃ الباری علماء وصلحاء کی صف میں ممتاز، فقہاء کی بزم میں نمایاں اور ملک وملت کے درمیان متاعِ جاوداں تھے، یہی وجہ تھی کہ علما ومشائخ کی ہمدردی اور قوم وملت کی خدمت میں عمر بھر سرگرداں رہے۔

حضرت ممدوح کی علمی وعملی داستان پر ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے، آپ کی زندگی کا جو عنوان سامنے آتا ہے وہ سدا بہار چمن در چمن نظر آتا ہے۔

آپ کی علمی زندگی پر جب نظر پڑتی ہے تو فقہا کی صف میں ایک باکمال فقیہ معلوم ہوتے ہیں، شعروادب کی دنیا میں آپ ایک عمدہ شاعر باکمال ادیب دکھائی دیتے ہیں، قدرت نے حضرت کنز الدقائق کو فطرت نگاری کے ساتھ ساتھ منظر نگاری کا بھی ملکۂ حسین عطا فرمایا تھا، علم کے بعد جب آپ کی عملی دنیا پر نظر پڑتی ہے تو اس کا ہر نقشہ حسین سے حسین تر دکھائی دیتا ہے۔

حضرت کنز الدقائق کون تھے؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ وہ ایک سچے نائب رسول، ایک قدسی صفت بزرگ اور ایک راسخ الاعتقاد مرد مومن تھے، وہ اخلاص ویقین اور عشق ووفا کا ایک پیکر جمیل تھے، وہ سلف صالحین کی زندہ تابندہ روایت تھے، وہ مشاہیر امت کا نقش حیات تھے، وہ اولیاء اللہ کی برکت وفیضان کا جلوۂ زیبا تھے، وہ عقل وعشق اور علم وعمل کے دریاؤں کا سنگم تھے، وہ مفتئ اعظم ہند کے الطاف وعنایات کا گہوارۂ فیض تھے، وہ امام احمد رضا خاں کی فکر وحکمت اور مولائے روم کا سوز وگداز تھے، وہ دینی وقار کا ایک نادر الوجود نمونہ تھے، ان کی پُر نور صورت حقانیت وصداقت کی ایک روشن سی کتاب تھی جسے پڑھ لینے کے بعد دلوں کے دروازے خود بخود وا کھل جاتے تھے، وہ علم وادب، نظم ونثر، تحقیق وتدقیق، مجالست وممارست، اسلام وسنت کا ایک مہکتا ہوا گلشن تھے۔

تدریسی خدمات:

جس علم کو مشقتوں سے حاصل کیا تھا، ضروری تھا کہ اس سے دوسروں کو بھی روشن کرے، آپ تحصیل علم کے بعد ترسیل علم کیلئے آمادہ ہو گئے، جس ادارے کا طالب علم تھے اسی ادارے کا مدرس مقرر ہوئے، اور یعنی مظہر اسلام بریلی شریف، مدرسہ محی الاسلام بجرڈیہہ پورنیہ، بہار، الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئی، مہاراشٹرا وغیرہ میں بذریعۂ علم حدیث، فقہ وفتاویٰ کی خدمت فرمائی، جسکی بدولت آج ہزاروں طالبان علوم نبوت آپ کی ذات مبارکہ سے فیضیاب ہو کر سیکڑوں مدارس وجامعات کے مسند افتاء وشیخ الحدیث کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

فتاویٰ نویسی:

فتاویٰ نویسی کا کام تو ایسا ہے کہ بظاہر بھی کوئی اس کو آسان نہیں سمجھتا اور حقیقۃً یہ کام بہت اہم اور مشکل ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء میں اکثر حضرات اس خدمت سے گھبراتے ہیں، اور طلبہ بالعموم اس کی طرف کوئی رغبت نہیں کرتے، اس کار اہم کی انجام دہی کیلئے علوم اسلامیہ کے تمام شعبوں پر مہارت ومزاولت کی ضرورت ہوتی ہے، بالخصوص تفسیر وحدیث پر مکمل عبور کے ساتھ ساتھ اصول فقہ اور جزئیات فقیہ کا استحضار بھی لازمی ہے، اور کسی ماہر مفتی کے سامنے زانوئے تلمیذ تہہ کئے بغیر تو مفتی بننا تقریباً ناممکن ہے، ہاں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل سے کسی کو فقہ وحکمت کی دولت اور فتویٰ نویسی کی بصیرت عطا فرمائے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: **من یرد اللہ بہٖ خیراً یفقھہ فی الدین**۔ ''یوں تو ہر عالم دین کو فقیہ کہا جاسکتا ہے، مگر مفتی وہی ہوسکتا ہے جو فقیہ کامل ہو، اور اصول وفروغ پر اسکی نظر حاوی ہو، اس خصوصیت میں حضرت حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی ذات گرامی بھی منفرد وممتاز ہے۔

مناظرہ:

قوت حافظہ، حاضر جوابی، وسعت مطالعہ اور مقابل کو مبہوت کرنے کا طریقہ اور وہ تمام صفات جو ایک عمدہ متکلم کیلئے لازم ہے، آپ کے یہاں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

تقریر:

تقریر تبلیغ دین کا ایک عمدہ ذریعہ ہے، عوام الناس کو اصلاح بذریعۂ تحریر نہیں کی جاسکتی، تقریر کے توسط ہی سے اپنی بات سادہ لوح انسانوں تک پہنچائی جاسکتی ہے، اس لئے آپ نے تقریر کی جانب بھرپور توجہ فرمائی، آپ ایک عمدہ مقرر بھی تھے، آپ کی تقریر ہمیشہ موقع ومحل کے لحاظ سے موضوع ہوتی، اگر دیہات میں تقریر فرماتے تو آسان وسہل زبان استعمال فرماتے مشکل الفاظ سے گریز فرماتے، دیہاتی مثالیں پیش کرتے، دوسری جانب اگر اہل علم کی مجلس ہوتی تو علمی حوالوں سے مرصع تقریر عنایت فرماتے، اگر ضرورت ہوتی تو مقررین حضرات کی بھی اصلاح کرنے سے اجتناب نہ کرتے۔

تنقید:

تنقید کا شعبہ بہت دشوار گزار ہے، یہ تصنیف سے مشکل چیز ہے، یہی وجہ ہیکہ اردو میں نکلنے والے کنز الایمان دہلی، اعلیٰ حضرت بریلی شریف، البطحیٰ حیدرآباد جیسے ماہنامے اور مجلّے آپ کی سلسلہ وار نگارشات، تنقیدات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ نہ صرف ایک عمدہ مضمون نگار تھے بلکہ ایک اچھے ناقد بھی۔

بہت حسین سہی صحبتیں گلوں کی مگر
وہ زندگی ہے جو کانٹوں کے درمیان گزرے

زندگی سراپا حرکت وعمل کا نام ہے، بے کار ہے وہ زندگی جس میں حرکت وعمل کا عنصر شامل نہ ہو، اور مفلوج ہے وہ حیات جس میں جہاد فکر وعمل کا شعلۂ جوالہ نہ بھڑکتا ہو، سسکیوں سے شروع ہوکر ہچکیوں پر ختم ہونے والے مختصر سفر کا نام زندگی ہے۔ جس کے قدم قدم پر مسائل ومشکلات کا طوفان ہمارے آہنی عزائم اور مضبوط ارادوں کے تانے بانے بکھیرنے کیلئے ہمہ دم تیار رہتا ہے، بزدل، کم ہمت اور عیش وعشرت کے خوگر افراد اس طوفان حوادث کا رخ موڑ کر وقت کے صفحات پر ایک نئی تاریخ مرتب کردیتے ہیں، زندگی کے دریا

میں موجوں سے کھیلنا، طوفان سے مقابلہ کرنا، حوادث روزگار سے آنکھیں ملانا، جبر واستبداد کے پنجوں کو مروڑنا، ملک وملت کی غلط پرواز کا رُخ پھیرنا اور مشکلات کا سامنا کرنا ہی درحقیقت زندگی ہے۔ اور ان تمام چیزوں پر قابو پالینا کامیابی کی علامت ہے، جس کے بعد کامیابیوں وکامرانیوں کے سارے دروازے بتدریج کھلنے لگتے ہیں۔

اچھی نثر:

اچھی نثر لکھنے میں زبان و بیان پر غیر معمولی قدرت اور دسترس میں ہونی چاہئے، مطمع نظر واضح ہونا چاہئے، اسلوب دلنشیں، پُر کشش حکیمانہ اور حسب ضرورت محققانہ ہونا چاہئے، جس موضوع پر قلم اٹھایا گیا ہے اس کا حق ادا ہونا چاہئے، تحریر میں واضح اور دو ٹوک انداز اختیار کرنا چاہئے، تاکہ مدعیٰ پوری طرح ظاہر ہو جائے، اور اس کا کوئی گوشہ محل یا مہم نہ رہنے پائے، مفہوم میں وضاحت و قطعیت اور ایجاز واختصار اس طرح ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ''ایجاز مخل، اور اطناب مُمل'' کی صورت پیدا نہ ہو پائے، سلاست وروانی اور صفائی و برجستگی کا خاص خیال رکھا جائے، ادیب ونثر نگاروں کو بلاغت آشنا یعنی اقتضاء احوال کے مطابق کلام (نظم ونثر) پیش کرنے والا ہونا چاہئے، اسی طرح الفاظ وتراکیب استعمال میں فصاحت کلمہ وکلام کا ہر حال میں خیال رکھنا ضروری ہے، ہمیشہ نئے موضوعات کا انتخاب کرنا چاہئے، اور چبایا ہوا لقمہ تحریر کے پیٹ میں ڈالنے سے احتراز کرنا چاہئے، ہر بار نئے انداز واسلوب میں گفتگو کرنی چاہئے۔

ان اصول وضوابط کی رعایت والتزام سے ہی کوئی شاعر وادیب زندہ رہ سکتا ہے، اور اس کی تحریر پائیدار ادب کا نمونہ بن سکتی ہے۔ اس تمہید کے بعد اب ہم اصل موضوع پر آتے ہے اور استاذ گرامی حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے باوقار نثری خصوصیات میں سے ایک قابل قدر خصوصیت ''ابہام واغلاق،، سے اس کا پاک ہونا ہے، ان کی تحریروں میں وضاحت وصراحت کی جھلکیاں صاف دیکھائی دیتی ہیں، دشوار اور گُنجلک موضوعات کو بھی وہ شفاف آئینہ بنا کر پیش کرتے ہیں، جس کی سب سے مضبوط دلیل ان کی کتاب ''کنز الایمان صحیفۂ زبان و بیان کا وہ مقدمہ،، اور ''صنف نازک'' کا دیباچہ ہے، ان کی نثر میں ابلاغ تام اور اظہار کامل کے مظاہرے پائے جاتے ہیں، جو دراصل ان کی فکری صلابت، فنی پختگی اور زبان وبیان پر ان کی غیر معمولی قدرت ومہارت کا نتیجہ ہے، ''ایجاز مُخل'' اور ''اطناب مُحل'' کی خاردار وادیوں سے اپنے دامن کو بچاتے ہوئے اعتدال وتوازن کا راستہ اختیار کرتے ہیں، اور منزل تحقیق وچُستی، اور مضامین کی ادائیگی کا نوع بنوع اسلوب اور دلکش پیرائیہ بیان سے وہ اپنی تحریر کو واضح ومستحکم بناتے ہیں۔

حضرت کنز الدقائق کی تحریر نثر کی ایک خصوصیت نظم وضبط اور سیاق وسباق، باہمی ارتباط بھی ہے ان کی تحریر میں دلائل کی فراوانی کے ساتھ نظم وتسلسل اور منطقی ربط بھی پایا جاتا ہے، اور اپنی تحریر کو رنگ وروغن، اور حسن ملاحت بخشنے والا اجزاء وعناصر کا استعمال بڑے فنکارانہ انداز میں کرتے ہیں، اور اس ضمن میں زبان وبیان کی صحت وصفائی کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اور ادب کا کمال یہ ہے کہ اس میں تخلیقی جوہر شامل ہو وہ ہمیشہ قارئین کے روبرو فکر انگیز خیالات، حیات بخش افکار، پاکیزہ تصورات، تہزیب وشائستگی کی بائیں اور ''ادب برائے زندگی،، کا فارمولہ پیش کرے، تاکہ بندگان خدا کی مناسب رہنمائی اور انسانیت کی سچی خدمت کی جاسکے۔

حضرت کنز الدقائق کی جمالیاتی حس بہت تیز اور گہرائی ہے، ان کی ادبی تحریر کا اسلوب نگارش حکیمانہ، اور انداز بیان عارفانہ ومصلحانہ ہے۔

اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

یہ عالم رنگ و بو اور حسن و دلکشی سے بھری کائنات ہماری نگاہوں کے سامنے ہے، جب ہم چشم احساس ہوا کرتے ہیں تو یہ کائنات لالہ و گل سے مہ و نجوم تک قدرت کے موئے قلم سے بنی ایک خوبصورت تصویر نظر آئی ہے، بلند آسمان کی جانب جب نگاہ اٹھتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نیلگوں جھیل میں ان گنت نورانی کنول کھلے ہوئے ہیں، بزم افلاک میں بے شمار چراغ جھلملا رہے ہیں۔

آسمانی بلندیوں سے نیچے اتر کر دیکھتے ہیں تو یہاں بھی حسین و دلکش نظاروں کے سلسلے قائم ہیں، کہیں ریگ زار، کہیں سبزہ زار، تو کہیں کوہ ساروں کے تاحد نظر پھیلے ہوئے سلسلے ہیں۔ ٹیلوں کے بدلتے ہوئے سائے دامن کوہ سے، بہتے جھرنے گیت گاتے آبشار، ابلتے چشمے، بہتے دریا، چھلکتی نہریں، کھلتے گلاب، چٹکتی کلیاں مچلتی شاخیں یہ سب قدرت کی صناعی اور اس کے موئے قلم کی نقاشی ہے۔

تلاش حسن میں ہم آگے بڑھتے ہیں تو نمود صبح کی درخشانی، سکوت شب کی دلفریبی، قافلہ لیل و نہار کا سفر، کاروان بہار کی سیاحت، شمس و قمر کی گردش، کہکشاں کی ضوفشانی، ستاروں کی تابانی، قوس و قزح کی رنگینی، نسیم صبح کی خوشخرامی، پھولوں کی مسکراہٹ، برگ گل کی نزاکت، خوشبو کی لطافت یہ ساری چیزیں قدرت کے دلکش مناظر اور فطرت کے خوبصورت مظاہر ہیں، غرض کہ وجود کائنات میں ہزاروں نقوش اور لاکھوں تصویریں، اس کی صناعی و صورت گری کی گواہی دے رہی ہیں۔

اتنی دلکشی و رعنائی کے باوجود عروس کائنات افسردہ، اس کے چہرہ پر اُداسی، پریشان زلف اور گیسوئے عنبریں کا عالم شکن در شکن، جیسے وہ کسی عظیم ہستی کی راہ تکتی ہو، صدیوں سے کسی حسین ذات کا اسے انتظار ہو۔'' (صنف نازک ۴، ۵)

حضرت کنز الدقائق کی ادبی نثر کا کمال یہ ہے کہ خشک سے خشک اور دشوار تر موضوع پر بھی ان کا قلم حقائق و معارف کے موتی بکھیرتے ہوئے سلاست و روانی کے ساتھ آگے بڑھ جاتا ہے، اور ہر مقام پر ان کے خیالات میں ربط و تسلسل باقی رہتا ہے، اوپر کے اقتباس سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مزید ایک مثال قارئین کی بصارتوں کی نظر ہے۔

صحن چمن میں جب گلاب کا کوئی خوبصورت مشگوفہ تبسم ریز ہوتا ہے تو اس کی شگفتگی سے پورا صحن مہک اٹھتا ہے۔ خوشبو پیرہن گل سے نکل کر نرم و نازک ہواؤں کے ہمراہ ہو جاتی ہے اور سارا عالم احساس عطر آگہن ہو جاتا ہے۔

لطیف و نازک پنکھڑیاں جب دعوت نظارہ دینے لگتی ہیں تو نگاہیں ان کو مختلف زاویوں سے دیکھتی ہیں۔ قدرت کے موئے قلم کی صورت گری ہے۔ فطرت کی رعنائی ہے۔ بہاروں کی بے مثال دلکشی ہے اور فطرت کے موئے قلم نے کیا ہی نازک و لطیف برگ گل تر اشے ہیں۔ اس طرح نہ جانے کتنے حسین و لطیف جزبات مستی میں انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔ قدرت کی اس عظیم صناعی و صورت گری کے مناظر کو دیکھنے والا مختلف زاویۂ نظر سے دیکھتا ہے، حکیم اپنی ماہرانہ نگاہ ڈالتا ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ پھولوں کی نازک پتیوں میں علاج انسانی کی حیرت انگیز تاثیر موجود ہے، فلاسفر جب اپنی غور و فکر کی نظر ڈالتا ہے تو کائنات گل کی تخلیق اسے دوسری دنیا میں پہنچا دیتی ہے۔ اور جب کوئی عاشق زار نظارہ گل سے لطف اندوز ہوتا ہے تو اس آئینہ گل میں اپنے محبوب کا عکس رخسار دیکھتا ہے۔

قرآن عظیم ایک صحیفۂ الٰہی ہے اور رب قدیر کی آخری کتاب ہے۔ مگر جب انداز نگاہ بدلتا ہے تو معنی و بیان کے صد رنگ نمودار ہو جاتے ہیں۔ نقطۂ نظر کے اختلاف سے معنویت کے سیکڑوں باب کھل جاتے ہیں اور جب نگاہوں کے زاویہ بدلتے ہیں تو نظاروں کا رنگ بھی بدلتا دکھائی دیتا ہے۔

اما غزالی نے فلسفیانہ نظر سے قرآن عظیم کو دیکھا تو انہیں فلسفہ کی کتاب نظر آئی۔ امام رازی نے جب منطقی انداز سے دیکھا تو انہوں نے منطق کی کتاب محسوس کی۔ امام اعظم نے فقہی نگاہوں سے نظر فرمایا تو قرآن کریم ایک فقہ کی کتاب سمجھ میں آئی۔ اور ارباب تاریخ نے اسے اخبار وقصص کا مرقع قرار دیا۔ غرض کہ سیکڑوں علوم وفنون کے چشمے قرآن پاک سے پھوٹ نکلے، مخارج حروف اور رعایت وقوف کے لحاظ سے ''فن قرأت،، نام رکھا گیا۔ اعراب کی حیثیت سے احوال کلمہ میں غور کیا تو اس کا نام ''نحو'' رکھا، کچھ اہل زبان نے فصاحت وبلاغت وجوہ اعجاز وحسن بیان کے لحاظ رکھا تو اس کا نام ''علم معانی وبیان'' رکھا۔ غرض کہ چاہے علم صرف ہو کہ علم نحو، علم تفسیر ہو کہ علم فقہ، علم کلام ہو کہ علم منطق وفلسفہ سارے علوم وفنون کا سرچشمہ قرآن کریم ہے۔ (کنز الایمان صحیفہ زبان وبیان ۸تا۹)

شعری ادب:

آپ نے فن شاعری میں بھرپور طبع آزمائی کی، منظرؔ تخلص اختیار فرمایا۔

آپ بچپن ہی سے شعر وادب سے ذوق رکھتے تھے۔

شاعری کسبی نہیں، وہبی چیز ہے حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ شاعر بن کر پیدا ہی ہوئے، گھریلو ماحول بھی شعر وادب کا پایا، جب ذرا باشعور ہوئے، شاعری شروع کر دی، گاؤں کے مکتب میں بیٹھے بیٹھے شعر موزوں کرنے لگے۔ بھلے ہی اس وقت وہ ارکان شاعری سے شُد بُد نہ رکھتے ہیں۔

آپ اپنی خودنوشت میں فرماتے ہیں:

''جب میں مکتب میں تعلیم پا رہا تھا، میں اشعار موزوں کر لیا کرتا تھا، اگر چہ ارکان سے واقف بھی نہیں تھا، شاعری چونکہ ایک فطری چیز ہے، لہذا اسی فطری جزبہ کے تحت شعر گوئی کر لیا کرتا تھا۔ (شخص وعکس ۱۳)

اس عبارت کی روشنی میں کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی ذات استاذ شاعر، باکمال ادیب تھے، آپ نے بیشتر نعت پاک سے اپنے کلام کو زینت بخشی ہے۔ نمونۂ کلام نظر ہے: ع

مرجھائے ہوئے رہتے ہیں رنج ومحن والے — رحمت کی نظر کر دو سرسبز چمن والے
چھاؤں میں کھجوروں کی تھوڑی سی جگہ دیدو — آقا ہیں مسافر ہم اور آپ وطن والے
تم ماہِ مکمل ہو تم بدرِ مجسم ہو — باقی جو حسیں دیکھے وہ سب ہیں گہن والے
پھر ذکرِ ولادت کا اک جشن منالیں ہم — جلتے ہی رہیں گے یہ جتنے ہیں جلنے والے
دولت کی فراوانی ہے ہاتھ مگر خالی — قربان گدائی پر کونین کے دھن والے
قسمت کی بلندی پر کیوں ناز نہ ہو منظرؔ — آنکھوں کے محل میں ہیں نورانی بدن والے

وصال پُر ملال:

جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا آپ مختلف شعبوں میں دین متین کی خدمت فرماتے رہے، بتاریخ ۷ رجنوری ۲۰۲۲ء بروز جمعۃ المبارک کو وہ وقت متعین آیا جس کے متعلق قرآن کریم ہم کو آگاہ فرماتا ہے: ''**کل نفس ذائقة الموت**''، قبل نماز جمعہ المبارک ۱۲ رجکر ۴۵ رمنٹ پر آپ کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔ (**انا للہ و انا الیہ راجعون**) بعد نماز جمعہ واٹس ایپ، فیس بک اور

ٹوئٹر کے ذریعہ اعلان ہوگیا کہ حضرت کنز الدقائق انتقال فرما گئے، اس دل سوز خبر کو پڑھ کر، سن کر عام لوگ حیران وششدر رہ گئے۔

ہر محبّ کی زبان پر یہی کلمہ تھا
مفتی صاحب کی خلاء کو ن کر ے گا

صبح ہونے تک آپ کی تدفین کے پروگرام سے متعلق اطلاع گاؤں، شہر، بیرونِ شہر بلکہ پورے ملک میں ہر شخص تک پہنچ گئی۔ ''**موت العالِم موت العالَم**،، (عالم کی موت عالم کی موت) ہر شخص اپنی جگہ پریشان تھا، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ علاقۂ سیمانچل کے ایک گھر میں نہیں بلکہ ہر گھر میں موت واقع ہوگئی ہے۔

آپ کے دولت کدہ سے جنازہ نکلا محبین زیارت کے واسطے ٹوٹ پڑے یہی وہ آخری دیدار تھا جس کے بعد اپنے محبوب قائد کے دیدار سے ہمیشہ کیلئے محرومی تھی، ہر شخص کا ندھا لگانا اپنی فیروز بختی تصور کر رہا تھا۔ علماء و بزرگوں کا کہنا ہے کہ اتنا ازدھام کثیر کسی بھی جنازہ میں نہ دیکھا گیا تھا۔ لوگ قطار در قطار اپنے محبوب قائد کی نماز جنازہ پڑھنے کھڑے ہوگئے، محبان آپ کو سپرد خاک کر کے واپس ہوگئے آگے کیا ہوا کوئی نہیں بتا سکتا۔ مگر شاعر بیدلؔ کی زبان میں۔

احباب اکیلا چھوڑ گئے تاریک لحد میں عاشق کو
جنت کے دریچے کھل ہی گئے جب میں نے نبی کا نام لیا

میرا یقین ہے نام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہی تاثیر ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے، انشاء اللہ الرحمٰن آپ کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ دعا ہے مولیٰ تعالیٰ بطفیل حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے مزار پر رحمتوں کا نزول فرمائے اور ہمیں اس مہک سے مستفیض فرمائے۔

شراب عشق مست ناز کی میت پر چھڑکی ہے
قیامت تک مہک اس کی میرے مدفن سے نکلے گی

تذکرۂ جمیل

استاذ گرامی حضور کنز الدقائق، بحر العلوم ادیب شہیر علامہ و مفتی حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ الباری کی رحلت ۷؍جنوری ۲۰۲۲ء بروز جمعۃ المبارکہ

خادم: دار الافتاء والحدیث: مدرسہ فیض الغرباء، میہر گنج، آرہ، بہار۔

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق خطہ سیمانچل کے گوہر آبدار

مفتی نعیم اختر رضا

خطۂ سیمانچل، معاشی و اقتصادی اعتبار سے اتنا پسماندہ ہے کہ وہاں پیدا ہونے والا انسان اگر مسافرت اختیار نہ کرے تو کل کارخانے، فیکٹری وانڈسٹری کمیٹی اور یونیورسٹی کی صورت دیکھے بغیر ہی مر جائے۔ وہاں کے باشندے پیدائش سے لیکر وفات تک صرف ایک چیز دیکھا کرتے ہیں، اور وہ ہے کھیتی، مختلف قسم کے دانے کس طرح خاک میں مل کر گل گلزار ہوتے ہیں، اہل سیمانچل ،رات ودن نہ صرف اس کا تجربہ ومشاہدہ کرتے ہیں بلکہ وہاں نشو ونما پانے والے بچے خاک میں مل ملکر گلزار ہونے کے عمل کو اپنی فطرت و جبلت کا حصّہ بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قحط الوسائل کے اس معروف علاقے میں زندگی کے مختلف شعبوں میں سینکڑوں سپوتوں نے خود کو خاک میں ملا کر ترقی اور اعلیٰ منصبی کے ایسے گل گلزار کھلائے ہیں، کہ دیکھ کر آنکھیں خیرہ رہ جاتی ہیں، اور برملا داد وتحسین اور صد آفرین کے الفاظ زبان پر آجاتے ہیں۔

بالخصوص تعلیمی میدان میں اہل سیمانچل کی کارکردگی ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے، حالانکہ تعلیمی وسائل کے نام پر گنتی کے چند کانوینٹ اسکول ہیں مگر پانی پر تیرتی ہوئی انہی بوسیدہ عمارتوں میں ڈاکٹر، پروفیسر، انجینئر آئی اے ایس، پی سی ایس اور دیگر اعلیٰ مناصب کے نہ صرف خواب دکھائے جاتے ہیں بلکہ کثیر تعداد میں خوابوں کو شرمندۂ تعبیر کرنے کا جنون بھر دیا جاتا ہے۔

دینی تعلیم کے نام پر چند چھوٹے چھوٹے مکاتب و مدارس نظامیہ ہیں جن کے نظماء واساتذہ گاؤں گاؤں سے سیر دوسیر غلے اوراناج وصول کر کے اپنا گزر بسر بھی کرتے ہیں اور تشنگان علوم نبویہ کی پیاس بجھا کر جہاد فی سبیل اللہ کا کام احسن طریقے سے انجام دے رہے ہیں۔

المیہ یہ ہے کہ علاقے کے متمول حضرات دین کے نام پر بڑے بڑے جلسوں میں خوب دلچسپی رکھتے ہیں، ایک ایک جلسہ پچاس پچاس لاکھ کا ہوتا ہے اور اس طرح کے سو سے زائد جلسے ہر سال ہوتے ہیں۔ جتنا پیسہ ان نامراد جلسوں میں بہایا جاتا ہے کاش کہ اس کا نصف حصّہ بھی علاقے کی تعلیمی حالت بہتر بنانے میں خرچ کیا جائے تو یہ علاقہ تعلیمی اعتبار سے ثانی کیرالہ بن جائے۔

دینی ذرائع تعلیم کے نام پر ویسے تو تقریباً ہر گاؤں میں ایک عالیہ مدرسہ موجود ہے، مگر گزشتہ بیس سال سے ان کا وجود طلبہ سے یکسر خالی ہے۔ جن مدارس کو چمنستان علم وفن ہونا چاہئے وہ اب علم وفن کی قبرستان مین تبدیل ہو گئے ہیں۔ مدارس عالیہ کے گراؤنڈ پر خاردار پودے، صحن پر آوارہ جانوروں کی آماجگاہ تو عمارتیں کسی پرانے مقبرے کی یاد دلاتی ہیں۔

اساتذہ کا کردار آمدن، نشستن اور برخاستن سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ لفظ دیگر معزز اساتذہ جاڑوں میں پیاری پیاری دھوپ تاپتے ہیں یا گرمیوں میں مدرسے کے برآمدے میں کرسیوں پر بیٹھ کر تازہ ہوا کے مزے لیتے ہیں۔ یہ بہار کے عالیہ مدارس کا مختصر سا حالیہ خاکہ ہے۔ حالانکہ ان کا ماضی اتنا تابناک ہے کہ مجموعی طور پر اندلس کے مسجد قرطبہ کی یاد دلاتا ہے جہاں کی دہلیز پر ملک العلماء جیسے نابغہ روزگار عالم دین نظر آتے ہیں۔

سیمانچل کے تعلیمی اداروں کی خستہ حالی اور اس کے مقابل بچوں میں تعلیم کا جنون متمول حضرات کی تعلیم سے بے اعتنائی اور غریب اساتذہ کی ایماندارانہ کوشش سرکاری اساتذہ کی آرام طلبی اور شائقین علم وحکمت کی جاں سوزی ایسی متضاد کیفیات ہیں جو سیمانچل میں بیک وقت دیکھنے کو ملتی ہیں۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تعلیمی اعتبار سے یہ سرزمین کتنی سنگلاخ ہے۔علم وہنر کی راہ میں قدم قدم پر نہ جانے کتنے دلدل اور کیچڑ ہیں۔مگر وہ کنول ہی کیا؟ جو کیچڑ میں نہ کھلے۔اور وہ جوہر ہی کیا؟ جو شب دیجور کے سناٹوں میں نہ چمکے۔مزید یہ کہ قدرت کا یہ نظام بھی ہے کہ جہاں زیادہ کانٹے ہوتے ہیں وہیں زیادہ گلاب بھی ہوتے ہیں۔شاید یہی وجہ ہے کہ حصول تعلیم کے لحاظ سے اس پر مصائب علاقے میں علم وفضل کے ایسے ایسے درنایاب ہیں جن کے سامنے کوہ نور کی چمک بھی پھیکی دکھائی دیتی ہے۔تحقیق وتدقیق کے ایسے مہ ونجوم ہیں جن کی تابشیں روح کو سرشار کر دیتی ہیں۔

سیمانچل کے انہی گوہر نایاب میں کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو ۷/جنوری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ بوقت دوپہر ۱۲/بجکر ۴۵/منٹ پر ہم سے رخصت ہو گئے۔ان کا شمار ہندوستان کی عظیم علمی شخصیات میں ہوتا تھا۔وہ ہندوستان کے ٹاپ ٹین علماء میں سے ایک تھے۔وہ نہ صرف خطہ سیمانچل کے علمی چاند تاروں کے درمیان نیر تاباں کی حیثیت رکھتے بلکہ علمائے ہند کے مابین آفتاب نیم روز کے مانند تھے۔وہ محض صاحب سند نہ تھے بلکہ سراپا سند تھے۔ان کی ہر بات سند تھی۔ہر تحریر سند تھی۔ہر تحقیق سند تھی۔ان کے نوک قلم سے منصۂ شہود میں آنے والا ہر نثر ونظم سند ہوتا تھا۔وہ متدین عالم بھی تھے اور با تدبیر فقیہ بھی شاعری میں مشرف کا رومی اور ترجمان کلام رضا بھی۔کہا جاتا ہے کہ دینی تعلیم میں سرگرم سرزمین اتر پردیش کو اگر انہوں نے اپنا میدان عمل بنایا ہوتا تو ان کے خوشہ علمی کے ماہ پاروں میں خواجہ علم وفن علامہ مظفر حسین صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمہ کے شاگردوں کی طرح ہزاروں محققین، اسکالرز، سجادگان، دانشوران اور محرکین ہوتے۔

جن مدارس عالیہ بہار کا ذکر گزشتہ کالم میں آیا ہے، کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے اپنی حیات کے قیمتی ماہ وسال انہی کو دیئے ہیں۔یہ اس دور کی بات ہے جب مدارس عالیہ بہار کو تعلیمی میدان میں ایک امتیازی شان حاصل تھی۔بعد ازاں وہی مدارس ان کی علمی روشنی کو پھیلنے میں سورج کے مقابل سبب بادل کا کردار ادا کئے۔ان سب کے باوجود کنز الدقائق اپنے مضامین، مقالات، فتاوے اور تحقیقات وتصنیفات کے ذریعہ ہندوستان کے اکثر علمی کتب ورسائل اور کونسل وسیمینار کی زینت بنتے رہے۔ان کے افکار وخیالات کی بلندی، دانش وبینش کی پختگی، تدبر وتفکر کی صلابت اور فہم وفراست کی گہرائی وگیرائی کا ایک زمانہ معترف ہے۔

مضامین ومقالات میں ٹھوس علمی بنیادوں پر اپنے نظریہ کو کما حقہ ثابت کرنے کا ہنر تاری کو ایسا شرح صدر عطا کرتا کہ شکوک وشبہات کے گہرے کے گہرے بادل دھواں ہو جاتے۔فتاوؤں میں نہ صرف جزئیات کی تشخیص بلکہ اصول کی تطبیق وتوضیح، ماخذ کی تحقیق، مفہوم کی خوبصورت تشریح، راجح کی توجیہ، دلائل کی تدقیق اور سب سے بڑھ کر فقہ کو تدبیر کے شانہ بہ شانہ دیکھنا ہو تو کنز الدقائق کے فتاوے میں دیکھ سکتے ہیں۔

اکابر علماء کی سوانح کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بلند پایہ علماء میں اکثر لوگ باکمال عالم ہونے کے ساتھ یا تو معالج وحکیم رہے یا شاعری کو اپنے فکر وفن کا قالب بنایا۔اس کا حقیقی سبب کیا ہے؟ یہ تو وہی جانیں۔البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب ان کے فکری جولانیت کے لئے نثر یاتی کلام کا پیراہن چھوٹا پڑ جاتا۔جب الفاظ وتراکیب کے تنگنائے میں نکتہ آفرینی، شعور کی لطافت اور طبیعت کی برقی

لہروں کو ٹھن محسوس ہونے لگتی تو کوئی علاج وحکمت کے لامحدود روحانی لہروں میں فکری سیاحت کرنے نکل جاتے یا شاعری کے ترنگوں پر فکر ومشق اور انوار وعرفاں کی لطافت کو پرونے کی کوشش کرتے۔

کنز الدقائق نے اپنی فکری لطافت کے لئے شاعری کو قالب بنایا۔ وہ نہ صرف ایک کہنہ مشق شاعر تھے بلکہ شاعر گڑھ بھی تھے۔ ہر وہ صنف شاعری جس میں دین مصطفیٰ اور عشق مصطفےٰ کی ترجمانی ہوسکتی ہے۔ انہوں نے خوب طبع آزمائی کی۔ بالخصوص نعت، قصیدہ اور غزل میں اپنی پہچان قائم کی۔ تضمین نگاری کو انہوں نے مختلف نئی جہتوں سے روشناس کرایا۔ ہندو پاک میں سلام رضا اور کلام رضا کے سب سے بڑے اور بہتر تضمین نگاروں میں کنز الدقائق کا شمار ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ انسان کی شاعری اس پایہ کی ہے کہ اس کو ٹھیک سے سمجھ پانے کے لیے نہ صرف عالم ہونا کافی ہے، بلکہ امام الفن ہونے کی ضرورت ہوتی ہے، اعلیٰ حضرت کے کچھ اشعار طویل تشریح طلب ہیں تو کچھ قلیل تشریح طلب۔ کنز الدقائق نے اعلیٰ حضرت کے کلام پر صرف تضمین نہیں لکھی بلکہ دونئی جہتوں سے زرنگاری کر کے کلام رضا جو پہلے سے دوآتشہ تھا۔ اسے چہار آتشہ بنا دیا۔

ایک تو یہ کہ کلام رضا کو سامعین کے زور آور بنانے کیلئے الفاظ وتراکیب کا ایسا خوبصورت انتخاب کیا کہ تضمین کے اشعار پورے ہوتے ہی خود سامعین کی زبان پر کلام رضا تیرنے لگ جائے۔ اور دوسرا فہم سے قریب تر کرنے کیلئے تضمین کو منظوم تشریح کی شکل دے دی گئی گویا تضمین پڑھتے جایئے اور کلام رضا کی تشریح ہوتی چلی جائے گی۔

جہاں طویل تشریح کی ضرورت ہوتی وہاں مخمس، مسدس اور مثمن مصرعوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ جب کہ قلیل تشریح طلب اشعار کیلئے مثلث اور مربع تضمین پر اکتفا کرتے ہیں۔ انہوں نے تضمین نگاری میں صعودی رو کو اس طرح سے اٹھایا کہ کلام رضا کو ایک بلند مینار پر تصور کر کے تضمین کے اشعار سے زینہ بنا کر بادہ پیمانی کرتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ وہاں پہونچتے ہیں۔ اور وہاں پہنچ کر فوراً نقاب کوشائی کرتے ہیں اور پھر کلام رضا اپنے تمام تر جلال وجمال کے ساتھ فروزاں ہوجاتا ہے۔

ان حقائق کا مشاہدہ حضرت کنز الدقائق کے معرکۃ الآراء تصانیف جیسے ''شخص وعکس''، ''عکس جمیل''، ''تقدیر کائنات''، ''چراغ راہ''، ''کنز الایمان صحیفہ زبان وبیان''، ''ہجری اسلامی ماہ وسال کے اجالے میں'' اور تقدیر کائنات سے کہا جاسکتا ہے کہ فقیر اس لائق نہیں کہ آپ کے فواضل بحار کو دائرہ احصار میں لا سکے، جو کچھ بھی بحمدہٖ تعالیٰ لکھا، آپ لاتعداد اوصاف وخصائل کے بحر عمیق تھے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

موت اس کی ہے زمانہ کرے جس پر افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لئے

دعا ہے کہ رب قدیر ان کی تربت پر رحمت وانوار کی موسلہ دھار بارش نازل کرے۔ اور ان کے علمی وروحانی فیضان سے ہمیں مالا مال کرے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

خادم التدریس والافتاء، دار العلوم گلشن اجمیر، الہ آباد

دارالعلوم محی الاسلام میں حضرت کنز الدقائق کے شب وروز

مفتی محمد رضا مرکزی

اس دار فانی میں ہر صبح وشام بنی آدم پیدا ہوتے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے، پھر فنا ہو جائیں گے اور ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی ظاہری زندگی ختم ہوجاتی ہے، لیکن ان کے کارہائے نمایاں عرصۂ دراز تک باقی رہتے ہیں یہ وہ بندگان خدا ہوتے ہیں جو خلق خدا کی رہبری ورہنمائی کو اپنی تمام ضرورتوں پر مقدم رکھتے ہیں اور خداداد توانائی کی بنیاد پر دین وسنیت اور اور ملک وملت کی خدمت کرتے رہتے ہیں، انہی ہستیوں کو بعد وصال تاریخ کے اوراق میں سنہرے حرفوں سے لکھا جاتا ہے، ان کی محبت وعقیدت، تعظیم وتوقیر اور یادیں وباتیں دلوں میں ایسے نقوش چھوڑ جاتی ہیں کہ انہیں بھلانا ناممکن ہے، انہیں عظیم ہستیوں میں ایک علمی وپر بہار شخصیت کنز الدقائق ادیب شہیر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمۃ کی ہے جن کے شب وروز اور علمی کارنامے اور قلمی اثاثے کبھی فراموش نہیں کیے جائیں گے۔ آپ کی ذات وشخصیت آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور تابندہ ہے علم وحکمت، فضل وکمال، شرف وبزرگی، ایثار واخلاص، جود ونوال، زہد وتقویٰ صبر وتحمل، درس وتدریس، تبلیغ وتصنیف جیسے اوصاف حمیدہ سے آپ کی ذات والا تبار متصف تھی۔

۱۹۷۲ء۱۹۷۳ء میں فقیہ النفس مناظر اعظم ہند حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی دام ظلہ العالی دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے وہاں انھوں نے دارالافتا اور دارالقضا کا قیام بھی فرمایا تھا، جب ۱۹۷۵ء میں مستعفی ہوکر دوسری جگہ جانے لگے تو مدرسہ کے ارباب حل وعقد نے گزارش کی کہ آپ خود کسی ایسے شخص کا انتخاب کردیں جو درس وتدریس کے ساتھ ساتھ دارالافتا اور دارلقضا کی ذمہ داری بھی بحسن خوبی انجام دی سکیں چنانچہ حضرت فقیہ النفس نے حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کا انتخاب فرمایا اور میری معلومات کے مطابق حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ ۱۹۷۵ء سے ۲۰۱۰ء تک تقریباً ۳۵ رسال حکومت بہار سے ملحق ادارہ دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہہ بائسی پورنیہ بہار میں درس وتدریس سے وابستہ رہے اور شمع علم فروزاں کیا۔ مذکورہ ادارہ میں علم وتحقیق، بحث ومناظرہ، سلوک ومعرفت سے وابستہ قدآور شخصیات مثلاً بقیۃ السلف صوفی باصفا حضرت مولانا تاج الدین صاحب علیہ الرحمہ، مناظر اہل سنت فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مضطر نے تدریسی خدمات انجام دی ہیں اس لیے یہ ادارہ خطۂ سیمانچل میں غیر معمولی شہرت کا حامل ہے یہ ادارہ اگرچہ حکومت سے منظور شدہ ہے مگر اکابر علماء کی تدریسی خدمات کی وجہ سے مرکزیت کا حامل رہا ہے۔ بے شمار تشنگان علوم نبویہ نے اس ادارے میں اپنی علمی پیاس بجھائی ہے اور علم وعرفان کے نور سے دلوں کو منور کیا ہے۔ سیکڑوں علما وفضلا یہاں سے فارغ ہوکر دین اسلام اور قوم وملت کی خدمات میں مصروف رہے جن کی علمی لیاقت، قلمی صلاحیت وقابلیت سے دنیا اکتساب فیض کررہی ہے۔ اسی ادارے میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیا اور پورے علاقے میں ایک وقار واعتبار حاصل کیا، درس وتدریس کے ساتھ علاقۂ سیمانچل کے گوشے گوشے میں وعظ ونصیحت اور دین وسنیت کی تبلیغ

واشاعت کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے اور آپ نے مختلف عنوانات وموضوعات پر عالمانہ اور محققانہ گفتگو کی۔آپ کی تحقیقی اور علمی گفتگو سے سامعین کو تھکان یا اکتاہٹ کا احساس تک نہیں ہوتا بلکہ عوام خوش دلی اور بیدار مغزی کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو کر سماعت کرتے ، جب آپ خطاب فرماتے تو طبیعت میں ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوجاتی اور پورا بدن مسرور ومسحور ہو جاتا، دل مچل اٹھتا اور آپ کی تقریریں عمدہ نکات اور اثر آمیز کلمات پر مشتمل ہوتیں۔اسی لیے علاقے کے تمام جلسوں میں آپ کو مدعو کیا جاتا اور کوئی بھی پروگرام ایسا نہیں ہوتا جس میں اراکین جلسہ آپ کی شرکت کے خواہاں نہ ہوتے۔

تقویٰ وطہارت:

اللہ کے جوزاہد، عابد، پارسا، پرہیزگار، نیکوکار، صالح اور مقرب بندہ ہوتے ہیں ان کے قلب وجگر میں ہر لحہ خشیت الٰہی اور حب نبی کی شمع روشن رہتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ''**لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ**'' کی عملی تفسیر ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کا خوف اور ڈر دل میں سب سے زیادہ رکھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر** ۔بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔اور علماء سے بڑھ کر اللہ کا خوف کس کے دل میں ہوسکتا ہے ،ارشاد باری ہے: **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** ۔انہیں علماء کے بارے میں اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:''**العلماء ورثۃ الانبیاء**''علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

کنز الدقائق خوف خدا اور محبت رسول سے سرشار تھے صوم وصلوۃ کے اتنے بڑے پابند تھے کہ فرائض وواجبات کے ساتھ ساتھ سنن ومستحبات کا بھی التزام فرماتے تھے۔حضرت کا معمول تھا کہ پنج وقتہ نماز کی سنتیں اور جمعہ کی سنتیں عموماً اپنے حجرے میں ادا کر کے مسجد تشریف لاتے ،بعد نماز ذکر واذکار، اور درود ووظائف میں مصروف ہوجاتے ،تقوی کا عالم یہ تھا کہ منہیات تو منہیات مکروہات تنزیہی اور شبہات سے بھی اجتناب فرماتے۔

کیرالا، اڑیسہ، مہاراشٹر، گجرات، بنگال وغیرہ کی طرح سیمانچل کے بعض علاقوں میں بھی جھینگا مچھلی (اچپا مچھلی) بعض لوگ بہت شوق سے کھاتے ہیں۔لیکن حضرت کنز الدقائق کے متعلق گاؤں میں یہ مشہور تھا کہ مفتی صاحب قبلہ جھینگا تناول نہیں فرماتے ہیں، احباب لاعلمی میں یا بھول سے کبھی دسترخوان پر پیش کر دیتے تو آپ اسے تناول نہیں فرماتے اور بہت زیادہ ناگواری کا بھی اظہار بھی نہیں فرماتے کہ میزبان کو کہیں تکلیف نہ ہوجائے اور اس لیے بھی کہ فقہاے کرام نے اسے مکروہ تنزیہی لکھا ہے جس میں عدم اظہار کراہت کی گنجائش موجود ہے۔اصاغر نوازی کا عالم یہ تھا کہ علاقے کے ہر امیر وغریب کی شادی بیاہ ،غرض کہ ہر قسم کی دعوت مسنونہ میں تشریف لے جاتے اور حوصلہ افزائی فرماتے بعدہ اپنی نیک دعاوں سے بھی نوازتے۔

تواضع وانکساری:

کنز الدقائق علیہ الرحمہ صدق وخلوص، خشوع وخضوع، صبر وشکر، قناعت وتوکل اور محبت ومروت جیسے اوصاف حمیدہ سے متصف تھے، لیکن اپنی خوبیاں پوشیدہ رکھتے ، اعلی ہو کر اپنے کو ادنیٰ تصور کرتے ، معلم ہو کر متعلم سمجھتے ، متقی ہو کر اپنے کو گنہگار جانتے ، زندگی کا ہر

لمحہ فکر آخرت میں گزارتے ،غرور وتکبر سے کوسوں دور رہتے ،یقیناً یہ سب خوبیاں اللہ کے مقرب بندوں اور تواضع وانکساری کی بلند علامتیں ہیں،حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ مذکورہ خوبیوں کے حامل تھے،عاجزی وانکساری اللہ تعالی کی خوشنودی حاصل کرنے کا ایک عمدہ اوراعلی ذریعہ ہے اللہ عزوجل کے حضور عجز وانکساری ایمان وعرفان کی کنجی اور مقرب بندہ ہونے کی روشن دلیل ہے۔اس لیے کہ اللہ تعالی عاجزی وانکساری کو بہت پسند فرماتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:**ادعوا ربکم تضرعا و خفیة انه لایحب المعتدین** ۔[سورۃ الاعراف آیت ۵۵]اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں ۔ترجمہ کنز الایمان۔صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبای علیہ رحمہ فرماتے ہیں تضرع سے اظہار عجز وخشوع مراد ہے۔[خزائن العرفان]

صفت عجز وانکساری ایک ایسی صفت ہے کہ ہر انسان اس صفت سے متصف نہیں ہوتا،خاص کر جب انسان بلند مقام پر فائز ہوتو وہ غرور وتکبر کا شکار ہوجاتا ہے لیکن کنز الدقائق علیہ الرحمہ ایسے عالم دین تھے کہ ایک زمیندار اور اعلی خاندان سے ہونے کے باوجود بھی کسی شخص سے تکبرانہ لب ولہجہ میں کبھی بات نہیں کرتے ،عاجزی وانکساری کا عالم یہ تھا کہ عموما امامت نہیں فرماتے اور مدرسہ کے طلباء کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے اگر طلبہ حضرت سے عرض کرتے کہ حضرت امامت فرمائیں تو جواب دیتے بابو چلو نماز پڑھاؤ۔کئی مرتبہ حضرت نے فقیر راقم السطور کو بھی امامت کا حکم فرمایا اور نہ چاہتے ہوئے بھی **الامر فوق الادب** کے تحت حکم کی تعمیل کرنی پڑی،فقیر کے دل میں یہ آرزو رہ گئی کہ کاش اپنے استاد محترم کی اقتداء میں کبھی نماز ادا کرنا نصیب ہوتا۔

حضرت صوفیانہ طرز پر زندگی گزارا کرتے۔حضرت کا لباس اوڑھنا،بچھونا بہت ہی سادہ ہوا کرتا تھا سفید کرتا پائجامہ یا کرتا تہبند، سفید کپڑے کی ٹوپی اور کبھی کبھار صدری زیب تن فرماتے تھے اس سے زیادہ کبھی بھی جبہ قبہ حضرت کے جسم پر نہیں دیکھا۔ہاں ممبئ آنے کے بعد ممبئ کے پروگراموں میں جبہ اور عمامہ زیب تن فرمانے لگے تھے۔

حسن اخلاق وکرادر:

اخلاق ''خلق کی جمع ہے'' لغت میں جس کا معنی ہے: پسندیدہ عادتیں ،اچھی خصلتیں ،خوش خوئی ،اچھا برتاؤ،ملنساری،کشادہ پیشانی۔یہی عادات واطوار اور چال چلن اگر انسانی حیات کا جزو لاینفک بن جائے تو اسی کو لغت میں ''اخلاق حسنہ'' کہا جاتا ہے۔ انسان معاشی اعتبار سے کم زور ہومگر اس کے اخلاق اچھے ہوں تو لوگوں کے دلوں میں اپنا بلند مقام بنا سکتا ہے۔حسن اخلاق کو اسلام میں بہت ہی بلند اور اعلیٰ مقام حاصل ہے،امام غزالی احیاء العلوم میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:''**انکم لن تسعو االناس بأموالکم فسعوهم ببسط الوجه وحسن الخلق** ''یعنی تم لوگوں کو اپنے اموال سے خوش نہیں کر سکتے ،البتہ!اپنی خندہ پیشانی اور خوش اخلاق سے انہیں خوش کرو۔[احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۱۵۶]

کنز الدقائق بہت ہی نرم طبیعت ،خوش مزاج اور سنجیدہ ذہن کے مالک تھے آپ کا اخلاقی معیار بہت ہی اعلیٰ وارفع تھا،آپ اخلاق حسنہ کے پیکر تھے، جو بھی اپنی حیات میں ایک مرتبہ آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا وہ آپ کا گرویدہ واسیر ہوگیا،امیر ہو یا غریب ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا آپ کی عادت کریمہ تھی،کبھی بھی کسی کو آپ سے شکایت کا موقع تک نہ ملا،گاؤں میں جب بھی کسی سے ملاقات ہوتی تو ان کی خیریت معلوم کرنے کے بعد ان کے اہل خانہ کے متعلق ضرور دریافت فرماتے ،اور خندہ

پیشانی سے گفت وشنید فرماتے اور ریٹائر ہونے کے بعد جب بھی حضرت بجرڈیہہ تشریف لاتے تو احباب سے فرداً فرداً احوال وکوائف دریافت فرماتے، پھران سے ان کی مصروفیات کے متعلق پوچھتے اور دعاؤں سے نوازتے۔حضرت کو اس گاؤں اور علاقے سے بہت ہی والہانہ الفت ومحبت تھی جب کبھی اس علاقے میں کہیں آنا ہوتا تو اس گاؤں میں ضرور تشریف لاتے، پھر بانسباڑی، جنتاہات، فقیر ٹولی، آسجہ اور قرب وجوار گاؤں کے احباب سے ملاقات فرماتے۔آسجہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز رضوی قبلہ علیہ الرحمہ سے گہرا تعلق وقلبی رشتہ تھا بلکہ بھائی جیسا یہی وجہ ہے کہ ان کے بچے انہیں چچا کہتے تھے اس تعلق خاطر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس خاندان میں کسی قسم کی بھی تقریب ہوتی اس میں ضرور آپ کی شرکت ہوتی، ان کے انتقال کے بعد بھی آمدرفت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا کیوں کہ حضرت مولانا نذیر احمد رضوی صاحب علیہ الرحمہ آسجہ علما نواز تھے حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ سے گہری محبت رکھتے، استاذ گرامی حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی ایک موقع پر بیان کررہے تھے کہ ایک سال والدگرامی کے اصرار پر حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کا قیام وطعام میرے گھر رہا ہے اس وقت ان کے بڑے شہزادے معراج اکرم بھی ساتھ رہتے تھے۔مولانا نذیر احمد صاحب کے انتقال کے بعد آسجہ آنے جانے کا سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ جب بھی ممبئی سے بجرڈیہہ (بہنوی مرحوم حاجی شفیق عالم سابق ضلع پریشد) جنتاہاٹ (بھائی ماسٹر سعید عالم رضوی صدر المدرسین دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہہ) کے گھر تشریف لاتے مولانا تبریز رضا افقر میزبانی کے لیے بے تاب رہتے اور ایک دوروز آسجہ بھی قیام فرماتے اور وہاں احباب سے پرانی باتیں شیئر کرتے۔

فرائض کی انجام دہی:

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ اپنے فرائض وذمہ داری کو ہمہ وقت پیش نظر رکھتے تھے، پابندی کے ساتھ درسگاہ میں تشریف لاتے اور طلباء کو درس دینے میں مصروف ہوجاتے۔فرائض کی انجام دہی کا اتنا خیال رہتا کہ اگر دولت خانہ جانا ہوتا تو جمعرات ہی کا انتخاب فرماتے اور پھر جمعہ کی شام یا ہفتہ کی صبح قبل از وقت دارالعلوم میں حاضر ہوجاتے، بلاوجہ کبھی بھی چھٹی نہیں کرتے۔جمعرات کو دارالعلوم میں دوسرے دنوں کی بہ نسبت جلدی چھٹی ہوجایا کرتی تھی مکتب میں پڑھنے والے بچے بالخصوص جمعرات کو جب شوروغل مچایا کرتے اور آپس میں کھیل کود کیا کرتے تو حضرت ان بچوں کو جو کچھ سمجھ وال ہوتے انہیں اپنے پاس بلاتے اور کاپی منگا کر فرماتے چلو ایک کھیل کھیلتے ہیں پھر اس پر کوئی ایک حرف تحریر فرماتے اور بچوں سے کہتے اس سے لفظ بناؤ تو کیا بن سکتا ہے مثلا الف لکھ دیتے پھر بچہ اگر کوئی لفظ بنا پاتا تو اس کی تعریف کرتے اور حوصلہ افزائی فرماتے، اور اگر کوئی لفظ نہیں بنا پاتا تو خود ہی اس حرف کے آگے پیچھے کوئی حرف بڑھا کر کوئی لفظ بنا کر سکھا دیتے مثلا الف لکھا ہوتا تو حضرت اس پر ے مد بڑھا کر آ بنا دیتے پھر کسی دوسرے بچے سے فرماتے تم بناؤ اس سے ہو پاتا تو بحسب معمول تعریف فرماتے، نہیں تو خود ہی کوئی لفظ مثلاً ج بڑھا کر آج بنا دیتے اور بچوں کو کھیل کھیل میں شرارت سے باز بھی رکھتے اور کچھ سکھا بھی دیتے یہ کھیل جو درحقیقت پڑھائی تھی اس سے راقم السطور کو بارہا کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے اکتساب فیض کا شرف حاصل ہوا ہے۔

معمولات زندگی کے کچھ ضروری گوشے:

☆ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کا روزانہ کا معمول تھا کہ بعد عصر پیدل جنتاہاٹ (جو بجرڈیہہ سے ایک کلومیٹر کی مسافت پر ہے) جاتے تھے، کئی ایک راہ گیروں سے ملاقات ہوتی تو گاڑی وسواری سے چلنے والے لوگ اپنی سواری روک کر گزارش کرتے کہ

حضرت گاڑی پر سوار ہو جائیں تو حضرت منع کر دیتے، اور پیدل ہی واپس ہوتے۔

☆ حضرت کو جب طہارت وغیرہ کے لئے پانی کی حاجت ہوتی تو کسی بچے سے پانی طلب نہ فرماتے، بذات خود ہی لوٹا لے کر چل پڑتے، جب کسی طالب علم کی نظر پڑتی تو وہ آپ کے پیچھے دوڑتا ہوا جاتا اور حضرت کے ہاتھ سے لوٹا لے لیتا، حضرت محبت بھرے انداز میں فرماتے ارے! بھائی آنے کی کیا ضرورت تھی، پھر وہ پانی بھر کر خدمت میں پیش کرتا۔

☆ ہمہ وقت عوام وخواص کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا، علماء آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور آپ سے دینی ودنیوی مسائل پر تبادلۂ خیال فرماتے، شعراء حضرات اشعار کی اصلاح لیتے۔

☆ عموما دیکھا جاتا ہے کہ بعد مغرب طلباء اپنے اسباق کی تکرار کرتے ہیں اور اساتذہ اپنے حجرے یا درسگاہ میں مصروف مطالعہ ہوتے ہیں لیکن حضرت کنز الدقائق کا یہ معمول تھا کہ بعد مغرب بھی طلباء کے ساتھ پابندی سے درسگاہ میں تشریف فرما ہوتے جنہیں کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش ہوتا تو حضرت کنز الدقائق بآسانی اس کا حل فرمادیا کرتے۔

☆ گاؤں اور قرب وجوار کے کسی فرد سے آپ کی ملاقات ہوتی تو اظہار محبت ومسرت فرماتے اور خلاف شرع کام پر گرفت کر کے اس کی اصلاح فرمادیتے اور اخیر میں پیار بھرے لہجہ میں نصیحت آمیز جملے ارشاد فرماتے کہ جناب! یہ دنیا دھوکہ ہے ایک دن اسے چھوڑ کر جانا ہے نماز وروزے کی پابندی کریں اور شریعت مطہرہ پر مضبوطی سے قائم رہیں۔

☆ جب جنتا ہاٹ میں آپ تشریف فرما ہوتے تو عموما استاد محترم حضرت مولانا عرفان صاحب علیہ الرحمہ وحضرت مولانا تبریز رضا صاحب افقر کی دکان میں تشریف رکھتے، جب آپ وہاں موجود ہوتے عوام وخواص کی بھیڑ لگ جاتی، آس پاس کے علماء، طلبہ کثیر تعداد میں جمع ہو جاتے اور پھر دینی ودنیوی حالات پر اظہار خیال فرماتے ۔

کنز الدقائق اور طریقۂ تدریس:

درس وتدریس کے میدان میں بے شمار افراد خدمت انجام دیتے ہیں وہ صاحب علم وفضل اور فہم وفراست کے حامل بھی ہوتے ہیں، پڑھنے پڑھانے کا شوق وذوق بھی رکھتے ہیں مگر اسلوبِ تدریس سے خاطر خواہ واقف نہ ہونے کی وجہ سے وہ طلبا کو مطمئن نہیں کر پاتے، لیکن کنز الدقائق جہاں کثیر علوم فنون کے تاجدار تھے وہیں میدان درس وتدریس میں بھی مکمل دسترس رکھتے تھے اور کتاب کے مشکل وپیچیدہ مباحث کو مختصر اور آسان انداز میں بیان فرماتے کہ ذہین تو ذہین غبی سے غبی طلباء بھی بآسانی سمجھ لیتے۔

عام طور پر باصلاحیت اور بڑے اساتذہ چھوٹی جماعت کے بچوں کو پڑھانے سے گریز کرتے ہیں مگر حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے اندر یہ خوبی بھی تھی کہ جہاں درس نظامی کی بڑی جماعت کے بچوں کو تعلیم دیتے تھے وہیں چھوٹی جماعت کے بچوں کو بھی بڑے شوق سے اور دلچسپ انداز میں پڑھاتے اور کبھی کبھار تو مکتب کے بچے بھی آجاتے تو انہیں واپس نہیں کرتے بلکہ انھیں خندہ پیشانی اور نرم لب ولہجے میں پڑھاتے۔ راقم الحروف کو حضرت سے ناظرۂ قرآن مجید پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، حضرت بہت پیار ومحبت فرماتے، حضرت کا ایک علمی رعب تھا جس کی وجہ سے خوف ہوتا تھا، آواز بلند کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی مگر حضرت خود ہی کرسی قریب کر لیتے، آہستہ آہستہ پڑھاتے اور گاہے بگاہے دریافت فرماتے سمجھے میاں؟ ناظرۂ قرآن شریف مکمل کرنے کے بعد بھی فارسی کی ابتدائی کتب کے کچھ اسباق حضرت سے پڑھنے کا موقع ملا۔ عموما بعد ظہر درس نظامی کے طلباء کو پڑھا کر فارغ ہوتے پھر ان کے ساتھ مکتب کے بچوں کو بھی املاء کراتے اور بہت ہی شفقت کے ساتھ اصلاح فرماتے اور تبسم فرما کر غلطی کی نشاندہی فرماتے۔

لوگوں کے دلوں میں کنز الدقائق کا مقام ومرتبہ:

ہر شخص خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب سبھی دل سے حضرت کنز الدقائق کی تعظیم وتوقیر کرتے، ہر فرد آپ سے باادب پیش آتا، ہر ایک کے دل میں آپ کا ایک الگ ہی مقام تھا، کنز الدقائق نے اپنی حیات مستعار کے تقریباً پینتیس سال اس گاؤں میں گزارے لیکن آپ نے کبھی بھی بستی کے متنازع مسائل میں دل چسپی نہ لی، اگر کسی نے کبھی اپنے معاملات کو آپ کی خدمت میں پیش کیا یا آپ کے سامنے کوئی اختلاف پیدا ہوا یا لوگوں میں کسی قسم کی کوئی نا اتفاقی پیدا ہوگئی تو تنہائی میں دونوں فریق کو بلا کر اسلامی نقطۂ نظر سے سمجھاتے اور آپسی ناراضگی ورنجش کو ختم کرنے کی نصیحت کرتے اور الفت ومحبت، اخوت وبھائی چارگی کے ساتھ زندگی گزر بسر کرنے کی ترغیب دیتے، وہ اپنے علم وفضل سے اس علاقے اور دار العلوم فیضیاب کرتے رہے اور اس کی چمک دمک میں نکھار پیدا کرتے رہے، اپنے علوم وفنون سے ہماری نسلوں کی زندگیاں سنوارتے رہے اور اپنے علمی وسعت سے ہماری زندگی کو روشن وتابناک فرماتے رہتے۔

یہی وجہ ہے کہ جب آپ دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ بائسی سے ریٹائر ہوئے تو وقت رخصت ہر شخص حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر زبان حال سے یہی کہہ رہا تھا کہ کاش حضرت کنز الدقائق ہم سے جدا نہ ہوتے، ان کے وجود مسعود سے ہم اکتساب فیض کرتے۔

علاقۂ بائسی کے عوام وخواص کے قلب وجگر میں حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی عظمت وبزرگی اور رفعت وبلندی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں علاقۂ بائسی سے پچاس سے زائد گاڑیاں پہونچیں اور سیکڑوں علما وفضلا اور عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ جب حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے محبین ومعتقدین کی ایک بڑی جماعت گانگی پہنچی، تو اس علاقے کے لوگوں نے حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے چاہنے والوں کی تعداد دیکھ کر متحیر اور ششدر رہ گئے اور یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ اگر چہ علاقہ گانگی میں پیدا ہوئے اور یہیں پلے، پڑھے بڑھے مگر علاقہ بائسی میں جو عزت ووقار حاصل کی اور بائسی والوں نے جس عقیدت ومحبت کا اظہار کیا یقیناً یہ فرمان الٰہی "**يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ**" کا فیض وفضل ہے۔

کنز الدقائق کی رحلت:

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی ذات ایسی تھی جن کے علم وعمل، جودت طبع، قوت استحضار، ادبی بصیرت، تدریسی صلاحیت اور دینی ومذہبی خدمات پر پورے سیمانچل کو ناز اور فخر تھا۔ افسوس! وہ عبقری شخصیت ہمیں تڑپتا اور بلکتا چھوڑ کر ۳/ جمادی الاخری ۱۴۴۳ھ مطابق ۷ جنوری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ بوقت جمعہ ۱۲/ بجکر ۴۵ منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ رَجعون جن کا وصال پر ملال اہل سنت وجماعت کے لئے نا قابل تلافی خسارہ ہے۔ اللہ تعالی حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے ان کی خدمات کو شرف قبول فرمائے ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

بجرڈیہہ بائسی ضلع پورنیہ بہار

متعلم شعبۂ تحقیق نوری دار الافتا سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ایک ہمہ گیر شخصیت

محمد معراج عالم مرکزی

(ویسے علمی دنیا میں حضور مفتی حسن منظر قدیری کا نام محتاج تعارف نہیں، مگر آپ کی سوانح پر طائرانہ نظر، سینکڑوں بھٹکے ہوؤں کو منزل مقصود تک پہنچنے میں نشان منزل کی حیثیت رکھتی ہے۔)

بیسویں صدی عیسوی کا دور ہے، ابھی ابھی ہندوستان برطانوی سامراجیت کے چنگل سے آزاد ہوا ہے، صوبہ بہار و بنگال اور اتر پردیش کے علمی چمن لہلہا رہے ہیں، علوم دینیہ کے مراکز میں انوکھی بہار آئی ہے، اور موسم بھی فصل بہار کا ہے، ایسے میں ماہ اپریل کی ۱۲ بارہ تاریخ ۱۹۳۸ء کو صوبہ بہار کی زرخیز زمین کشن گنج ضلع کے گانگی گاؤں میں منشی عبدالعلی کے گھر ایک نہایت ہی حسین وجمیل بچے کا تولّد ہوتا ہے جو حسن صورت وحسن سیرت کی موافقت کی بناء پر محمد حسن نام تجویز پاتا ہے۔ رشتہ دار خویش واقارب فرط مسرت میں جھوم رہے ہیں، مگر افسوس کہ اس بچے کے سر سے سایہ پدری بچپن ہی میں اٹھ چکا ہوتا ہے۔ اب وہ مادر مہرباں کی شفقت ومحبت میں پرورش پاتا ہے، ساتھ ہی برادر اکبر منشی محی الدین اشرفی کی سرپرستی میں ابتدائی تعلیم کے مراحل طے کرتا ہے، برادر شفیق ان کی ذہانت و فطانت کو بھانپ لیتے ہیں اور انہیں فارسی کی بنیادی تعلیم دلانے کے لیے مدرسہ جامع العلوم اشرفیہ (چکلہ، چندر گاؤں، بائسی بلاک) بھیج دیتے ہیں جہاں وہ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۸ء تک کی دوسالہ مدت میں، گلستاں، بوستاں، سکندر نامہ، بہار دانش، انوار سہیلی، دیوان بلالی وغیرہ کو زباں زد کر لیتے ہیں۔ پھر مزید تعلیم کے لیے مدرسہ عارفیہ (چنامنا، اسلام پور ضلع اتر دیناج پور بنگال) کا رخ کرتے ہیں اور وہاں ۱۹۵۹ء سے ۱۹۶۰ تک کی مدت میں میزان الصرف سے شرح جامی تک کی تمام کتب نحو وصرف کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مگر ابھی ان کی علمی پیاس بجھی نہیں ہے ابھی تو علوم وفنون کے بحر بیکراں میں غوطہ زنی باقی ہے! پھر کیا؟ ۱۹۶۱ء میں اپنا رخت سفر باندھتے ہیں اور اُس شہر عقیدت کی طرف رواں دواں ہیں جہاں سے ہزاروں تشنگان علوم اپنی علمی سیرابی پا کر دنیا کے کونے کونے میں اپنا علمی فیضان لٹاتے ہیں۔ جی ہاں! جسے علم وفن، فکر وسخن کا شہر بریلی شریف کہا جاتا ہے، آپ یہاں آ کر جامعہ منظر اسلام میں داخلہ لیتے ہیں اور ہر چہار جانب علمی وادبی ماحول پا کر ایک عجیب سی کیفیت محسوس کرتے ہیں۔ دوران تعلیم احادیث مبارکہ، فقہ واصول، منطق وفلسفہ کی معتبر کتابیں جیسے بخاری شریف، ہدایہ آخرین، توضیح وتلویح، حمداللہ، ملاحسن اور قاضی مبارک وغیرہ، بحرالعلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری سے پڑھتے ہیں۔ جبکہ مشکوٰۃ المصابیح، الصحیح المسلم، ابوداؤد، ترمزی، نسائی اور ابن ماجہ شریف، حضرت مولانا احسان علی مظفر پوری سے۔

ان کے علاوہ دیگر کتب کی تعلیم، جامعہ منظر اسلام کے دوسرے اساتذہ کرام سے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۶ء میں آپ کو سند فضیلت وفراغت دی جاتی ہے۔ اب آپ ایک پاکیزہ خیال، عالمانہ وقار، فقیہانہ بصیرت، مناظرانہ ہمّت، محقّقانہ جستجو، متکلّمانہ شان، زاہدانہ ورع اور صوفیانہ مزاج کے ساتھ وطن عزیز کی طرف واپس لوٹتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس پر ہمت جواں عالم نے جامعہ علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر اور ادیب کامل کا امتحان، دوران فضیلت ہی اعلیٰ نمبرات سے پاس کیا تھا۔ پھر باقاعدہ انگریزی

میں علی گڑھ سے ہائی اسکول بھی پاس کیا اور اچھی کامیابی دیکھ کر آئی۔اے۔اور بی۔اے۔تک کی تعلیم بھی حاصل کر لی اور ایک اچھے ادیب، مایہ ناز نقّاد، ممتاز نثر نگار اور نعت گو وغزل گو شاعر بھی بن گئے۔ یہاں پر میں یہ بات بھی بطور شکرانہ بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ انہی ساری انتھک محنتوں، کاوشوں اور جہد مسلسل کی وجہ سے آپ کی طبیعت کافی بگڑ گئی یہاں تک کہ پریم سنگھ ہاسپیٹل میں ۱۱۸ٹھارہ دن کے علاج کے بعد قدرے صحتیاب ہوئے اور مالک کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے گھر لوٹے۔فراغت کے بعد آپ نے خانقاہ اشرفیہ (گانگی) جو کہ آپ کے گھر سے بالکل قریب تھا وہیں پڑھانا شروع کیا کچھ دنوں بعد پھر مدرسہ انوار العلوم (شاخ: بہار اسٹیٹ مدرسہ بورڈ) یہ بھی آپ کے گھر سے قریب ہی تھا یہاں پڑھانا شروع کیا ۱۹۸۱ء میں جب مفکر اسلام مفتی ایوب مظہر صاحب بریلی شریف جا رہے تھے تو آپ بھی ان کے ساتھ میں ہو لئے جب شہر بریلی پہنچے تو سرکار مفتی اعظم ہند نے مفکر اسلام کو دار العلوم شاہ عالم (احمد آباد، گجرات) پڑھانے کے لئے بھیج دیا۔مفکر اسلام مفتی ایوب مظہر صاحب کو وہاں ایک قابل مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے آپ کو مدعو کر لیا۔مگر شہر بریلی کی محبت آپ کو کھینچ رہی تھی چنانچہ ۱۹۸۲ء میں دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں درس وتدریس اور فتویٰ نویسی کی خدمت کے لئے گجرات سے واپس لوٹے اور بڑی محنت ولگن کے ساتھ ۱۹۸۵ء تک درس وتدریس اور افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے۔اسی اثناء میں جامعہ رضویہ (کیمری ضلع رامپور) بھی گئے اور اسی سال یعنی ۱۹۸۵ء میں ازدواجی زندگی سے بھی منسلک ہو گئے۔اب وطن کی محبت آپ کو کھینچ رہی تھی۔

چنانچہ ۱۹۸۶ء میں آپ کی سرکاری تقرری دار العلوم محی الاسلام بجر ڈیہہ (بائسی پورنیہ) میں ہوئی اس زمانے میں یہ ادارہ بڑی شہرت کا حامل تھا۔آپ یہاں مدرس، مفتی اور پرنسپل کی حیثیت سے رہے اس دوران آپ نے سینکڑوں طلبہ، تلامذہ پیدا کئے، تبلیغی دورے کیئے، بے شمار مضامین ومقالات شائع کئے، بد مذہبوں سے مناظرے بھی کیئے، فقہی سوالات کے علمی جوابات بھی ارشاد فرمائے، سینکڑوں بھٹکے ہوؤں کی رہنمائی کی اور پیچیدہ مسائل کی عقدہ کشائی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، اس دوران آپ نے کثیر فتاویٰ جات بھی شائع کئے اور علمی دنیا میں ایک الگ پہچان بنائی۔اور ۲۰۱۰ء میں آپ ریٹائر ہو گئے۔اس کے بعد بھی الجامعۃ الرضویہ (کلیان ممبئی) میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے رہے۔آپ کی تصنیفات وتعریفات مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں ہیں جن میں مطبوعہ: (۱) تقدیر کائنات، (۲) چراغ راہ، (۳) عکس جمیل، (۴) تجلیات شرف، (۵) شخص وعکس، (۶) نماز اہل ایمان کی معراج وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اتنی آسان نہیں برگ وثمر کی منزل، عمر کٹ جاتی ہے پودے کو شجر ہونے تک بس یہی سینکڑوں علماء کے مربی، استاد اور محسن جسے دنیا، میدان علم وفن کے شہسوار، شریعت وطریقت کے جامع، محقق عصر، مایہ ناز ادیب ونقاد، بقیۃ السلف عمدۃ الخلف، بحر العلم، کنز الدقائق حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد حسن منظر قدیری کے نام سے جانتی ہے، کافی دنوں کی علالت کے بعد سات ۷ جنوری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ کو ہمیں داغ مفارقت دے گئے اور دوسرے دن سینکڑوں علماء ومشائخ کی موجودگی میں اس مومن صالح کا جنازہ اٹھا۔

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقے انہیں غریق رحمت کرے۔نوٹ: تاریخی حوالہ جات ومواد شخص وعکس (جو کہ خود حضرت ہی کی تصنیف ہے) سے ماخوذ ہیں۔

مقیم حال شیموگہ کرناٹک

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کے مشاہیر اساتذہ کرام کا مختصر تعارف

مفتی غلام آسی مونس پورنوی

حضور کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری کی ذات بابرکات کسی تعارف کا محتاج نہیں، آپ کی شش جہتی شخصیت کا زمانہ معترف ہے، آپ نے علم وفضل کے ایسے جواہر پارے بکھیرے کہ آج ان جواہر پاروں کو اپنے دامنوں میں سمیٹنے والی شخصیتیں بشکل خورشید افق عالم پر جگمگا رہے ہیں، جن کی ضیابار کرنوں سے ایک علمی جہان منور ہے، آپ بیک وقت ایک بہترین فقیہ، قابل مفتی، تجربہ کار مدرس، عمدہ مدقق، عظیم مصنف ومولف ومفکر ومحرر، عدیم المثال شاعر وناقد تھے، علما کی عزت وتکریم، تلامذہ سے محبت، مزاج میں انکساری، طبیعت میں سادگی، ہم عمروں سے محبت، چھوٹوں پر شفقت کے شامیانے تاننا آپ کا طرہ امتیاز تھا، جن کے اندر یہ تمام خصوصیات بیک وقت موجود ہوں ایسی شخصیتیں دنیا میں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں، میں یہاں حضور کنز الدقائق کے محاسن وکمالات کا تذکرہ نہ کرکے، آپ کے اساتذہ کرام کا مختصر تعارف پیش کرنے کی جسارت کررہا ہوں، جن کے فیوض وبرکات نے حسن منظر قدیری کو کنز الدقائق بنایا، جن کے زیر سایہ رہ کر آپ نے علم وفضل کے افلاک پر کمندیں ڈالیں، اور علم وفضل کے ایسے چشمے جاری کئے جن سے خلق خدا تا قیامت سیرابی حاصل کرے گی، آپ کے اساتذہ کی تعداد تو درجن بھر سے زائد ہیں، مگر اس جگہ ہم صرف آپ کے مشاہیر اساتذہ کا تعارف پیش کریں گے۔

محدث بہار حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری:

محترم قارئین: جب جب علم حدیث کی بات ہوتی ہے، تب تب ذہن محدثین کی جانب خود بخود مبذول ہو ہی جاتا ہے، ویسے تو زمین ہند پر درجنوں محدثین نے جنم لیا اور دم آخر تک ان سبھوں نے علم حدیث کی بے بہا خدمت انجام دیا، ان کے جانے کے بعد ان کے تذکرے، سوانح بھی منظر عام پر آئے، جن کی ذات وشخصیات سے دنیا نے آشنائی حاصل کی، مگر انہیں محدثین میں ایک ذات، محدث جلیل حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری کی بھی ہے جنہوں نے آخری سانسوں تک علم حدیث کی خدمت کی مگر افسوس کہ اس عبقری شخصیت سے عوام تو عوام خواص بھی نا آشنا ہیں، نہ جانے کیوں اس محدث جلیل کے تذکرے وسوانح صرف کچھ محدود حلقوں میں محصور ہوکر رہ گیا ہے، عمدۃ المحررین حضرت علامہ ڈاکٹر محمد فرقان رضا نوری بیسلپوری تحریر کرتے ہیں کہ اگر بوقت ان عبقری شخصیات پر کام نہ ہوا تو خدشہ ہے کہ آنے والی نسلیں ان متبرک ہستیوں کے اسما سے بھی آشنا نہ ہوں، اس لئے ان متبرک شخصیات پر مستقل طور پر کام کرنے کی اشد ضرورت ہے، محدث بہار حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری ضلع سیتامڑھی قدیم مظفر پور کے قصبہ فیض پور میں ایک دین دار گھرانے میں سن 1316ھ، میں پیدا ہوئے، قصبہ فیض پور قیام سیتامڑھی سے پہلے مظفر پور میں شامل تھا، یہ قصبہ ایک زمانے میں علوم اسلامیہ کے حوالے سے کافی مشہور تھا، محدث بہار حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری کی ابتدائی تعلیم اپنے

ہی علاقے میں ہوئی، سن 1326ھ میں آپ نے مدرسہ نور الہدی پوکھریرا ضلع سیتامڑھی میں میں داخلہ لیا، اور کافیہ قدوری تک کی کتابیں، جانشین سرکار مجی حضرت علامہ ولی الرحمٰن پوکھروی علیہ الرحمہ سے پڑھیں، اور جب پیاس اور بڑھی تو مرکز عقیدت بریلی شریف کا رخ فرمایا، اور پھر 1333ھ میں جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف میں داخل ہوئے، اور حضور حج الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ، حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ رحم الٰہی منگلوری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ نور الحسین فاروقی علیہ الرحمہ سے کتب مروجہ پڑھیں، آپ بچپن ہی سے بلا کے ذہین تھے اکتساب علم دین کا جذبہ دل کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا، کتابوں سے لگن کا عالم یہ تھا کہ کوئی ایک کتاب اٹھاتے اور پوری کتاب کا رات بھر میں مطالعہ فرمالیا کرتے تھے، یہ آپ کا روز کا معمول تھا، آپ کے اعلی ذہنی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ، جب آپ اپنے ہم سبق طلبا کے ساتھ تکرار کے لئے بیٹھتے، تو آپ بعینہ اسی طرح تکرار کرایا کرتے تھے جس طرح استاذ نے درسگاہ میں پڑھایا ہوتا، کبھی کبھی تو ایسا ہوتا کہ بعینہ وہی الفاظ اسی محل میں ادا کرتے جس محل میں استاذ نے وہ الفاظ درسگاہ میں ادا فرمایا تھا، آپ کی انہیں محنت و جانفشانی کو دیکھ کر اساتذہ نے آپ کو محبوب نظر بنالیا تھا، آپ کی اعلی ذہنی اور فہم و فراست کو دیکھ کر خود سیدی سرکار اعلی حضرت نے کئی مرتبہ اپنی بارگاہ میں شرفیابی کی اجازت عطا فرمائی، اور سر پر محبت سے ہاتھ پھیر کر آپ کے علم و عمل میں برکت کی دعا فرمائی اور آپ کو اپنی پگڑی عطا فرمائی، دل میں خواہش تھی کہ حضور سیدنا سرکار اعلی حضرت کے دست اقدس پر بیعت ہوتے، مگر زمانہ طالب علمی میں یہ بات ذہن میں تھی کہ حضرت کے زیر سایہ تو ہیں ہی جب چاہیں گے بیعت ہوجائیں گے، مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، اسی مابین حضور اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ وصال فرماگئے، دل کے ارمان دل کے اندر ہی دفن ہوکر رہ گئے، غموں سے نڈھال ہوکر بستر پر دراز ہوگئے، تو خواب میں سرکار اعلی حضرت کی جلوہ گری ہوئی، آپ نے فرمایا احسان علی پریشان نہ ہو غم نہ کرو مجھ سے بیعت نہ ہوئے تو کیا ہوا، میرے نائب حامد رضا ہیں نا، جاان سے بیعت ہوجا، ان سے بیعت ہونا مجھ سے ہی بیعت ہونا ہے، جب آنکھ کھلی تو مؤذن الصلوۃ خیر من النوم کی صدائیں بلند کررہا تھا، اٹھ کر غسل کیا، نماز فجر ادا کی اور سیدھے بارگاہ حضور حجۃ الاسلام میں جا پہنچے، اجازت طلب کی، اجازت ملنے کے بعد اندر تشریف لے گئے، تو حضور حجۃ الاسلام نے برجستہ فرمایا آجلدی مرید ہوجا، مجھے کچھ خاص کام کے لئے باہر جانا ہے، سر قدموں میں رکھا اور حضور حجۃ الاسلام کے دست اقدس پر شرف بیعت حاصل کی، حضور حجۃ الاسلام پہلے سے استاذ و مربی تو تھے ہی اور اب روحانی ناطہ بھی آپ ہی سے جڑ گیا۔

فراغت: 1340ھ میں سیدنا سرکار اعلی حضرت کے عرس چہلم کے موقع پر اکابرین اہل سنت اور صاحبان علم و فضل نے اپنے متبرک ہاتھوں سے فضیلت کا سہرا آپ کے سر پر سجایا، اور اسی موقع پر حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو جمیع سلاسل اہل سنت اور جملہ اوراد و وظائف کی خلافت و اجازت عطا فرمائی، بعدہ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں ہی آپ کی تقرری عمل میں آئی، اور ایک زمانے تک آپ نے وہاں علم و فضل کے دریا بہائے، پھر کچھ دنوں کے لئے مدرسہ انوار العلوم دامودر پور مظفر پور میں صدر المدرسین کے عہدے پر براجمان ہوئے، پھر حضور مفسر اعظم حضرت علامہ ابراہیم رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے بے حد اصرار پر جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف واپس تشریف لے گئے اور تاحیات وہیں سے فیضان علم و کمالات تقسیم فرمایا، اس طرح جامعہ رضویہ منظرِ اسلام میں آپ نے اپنی زندگی کے تقریبا چالیس سال گذارے، ویسے تو آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت ہیں مگر ہم ذیل

میں کچھ مشاہیر تلامذہ کے اسما نقل کررہے ہیں۔

مشاہیر تلامذہ: حضور مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا خان، علامہ ریحان رضا خاں، تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان، بحر العلوم علامہ مفتی افضل حسین مونگیری، علامہ مفتی رجب علی نانپاروی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، شیر بہار علامہ مفتی اسلم رضوی مقصود پوری، حضور صدر العلما علامہ تحسین رضا خان، کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری، علامہ مظہر حسین بدایوں شریف، علامہ مفتی عبد الحلیم ناگپوری، وصال آپ کا وصال 10 شوال المکرّم، 1402ھ میں ہوا، آپ کی نماز جنازہ مفتی نسیم الدین رضوی، نائب مہتمم جامعہ قادریہ مقصود پوری نے پڑھائی، اور ہزاروں فرزندان توحید نے نم آنکھوں سے آپ کو سپرد خاک کیا، آپ کی آخری آرام گاہ آپ کے آبائی وطن میں ہی آپ کے گھر سے متصل مرجع خلائق ہے۔

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ:

زمین بہار ایسے ہی قابل رشک نہیں، بلکہ اس وجہ سے قابل فخر و رشک ہے، کہ اس سرزمین نے ایسے ایسے گل کھلائے، جس کی خوشبو نے مشام جان کو معطر کیا، اور اپنوں اور بے گانوں نے بھی اس خوشبو کو محسوس کر کے سراہا، اور یہ وہ خوشبو ہے جس کو قیامت تک محسوس کیا جائے گا، انہیں تمام پھولوں میں ایک پھول ایسا بھی ہے جو اپنے آپ میں منفرد المثال ہے، اسی پھول کو دنیا بحر العلوم حضرت علامہ مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی ہے حضرت بحر العلوم علامہ مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ نے بہار کے ضلع مونگیر کے موضع بوانا میں / 14 رمضان المبارک 1337ھ مطابق / 13 جون 1919 بروز جمعہ بوقت فجر اپنے آبائی مکان میں آنکھیں کھولیں، ننھے کی کلکاریوں نیا یک الگ سماں پیدا کر دیا تھا، پورے خاندان کو ننھے کی آمد نے وہ خوشیاں عطا کیں تھیں، جس کا انتظار والدین سمیت اہل خاندان بڑی مدت سے کر رہے تھے، جن کی آمد کی خبر عارف باللہ حضرت علامہ حفیظ اللہ حسینی رحم اللہ علیہ جو اپنے وقت کے با کرامت ولی کامل تھے نے پیدائش سے ایک سال قبل والد گرامی کو دے دی تھی، اور نام افضل حسین بھی تجویز فرما دیا تھا، حضور بحر العلوم علامہ مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ نے درس نظامی کی کتب متداولہ مدرسہ فیض الغربا آرہ بہار، مدرسہ شمس العلوم بدایوں شریف، میں حاصل کیں، اور اعلی تعلیم کے لئے مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف کا رخ فرمایا، اور حضرت علامہ مفتی نور الحسین مجددی رامپوری، و دیگر مقر اساتذ منظر اسلام سے مروجہ کتب کا درس لیا، اور سن 1359ھ: مطابق 1940: میں جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف سے ممتاز نمبرات حاصل کر کے اکابرین اہل سنت کے دستہائے متبرکہ سے دستار و سند حاصل کی، حضور بحر العلوم ایک ہمہ جہت شخصیت تھے علم و عمل میں آپ کا ثانی مشکل سے مل پاتا ہے، آپ بیک وقت، محدث، مفسر، فقیہ، مفکر، محقق، مدقق، محرر، فلسفی، منطقی، متکلم، مصنف، اور صاحب الرائے کی حیثیت سے علمی طبقوں میں تسلیم کئے گئے اور آپ کے علم کا لوہا اپنے تو اپنے اغیار نے بھی مانا آپ کے علمی کمال کا اندازہ اس سے آسانی کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے فراغت کے فورا بعد ہی جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں ہی تدریسی خدمات انجام دینا شروع کر دیں، بعدہ مفتی، صدر مفتی، شیخ الحدیث، صدر المدرسین کے عہدوں پر متمکن ہوئے۔

بیعت و خلافت:

جمادی الآخر 1367ھ میں مفتی اعظم عالم اسلام تاجدار اہل سنت حضور مصطفے رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے دست اقدس پر

سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور 1372ھ مطابق 1953 میں حضور مفتی اعظم نے جملہ سلاسل طریقت اور جملہ اوراد و وظائف کی اجازت و خلافت سے نوازا، آپ نے جہاں وعظ و تقریر و تدریس کے ذریعے اشاعت دین متین کے لئے انتھک کوششیں کیں، وہیں آپ نے اپنی تحریرات کے وسیلے دین متین کی نشر و اشاعت کا فریضہ بھی انجام دیا، آپ نے درجنوں کتب الگ الگ علوم وفنون پر تحریر فرمائے، جن کی تعداد تقریبا پچاس سے زائد ہیں، مگر ہم نمونے کے طور پر آپ کے کتب مطبوعہ کے اسما ذیل میں نقل کر رہے ہیں جن کی تعداد قریب 39 ہیں 1 زبدۃ التوقیت علم توقیت 2 توضیح الافلاک علم ہیئت 3 معیار التقویم علم توقیت 4 نعیار الاوقات علم توقیت 5 مساح الدائر 6 البراہین الہندسیہ علی مقادیر الخطوط العشرہ 7 مصباح السلم شرح سلم 8 گھڑیاں اور ان کے اوقات کی کہانی 9 معین البیب فی حل شرح التہذیب 10 مفتاح التہزیب 11 اسلعی المشکور فی بحث الشک و المشہور 12 تعلقات علی القطبی 13 عمدالفرائض فقہ 14 مرقا الفرائض فقہ 15 عید میلاد اور چراغاں 16 وصیت کے مسائل عسیرہ کا حل بطریق جبر و مقابلہ 17 رد خلافت یزید 18 منظر الفتاوی 19 مصباح المنطق 20 زبدالقواعد 21 وقایالنحو فی ہدای 22 الجواہر الصافیہ من من فوائدالکافیہ 23 منارالتوقیت 24 میزان الدائر والبسیر 25 ہدایالحکم 26 ہدایالمنطق 27 توضیح الجج الاولی 28 التوضیح المنیر فی مبحث الثنا بالتریر 29 تکمیل الصرف 30 ہدایالصرف 31 دراس النحو 32 ہدای النحو 33 البیان اسلامی فی شرح دیباج الجامی 34 التوضیح المقبول فی الحاصل والمحصول 35 القول الاسلم فی مبحث الحسن والقبح من السلم 36 ترجمہ عبدالرسول شرح مءعامل منظوم 37 صبح وشفق 38 احسن الفتاوی 39 احسن الاحادیث فی تعدد التلامیذ۔

عمدۃ المحر رین حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر فرقان رضا نوری بیسلپوری اپنے ایک مقالے میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور بحر العلوم کی تقریبا دو درجن کتابیں ہجرت کے دور میں غائب ہوگئیں، جس سے علمی دنیا کو ایک عظیم خسارہ پہنچا، آپ کے تلامیذ ہ آپ کے تلامیذ ہ کی فہرست تو بڑی طویل ہے جس کو جمع کرنے کے لئے ایک وقت درکار ہے مگر ہم یہاں آپ کے کچھ مشاہیر تلامیذ ہ کے اسما ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔

مشاہیر تلامذہ:

نبیرہ اعلی حضرت حضرت علامہ ریحان رضا خان بریلوی، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان بریلوی، حضرت علامہ مفتی ابراہیم خوشتر صدیقی، حضرت علامہ مفتی ابوالخیر محمد حسین قادری، حضرت علامہ پروفیسر جلال الدین احمد رضوی، حضرت علامہ بدرالدین احمد رضوی، حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین بہاری، خضرت علامہ مفتی جہانگیر رضوی، حضرت علامہ مفتی عبدالطیف غزنوی، حضرت علامہ شیر علی قندھاری، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری، وصالِ پرملال آخر ایک دن وہ بھی آیا جس کے لئے انسان دنیا میں آتا ہے، یعنی یوم وفات، 20 رجب المرجب 1402ھ مطابق 1982 کو آسمان علم وفضل کا چمکتا آفتاب غروب ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، آج آپ کی تربت انور سکھر پاکستان کے ایک مشہور قبرستان میں مرجع خلائق ہے؛

رئیس المحققین حضرت علامہ سلمان بھاگلپوری علیہ الرحمہ

ریاست بہار کے ضلع بھاگلپور کے قصبہ ماچھی پوریہ قصبہ شہر سے تقریبا 9 کیلومیٹر کے فاصلے پر جانب جنوب آباد ہے میں پیدا

ہوئے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقے میں حاصل کیں، اس کے بعد اکتساب علم کی نہریں آپ کو کچھوچھہ مقدسہ کے ساحل تک لے گئی، مشائخان کچھوچھہ مقدسہ کے نینوں کا انتخاب جب کچھوچھہ مقدسہ پہنچا تو ان کی محبتوں نے پیشانی سلمان کو چوم کر مرحبا کہا، یہیں سے علوم اسلامیہ کے فیوض و برکات کی نہر دینی درسگاہوں تک پہنچنا تھی اور پہنچی بھی، حضرت علامہ سلمان بھاگلپوری نے اولاد غوث اعظم حضرت مولانا سید محمد اشرفی علیہ الرحمہ کچھوچھوی علیہ الرحمہ سے شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کی، بعدہ ممتاز المشائخ حضرت مولانا سید احمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے ایما پر حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ علمی چھتر سایہ میں جا پہنچے، اس وقت حضور صدر الشریعہ اجمیر معلیٰ شریف سے منتقل ہوکر مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف کے مسند تدریس پر متمکن ہو چکے تھے، اس لئے آپ نے بھی جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں داخلہ لے لیا اور وہیں رہ کر جمیع علوم وفنون کی کتابیں حضور صدر الشریعہ سے پڑھیں، بعدہ آپ کو منظر اسلام سے اکابرین اہل سنت کے مقدس ہاتھوں سے دستار وسند عطا ہوئی آپ بلا کے ذہین تھے یہی وجہ رہی کہ حضور صدر الشریعہ نے آپ کو اپنا محبوب نظر بنایا تھا، اور اکثر و بیشتر قیلولہ کے وقت حضور صدر الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ باہر سے آنے والے فتوں کے جوابات املا کراتے اور عربی عبارات و جزئیات کی تخریج کی ذمہ داری حضرت علامہ سلمان بھاگلپوری کی ہوتی، حضرت علامہ مفتی عبد الخالق رضوی مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف فرماتے ہیں کہ علامہ سلمان بھاگلپوری جہاں ایک بہترین تجربہ کار مدرس تھے وہیں صاحب بصیرت مفتی بھی تھے، علامہ سلمان بھاگلپوری کے فتاوے دیکھنے کے بعد اکابرین کی یادیں تازہ ہو جایا کرتی ہیں مگر افسوس کہ آپ کے تحریر کردہ فتاوے جمع نہ ہو سکے اور اگر آپ کے فتاوے جمع ہو جاتے تو ایک ضخیم کتاب کا وجود ہوتا، اور اس طرح ایک قیمتی ورثہ سے امت محروم ہوگئی، درس وتدریس فراغت کے بعد حضور محدث اعظم کے حکم پر مدرسہ اسلامی اندرکورٹ میرٹھ تشریف لے گئے، بعدہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد، دار العلوم اشرفیہ مبارکپور، جامعہ حمیدیہ بنارس، دار العلوم شاہ عالم احمد آباد، میں بھی الگ الگ وقتوں میں علم وفضل کی نہریں جاری فرمائیں، جس وقت آپ مدرسہ اسلامی اندرکورٹ میرٹھ میں تھے اس زمانے اس مدرسے میں کچھ دیوبندی صاحبان بھی مدرس تھے اس لئے ہمیشہ علمی نکتہ چینی ہوا کرتی تھی، جس کی شکایت ان مولوی صاحبان نے مدرسے کے ناظم اعلی سے کی، اس موقع پر ناظم اعلی صاحب نے سوچا کہ کسی باہری مولوی کو بلا کر مولانا کا امتحان لے لیا جائے چنانچہ ناظم صاحب نے دیوبندیوں کے بہت بڑے مولوی قاری طیب کو بلایا، تاکہ وہ علامہ سلمان کا امتحان لیں، یہ بات علامہ سلمان بھاگلپوری کو صرف ایک دن قبل معلوم ہوئی، جس وقت دیوبندی مولوی آپ کے سامنے درسگاہ میں بیٹھا اس وقت آپ بیضاوی شریف پڑھا رہے تھے، آپ نے بیضاوی شریف کا ایسا درس دیا اور ایسے ایسے نکات بیان فرمائے کہ دیوبندی مولوی قاری طیب دنگ رہ گیا اور آپ سے بے حد متاثر ہوا اور برملا آپ کے علم وفضل وکمال کا اعتراف بھی کیا، آپ نے شیخ المسلمین والمشائخ حضرت مولانا سید علی حسین اشرفی علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا، آپ کا وصال 2، ربیع الآخر 1397ھ، مطابق 23 مارچ 1977 کو ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون

تلمیذ ملک العلما حضرت علامہ شہاب الدین اشرفی علیہ الرحمہ

حضرت مولانا شہاب الدین اشرفی علیہ الرحمہ ریاست بہار کے موجودہ ضلع کٹیہار کے پرگنہ بارسوئی کے ایک گاں جسے آج بھینس

بندھا کہا جاتا ہے جو سودھانی ریلوے اسٹیشن سے تقریبا دس کیلومیٹر کے فاصلے پر جانب جنوب واقع ہے، 1926: میں ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کے والد گرامی ایک دین دار صوم وصلو کے پابند شخص تھے، فارسی زبان میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، آپ کا گھرانہ اپنے علاقے کا ممتاز گھرانہ تھا، علاقے میں کافی عزت تھی، اور آپ کا شمار علاقے کے بااثر اشخاص میں ہوتا تھا، جب آپ کی عمر تقریبا چار برس کی ہوئی تو والد گرامی نے آپ کا داخلہ قریب کے ایک اسکول میں کروادیا، تقریبا سات برسوں تک آپ تسلسل کے ساتھ عصری تعلیم کا اکتساب کرتے رہے، مگر خدائے تعالی کو آپ سے بڑے بڑے کام لینا تھا، ایک دن اچانک آپ نے عصری تعلیم سے اپنا دامن جھاڑ لیا، وجہ پوچھی گئی تو والد محترم سے دل کی ساری کیفیت بتاڈالی، وہیں سے آپ کے دل میں علم دین کا ایک ایسا چراغ روشن ہوا، کہ آج تک اس چراغ کے لو کی حرارت دنیا محسوس کررہی ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ لطیفہ رحمٰن پور میں حاصل کی پھر جب تشنگی اور بڑھی تو دارالعلوم مصطفائیہ چمنی بازار شریف تشریف لے گئے، دارالعلوم مصطفائیہ اس زمانے پورے ہندوستان میں کوہ نور کی حیثیت سے متعارف تھا، اپنے وقت کے بڑے بڑے علما وہاں کے مسانید درس وتدریس پر براجمان تھے، دوسالوں تک آپ نے وہاں سیرابی حاصل کی، پھر اس کے بعد دارالعلوم فیض الغربا آرہ تشریف لے گئے کچھ دنوں تک آپ نے وہاں اکتساب فیض کیا پھر وہاں سے مدرسہ نیازیہ اسلامیہ خیرآباد تشریف لے گئے، وہاں آپ نے شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کی، پھر علم دین کے متوالے پرندے نے وہاں سے پرواز کرکے چمن صدرالافاضل میں اپنا گھونسلہ بنالیا، پھر وہاں آپ نے علامہ وصی احمد سہسرامی علامہ یونس نعیمی اشرفی، علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی سے اکتساب فیض کیا، اسی مابین ایک وقت وہ آیا کہ جس وقت کٹیہار کی مٹی کی خوشبو پورا ہندوستان محسوس کررہا تھا، تشنگان علوم نبوت کی جماعتیں جوق در جوق مدرسہ بحرالعلوم کٹیہار کا رخ کررہی تھیں، یعنی اس وقت حضور اعلی حضرت کا علمی فیضان مدرسہ بحرالعلوم سے تقسیم ہورہا تھا، سال تھا 1371ھ: کا اس وقت حضور ملک العلما حضرت علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ مدرسہ بحرالعلوم کے تدریسی مسند پر جلوہ افروز تھے، جب یہ خبر آپ تک پہنچی کہ حضور ملک العلما مدرسہ بحرالعلوم کے صحن سے علم وفضل کے گوہر لٹا رہے ہیں تو آپ جامعہ نعیمیہ سے سیدھے مدرسہ بحرالعلوم تشریف لے آئے، اور آپ نے حضور ملک العلما کے سایے میں دوسال رہ کر، بخاری شریف، طحاوی شریف، مسند امام اعظم، تفسیر مدارک شریف، مسلم الثبوت، دیوان حماسہ، اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں پڑھ کر حضور ملک العلما سے تلمذ کا شرف حاصل کیا، اور صرف ایک واسطے سے حضور اعلی حضرت کے شاگرد ہوئے، اور مدرسہ بحرالعلوم سے ہی آپ نے ممتاز نمبرات سے دستار وسند حاصل کی، حضور ملک العلما کے زیر سایہ فارغین کی ایک بڑی جماعت تھی مگر چونکہ آپ ہر اعتبار سے ممتاز تھے جس کی بنیاد پر حضور ملک العلما نے مدرسہ بحرالعلوم میں تدریسی خدمات پر آپ کو مامور کیا، اور آپ وہیں سے ایک زمانے تک علم وفضل کی نہریں جاری فرماتے رہے، مدرسہ بحرالعلوم کے علاوہ آپ نے مدرسہ مختارالعلوم گھسکی ٹولہ بائسی، دارالعلوم حنفیہ کھگڑہ کشن گنج، مدرسہ اشرفیہ اظہارالعلوم سونا پور بارسوئی، میں بھی اپنے علمی فیضان تقسیم فرمائے۔

مشاہیر اساتذہ: آپ کے مشاہیر اساتذہ میں، حضور ملک العلما علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ سکندر علی رشیدی، حضرت علامہ غلام یسین رشیدی، علامہ ابراہیم آروی، علامہ مفتی حبیب اللہ نعیمی، علامہ وصی احمد سہسرامی، علامہ یونس نعیمی اشرفی، علامہ یوسف ہری پوری، علامہ سلمان اشرفی بھاگلپوری، علامہ تاج الدین پورنوی، علامہ مفتی عبدالقادر رشیدی، علامہ اسماعیل آروی، کے اسما

قابل ذکر ہیں، مشاہیر تلامذہ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی کافی ہے مگر اس جگہ آپ کے صرف کچھ مشاہیر تلامذہ کے اسما درج کئے جارہے ہیں، علامہ ابراہیم سالک سہر سہعلامہ مفتی امتیاز علی رضوی سہر سہمفسر قرآن علامہ نعمان رشیدی سیوانکنز الدقائق علامہ مفتی حسن منظر قدیر یمولانا عبدالقدوس ہرنتوڑ بائسیمولوی ابراہیم رشیدی ہرنتوڑ بائسی، مولانا خواجہ سلامت اللہ بچھردہ، مولانا نعیم الدین نعیمی کولا تبلیغ وارشاد تبلیغ وارشاد کے لئے آپ نے فن خطابت کا اختصاص فرمایا تھا، علاقہ اور گردونواح میں کوئی ایسا جلسہ نہ ہوتا جس میں آپ خطیب نہ ہوں، انداز خطاب نہایت ہی عمدہ تھا، سلیس زبان میں خطاب فرمایا کرتے تھے، محفل کا ہر کس وناکس آپ کی گفتگو اچھی طرح سمجھ جایا کرتا تھا، آپ ہمیشہ عنوانی خطاب فرماتے تھے آپ جس موضوع پر خطاب فرماتے اس موضوع کے کسی بھی گوشے کو تشنہ نہ چھوڑتے، آپ کی تقریر نکات سے لبریز ہوا کرتی تھی، جسے خاص کر اہل علم بے حد پسند کرتے تھے، بیعت وخلافت آپ نے اپنے استاذ حضور ملک العلما کے حکم پر شیخ المسلمین والمشائخ سیدی سرکار علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا اور آپ ہی سے اجازت وخلافت بھی حاصل ہوئی، نکاح آپ کا نکاح حضرت مولانا قاضی ثمیر الدین رشیدی علیہ الرحمہ) جو اپنے علاقے کے بڑے عالم دین تھے اور آپ کا خاندان علاقے میں بارسوخ تھا (کی بڑی صاحبزادی سے ہوا، جن سے سات اولادیں ہوئیں، چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں، جن میں سے ایک صاحب زادے کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا، اور ایک صاحب زادی بھی مالک حقیقی سے جاملی، اور ابھی چند دنوں پہلے آپ کے منجھلے صاحبزادے فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی آل مصطفے اشرفی مصباحی) علیہ الرحمہ (استاذ ومفتی طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ گھوسی، بھی وصال فرما گئے، سفر حج بیت اللہ یہ ہر ایک مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ وہ زندگی میں کم از کم ایک بار ہی بیت اللہ شریف کی بہاروں کو اور روضہ رسول کی ضیاں کو اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھ لے، اللہ تعالی نے آپ کی یہ دلی خواہش بھی پوری فرمائی، اور اپنے کرم کے شامیانے تلے انوار کی برسات میں نہانے کا موقع عنایت فرمایا، اور آپ 1959 میں دل میں عشق مصطفیٰ کی تڑپ لے کر عازم سفر ہوئے، وصال پر ملال یہ دنیا کا نظام ہے کہ یہاں جو بھی آتا ہے وہ جانے کے لئے، آپ انتقال سے پہلے کافی کافی دنوں تک بستر علالت پر رہے، دن تھا ہفتے کا ماہ فروری 2010 کی 2 تاریخ تھی، سفر آخرت کے علامات ظاہر ہونا شروع ہوئی، گھر والوں نے سر کو جانب شمال کیا، اہل خانہ میں سے کسی نے تلقین شروع کی، سرہانے سورہ یسین شریف وسورہ رعد شریف کی تلاوت جاری تھی، گھڑی کی سوئیوں نے 12 بجکر 15 منٹ بجا دیئے تھے، اسی مابین مصطفے جان رسالت کا وارث وعاشق اہل خانہ کو روتا بلکتا چھوڑ کر مالک حقیقی کے وصال کی لذتوں سے آشنا ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون:

حضرت علامہ قاضی مفتی شمس الدین جون پوری علیہ الرحمہ

شہر جونپور ایک زمانے میں علم وادب، نقد ونظر کا مرکز ومحور رہا، جسے بھی جونپور کی ہوا لگتی وہ وہاں کی تہذیب وتمدن سے متاثر ہوکر اسی شہر محبت کا ہوکر رہ جاتا، اس زمین کو سینکڑوں بزرگان دین نے اپنا مسکن بنایا، اور اپنی جلوہ آرائیوں سے اس شہر محبت کے در ودیوار روشن کئے، اسی لئے اس شہر کو تاریخ شیراز ہند کے نام سے یاد کرتی ہے، حضرت علامہ قاضی مفتی شمس الدین علیہ الرحمہ اسی شہر کے محلّہ میر مسرت میں / 28 ذی الحجہ 1322ھ، مطابق /5 مارچ: 1905 میں پیدا ہوئے، تعلیم آپ کی ابتدائی تعلیم شہر جونپور ہی میں ہوئی، بعدہ اعلی تعلیم کے لئے پیتل نگری مرادآباد کا رخ فرمایا اور حضور صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ سے کتب متداولہ کا درس لیا، اس زمانے میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اجمیر معلّی شریف کے دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں علم کے گوہر لٹا رہے تھے، جس کی شہرت بڑی تیزی

کے ساتھ پورے ملک میں پھیل گئی تھی، اس لئے ہر ایک طالب علم کی خواہش ہوتی کہ وہ حضور صدر الشریعہ کی بارگاہ کا فیض یافتہ ہو، آپ بھی انہیں مکتسبین میں سے تھے، اسی لئے آپ نے اجمیر معلیٰ کا رخ فرمایا، اور حضور صدر الشریعہ کے شیتل چھایہ میں رہ کر بہت ہی انہماک کے ساتھ اکتساب علم کرتے رہے، وہاں آپ نے احادیث کی اکثر و بیشتر کتابیں حضور صدر الشریعہ سے ہی پڑھیں، اور جب 1352ھ ، میں حضور صدر الشریعہ اجمیر معلیٰ سے بریلی شریف منتقل ہوئے تو آپ کے ہمراہ تقریباً چالیس طلبا کی ایک جماعت بھی بریلی پہنچی، یہ وہ طلبا تھے جو علم وفن کے آفتاب ومہتاب کی حیثیت رکھتے تھے، انہیں طلبا میں حضرت علامہ قاضی مفتی شمس الدین جونپوری بھی شامل تھے، پھر کچھ ایام جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف میں گذار کر دستار وسند حاصل کی، بیعت وخلافتحضرت علامہ قاضی مفتی شمس الدین جون پوری علیہ الرحمہ نے دس برس کی عمر میں ہی امام عشق ومحبت سیدی سرکار اعلی حضرت سے بیعت کا شرف حاصل کر لیا تھا، اور شہزادہ اعلی حضرت حضور حج الاسلام علامہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ، اور شہزادہ اعلی حضرت تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو جمیع سلاسل اور اوراد وظائف کی اجازت وخلافت سے نوازا، درس وتدریسحضرت علامہ قاضی مفتی شمس الدین علیہ الرحمہ نے فراغت کے بعد جامعہ رضویہ منظرِ اسلام بریلی شریف سے اپنے تدریسی دور کا آغاز فرمایا، بعدہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد، دار العلوم منظرِ حق ٹانڈہ امبیڈکر نگر، مدرسہ حنفیہ جون پور کے درسگاہوں میں بھی جلوہ افروز ہوئے، اور ان اداروں میں، علوم، حکمت، فلسفہ، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، منطق، کی کتابوں کا درس دیا، آپ ہر فن میں یکتائے روزگار تھے، آپ جس فن پر قدم رکھتے اس فن کے خشک گوشوں کو سیراب فرما دیا کرتے تھے، مگر آپ کو تمام علوم وفنون میں علم فقہ سے خاصہ شغف تھا، اکابر علما میں آپ کے علم وفضل کے اعتبار سے آپ کا بلند مقام تھا انداز تدریس آپ کا انداز تدریس سب سے منفرد تھا، اگر حدیث پڑھاتے تو محدثین کی یادیں تازہ ہو جاتی، ہر ایک حدیث کی تخریج فرماتے، راویوں کے حالات زندگی پر روشنی ڈالتے، اسما رجال شمار کراتے، اور حدیث کی نوعیت بتلاتے، اور جب فقہ کا درس دیتے تو تحقیقات کی ایک انجمن قائم ہو جاتی، ایک ایک مسلے پر درجنوں جزئیات کا بتاتے، اختلافات ائمہ میں راجح قول پر دلائل کے انبار لگا دیتے، بسا اوقات آپ کا درس تین تین چار چار گھنٹے تک چلتا، آپ کی تصانیفیوں تو آپ نے درجنوں مقالے اور کئی کتابیں تحریر کیں جس میں مشہور کتب کے اسما یہ ہیں، قانون شریعت مکمل، قواعد النظر، قواعد الاعراب، کشکول جعفری، مشاہیر تلامذہیوں تو آپ کی بارگاہ سے بیشمار لوگوں نے فیض پایا ہے، اور آپ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا ہے مگر ان تمام اسما کو شمار کرانا ہمارے لئے قریب قریب ناممکن ہی ہے، مگر ذیل ہم آپ کے چند مشاہیر شاگردوں کے اسما درج کر رہے ہیں، حضرت علامہ مفتی اعظم صاحب ٹانڈوی سابق شیخ الحدیث دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف حضرت علامہ مفتی شمس الدین صدیقی صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ بہرائچ شریف، حضرت علامہ حسام الدین احمد ہشام جونپوری) صاحبزادہ وجانشین (کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری کشن گنجوی،

انتقال پر ملال: یکم محرم الحرام ۱۴۱۰ھ کی صبح کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون

ان مذکورہ اساتذ کرام کے علاوہ حضرت مولانا تمیز الدین علیہ الرحمہ بہتابا ئسیحضرت مولانا نصیر الدین علیہ الرحمہ اسلام پور حضرت علامہ یوسف پٹنوی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مشتاق احمد مظفر پوری علیہ الرحمہ، سے بھی حضور کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ نے اکتساب فیض کیا، مگر تلاش بسیار کے باوجود ان متبرک ہستیوں کے تعارفات دستیاب نہ ہو سکے، فقط والسلام از غلام آسی مونس پورنوی دار العلوم انوار مصطفے رمضان نگر تیلی باغ لکھن ۱۳/ فروری ۲۲۰۲

☆☆☆☆☆

﴿تیسرا باب: فضائل ومناقب﴾

بحر حقائق، کنز دقائق، گنج فضائل، کنج خصائل، ذوالخصائص الصوفیہ والفواضل الصافیہ

حضرت کنز الدقائق: ایک شہرستان علم وفن

[خوشبوؤں میں بسی کچھ یادیں وباتیں، مہکتے مسکراتے مکاتیب قدیری اور تعارف کتب قدیری]

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی پورنوی

برصغیر ہند و پاک کے دس ممتاز ترین علمائے کرام کی اگر ایک فہرست تیار کی جائے، تو حضرت اقدس قدس سرہ ان Top Ten میں سے ایک ہوں گے۔ یوں ہی اگر دنیا بھر کی بیس علمی شخصیتوں کی اگر ایک قطار کھڑی کی جائے، تو ان کی جگہ انہی Top Twenty میں ہوگی۔ جی! میرے یہ جملے کسی غایت محبت یا غلوئے عقیدت کا شاخسانہ نہیں، حقیقت ہے یہ حقیقت۔ اب تو وہ رہے نہیں، ہاں! ان کے رشحات قلم ہیں۔ دیکھ لیجیے، تشفی بھی ہو جائے گی اور چودہ طبق روشن بھی۔

پہلے تو یہ کہ وہ ایک شریف خاندان کے فرزند فرید تھے۔ شرافت ان کے انگ انگ سے ٹپکتی تھی۔ خاصے زمیندار تھے، گھر مکان، کھان پان، لباس و پوشاک اور رکھ رکھاؤ سے رئیسی وزمینداری کا رنگ جھلکتا تھا۔ پیدائشی حسین تھے۔ اعضائے جوارح ہوں یا اقوال وافعال، ہر ایک سے حسن ہی حسن جھانکتا تھا۔ شرست اور افتاد طبع میں طہارت ہی طہارت تھی۔ شائستگی ہی شائستگی، پاکیزگی ہی پاکیزگی اور نفاست ہی نفاست۔ ٹھہرے جو خاندان اشرافیہ سے۔

عالم تھے وہ۔ گہرا علم تھا۔ ایسا گہرا، بحر علم کا کوئی غواص جس کی گہرائی چھو نہ سکے۔ اگر کوشش بلیغ کرے، تو نتھنے پھولنے لگے۔ سانسیں اکھڑنے اور نسیں تننے لگے۔ علوم آلیہ سے فنون عالیہ وغالیہ تک ان کی مملکت علم میں جواہر وزواہر کی طرح چمکتے تھے۔ دینی و عصری اور انگریزی ادب میں تو اتنی عمیق نظر کہ وہاں 'ید طولیٰ' کا محاورہ بھی کوتاہ قد لگتا۔ شعر وسخن میں بھی وہ صدرۃ المنتہیٰ پر فائز تھے۔ کچھ وہ علوم وفنون، جن کے نام سے ہی علما کی نوے فی صد آبادی بے بہرہ ہے یا اگر بہرہ ور ہے بھی، تو نہ ان کے اسما کا صحیح تلفظ کر سکے اور نہ املا ہی درست لکھ سکے، ان سب میدانوں میں بھی ان کا اشہب قلم سرپٹ دوڑتا تھا اور ان کی فضاؤں پر ان کا شہباز علم بے تکان اڑتا تھا۔ بآں فضل وکمال، تواضع وفروتنی کی چاشنی سے بھرا پیکر اور حلم وتدبر کی مٹھاس سے لبریز رسیلا پتلا۔ جی! تھے جو وہ بحر حقائق اور

کنز دقائق۔حقیقت رسی اور دقیقہ سنجی کو وہاں مزہ آتا تھا اور سرور ملتا تھا۔

جی! وہ علم، جو نہ تواضع پسند ہو، نہ نفع بخش، بس تو خدا ہی حافظ۔علم تو وہ ہے، جو فیض بخش بھی ہو اور خدا رساں بھی۔حصول علم کا مقصد تو میں نے یہی سنا بھی ہے اور پڑھا بھی۔ پندار علم ہو یا نمائش علم، یہ تو سراسر شرارت نفس ہے۔رب کریم ایسی شر انگیز شرارت سے ہر عالم کو اپنی پناہ میں رکھے۔کچھ ایسا ہی نچوڑ ہے صوفیائے متقدمین کے ذو فضائل اقوال اور ذو جہات ارشادات کا۔ہاں جی! ایسے فضائل و خصائل اور خصائص و محاسن کی خوشبو سونگھنی ہو، تو آ کر ذرا ان کی صحبت میں بیٹھیے یا پھر ان کی علمی دقیقہ رسی، فنی نکتہ سنجی اور موضوعاتی معنی آفرینی سے لبریز تحریرات و تصنیفات کا مطالعہ کیجیے۔

میں نے اپنے بچپن اور لڑکپن میں جن علاقائی ذی علم شخصیتوں کی جائز شہرتوں کے سورج کو آفاق ہند پر شعاع ریز دیکھا، ان میں ایک حضرت اقدس بھی تھے۔میری آنکھیں جب شعور آشنا ہوئیں، تب پھر ان حضرات کی گرد نعال کا حریص بھی رہا اور متلاشی بھی۔چوں کہ مجھے لڑکپن سے ہی لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔یہ دلچسپی دیکھ کر میری اماں جی نے ۲۰۰۸ء میں فرمائش کی کہ علمائے سیمانچل پر بھی کچھ لکھوں۔خصوصا جلالۃ العلم قطب العارفین حضرت شاہ محمد یوسف رشیدی علیمی علیہ الرحمہ کی کتابیں چھپوانے پر زور دیا۔چنانچہ اسی برس میں اس طرف متوجہ ہوا۔ملاقاتی و مطالعاتی دورے کے ضمن میں حضرت اقدس کا ذکر کچھ اس طرح نوک قلم سے صفحۂ قرطاس پر آیا:

'۷؍نومبر ۲۰۰۸ء کو مشہور قلمکار حضرت مفتی حسن منظر قدیری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ ہیں گانگی، کشن گنج کے ساکن، منظر اسلام کے فارغ، استاذ الاساتذہ مفتی سید افضل حسین اور محدث بہار علامہ احسان علی مظفر پوی کے شاگرد، دار العلوم شاہ عالم احمد آباد، دار العلوم غریب نواز الہ آباد کے فاضل استاذ فقہ و حدیث، دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ (بائسی، پورنیہ) کے پرنسپل، مفتی و مناظر، معروف محقق، شاعر و نقاد، جسمانی قد متوسط، علمی قد بہت ہی بلند، چہرہ گلاب کا گلدستہ، علاقہ بھر میں مرجع العلما۔آپ جب بھی ملتے ہیں، جی کھول کر ملتے ہیں۔نہ معلوم کیوں، مجھے پا کر ان کی زبان کچھ اور ہی شگفتہ، شیریں اور رواں ہو جاتی ہے۔خوب نوازتے ہیں'۔

('سفر خوشبو دیش کا' معروف بہ 'سفر نامۂ پورنیہ' از غلام جابر شمس پورنوی، طبع بمبئی ۲۰۱۱ء، ص: ۴۰، ۴۱)

محبّ گرامی شاعر نامدار مولینا محمد مبارک رضوی صاحب ان کے شاگرد ہیں۔میری فرمائش پر انہوں نے علمائے سیمانچل پر منظوم صورت میں بہت کچھ لکھا ہے۔جو میں نے اپنی کئی کتابوں میں مناسب مقام پر شائع بھی کیا ہے۔یہاں 'سفر نامۂ پورنیہ' ہی سے دو شعر کا لطف اٹھائیے:

وہ مفتی بھی ہیں عالم بھی مفسر بھی محدث بھی
محقق بھی مفکر بھی سراپا دیکھتے جاؤ
قلم جن کے اشارے سے ہے سجدہ ریز کاغذ پر
حسن منظر قدیری نام ان کا دیکھتے جاؤ

('سفر خوشبو دیش کا' معروف بہ 'سفر نامۂ پورنیہ' از غلام جابر شمس پورنوی، طبع بمبئی ۲۰۱۱ء، ص: ۱۱۹)

میری کتاب 'سیمانچل: آج اور کل' ۲۰۱۳ء میں چھپی، اس میں سیمانچل میں علمائے سیمانچل کی قیادت و سربراہی کے ضمن میں حضرت اقدس کا تذکرہ کچھ اس طرح متنی انداز میں معرض وجود میں آیا:

'حضرت مفتی حسن منظر قدیری اپنی گونا گوں صفات میں منفرد ہیں۔ تعلیم، تحریر، افتا، شاعری، ہر طرح کی خدمت ہے'۔

(سیما نچل: آج اور کل' از غلام جابر شمس پورنوی، طبع سیما نچل اکیڈمی، بائسی، پورنیہ، ۲۰۱۳ء، ص: ۲۷)

سیما نچل پر جو تہذیبی و مذہبی، علمی و ادبی اور تاریخی و سوانحی بنیاد پر جو گورنمنٹی رپورٹس و گزٹس تیار ہوئے، وہ قدیم بھی تھے اور الگ زبانوں میں بھی اور حکومتی رپورٹس نویسوں کا مدعا یہ تھا بھی نہیں۔ خالص اردو زبان و ادب میں جو ان موضوعات پر کام ہوا، وہ ۱۹۳۶ء کے آس پاس، اس کی بنیاد حضرت شاہ محمد یوسف رشیدی علیمی علیہ الرحمہ نے رکھی۔ پھر کچھ کم ایک صدی سناٹا رہا۔ اب یہ پہلا موقع ہے کہ شاہ محمد یوسف رشیدی کے کھینچے ہوئے خاکوں پر ۲۰۰۸ء سے اس نوع کے کام کی شروعات ہوئی ہے۔ 'کاملان پورنیہ' جلد اول و دوم وغیرہ کو اہل نظر اس طرز کا پہلا کام قرار دے رہے ہیں۔ ۲۰۱۱ء میں 'کاملان پورنیہ' کی جلد اول کوئی پانچ سو صفحات پر مشتمل چھپی۔ جس کا گراں قدر مقدمہ بذات خود حضرت مفتی حسن منظر قدیری قدس سرہ نے ۵/جنوری ۲۰۱۱ء کو لکھا، جو ص: ۲۵ تا ۳۰ شامل کتاب ہے اور صاحب کتاب کو خوب دعاؤں سے نوازا اور سراہنا بھی کی۔ آخر میں انہوں نے دو شعر بھی لکھے ہیں۔ ملاحظہ کریں:

اس کی تقریر اس کی یہ تحریر
ایسے سیاح کی زبانی ہے
جس نے ہر نقش کے تجسس میں
گاؤں گاؤں کی خاک چھانی ہے

(کاملان پورنیہ، جلد اول، از: غلام جابر شمس پورنوی، طبع بمبئی ۲۰۱۱ء، ص: ۳۰)

کتاب مذکور 'کاملان پورنیہ' جلد اول کا مسودہ ان کی خدمت میں پہنچا دیا تھا، جو اس وقت وہ 'جامعہ رضویہ' کلیان میں تھے، مسودہ دیکھ کر آپ نے وہ مقدمہ تحریر فرمایا، جو کتاب میں شامل و مطبوع ہے۔ کتاب میں حضرت شاہ غلام محمد یٰسین رشیدی شاہدی قدس سرہ پر بھی پہلی بار ایک بصیرت افروز مضمون شامل تھا اور ہے۔ اس مضمون کے اخیر میں حضرت کنز الدقائق والحقائق نے جو ایک نوٹ بشکل علمی و اعتقادی نکتہ کا اضافہ کیا ہے، کیا ہی ایمان افروز نکتہ ہے۔ قارئین اسے ضرور پڑھیں۔ میں یہاں اسے من و عن نقل کر دیتا ہوں:

'ایک علمی مباحثہ، نوٹ: راقم الحروف حسن منظر قدیری عرض کرتا ہے کہ اس کم نصیب کو ان [شاہ محمد غلام یٰسین رشیدی شاہدی] کی علمی مجلس میں بیٹھنے کا [موقع] کم ہی نصیب ہوا۔ لیکن جب بھی شریک مجلس ہوا، ان کی علمی گفتگو سے استفادہ ضرور کیا۔ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ہم چند علما حاضر مجلس تھے، تو ہم نے ان کے تبحر علمی کا مشاہدہ کیا۔ مجلس میں سلسلۂ کلام جاری تھا کہ اثنائے گفتگو میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی بات آئی۔ فرمانے لگے کہ:

'عدم علم کی وجہ سے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ آپ کو چالیس سال کے بعد نبوت ملی، جو علم و آگہی سے نابلد ہونے کی دلیل ہے'۔

پھر حاضرین مجلس کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ:

'سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرش گیتی پر تشریف لانے سے پہلے نبوت سے سرفراز ہونے کی کیا دلیل ہے؟'۔

میں نے عرض کیا کہ: حدیث پاک میں ہے: **کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین**، اس حدیث پاک سے یہ ثبوت ملتا

ہے کہ تخلیق آدم سے پہلے آپ منصب نبوت پر فائز تھے۔آپ نے فرمایا:

'یہ تو صحیح ہے،مگر آپ کا حریف یہ کہہ کر اسے رد کرسکتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور حدیث ضعیف سے استدلال صحیح نہیں'۔

مجلس میں سکوت طاری تھا۔پھر آپ نے مخصوص انداز میں فرمایا کہ:

'اس کی قوی دلیل قرآن پاک کی آیت: وما محمد الا رسول' ہے۔یہ کلام الٰہی ہے، جو ازلی ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ روز ازل ہی میں جب انہیں خلعت وجود کشی کی گئی،تو نبوت سے بھی سرفراز کیا گیا۔اب کس میں یہ ہمت ہے کہ آیت پاک کو ضعیف کہہ سکے۔ورنہ ایمان ہی سے ہاتھ دھونا پڑے گا'۔

یہ تھا ان [شاہ غلام محمد یٰسین رشیدی شاہدی] کا تبحر علمی۔ان کی روحانی مجلس میں بیٹھنے کی غرض سے یہ واقعہ بیان کیا'۔

(کاملان پورنیہ،جلد اول،از:غلام جابر شمس پورنوی،طبع بمبئی ۲۰۱۱ء،ص:۳۲۱)

حضرت موصوف پر اسی کتاب میں پہلی بار ایک مستقل مضمون بعنوان 'حضرت مفتی حسن منظر قدیری: ایک شہرستان علم وفن' جو اس وقت اس تازہ تحریر کا بھی عنوان وہی رکھا گیا ہے،لکھ کر شریک اشاعت کتاب کیا، جو ص:۳۷۳ تا ۳۸۳ کو محیط ہے۔ان کی کتاب 'شخص وعکس: امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینے میں' جو غوث الوری اکیڈمی،کلیان سے چھپی ہے، یہی مضمون اس کتاب میں مولینا محمد جہانگیر اشرف صاحب رضوی کے نام سے ص:۶ تا ۱۶،طبع ۲۰۱۴ء

اور حضرت اقدس کے شعری مجموعہ 'فردوس خیال' طبع غوث الوری اکیڈمی،کلیان میں بھی ص:۵ تا ۱۶ شامل اشاعت ہے۔انہی صاحب مولینا محمد جہا گیر اشرف قبلہ کے نام سے۔خیر اس مضمون میں حضرت اقدس کا جو قلمی چہرہ تراشا گیا ہے اور حلیہ وخصائص کی پیکر تراشی وصورت گری کی گئی ہے، ذرا آپ بھی دیکھیں:

'گول سر: جس میں گودا ہی گودا،مغز ہی مغز ہے۔

گورا رنگ: جس میں انڈے کی زردی جیسی چمک ہی چمک ہے۔

گداز جسم: جو نہ دبلا ہے، نہ موٹا ہے، بھرا بھرا،مگر بے ڈھب نہیں۔

چمک دار آنکھیں: قیامت سی لپک لیے ہوئے،مگر چلتے وقت نیچے نیچے۔

سیدھی ناک: قدرے اٹھان لیے ہوئے، بالکل چھب دار۔

قد وقامت: قد زیبا، قامت رعنا، نہ ہی پست، نہ ہی دراز۔

لباس پوشاک: دو پلی ٹوپی،سفید کرتا،سفید پائجامہ،کھلا کھلا،مگر نفیس۔

وضع قطع: بالکل بریلی جیسی،مونچھ ترشی ہوئی،ڈاڑھی بھری ہوئی۔

چال ڈھال: شریفانہ،زمیندارانہ۔

فکر وخیال: پاکیزہ، عالمانہ،فقیہانہ،مناظرانہ،متکلمانہ،مگر نصیحت کا عنصر غالب۔

مذاق ومزاج: شاعرانہ،مگر سوقیانہ،پھکڑ پن سے پاک۔

عادات واطوار: صوفیانہ، عابدانہ، زاہدانہ،مگر صوفی محض نہیں، زاہد خشک نہیں۔

علمی حیثیت: مسلم، علاقہ میں مشتہر، بیرون علاقہ مبہم۔

سماجی حیثیت: خوش حال، عوام وخواص میں وقار یافتہ، اعتبار یافتہ۔

(الف: کاملان پورنیہ، جلد اول، از: غلام جابر شمس پورنوی، طبع بمبئی ۲۰۱۱ء، ص: ۳۸۲، ۳۸۳، ب: شخص وعکس: امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینے میں، از: مفتی حسن منظر قدیری، طبع غوث الوری اکیڈمی، کلیان من مضافات بمبئی، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۶)

'کاملان پورنیہ' جلد اول چھپ کر کیا سامنے آئی، لگا، جیسے سوکھے دھانوں پہ ابر نیساں برس گیا۔ گھپ اندھیرے میں گویا مشعل فرزاں ہو گیا اور سکوت صحرا میں حیات نو وتازہ کا خوش گوار جھونکا آ گیا۔ ٹوٹ کر قدر دانوں نے قدر دانی کی۔ حضرت مولینا محمد مبارک رضوی صاحب بھی مخمور ومسحور نظر آنے لگے۔ تو اگرم دیکھ کر اس خاکسار نے روٹی سینک لی۔ ان سے کہا کہ میں نے نثری مناقب لکھے ہیں۔ آپ شعری مناقب لکھ دیں۔ پھر کیا تھا، قلم پکڑا اور دنا دن لکھتے چلے گئے۔ حضرت مفتی حسن منظر قدیری قدس سرہ، جو ان کے استاذ بھی تھے، کے بارے میں دو دو کلام لکھ ڈالے۔ ایک 'منظر نامہ' لکھا اور دوسرا صنعت توشیح میں 'نازش علم وفن'۔ یہ دونوں کلام 'کاملان پورنیہ' کی دوسری جلد میں شریک اشاعت ہے۔ پہلے کلام کی تاریخ نوشت ۱۲/ جولائی ۲۰۱۱ء ہے اور دوسرے کی ۱۳/ جولائی ۲۰۱۱ء۔ شائقین علم وادب یہ دونوں کلاموں کی حلاوت ولطافت سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہوں، تو 'کاملان پورنیہ' کی دوسری جلد طبع بمبئی ۲۰۱۶ء کے ص: ۴۱۱ اور ۴۱۲ دیکھیں۔

اب آیئے! کچھ ان کے شفقت ناموں کی خوشبو آپ بھی محسوس کیجیے۔ جب میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا، اپنے چند احباب کے ساتھ مل کر ایک اشاعتی ادارہ بنام 'ادارہ افکار حق' قائم کیا تھا۔ اس کے قیام اور فوری مطبوعہ کتب کی سوغات پیش کرنے پر حضرت اقدس نے یہ جواب تحریر فرمایا تھا:

'عزیز گرامی مولوی غلام جابر مصباحی سلمہ اللہ تعالیٰ، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خط اور رسائل دستیاب ہوئے۔ فرحت وانبساط کی قوس قزح بکھر گئی اور کئی رنگ افق نگاہ پر نمودار ہو گئے۔ اس دور انحطاط میں حرکت وعمل کی یہ مثال باعث صد افتخار ہے۔ عزم وحوصلہ کا زندہ جاوید کارنامہ لائق صد مبارک باد ہے۔ 'ادارۂ افکار حق' کا یہ خوب صورت سلسلہ قوم وملت کی فلاح وصلاح کے لیے بہت ہی ضروری تھا۔ جس کا بر وقت اجرا ہوا ہے۔ خدا قدیر آپ لوگوں کو قومی وملی خدمات کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔۔

میں نے اپنے چند بکھرے ہوئے مضامین کو مرتب کیا ہے۔ جیسے: تعدد ازواج، نفقہ، عدت، وغیرہ اور ان پر فکری گفتگو کی ہے۔ اگر آپ لوگ طباعت کرنا چاہیں، تو ارسال کروں۔ عزیزم مولوی ناصر اقبال (غلام ناصر) سے بھی تبادلۂ خیال کر لینا۔ احباب سے سلام کہہ دینا۔

فقط: منظر قدیری، محی الاسلام بجرڈیہہ، ۲۵/ اگست ۱۹۹۰ء'۔

اب میں مرکز الثقافۃ، کالیکٹ، کیرالا میں استاذ تھا اور تدریس کے ساتھ کئی اور ذمہ داریاں بھی تھیں۔ ان میں ایک ماہنامہ 'الثقافۃ' عربی کے اردو حصے کی ادارت وایڈیٹنگ اسی خاکسار کے حوالے تھی۔ درج ذیل مکتوب اسی پس منظر میں مطالعہ کریں:

'عزیز گرامی حضرت مولیٰنا غلام جابر مصباحی، سلام مسنون

خیریت ہے۔ طالب خیریت ہوں۔ مرسلہ مجلّہ دستیاب ہوا اور اس اعلان سے بھی بے حد خوشی ہوئی کہ اب 'ثقافۃ' عربی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوگا اور اردو کا رسالہ آپ کی ادارت میں نکلا کرے گا۔ یہ قدم بہت مبارک و مستحسن ہے۔ اس طرح شمال و جنوب کے قلمکاروں کے جذبات کی آہٹ ایک دوسرے سنا کریں گے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنے ادبی فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیں گے اور اردو رسالہ کو بہتر سے بہتر رنگوں میں ڈھالنے کے لیے اپنی فطری صلاحیت سے ضرور کام لیں گے۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟۔ وہ آپ ضرور لکھیں۔ ان شاء اللہ ضرور تعاون پیش کیا جائے گا۔

فقط: منظر قدیری، محی الاسلام، بجرڈیہہ، ۲۱ر ستمبر ۱۹۹۹ء۔

حضرت اقدس کا ایک مضمون 'انتظار کے دن' غالباً ماہنامہ 'کنز الایمان' دہلی سے شائع ہوا تھا۔ جو مجھے متاثر کیا تھا۔ اسی اظہار خوشی و تاثر کے ضمن میں حضرت اقدس نے یہ جواب تحریر فرمایا تھا:

'عزیز گرامی قدر مولیٰنا مصباحی صاحب، سلام مسنون

خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ 'انتظار کے دن' کی پسندیدگی کا شکریہ۔ اس مضمون میں مسلک کا قطعی لحاظ نہیں، بلکہ طبقۂ نسواں کے طبعی حالات کا ایک خوب صورت جائزہ ہے۔ جس میں ان کے حالات کی رنگا رنگی کا بیان ہے۔ میں نے ایک ضابطہ کے طور پر اسے قلم بند کیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کہیں کہیں میں نے نقلی و عقلی انداز میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی حمایت کی ہے اور ایسا کرنے میں حق بجانب ہوں۔ اب لیجیے 'لمحوں نے خطا کی تھی' جس میں ارباب تثلیث کی فکری لغزش کی سرگذشت ہے اور اس کی روشنی میں علمائے دیوبند کی رسول دشمنی کا مظاہرہ۔

'شخص و عکس' کی ترتیب میں لگا ہوں۔ دعا کیجیے کہ میں جلد اسے تکمیل کے مرحلہ تک پہنچا دوں۔ لکھنے کے لیے جو فراغت وقت درکار ہے۔ اس سنگلاخ ماحول میں میسر نہیں۔ پھر بھی میں اپنے ادبی ذوق کے ساتھ زندہ ہوں۔ خدا کرے، آپ خیریت سے ہوں۔

خیر طلب: منظر قدیری، ۲۶ر مارچ ۲۰۰۰ء۔

مندرجہ ذیل مکتوب بھی قیام کیرالا کا ہے۔ رقم فرماتے ہیں:

'عزیز گرامی قدر مولیٰنا غلام جابر مصباحی صاحب، سلام مسنون

خیریت ہے۔ نیک مزاج کا طالب ہوں۔ عرصہ سے خط کتابت بند ہے۔ چلتے پھرتے ملاقات ہوئی اور کام کی باتیں نہ ہوسکیں۔ ادھر سے 'ثقافۃ' بھی دستیاب نہیں ہو رہا ہے۔ 'شخص و عکس' کا جہاں تک میرے ذہن میں خاکہ تیار ہے، میں اسے سمیٹ کر جمع کر رہا ہوں۔ 'حصار بندگی' اور 'حریم رسول' دونوں مضامین تیار ہیں۔ آپ کی طرف سے رابطہ منقطع ہو جانے پر مضامین بھیج نہیں رہا ہوں۔ البتہ 'کنز الایمان' [دہلی] اور 'الکوثر' [سہسرام] کو ایک مضمون ارسال کر چکا ہوں۔ جواب جلد لکھیے، تاکہ آگے تحریری کارواں چلتا رہے۔ فقط: منظر قدیری، ۱۶ر جولائی ۲۰۰۰ء۔

یہ بھی قیام کیرالا کا ہے اور سالانہ مجلّہ 'فکر رضا' جو جامعہ حضرت نظام الدین دہلی و مرکز الثقافہ کے اشتراک عمل سے شائع ہوا تھا۔ جس کی ترتیب بھی اس ناچیز کی تھی۔ یوں ہی ماہنامہ 'جہان رضا' لاہور ارسال خدمت کر کے اس پر تاثر اور ارسال مضمون کی درخواست پیش کی تھی، میں ان دنوں اپنی ڈاکٹریٹ کی تیاری و مطالعہ میں ڈٹا جٹا رہتا تھا، درج ذیل مکتوب بنام خاکسار اسی تناظر میں ملاحظہ کریں:

'عزیز گرامی قدر جناب مصباحی صاحب، سلام مسنون

آپ کا محرک وزندہ مکتوب ملا تھا اور پھر خصوصی نمبر کی دل کشی، قوس قزح کے دیدہ زیب رنگوں کی طرح دل وجاں میں خوش گوار اثر چھوڑ گئی۔ مسائل کے بے پناہ ہجوم میں گھرا میں ایک تنہا شخص ہوں۔ اپنے ادارہ کی مکمل ذمہ داری، تعلیم وتربیت، دارالاقامہ کا بار گراں میرے سر ہے۔ اس کے ساتھ ہی خانقاہ [خانقاہ شرفیہ گانگی] کی تمام دیکھ ریکھ، گھر کی کھیتی باڑی کا انتظام دوش ناتواں پر ڈالا ہوا ہے۔ مزید برآں 'عرس رضوی' جو امسال 'جشن صد سالہ' کی تقریب پر مشتمل تھا، اس کے لیے مقالہ کی فرمائش اور ابھی تازہ فیض العلوم جمشید پور کے پچاس سالہ جشن پر لکھنے کی تاکید، ان سارے ہنگامہ خیز حالات سے نبرد آزمائی میرے لیے سوہان روح سے کم نہیں۔ 'شخص وعکس' کو چھوڑ کر 'کنز الایمان' سے متعلق بکھری تحریروں کو جمع کر رہا ہوں، ان طوفانوں سے مقابلہ کرتے ہوئے 'جہان رضا' [لاہور] پر اپنا قلمی تاثر 'فکر رضا' اور کلیم وادیٔ رضا' پر مرتب کیا اور میں نے 'جہاں رضا' کو ڈسپیچ کر دیا ہے۔ فرصت ذہن وفکر ہو، تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر وہ تو عنقا ہے۔ آپ کی 'ڈاکٹریٹ' کی تکمیل کے لیے دعا گو ہوں۔ خدا کرے، وہ مقالہ صوری ومعنوی محاسن سے مزین ہو۔ خط لکھتے رہیے۔ میں اپنے تاریک ماحول میں بڑی گھٹن محسوس کرتا ہوں۔ اندھیرا کچھ تو کم ہو۔ خدا کرے آپ خیریت سے ہوں۔

فقط: منظر قدیری، ۱۶/جولائی ۲۰۰۱ء۔

مندرجہ مکتوب اس دور کا ہے، جب آپ دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ، بائسی، پورنیہ سے حکومتی ملازمت سے سبک دوش ہو کر جامعہ رضویہ کلیان تا شریف لا چکے تھے۔ خط میں کس مقالہ کی طرف اشارہ ہے، یاد نہیں آ رہا۔ خیر خط حاضر ہے:

'گرامی قدر حضرت علامہ ومولینا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب، سلام ورحمت

خیریت ہے۔ عافیت مزاج مطلوب، آپ کی خدمت میں یہ خط بھیج رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر حامل رقعہ ہٰذا کو مقالہ عنایت فرما دیں اور اس مقالہ سے متعلق اپنی تحریر وتاثر بھی عنایت کر دیں، تو بے حد مسرت ہوگی۔ باقی سب خیریت ہے۔ بچوں کو نیک دعائیں۔

حسن منظر قدیری، نزیل کلیان الجامعۃ الرضویہ، مورخہ ۲۴/جون ۲۰۱۰ء۔

اب آیئے! ان کی کتب وتصانیف کا ایک سرسری تعارف ملاحظہ کیجیے۔ پہلے یہ ذہن میں رکھ لیجیے۔ نہ تو کثرت کتب وتصانیف ہی وجہ فضیلت وبرتری ہے اور نہ ہی کثرت رشحات وصفحات۔ کبھی کسی کا ایک جملہ مقالہ بن جاتا ہے اور کبھی کسی کا مقالہ ٹائیں ٹائیں فش کی چغلی کھاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کسی بھی بلند پایہ شخصیت کا صاحب تصانیف نہ ہونا قطعاً وجہ مفضولیت نہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید، حضرت نظام الدین اولیا، حضرت صابر پاک، صاحب تصانیف کثیرہ ہرگز نہیں، لیکن کیا آج کل کا کوئی بھی صاحب تصانیف کثیرہ، برتری کی بات تو رہی، ہمسری کا بھی دعوی کر سکتا ہے، نہیں اور ہرگز نہیں۔ لاکھ ہاتھ پاؤں مار لے، اسے جھک مار کم تر ہی رہنا پڑے گا، بلکہ میں تو کہتا ہوں اور انتہائی عقیدت واعتقاد سے کہتا ہوں کہ کم تری ہی نہیں، یہ کم تری بھی یک گونہ جرأت وجسارت ہوگی اور سوئے ادب، وہاں تو صف نعال کے کنارے والے کونے میں بھی ادنی سی، وہ بھی محض پاؤں ٹکانے کے قابل، ارے! ارے!! یہ کیا، یہ بھی نہیں، بلکہ ان کی چوکھٹ کے بار، چھپر کھٹ کی ذرا سی چھاؤں یا پر چھاؤں میں اقل قلیل جگہ مل جائے، تو ہم مارے مسرت کے پکار کر کہیں گے، ہاں! تاجدار ہم بھی ہیں۔

یہ تمہید ہم نے اس لیے باندھی کہ عصر حاضر شخصیات کی درجہ بندی اور مراتب عالیہ کا تعین تعداد تصانیف اور کثرت صفحات سے کرنے لگا ہے۔ یہ روش نہ تب حسن تھی، نہ اب مستحسن ہوسکتی ہے۔ امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی علیہ الرحمہ کثیر التصانیف بزرگ نہیں، تو نہ سہی، لیکن ان کا ایک صفحہ دور موجود کے کسی صاحب تصانیف کثیرہ کے سو صفحوں پر بھاری پڑسکتا ہے۔ سیپی وصدف کی چمک دمک پر مت جائیے۔ یہ دیکھیے کہ گوہر آبدار اور جوہر تابندہ کہاں کس روپ میں چھپا و پنہا ہے۔ لہٰذا نیچے کی سطور میں جن کتابوں کا تعارف پیش کیا جارہا ہے، وہاں کمیت پر نہیں، کیفیت پر نگاہ مرکوز رکھی جائے۔ راہ قلت وقت ہے اور نہ ساری کتب وتحریرات پیش نگاہ ہیں۔ جو کچھ ہے، اس پر ابھی تو ایک سرسری ہی نظر ڈالی جارہی ہے۔

یہاں یہ ایک ضمنی بات اٹھا کر اہل نظر پر چھوڑتا ہوں کہ حضرت اقدس علیہ الرحمہ نے قلم کب پکڑا، ان کی پہلی تحریر کب اور کیسے معرض وجود میں آئی، وہ تحریر نثری تھی یا شعری، چھپی، تو کب اور کہاں؟۔ اسی طرح نثر ونظم میں ان کی آخری تحریر کون سی ثابت ہوئی۔ ان کی بافیض صحبت میں بیٹھنے سے جہاں تک مجھے پتا ہے، ان کی شعری صلاحیت نے پہلے اپنے بال وپر نکالے اور اس جانب انہوں نے اپنی بعض تحریروں میں اشارے بھی کیے ہیں۔ خیر ابھی آیئے تو ان کی کتابوں سے ہم آپ کی آشنائی وروشناسی کراتے ہیں۔

[۱] تقدیر کائنات، سائز چھوٹی، صفحات: ۴۶، طبع جنرل پریس، کشن گنج، ۱۹۷۵ء

مضامین کے علاوہ یہ ان کی غالبا پہلی کتاب ہے، جو قد میں چھوٹی، مگر قدر میں نہایت اونچی ہے۔ اونچی اس لیے کہ موضوع ہی کچھ ایسا دبنگ ہے۔ جہاں ہر ایرے غیرے کی رسائی کہاں؟۔ یہ اس دور کی تصنیف ہے، جب آپ کچھ مہینوں کے لیے مفتی اعظم ہند کے قائم کردہ ادارہ 'مظہر اسلام' بریلی میں استاذ تھے۔ یہ کوئی ۱۹۷۵ء کی بات ہے۔ یہ ۱۹۷۵ء ہم نے اندرون صفحہ کی تحریر تقریظ سے اخذ کی ہے۔ یہ تقریظ اس قلم فیض رقم کی یادگار ہے، اس صاحب قلم کو دنیا صدر العلما حضرت شاہ محمد تحسین رضا خان محدث بریلی قادری قدس سرہ کے نامی واسم سامی سے جانتی ہے۔

کتاب کا تیسرا صفحہ مصنف کے قلم سے 'پیش گفتار' ہے۔ چوتھا صفحہ 'انتساب' ہے۔ انتساب کی عبارت بطور برکت آپ بھی سرمۂ چشم بنایئے۔ لکھا ہے:

'آقائے نعمت حضور مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی کے نام، جن کی بارگاہ کے فیضان کرم کے طفیل میں اس کتاب کو تالیف کرنے کے قابل ہوا، منظر قدیری'۔

پانچواں صفحہ تقریظ مذکور ہے۔ حضرت صدر العلما علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:

'نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

مسئلۂ تقدیر پر مولینا حسن منظر صاحب قدیری کی تازہ ترین تصنیف 'تقدیر کائنات' میں نے دیکھی۔ اس کا موضوع اعتقادیات کا پیچیدہ مسئلہ ہے۔ جس کی تفہیم انتہائی متعذر رہے۔ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ مگر اس کی حقیقت کے ادراک سے عوام تو عوام، علما کی عقلیں بھی قاصر ہیں۔ اس لیے اس مسئلہ میں زیادہ غور وخوض کرنے اور بحث ومباحثہ سے منع کیا گیا ہے۔

بہر حال فاضل موصوف نے عقائد اہل سنت کے مطابق اس مسئلہ کی تشریح وتوضیح کرکے ایک عظیم دینی خدمت انجام دی ہے، جو لائق قدر ومنزلت ہے۔ جدید امثلہ کے اضافے نے کتاب کی افادیت اور مسائل کو قریب الفہم بنانے میں خاصی مدد دی

ہے۔دعا ہے کہ مولائے کریم موصوف کی خدمت قبول فرمائے اوراس کتاب کووادیٔ تقدیر میں بھٹکنے والوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ایں دعاازمن واز جملہ جہاں،آمین باد۔

اس برکت بھری تحریر کتاب کے بعد ذیلی عناوین پرایک نظر ڈال لیجیے،جو یہ ہیں:

[۱]انسان کی حیثیت[۲]فرقۂ قدریہ کاظہور[۳]قضاوقدر کامفہوم[۴]اہل سنت و جماعت کا عقیدہ[۵]تقدیر کی ایک روشن مثال[۶]قضائے مبرم حقیقی[۷]قضائے معلق[۸]معلق شبیہ بہ مبرم[۹]کیا تقدیر پراعتقادضروری ہے؟[۱۰]بندہ مجبورمحض نہیں[۱۱]تقدیر جبر کا نام نہیں ہے[۱۲]تقدیر کا اخلاقی اثر[۱۳]جبر واختیار کی کشمکش[۱۴]فعال حقیقی صرف خدا ہے[۱۵]مخلوقات کے درجے[۱۶]تدبیر بھی تقدیر کا جزء ہے۔[۱۷]انسانی قدرت پرخدا کی قدرت کا اثر ہے[۱۸]انسان کا خالق سے کیا رشتہ ہے؟۔[۱۹]انسان جزاءوسزا کا مستحق کیوں ہے؟۔[۲۰]امرونہی کی مخالفت بھی باعث سزا ہے۔[۲۱]کفار کے لیے سزا کیوں ہے؟۔[۲۲]مسئلۂ تقدیر پر بحث کرنے سے روکا گیا ہے۔

قارئین کواندازہ ہوگیا کہ اس کوزہ میں کون سا موجزن سمندر سمٹ آیا ہے۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا اس باب میں ایک رسالہ ہے۔

[۲] تجلیات شرف،سائز متوسط،صفحات: ۸۰،طبع کلکتہ،۲۰۰۳ء/۱۴۲۴ھ

یہ ایک سوانحی وتذکاری کتاب ہے،جس میں موضوع لہ کی ہفت رنگ شخصیت،علاقائی علمی وادبی اورروحانی وعرفانی جمال وکمال پر گفتگو کی گئی ہے۔دراصل یہ اس ہفت رنگ شخصیت کی سوانح ہے،جن ہراہل سیمانچل کو ناز ہے۔وہ ذات گرانمایہ ہے شرف پورنیہ حضرت شاہ محمد شرف الدین حفیظی لطیفی قدس سرہ کی۔حضور محدث اعظم ہنداور پاسبان ملت علامہ نظامی علیہما الرحمہ جب کبھی اس دیار میں تشریف لائے،تو ان کے مزار پرانوار پرضرور حاضر ہوئے اور فاتحہ خوانی کی۔اسی گوہر گم گشتہ کی تلاش اور سوانح لکھ کر حضرت قدیری قدس سرہ نے اہل سیمانچل پراحسان عظیم کیا ہے۔چوں کہ بہت سے علاقائی احوال وکوائف بھی اس میں زیر بحث آگئے ہیں۔کتاب کے آخر میں حضرت شاہ شرف کی اردو،فارسی اورپنج لسانی شاعری بعنوان'عرشی تجلیات' کوبھی شامل کردیا گیا ہے۔جوخاصے کی چیز ہے۔

[۳] کنزالایمان:صحیفۂ زبان وبیان،سائز متوسط،صفحات:۵۸،طبع دارالعلوم اعلیٰ حضرت،ناگ پور،سنہ طبع بشہادت اندرون صفحہ۲۰۰۹ء

یہ اصل میں اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن'کنزالایمان'اوردیگراردوتراجم کا ایک تقابلہ مطالعہ ہے۔اس کتاب پر بزرگ قلمکار حضرت علامہ سید شاہ محمد حسینی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ اور مایۂ ناز خدماتگار مسلک اعلیٰ حضرت الحاج الشاہ مفتی محمد ناظر اشرف صاحب زید مجدہ بانی وسربراہ اعلیٰ دارالعلوم اعلیٰ حضرت،رضانگر،ناگ پور کے گراں قدر کلمات طیبات ہیں۔

[۴]شخص وعکس،(امام احمد رضا:اپنی نعت گوئی کے آئینے میں)سائز متوسط،صفحات:۱۹۲،طبع غوث الوری اکیڈمی،کلیان،۲۰۱۴ء

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی نعت نگاری پر نہ معلوم کتنی کتابیں لکھی اور چھاپی گئی ہیں،درجنوں تو اس موضوع پر پی ایچ ڈی کے مقالات لکھے گئے اوران پرڈگریاں تفویض کی گئی ہیں۔لیکن اس کتاب کا مصنف علام کچھ ایسا باندازصد زیبائی ورعنائی نمودار ہوا ہے،

کمال، بالائے کمال تو یہ ہے کہ شعر وشاعری کے اس ایک بپھرا ہوا دریا کی شعری وشرعی اور فنی آداب ولوازمات کی پرشور لہروں اور پر زور موجوں کو اس کوزے میں کیسے سمو دیا گیا ہے۔ یہاں تو پی ایچ ڈی کے نہ جانے کتنے مقالے شرمندہ شرمندہ، نمدیدہ نمدیدہ، جگر چاک کرتے اور دامن پھاڑتے نظر آتے ہیں۔ مجھے کسی تہمت وملامت کا قطعی کوئی خوف نہیں، میں یہ جان بوجھ کر اور ہوش وحواس کے ساتھ لکھ ساتھ رہا ہوں۔ ہاں جی! پتا پانی کر دینے والے کچھ علمی وفنی اور اصطلاحی عنوانات پر ایک ہلکی سی نگاہ دوڑائیے یا گوشۂ چشم سے ذرا جھانک ہی لیجیے۔ کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔

☆امام احمد رضا: گوشۂ تنہائی یا انجمن علم وفن، ص: ۴۰ ☆ادب اور دیار نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۴۶ ☆ رضا اور تحدیث نعمت، ص: ۵۰ ☆ رضا: اپنی نعت گوئی کے آئینے میں، ص: ۵۳ ☆ تلمیحات حدیث، ص: ۷۱ ☆ ندرت بندش اور حسن ترکیب، ص: ۸۷ ☆ رضا اور کلام مرصع، ص: ۸۳ ☆ رضا اور حسن بیان، ص: ۸۵ ☆ رسول پاک اور بے مثلیت، ص: ۸۸ ☆ رضا اور جدت بیان، ص: ۸۹ ☆ نعت رضا میں محاورے کا ستعمال، ص: ۹۴ ☆ نعت رضا اور علم لدنی، ص: ۹۶ ☆ نعت رسول اور علم منطق، ص: ۱۰۱ ☆ مدحت رسول اور علم فلسفہ، ص: ۱۰۶ ☆ نعت پاک اور علم نحو، ص: ۱۱۰ ☆ نعت اور علم کی درخشندگی، ص: ۱۱۶ ☆ مدحت رسول اور علم نجوم کی جلوہ گری، ص: ۱۲۰ ☆ قصیدۂ معراجیہ اور علم اقلیدس، ص: ۱۲۵ ☆ تشریح اشعار بزبان شاعر، ص: ۱۳۲ ☆ بعض اشعار کی تشریح، ص: ۱۳۵ ☆ اصلاح اشعار، ص: ۱۴۱ ☆ آں یوسف کہ گم گشتۂ بازار قصیدہ، ۱۴۸ ☆ اشعار قصیدہ پر طائرانہ نظر، ص: ۱۶۱ ☆ عکس جمیل، ص: ۱۷۵۔

[۵] صنف نازک، سائز متوسط، صفحات: ۵۰، طبع غوث الوری اکیڈمی، کلیان، ۲۰۱۵ء

[۶] میت: کفن سے دفن تک، سائز متوسط، صفحات: ۴۰، طبع غوث الوری اکیڈمی، کلیان، سنہ طبع ندارد

[۷] ہجری: اسلامی ماہ وسال کے اجالے میں، سائز متوسط، صفحات: ۴۶، طبع غوث الوری اکیڈمی، کلیان، سنہ طبع ندارد

[۸] نماز: اہل ایمان کی معراج، سائز متوسط، صفحات: ۴۶، طبع غوث الوری اکیڈمی، کلیان، سنہ طبع ندارد

[۹] فردوس خیال، سائز متوسط، صفحات: ۱۵۵، طبع غوث الوری اکیڈمی، کلیان، سنہ طبع ندارد

[۱۰] چراغ راہ، یہ پہلے کی مطبوعہ کتاب ہے، جو پیش نظر نہیں۔

[۱۱] عکس جمیل، یہ کتاب پیکر نگاری، حلیہ نویسی اور چہرہ تراشی کا انمول نمونہ ہے۔ دراصل یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سراپا نگاری پر مشتمل نہایت ایمان افروز مرقع ہے۔ اسے میں نے خود 'ادارہ افکار حق' بائسی، پورنیہ سے شائع کی ہے۔ مگر ابھی سامنے نہیں۔ یہی کتاب ان کی بلند پایہ کتاب 'شخص وعکس' میں بھی شامل اشاعت ہے۔

[۱۲] تصریف القدیر، علم صرف پر نہایت مفید وسہل کتاب، علم الصیغہ جیسی، غیر مطبوعہ

[۱۳] آب وخاک کی تحقیق، غیر مطبوعہ

[۱۴] مجموعۂ فتاوی، غیر مطبوعہ

[۱۵] خطوط ومراسلات واداریوں کا مجموعہ، غیر مطبوعہ

اختتامیہ واظہار تمنا: یہ تحریر بالکل ہماہمی اور رواروی میں لکھی گئی ہے۔ مجھے خود بھی اطمینان نہیں ہے۔ کہیں جھول نظر آئے، تو معذرت خواہ ہوں اور طالب اصلاح بھی۔ یہاں ایک تجویز بلا کسی طلب دے دیتا ہوں، جیسا کہ حضرت اقدس کے وصال کے دن ۷ رجنوری ۲۰۲۲ء کو ہم نے ان کے متعدد تلامذہ واحباب کرام، حضرت علامہ محمد مجاہد الاسلام صاحب قبلہ رضوی، سبرام پور، حضرت علامہ محمد شاکر اصغر صاحب قبلہ سیملباڑی، حضرت علامہ محمد ابوالحسن علی صاحب قبلہ رضوی، بائسی اور حضرت علامہ محمد مبارک صاحب رضوی کو رائے پیش کی تھی کہ ان کی قبر نمایاں مقام پر ہو، مزار کی تعمیر بھی ہو، عرس چہلم شایان شان منایا جائے اور اس موقع پر ان کی حیات و خدمات پر ایک عمدہ واچھا مجموعۂ مقالات بھی شائع کیا جائے۔ الحمدللہ، یہ سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور اب یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ مجموعۂ مقالات جلدی جلدی اور بمبئی کی زبان میں گھائی گھائی میں منظر عام پر آرہا ہے۔ ان کے احباب وقدردان چاہیں، تو آئندہ باطمینان ایک اور مجموعۂ مضامین ومقالات تیار وطبع کیا جائے۔ اس کا طریقۂ کار یہ ہو کہ ان کی کتابیں اور تحریریں موضوعاتی درجہ بندی کر کے اس موضوع کے متعلقہ افراد کا انتخاب کر کے مواد فراہم کرا کر ان سے علمی وتحقیقی اور فنی وتنقیدی مقالے لکھوائے جائیں، گو یہ مقالے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی مجموعہ میں ان کی منتخب تصانیف اور مقالات کی بھی شمولیت ہو۔ اس سے حضرت اقدس کا علمی قد کانٹھ کا مناسب

تعین ہوگا۔ علمی برادری اور نئی نسل مستفید بھی ہوگی۔ اس طرح مصنف بھی زندہ رہے گا اور ان کی یادگار بھی۔

بمبئی وخادم 'نالج سیٹی' کشن گنج، سیمانچل

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کی تضمین نگاری

ڈاکٹر مفتی محمد امجد رضا امجد

اردو زبان وادب کے فروغ وارتقا میں مذہبی ادبیات کا بنیادی کردار ہے، یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کو بے اعتنائی کے جس خول میں مقید کیا گیا ہے اس سے باہر لانا آسان بھی نہیں ہے کہ ادب کے نام پر کاروبار کرنے والے افراد بالعموم ایسے افراد ہیں جنہوں نے مذہب اور ادب کا خانہ دریا کے دو کنارے کی طرح الگ الگ رکھا ہے اور یہ یقین کرلیا ہے کہ مذہب میں ادب اور ادب میں مذہب تلاش کرنا ادب کے منافی ہے۔اس منفی سوچ کا اثر ہے کہ ادبیات کا ایک بڑا ذخیرہ صرف اس لئے کتابوں کے انبار میں دبا ہے کہ اس کا تعلق مذہب سے ہے۔اس تلخ حقیقت کو ڈاکٹر احمد بدر کی تحریروں کی روشنی میں دیکھئے وہ امام احمد رضا کے نعتیہ مجموعہ حدائق بخشش پر لکھے گئے مقالہ کلام رضا کے لسانی گوشے میں متعدد مقامات پر لکھتے ہیں:

اردو کے نعتیہ سرمایے کو کھنگالا جائے تو آپ کو ایسی مثالیں خال خال ہی ملیں گی جہاں عقیدہ،عقیدت اور فن تینوں ہم آہنگ ہوں حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اس معاملے میں استثنائی حیثیت کے حامل ہیں جن کی نعتوں میں ان تینوں رنگوں کی ہم آہنگی ایک عام سی بات ہے کہیں لکھتے ہیں:

ایک اور سطح پر کلام رضا میں ہم آہنگی اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔یہ ہے لسانی ہم آہنگی۔عربی وفارسی زبانوں پر ان کی قدرت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ان کا بڑے سے بڑا مخالف بھی نہیں کرسکتا۔عربی وفارسی کلام سے قطع نظر ان کا اردو کلام بھی بے تکلفی کے ساتھ استعمال ہوئے عربی وفارسی الفاظ کی تفہیم کے لئے لغت دیکھنے پر مجبور کردیتا ہے۔اور یہ ان کی علمیت کا تقاضا بھی ہے۔حیرت تب ہوتی ہے جب بریلی کے اطراف میں رائج روہیل کھنڈ کی مقامی زبان بھی عربی وفارسی سے ہم آہنگ دکھائی دیتی ہے۔اس کی بہترین مثال ان کی چار زبانوں والی مشہور زمانہ نعت ہے جس کے ٹکڑے ایک وجد آفریں تاثر پیدا کرتے ہیں

کلام رضا کے مصرع خود بچھا جائے کلیجہ میرا چھینٹا تیرا کے تحت لکھتے ہیں:

کہنے کی ضرورت نہیں اس چھینٹے کا چھینٹا بھی اردو کے بہت سے بڑے بڑے غزل گو شعرا کو نصیب نہیں ہوا۔مگر اس کے باوجود نہ نعت کو آج تک اردو ادب میں وہ مقام مل سکا جس کی وہ مستحق ہے اور نہ امام احمد رضا کے ساتھ انصاف کا رویہ اپنایا گیا جو ان کا حق تھا اس ایک رخی سوچ سے اردو ادب کا جو نقصان ہوا اہل نظر اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی بھی زبان کے ادب کو مذہب سے الگ کرکے دیکھنا زبان کی وسعت کو سمیٹنا ہے۔ہیئت اور مواد کی تلاش میں مسافر کے سامنے کھلا میدان ہونا چاہئے یہ اس کا حق ہے،اگر ناول افسانہ ڈرامہ غزل قصیدہ اور مراثی سماج سے جڑے اصناف ہیں تو حمد ونعت اور مناقب کا تعلق بھی اسی انسان

سے ہے جس کے مجموعہ سے سماج کی تشکیل ہوئی ہے، پھر دونوں میں یہ تفاوت بے معنی چیز ہے۔

گزشتہ چند برسوں میں ایک خوشگوار تبدیلی دیکھنے میں آئی کہ اب نعتیہ ادب پہ باضابطہ تحقیقی مقالے لکھے جارہے ہیں نعت گو شعرا کو جامعات میں تحقیق کا موضوع بنایا جارہا ہے بعض رسائل وجرائد خاص نعتیہ ادب کے فروغ کے لئے جاری کئے گئے ہیں مگر اس کی رفتار اب بھی مہمیز کی متقاضی ہے کہ یہ دھیمی پیش رفت اس ادبی ذخیرہ کی دریافت کا کفارہ نہیں بن سکتی جو پوری صدی کی بے اعتنائی کا عطیہ ہے۔

بہار میں نعتیہ ادب کے فروغ کے حوالہ سے کئی مقالے لکھے گئے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس دریا کی طغیانی کا اب بھی اندازہ لگایا نہیں جاسکا، بہار کے نعت گو شعرا کی ایک خاصی تعداد ہے جو صاحب دیوان ہونے کا اعزاز رکھتی ہے۔ان کی شاعری ادبی لوازمات کا شہکار ہے۔مضامین کا تنوع، تراکیب میں جدت ،لفظوں کی بندش اور مضمون باندھنے کے نئے نئے ڈھب نے ان کی شاعری کو زندہ جاوید بنادیا ہے، ان شعرا میں ایک نمایاں نام حضرت مفتی حسن منظر قدیری صاحب کا ہے جو ابھی ابھی ہم سے جدا ہوئے اور علم وادب کے ایک دنیا کو سوگوار کر گئے۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ بنیادی طور پر ایک عالم دین تھے مگر انہوں نے اپنے پیچھے اپنی موجودگی کے اتنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں کہ انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ باکمال مدرس، بہترین خطیب، نکتہ سنج ادیب اور قادرالکلام شاعر جس رخ سے دیکھئے وہ پرکشش نظر آتے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ۱۹۶۲ء میں ام المدارس منظر اسلام سے وہ فارغ ہوئے۔ پھر انہوں نے مظہر اسلام بریلی شریف میں تدریس کی مسند بھی سنبھالی۔ سن ۲۰۱۸ء میں ان کا مجموعہ کلام ''فردوس خیال'' منظر عام پہ آیا۔سن ۲۰۱۰ء میں وہ کلیان سے وابستہ ہوئے اور بالآخر ۷ رجنوری ۲۰۲۲ء میں وہ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔زندگی کا کل ۷۴ رسالہ حصہ پایا مگر ان لمحوں کو ہمیشہ پابند کار رکھ کر تدریس، تقریر، تصنیف وتالیف اور شاعری ہر رخ سے خود کو زندہ جاوید بنالیا۔

فردوس خیال مفتی حسن منظر قدیری صاحب کا مجموعہ کلام ہے، جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی وہ خیالوں کا فردوس ہے، صفحات پلٹتے جایئے اور لفظوں کی تراکیب سے عقیدہ وعقیدت کی سجائی گئی جنت کی سیر کرتے جایئے۔اس مجموعہ کے مطالعہ سے کہنا پڑتا ہے کہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ والرحمہ صاحب ذوق اور نفاست پسند انسان تھے یہ خوش ذوقی اور نفاست پسندی ان کے مزاج میں تھی اس لئے لباس سے لے کر زبان تک ان کی نفاست پسندی دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔شاعری تو خیر ادب ہی کی صنف ہی ہے ان کی نثر میں بھی شعری رمق، نزاکت خیال اور طبعی نفاست کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے، اگر اس دعوی کی صداقت دیکھنی ہو تو امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن پہ لکھے گئے ان کے مقالہ کنز الایمان کا لسانی وادبی جائزہ کا مطالعہ کرلیا جائے۔

اس مجموعہ کلام ''فردوس خیال'' میں حمد، نعت، منقبت، نظم، سہرا سبھی گلوں کی مہک ہے جو قاری کو معطر ومتاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ شان رسالت کی عظمت، سیرت رسول کی وقعت، محبت رسول کا اظہار، ہجر وفراق کی کیفیت ان کی نعتیہ شاعری کا عنوان ہے انہوں نے ان عنوانات کو جس مشاقی اور قدرت کلام کے ساتھ نبھایا ہے یہ ان کا ہی حصہ ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہو:

حمد ماہ واختر سے نمایاں ہے ترا عکس جمال
اور جلال ذات سے لرزاں شبستان وجود

کائنات لالہ وگل تیری حکمت پر گواہ
تیری قدرت پر ہے شاہد عالم چرخ کبود
نعت زہے قسمت فراق مصطفے میں جی رہا ہوں میں
غم ہجر نبی منظر خوشی سے کم نہیں ہوتا
غبار کہکشاں کو رشک ہے تقدیر پر میری
کہ پائے مصطفے کی دھول میں نے سر پہ رکھی ہے
میں ایسی شان کرم پہ نثار اے منظر
بسا ہے دل میں مدینہ مزار آنکھوں میں
ڈھونڈ کر لاو جو ہو ایسے پیمبر کا جواب
جو تبسم سے دیا کرتے ہیں پتھر کا جواب
ایک مجرم یوں ہے دربار نبی کے سامنے
جس طرح سایہ ہو کوئی روشنی کے سامنے

''فردوس خیال'' میں ایک نمونہ تضمین نگاری کا بھی ہے اور بہت عمدہ ہے۔ کسی کے مصرع پہ تضمین باندھنا ایک فن ہے اور یہ فن بڑے ریاض کا متقاضی ہے۔ کسی کے مصرع پر اس طرح مصرعے باندھنا کہ وہ اس مصرع کی طرح مرکزی مضمون سے مربوط ہو یا ایسے مصرع جڑنا کہ دوسرے شاعر کا مصرع معنوی اعتبار سے تضمین نگار کا مصرع بن جائے یقیناً بہت بڑی بات ہے، محض تین مصرعوں کا اضافہ تضمین نہیں ہوتا جیسا کہ آج نو وارد شعرا نے رائج کر رکھا ہے۔ تضمین نگاری کی اسی خصوصیت کا اظہار کرتے ہوئے پروفیسر مسعود احمد مظہری نے لکھا ہے کہ

تضمین کہنا کوئی آسان کام نہیں، کامیاب تضمین کہنے کے لیے دل میں دل ڈالنا پڑتا ہے، کسی کے قدم سے قدم ملانا کسی کے مرغ فکر کے ساتھ اڑنا، کسی کے سمندر میں غوطے لگانا، کسی کے جہان خیال کی سیر کرنا، کسی کے درخت میں پھل لگانا، اور کسی کے گلشن میں اپنے پھول سجانا اتنا آسان کام نہیں۔ تضمین مرغ فکر پابند ہو جاتا ہے مرغ فکر کو قفص میں اس طرح بند کرنا کہ حسن پرواز میں فرق نہ آئے بڑا مشکل کام ہے۔

اس کے باوصف مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ نے جو تضمین کا نمونہ چھوڑا ہے وہ تضمینی سرمایہ میں اضافہ ہے۔ ان کی تضمین نگاری سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے تضمین کے حوالہ سے ساری معلومات بہم رکھی تھیں، شعرا کے تضامین کا مطالعہ کیا تھا اور وہ اس کے پیچ وخم سے بخوبی واقف تھے۔ اس مجموعہ میں ان کی ایک ہی تضمین ہے مگر فن کے پارس اس ایک نمونہ سے ہی اس فن میں حضرت منظر قدیری کی پختگی فن کا اندازہ لگا لیں گے۔

دنیائے نعتیہ شاعری میں خانوادہ رضا امتیازی شان اور غیر منقسم اختصاص کا حامل ہے حدائق بخشش، ذوق نعت، تحائف بخشش، سامان بخشش، سفینہ بخشش جیسے دواوین ومجموعہ کلام نے زبان وادب کو جو سرمایہ دیا ہے اس کا اعتراف اہل علم وادب کو ہے۔ سامان

بخشش کے نظم نگار حضور مفتی اعظم ہند سے صاحب فردوس خیال کا تعلق خاطر تھا، ان کی عقیدت کی جبیں وہاں خم رہتی اور ان کے فیوض وبرکات سے بار بار مستفیض ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل تھا، اسی لئے اس مجموعہ کلام میں اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ساتھ مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں بھی انہوں نے خراج نیاز پیش کیا ہے اور تضمین کے لئے انہیں کی ایک مشہور اور مقبول نعت پاک: ع

بخت خفتہ نے مجھے روضہ پہ جانے نہ دیا
چشم ودل سینہ کلیجہ سے لگانے نہ دیا

کا انتخاب کیا ہے۔ اس مجموعہ میں مطلع کی تضمین نہیں ہے مگر بعد کے جن اشعار کی تضمین ہے وہ شاعر کی قدرت کلامی کی نمایاں مثال ہے چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ حضور مفتی اعظم ہند کے شعر: ع

حالِ دل کھول کے دل آہ ادا کرنہ سکا
اتنا موقع ہی مجھے میری قضا نے نہ دیا

کے مرکزی مفہوم کو سامنے رکھ کر حضرت حسن منظر قدیری نے جو مصرعے باندھے ہیں وہ داد کے طالب ہیں۔ مصرعوں کی برجستگی ،مصرع سے شعر کا معنوی ربط اور لفظوں کی بندش یقیناً قدرت کلام کا شہکار ہے۔ ملاحظہ کریں: ع

قلب محزوں تھا بہت کھل کے ندا کرنہ سکا
لب بھی خاموش رہا میں اسے وا کرنہ سکا
اتنی مہلت نہ ملی ،ہائے صدا کر نہ سکا
حال دل کھول کے دل آہ ادا کرنہ سکا
اتنا موقع ہی مجھے میری قضا نے نہ دیا

آنسو جذبات کا ترجمان ہوتے ہیں، اور دل کو ڈھارس بندھانے کا سامان بھی۔ جب یہ بہہ جاتے ہیں تو دل کو تسکین مل جاتی ہے، مگر کبھی کبھی فرط غم میں آنسوؤں کا سمندر سوکھ جاتا ہے، اس وقت جب جذبات کے اظہار کے لئے اس آخری سہارے سے بھی آدمی محروم ہوجائے تو کیفیت کیا ہوگی یہ وہی لوگ بتاسکتے ہیں جن پر یہ کیفیت گزری ہے۔ عشق رسالت میں سرشار دل نے اس کیفیت کی ترجمانی کیسے کی ہے اور تضمین نگار نے اس شعر پہ کس روانی سے مصرع جڑے ہیں کہ مضامین میں بہاؤ کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ ملاحظہ کریں: ع

سوز دل کا میں بیاں ، ہائے سناؤں کیوں کر
آتش عشق کی سوزش کو بتاوں کیوں کر
آگ سینہ میں لگی اس کو دکھاوں کیوں کر
ہائے اس دل کی لگی کو میں بجھاوں کیوں کر
فرط غم نے مجھے آنسو بھی گرانے نہ دیا

اعمال سیہ سے مرد مومن کا جینا دوبھر ہوجاتا ہے، اس واقعہ کی ترجمانی تین مصرعوں میں کیسے ادا ہوئی ہے وہ دیکھنے اور پڑھنے کی چیز

ہے،اس کیفیت کی لفظی تجسیم اوراس مفہوم کی منظر نگاری حضرت حسن منظر کے یہاں جس جوبن پہ ہے۔ملاحظہ کیجیے:

ہے گناہوں کے اندھیرے میں مرا قلب وجگر
جرم عصیاں سے بھرا میرے عمل کا دفتر
میں گنہ گار ، مرا حال پریشاں ، ابتر
میرے اعمال سیہ نے کیا جینا دوبھر
زہر کھاتا ترے ارشاد نے کھانے نہ دیا

اس نعت پاک کے مقطع میں حضور مفتی اعظم ہند نے اپنی شاعری سے رنگ جمانے کی بات کی ہے،اس طرح کی باتیں اگر اہل اللہ سے صادر ہوں تو اسے تحدیث نعمت پہ محمول کیا جاتا ہے ورنہ اہل اللہ کو ان ظاہری چمک دمک سے کیا غرض؟ شعرا کے یہاں اس طرح کے اشعار بکثرت مل جاتے ہیں خود اعلیٰ حضرت کے یہاں ایسے اشعار کی ایک کہکشاں آباد ہے ان تمام کا مفہوم تحدیث نعمت ہی ہے۔حضرت حسن منظر نے مفتی اعظم ہند کے اس مقطع پہ جو تضمین کی ہے اور اس مفہوم کو کس طرح نبھایا ہے دیکھیں: ع

بزم پرکیف میں کچھ اور رہو اے نوری
پھر اسی طرز پہ کچھ اور چلو اے نوری
ہاں اسی رنگ میں کچھ اور کہو اے نوری
اور چمکتی سی غزل کوئی پڑھو اے نوری
رنگ اپنا ابھی جمنے شعرا نے نہ دیا

حمد سے لے کر نعت ومنقبت تک جن اصناف میں بھی حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ نے اپنے شعری سرمایہ کے نقوش چھوڑے ہیں،اس سے یہ صاف عیاں ہے کہ وہ باکمال اور قادرالکلام شاعر تھے۔انہوں نے اگر دیگر شعرا کی طرح فن شاعری ہی کو اپنا مستقبل بنایا ہوتا تو یقیناً اس میدان میں بھی وہ منفرد شناخت کے حامل ہوتے۔نثر ونظم دونوں میں اپنے ادب کا قابل قدر سرمایہ چھوڑنے والے اس عالم دین کی رحلت سے یقیناً علم کا ہر شعبہ متاثر ہوا ہے۔مگر اس کے باوجود مذہبی ادب کے خزانہ کو جب بھی کھنگالا جائیگا حضرت حسن منظر قدیری کا نام نامی اپنی شان یکتائی کے ساتھ وہاں جلوہ ریز نظر آئے گا۔ایسے لوگ مرتے نہیں تاریخ میں ہمیشہ کے لئے زندہ ہوجاتے ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

قاضی شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق اور کلام رضا کی توضیح وتشریح

محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فقہ وافتاء، حدیث وتفسیر، سلوک ومعرفت، حکمت وفلسفہ، تاریخ وسیر، بیان ومعانی، نحو وصرف غرض کہ ہر میدان میں جس طرح درجہ امامت پر فائز ہیں اسی طرح شعر وسخن کی دنیا میں بھی مجتہدانہ شان رکھتے ہیں۔ ان کی مجتہدانہ شان وشوکت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ بہت سے بلند پایہ شاعر، شعر وسخن کی دنیا میں رہے اور پوری زندگی اسی ایک فن میں طبع آزمائی کرتے رہے پھر بھی وہ مقام ومرتبہ حاصل نہ کر سکے جو مقام ومرتبہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے مختلف میدانوں میں رہ کر فن شاعری میں حاصل کیا۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ ماضی میں مختلف الجہات شخصیت کے اعتبار سے امام احمد رضا کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ امام حمد رضا قدس سرہ ماضی قریب کے تنہا ایسے شاعر ہیں جنھوں نے شاعری کو باقاعدہ اپنا مشغلہ نہ بنایا اس کے باوجود میدان شعر وسخن کے امام ہیں اور انھوں نے اپنے اشعار میں فکر وفن کے اصول وآداب کے ساتھ ساتھ تمام علوم وفنون کی اصطلاحات بھی استعمال کیے۔ اسی لیے آپ کے کلام کو امام الکلام کا درجہ حاصل ہے اور آپ کے اشعار کو شعر وسخن کی دنیا میں استناد کی حیثیت۔

کلام رضا چوں کہ عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشبوؤں سے معطر اور مختلف علوم فنون کی اصطلاحات، استعارات اور محاورات سے مزین ہے اس لیے کلام رضا کو سمجھنے کے لیے ہر فن سے اچھی خاصی واقفیت اور شعر وادب کے اصولوں وتقاضوں سے آگاہی ضروری ہے ورنہ شعر فہمی تو دور الفاظ فہمی کا بھی حق ادا نہ ہوگا۔ اور حق تو یہ ہے کہ کلام رضا کو سمجھنا یہ خود ایک فن کی حیثیت رکھتا ہے۔

ماضی قریب میں جن اساطین علم وادب اور ارباب شعر وسخن نے رضا فہمی میں نمایاں کردار ادا کیا ان میں ایک نمایاں نام بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، ادیب شہیر کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کا ہے جنھوں نے تدریسی وقلمی خدمات اور شعری تخلیقات واحساسات کے ساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون کے اعتبار سے افکار رضا کی تشریح فرمائی اور علوم وفنون کی اصطلاحات کے اعتبار سے اشعار رضا کی توضیح بھی کی۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا شعر جس فن کے مصطلاحات سے آراستہ ہے اسی فن کے اعتبار سے تشریح کی مثلاً جس شعر میں علم نحو کے مصطلاحات کا ذکر ہے اس شعر کی تشریح بھی نحوی آئینہ میں کی۔ جس شعر کو منطقی مصطلاحات سے سنوارا گیا ہے اس کی توضیح بھی منطقی اسلوب میں، جس شعر میں علم ہیئت سے متعلق کلمات کا استعمال کیا گیا ہے اس میں علم ہیئت کا بھی آئینہ دیکھایا غرض کہ جس شعر میں امام اہل سنت نے جس فن کے اصطلاحات کا استعمال کیا ہے اسی فن کے اعتبار سے اشعار کی

توضیح وتشریح بھی فرمائی ہے اور وضاحت سے قبل اس فن کا عنوان بھی قائم کیا جو بلاشبہہ حضرت کنز الدقائق کی مروجہ علوم وفنون میں گہرائی و گیرائی اور شعرفہمی پر بین ثبوت ہے، کلام رضا کی توضیح وتشریح پر مشتمل مقالات کا مجموعہ ''شخص وعکس'' (امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینے میں) کے نام سے غوث الوریٰ اکیڈمی بیل بازار کلیان سے شائع بھی ہوا ہے۔

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی ذاتی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بذات خود وہ بلند پایہ شاعر وادیب، بے باک نقاد ومدقق، فقہ واصولِ فقہ پر دسترس رکھنے والے فقیہ ومفتی، نحو وصرف اور منطق وفلسفہ پر درک وکمال رکھنے والے باصلاحیت مدرس ومحقق، حساب و ہندسہ اور ریاضی وطبعیاتی علوم پر قدرتِ کاملہ رکھنے والے کامیاب معلم اور میدان درس وتدریس کے عظیم شہسوار تھے۔ انگریزی و ہندی زبان وادب گویا ان کی مادری زبان تھی۔ اصنافِ شعروسخن کے میدان میں یدِ طولہ رکھتے تھے، نقاد تھے مگر صوفیانہ طرز حیات رکھتے تھے۔ انہی اوصاف حمیدہ کی بنیاد پر اپنے معاصرین میں ممتاز ومنفرد نظر آتے تھے۔ مشرباً قدیری تھے مگر زندگی بھر امام احمد رضا قدس سرہ اور مفتی اعظم ہند کی مدح سرائی میں رطب اللسان رہے، جیسا کہ مجموعہ خیال شخص وعکس اس کی تابندہ مثال ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا کلام چوں کہ کثیر علوم وفنون پر مشتمل ہے اس لیے اس بحر بیکراں سے وہی کچھ نکال سکتا ہے جنہیں اللہ تعالی نے کثیر علوم وفنون سے اچھا خاصا حصہ عطا فرمایا ہو۔ بحمدہ تعالی حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا انہی خداداد صلاحیت وقابلیت کی بنیاد پر علم وادب کے باغ میں خوب سیر کی اور دبستان رضا کی بہترین آبیاری کی۔ سردست میں یہاں چند مثالیں پیش کروں گا جس سے اندازہ ہوگا کہ ادیب شہیر حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے کلام رضا کی کس علمی شان وبان سے توضیح وتشریح فرمائی ہے؟ اور اپنی علمی قابلیت ولیاقت کا مظاہرہ فرمایا۔

کلام رضا میں علم فلسفہ کی جلوہ گری:

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ نے درج ذیل شعر میں فلسفی اصطلاح کا لفظ استعمال کیا ہے، تو بقیۃ السلف، کنز الدقائق ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ نے بھی فلسفیانہ طرز پر اس شعر کی توضیح فرمائی۔

شعر ملاحظہ فرمائیں۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمۃ مذکورہ شعر کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اس شعر کی خوبصورت عمارت، ایک فلسفیانہ اصطلاح کی بنیاد پر قائم ہے اس لیے ضروری ہے کہ پہلے اصطلاح کو سمجھ لیا جائے۔ وجوب وواجب: جس کا وجود ضروری ہو اس وصف سے صرف ذات باری متصف ہے جس کو ہم واجب الوجود کہتے ہیں اس کی ذات ازلی وابدی ہے خدائے تعالیٰ اس وقت بھی موجود تھا جب یہ عالم امکان نہ تھا اور اس وقت بھی اس کا وجود باقی رہے گا جب یہ کائنات فنا ہو جائیگی۔

امکان وممکن: جس کا نہ تو وجود ضروری ہو اور نہ عدم جیسے یہ سارا جہاں جسے عالم امکان بولا جاتا ہے کیوں کہ اگر اس کا وجود ضروری ہوتا تو ہمیشہ سے ہوتا مگر ہم جانتے ہیں کہ یہ عالم حادث ہے اس کا وجود پہلے نہ ہوا صرف ذات خدا تھی اور اگر عدم ضروری ہوتا تو کبھی وجود ہی میں نہ آتا بس لفظ ''کن'' سے ارادۂ الٰہی ہوا اور وجود میں آ گیا۔

امتناع وممتنع: جس کا عدم ضروری ہو جیسے شریک باری تعالیٰ محال ہے خدا کے ما سوا سارے موجودات کو ''عالم امکان'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور موجودات میں زمین وآسمان، ماہ ونجوم، لوح وقلم، عرش وکرسی، جنات وملائکہ، آدم وبنی آدم اور انبیاورسل سب شامل ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز واختیار کے بارے میں یہ شعر ایک حیرت انگیز ماحول پیش کرتا ہے وہ جامع کمالات ہیں اور انہیں ہر طرح کی قدرت حاصل ہے اس دریائے نور میں قدرت واختیار کا تموج کچھ اس طرح ہے کہ نظر گرداب حیرت میں الجھ کر رہ جاتی ہے۔ انگشت مبارک کی جنبش سے چاند کا جگر شق ہو جائے اور سورج ڈوب کر بھی پلٹ آئے، قدم نازک سے پتھر پگھل جائے، بے جان کو زندگی عطا کر دیں اور نا بینا کو نور بصارت سے ہم کنار کر دیں غرض کہ سر مبارک تا کف پائے محترم معجزہ کا ظہور ہو یہ قدرت و اختیار تو ممکن میں ناممکن ہے اس قسم کے معجزے کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ دیا جو بنی اسرائیلی پیغمبروں کے خاتم تھے، یہاں تو خاتم المرسلین کی بات ہے عقل حیران وششدر ہے۔

ان کمالات کو دیکھ کر خدانخواستہ اگر ہمارا ذہن سرحد وجوب کی طرف بڑھے اور بالفرض ہم انہیں واجب تسلیم کر لیں تو واجب میں ایسی قدرت ہوتی ہے مگر عبدیت کا وہاں گزر نہیں کیونکہ عبدیت، حدوث کی دلیل اور واجب حادث نہیں ہوتا بلکہ وہ قدیم ہے بالفاظ دگر، عبدیت، وجوب کی منافی اور وجوب، عبدیت کی منافی اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہر حال خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں جس کا اقرار ہم نے کلمۂ شہادت میں کیا ہے۔

موجودات میں ممکن و واجب کے علاوہ کوئی تیسری شئ نہیں جو ممکن و واجب نہ ہو، خدائے تعالیٰ کا وجود واجب، رسول اللہ، موجود ان کا وجود ممکن اور موجودات میں تیسری شئ کوئی نہیں۔

ممکن میں ایسی قدرتیں نہیں ہوتیں اور واجب میں ایسی قدرتیں تو ہیں مگر عبدیت نہیں ہوتی رب قدیر معبود ہے عبد نہیں شعر سے بظاہر یہ مفہوم سامنے آتا ہے کہ سرکار کی ذات

اقدس نہ تو ممکن ہے اور نہ واجب جبکہ موجودات میں ان دونوں چیزوں سے خالی کوئی شئ نہیں اسی کو علم منطق میں ارتفاع نقیضین کہتے ہیں۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں گویا ممکن ہونے کی نفی اور واجب میں عبدیت کہاں یہ وجوب کی نفی معلوم ہوتی ہے اس مفہوم کو ادا کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے ''یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں'' بظاہر یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ شعر ''پاس شرع'' کے ماحول کا نہیں ہے ایسا نہیں ہے شعر اپنی جگہ درست ہے اگر چہ فلسفیانہ پیچیدگی کی وجہ سے سمجھنے میں کچھ الجھاؤ دکھائی دیتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ شاعر دونوں چیز کی نفی نہیں کرتا بلکہ اپنی کشمکش وحیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے ''یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں'' یہ بھی ایک خطا ہے بزم امکاں کی پہلی شمع جس سے عالم امکان کو روشنی ملی آخر کیا ہیں؟ فرماتے ہیں: ع

حق یہ کہ ہیں عبد الہ اور عالم امکان کے بادشاہ
برزخ ہیں وہ سرّ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حقیقت یہی ہے کہ آپ خدا کے بندے ہیں مگر عام بندوں کی طرح نہیں بلکہ آپ سلطنت کبریا پر حکمرانی کرنے والے شہنشاہ ہیں ہر شئ آپ کے زیر نگیں ہے: ع

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ سرّ خدا ہیں آپ کی حقیقت معلوم نہیں خدا جانتا ہے کہ آپ کیا ہیں؟ مگر اتنا معلوم ہے کہ آپ کی ذات پاک عبد ومعبود کے درمیان ایک پائدار واسطہ ہے دریا امکان اور دریا وجوب دونوں بہہ رہے ہیں اور ان کے مابین رسول اکرم کی حیثیت ''برزخ'' جیسی ہے علم منطق میں جسے ''حد اوسط'' کہا گیا ہے اس شعر میں گویا اسے برزخ سے تعبیر کیا گیا ہے اس بیان واسلوب بیان کا جواب نہیں۔ [شخص وعکس ص ۱۰۶ تا ۱۰۸]

کلام رضا میں علم طبعیات سے استعارہ:

امام احمد رضا نے اپنے کلام بلیغ کو علم طبعیات سے بھی آراستہ کیا ہے حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے مذکورہ شعر میں علم طبعیات کا بھی انکشاف کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''برزخ ایک وسیع المفہوم لفظ ہے جس کا اطلاق بہت سی چیزوں پر ہوتا ہے اہل لغت تشریح کرتے ہیں دو متخالف چیزوں کے درمیان جو چیز حائل ہو وہ برزخ ہے اس طرح جنت ودوزخ کے درمیان ''اعراف'' بہائم وانسان کے درمیان ''بندر'' حیوانات ونباتات کے بیچ ''درخت خرما'' جمادات ونباتات کے درمیان ''مونگا'' اور بعد موت تا زمانۂ قیامت

ان سب پر برزخ کا اطلاق ہوتا ہے۔

برزخ کا لفظ قرآن میں بھی آیا ہے۔

مرج البحرین ۔یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔''اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں ملے ہوئے ہیں اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا۔''

اس آیت کریمہ میں جس قانون قدرت کا ذکر ہے وہ قدیم زمانے سے لوگوں کے مشاہدے میں ہے کہ دو دریا باہم ملنے کے باوجود دونوں الگ الگ بہتے نظر آتے ہیں اور درمیان میں مسلسل ایک لکیر سی بنتی چلی گئی ہے یہ کس قانون فطرت کے تحت ہے یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

یہ سائنسی دور ہے اور جدید سائنسی تحقیقات نے اسے دریافت کرلیا ہے کہ رقیق اشیاء میں سطحی تناؤ (Surfacetension) کا ایک خاص قانون ہے جو دونوں پانی کو الگ الگ رکھتا ہے۔

ماہنامہ ''نظام'' کانپور کا خاص شمارہ ''قرآن نمبر'' میں اس قانون فطرت پر ایک بیان ہے ہم اسے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

سطحی تناؤ کے قانون کو ایک سادہ سی مثال سے سمجھئے اگر آپ گلاس میں پانی بھریں تو وہ کنارے میں پہنچ کر فوراً بہنے نہیں لگے گا بلکہ ایک سوت کے بقدر اٹھ کر گلاس کے کنارے اوپر گولائی میں ٹھہر جائے گا یہی وہ چیز ہے جس کو شاعر نے خط پیمانہ کہا ہے: ع

اندازۂ ساقی تھا کس درجہ حکیمانہ
ساغر سے اٹھیں موجیں بن کر خط پیمانہ

گلاس کے کناروں کے اوپر پانی کی جو مقدار ہوتی ہے وہ کیسے ٹھہرتی ہے بات یہ ہے کہ رقیق اشیاء کی سطح کے سالمات (Mole Cules) کے بعد چونکہ کوئی چیز نہیں ہوتی اس لیے ان کا رخ اندر کی طرف جاتا ہے اس طرح کے سالمات کے درمیان کشش اتصال بڑھ جاتی ہے اور قانون اتصال (Cohesion) کے عمل کی وجہ سے پانی کے سطح کے اوپر ایک قسم کی لچکدار جھلی Flastic film بن جاتی ہے اور پانی گویا اس کے غلاف میں اس طرح ملفوف ہو جاتا ہے جیسے پلاسٹک کے سفید جھلی میں پسا ہوا نمک ملفوف ہوتا ہے سطح کا یہی پردہ اوپر سے ابھرے ہوئے پانی کو روکتا ہے یہ پردہ اس قدر قوی ہوتا ہے کہ اگر اس کے اوپر سوئی ڈال دی جائے تو وہ ڈوبے گی نہیں بلکہ پانی کے سطح پر تیرتی رہے گی اسی کو سطح تناؤ کہا جاتا ہے یہی وہ سبب ہے جس کے بناء پر تیل اور پانی ایک دوسرے میں حل نہیں

ہوتے یہی وہ آڑ ہے جس کی وجہ سے کھاری پانی اور میٹھا پانی کے دو دریا مل کر بہتے ہیں مگر ایک پانی دوسرے میں شامل نہیں ہوتا۔

سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سرّ خدا ہیں تو ہم ان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتے بظاہر وہ بشری لباس میں آئے انسانی صورت میں جلوہ گر ہوئے خدا کے بندے اور رسول بھی ہیں بس یہیں تک ہمارا علم ہے لہذا اس سرّ خدا کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں اس شعر کو تصوف کے بلند ترین مقام سے دیکھا جائے اور اس پر غور کیا جائے۔ [شخص وعکس ص ۱۰۸ تا ۱۰۹]

کلام رضا میں علم نحو کی جلوہ گری:

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی میں امام احمد رضا قدس سرہ نے جو شعر کہا ہے اس میں علم نحو کے اصطلاحی الفاظ کا استعمال کیا ہے، حضرت ادیب شہیر علیہ الرحمہ نے کیا ہی خوبصورت انداز میں رنگ خیال، اور ندرت بندش کو پیش فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

امام اہل سنت قدس سرہ کے اس شعر کو ملاحظہ فرمائیں جو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہے۔

تیرا منسوب ہے مرفوع اس جا
اضافت رفع کی عامل ہے یا غوث

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ اس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''رفع، مرفوع اور عامل کو سمجھنے کے لیے علم نحو کے اس قائدے کو سامنے رکھیے۔

العامل ما به يتقوم المعنىٰ المقتضى للاعراب.

اس قائدے کے پیش نظر، اثر عامل سے معمول کا بدلتا ہوا رنگ ملاحظہ کیجئے۔ جاء زید۔۔۔ رأیت زیدا۔۔۔ ومررت بزید۔۔۔ جاء زید میں جاء عامل ہے کہ اس کی وجہ سے زید میں معنی فاعلی حاصل ہوا۔ لہذا رفع کو فاعلیت کی علامت قرار دیا۔ رأیت زیدًا میں رأیت عامل ہے کیونکہ اس سے معنی مفعولی حاصل ہوا تو نصب کو اس کی علامت اور مررت بزید میں حرف ''با'' عامل ہے کیونکہ اس سے معنی اضافی حاصل ہوا اس لیے جر کو اس کی علامت قرار دی گئی۔

صورت مذکورہ میں ''زید'' مرفوع ہے کیونکہ وہ ''جاء'' کی طرف منسوب ہے جو عامل ہے رفع کا معنی پیش کی حرکت بھی اور مرتبہ کی بلندی بھی ہے تو اس لحاظ سے ''مرفوع'' کا معنی سربلند یعنی جسے سربلندی ورفعت حاصل ہوئی۔

غوث اعظم محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں یہ شعر ہے جو علم نحو کی رنگینی لیے ہے۔غوث پاک عامل ہیں اور جو اس عامل سے منسوب ہو جائے وہ مرفوع اور سر بلند ہو جاتا ہے کیونکہ منسوب کا مرفوع ہونا ضروری ہے جو علم نحو کا قاعدہ ہے۔غوث پاک کے فیضان کرم سے جو شخص مستفیض ہو جائے وہ اگر حقیر و ذلیل ہے تو اسے رفعت مل جاتی ہے، ذرہ ہے تو مہ کامل اور قطرہ ہے تو سمندر بن جائے۔فاضل بریلوی فرماتے ہیں: ع

تیرا ذرہ، مہ کامل ہے یا غوث
تیرا قطرہ، یم سائل ہے یا غوث

[شخص وعکس ص:۱۱۲]

کلام رضا میں علم نجوم کی جلوہ گری:

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ نے نعت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں علم نجوم کے اصطلاحات کا بھی استعمال کیا ہے حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے علم نجوم کی اس جلوہ سامانی کو کس طرح سے بیان فرمایا ہے؟ پہلے شعر ملاحظہ فرمائیں:

سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''فلک پر کچھ ایسے ستارے ہیں جو اپنی جگہ قائم ہیں اور کچھ ستارے سیارے ہیں جو چلتے پھرتے ہیں یہ سات افلاک پر سات سیارے ہیں جو فلک اول سے ساتویں فلک پر یہ سیارے بالترتیب قمر، عطار، زہرہ، شمس، مریخ، مشتری اور زحل ہیں۔

ان ساتوں سیاروں میں سے سورج کے علاوہ کسی دو سیارے کا ایک درجہ یا ایک دقیقہ میں جمع ہونے کا نام قرآن ہے جیسے'' زہرہ مشتری کے ساتھ۔چاند، زہرہ یا مشتری کے ساتھ جمع ہو جائے کسی بچہ کا قران میں پیدا ہونا انتہائی نیک بختی تصور کی جاتی ہے اور اسے قران السعدین کہا جاتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما یہ دونوں مزار پاک رسول کے اندر پہلوئے رسول میں آرام فرما ہیں شعر میں'' قران السعدین''انہیں کی طرف اشارہ ہے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ'' ماہ طیبہ کے پہلو میں قران السعدین کی صورت صدیق وعمر رضی اللہ عنھما محو خواب ہیں اور تاروں کا جھرمٹ ہے''۔ [شخص وعکس ص:۱۲۰]

کلام رضا میں محاورے کی جلوہ گری:

ممدوح گرامی حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ خود رقمطراز ہیں کہ''ہر زبان وادب میں محاورے اور ضرب الامثال ہوتی ہے اردو

ادب بھی مستند ہے جو آج بین الاقوامی زبان ہے اور ساری دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہے امام احمد رضا نے اردو زبان میں نعت لکھی ہے اختصار کے طور پر کچھ محاورہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔''

طوطا اڑ جانا: حواس باختہ ہو جانا:

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

کالے کوسوں: مسافت بعید:

گھر بولنا: بلبل کا نوا سنج ہونا:

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کے بولتے تھے

دھان پان ہونا:

بار جلال اٹھا لیا گرچہ کلیجہ شک ہوا یوں تو یہ ماہ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

باڑا بٹنا: صدقہ خیرات بٹنا:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

دھونی رمانا: آگ کا الاؤ جلا کر سادھوں کی طرح بیٹھ جانا:

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

دن پھرنا: حالات کی تبدیلی:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

[شخص وعکس ص ۹۴، ۹۵]

کلام رضا میں علم منطق کی جلوہ گری:

برہان انی اور لمی علم منطق کی اصطلاح ہے، اس اصطلاح کا ماحصل یہ ہے کہ کسی حکم کے ثبوت کے لیے کوئی شئ واقع میں علت ہو اور اسی علت کے وجود سے معلول کے وجود پر استدلال بھی ہو تو اسے برہان لمی کہا جاتا ہے اور کوئی شی واقع میں علت نہ ہو بلکہ صرف ذہن میں علت ہو اور واقع میں معلول ہو اور معلول کے وجود سے علت کے وجود پر استدلال ہو تو برہان انی کہا جاتا ہے اس کو حضرت کنز الدقائق کے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ:

> ''جب سورج نکلتا ہے تو اس کی روشنی پھیلتی ہے اس روشنی سے دن کے وجود کا پتہ چلتا ہے آفتاب کا نکلنا اور دن کا وجود ان دونوں کو ہم علت ومعلول سے تعبیر کرتے ہیں یعنی طلوع آفتاب علت ہے اور وجود نہار معلول، آفتاب تو ایک روشن کرہ ہے اگر دن اس سے موجود نہ ہوتا تو آفتاب پر کیا فرق پڑتا وہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے البتہ وجود نہار سے اس کی حقیقت کا انکشاف ہوا۔ اس تناظر میں فاضل بریلوی کا شعر ملاحظہ کیجئے اور فن منطق میں نعت گوئی کی جلوہ گری دیکھیے؟ فرماتے ہیں: ع

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور
لم ہے یہ وہ ان ہوا تم پہ کروڑوں درود

''خدائے دو جہاں نے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی تو وہ علت ہے اور کائنات معلول اگر وہ نور ونکہت سے بھری کائنات نہ بھی پیدا فرماتا تو بھی اسکی ذات ازلی وابدی ہے باقی ودائم رہتی اور وہ اپنی ذات وصفات کے ساتھ موجود رہتا بھلے یہ کائنات نہ ہوتی۔

لیکن ایک حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف۔ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا تو مجھے پسند ہوا کہ میری معرفت ہو۔

تو رب قدیر نے اپنی معرفت کیلئے کائنات بنائی اور اس عالم رنگ و بو کی پہلی مخلوق سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو خدا کا ظہور آپ سے ہوا اور آپ کا ظہور خدا سے۔

اس حقیقت کو فاضل بریلوی نے برہان اِنّی اور برہان لِمّی کے ذریعہ سمجھایا۔

ان دونوں برہان کی مختلف تعریفیں کی گئیں ہیں مگر میں تقریب فہم کے لیے صرف ایک تعریف پر اختصار کرتا ہوں۔

برہان اِنّی: معلول سے علت پر استدلال کرنا۔

برہان لِمّی: اس کے برخلاف علت سے معلول پر استدلال کرنا۔

خداوند قدوس پردۂ غیب میں اور وہ علت مؤثرہ مطلقہ ہے لفظ ''کن'' سے کائنات کو وجود بخشا مگر سب سے پہلے اپنے نور سے اپنے محبوب جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تو ذات اقدس معلول، اور اس معلول ہی سے خدا کی شان اور الوہیت ظاہر ہوئی یعنی خدا کا ظہور ہوا اور اس کی الوہیت کی جلوہ گری ہوئی، یہ برہان لِمّی ہے۔

ذات خدا چونکہ تخلیق کائنات بالخصوص محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خلعت وجود عطا فرمانے کی علت ہے تو رب تعالیٰ سے آپ کا ظہور ہوا اس طرح علت سے معلول پر استدلال کیا گیا ہے جو برہان لِمّی ہے۔

بات علت ومعلول کی ہو رہی ہے اس لیے کہ ایک اور شعر اس مضمون پر ملاحظہ فرمائیے: ع

سبب ہر سبب منتہائے طلب علت جملہ علت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا قدس سرہ نے نہ صرف نعت گوئی میں رنگ برنگ کے پھول کھلائے ہیں جن کی شگفتگی چشم ودل کے لیے باعث نزہت وتازگی ہے بلکہ علوم وفنون اور حقائق ومعارف

کی ایسی گل افشانی فرمائی ہے جس سے روح ایمان معطر ہو جاتی ہے یہ انہیں کا حق ہے کہ علوم وفنون کے نغموں سے چمن رسالت میں نوا سنجی فرمائی ہے۔

اصطلاح میں جو چیز کسی حکم تک پہنچا دے اسے ''سبب'' کہا جاتا ہے جیسے ''اوقات ''نماز، روزہ اور حج کے لیے اسباب ہیں اگر یہ اسباب آجائیں تو ان عبادات کا ادا کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ ویسے ہی جس چیز پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو اسے ہم ''علت'' سے تعبیر کرتے ہیں جیسے طلوع خورشید پر وجود نہار موقوف ہے۔ یعنی دن اپنے وجود میں طلوع خورشید کا محتاج ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدرت کا اولین شاہکار ہیں، خدائے تعالیٰ نے انہیں اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر یہ زمین وآسمان، عرس وکرسی، لوح وقلم، ماہ ونجوم اس عالم امکان میں جتنی چیزیں سب کے لیے وجہ تخلیق آپ کا نور ہے، کائنات میں اسباب وعلل کا جو لامحدود سلسلہ قائم ہے ان سب کے لیے آپ کی ذات ہی پہلی علت اور سبب ہے اس فرش زمیں پر جو انسانی افراد پھیلے ہوئے ہیں اگر اس کی انتہائی حضرت آدم علیہ السلام تک ہے تو حضرت آدم کے منتہا بھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں غرض کہ ہر شی کی انتہاء آپ تک ہے لہذا! آپ کا وجود ہر سبب کا سبب، اور سارے علل کی علت ہے، اسی مفہوم کو اعلیٰ حضرت نے اس شعر میں بھی بیان فرمایا ہے: ع

غایت و علت سبب بہر جہاں تم ہو سب تم سے بنا تم پہ کڑوروں درود

[شخص وعکس ص ۱۰۴ تا ۱۰۵]

کلام رضا میں حسن ترکیب کی جلوہ گری:

کلام رضا میں ندرت بندش، حسن ترکیب اور عمدہ رنگ وخیال کی جلوہ گری رہتی ہے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے شعر سے حضرت کنز الدقائق نے کس طرح کلام کے محاسن کو اجاگر کیا ہے انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

امام احمد رضا قدس سرہ آستانۂ رسول پر یوں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں :ع

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

''فاضل بریلوی اپنے علم وفن میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں ان کا علمی ادراک سمندر کی گہرائی اور وسعت صحرا لے ہوئے ہیں انہیں الفاظ ومعانی پر حاکمانہ قدرت اور زبان وبیان پر انہیں کی حکمرانی ہے الفاظ کی نبض پر ان کا ہاتھ رہتا ہے اور معانی کی دھڑکنوں پر ان کی انگلی ۔بندش الفاظ میں ندرت اور ترکیب میں اچھوتا پن اور معانی میں کمال حسن۔ لوگ کہتے ہیں

کہ شخص واحد میں بیک وقت دو چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔فنی تحقیق اور نزاکت خیال، کیوں کی علمی وفنی تحقیقات میں نظر وفکر کی بات ہوتی ہے اور دلیل وبیان سے مباحث ہوتے ہیں مثلا کائنات کے حدوث وقدم اور فلکیات کے مسائل میں فلسفیانہ موشگافی ہوتی ہے یعنی پیچ وتاب رازی کے ساتھ سوز وساز رومی کا گزر نہیں۔مگر امام احمد رضا قدس سرہ میں ساری خوبیاں جمع تھیں جب وہ دین ومذہب کے اصول پر گفتگو کرتے ہیں تو امام اشعری وماتریدی کی شان نمایا ہوجاتی ہے اور فروع دین پر لب کشاں ہوتے ہیں تو امام اعظم کی شان جھلکتی ہے فلسفہ ومنطق پر قلم اٹھاتے ہیں تو امام رازی وغزالی کی یاد تازہ ہوجاتی ہے علم ہیئت پر خامہ فرسائی کریں تو ماہر فن دنگ رہ جائیں۔

علم نجوم وسیارگان کی رفتار کی تشریح کرتے ہیں تو ماہریں نجوم حیرت زدہ رہ جاتے ہیں، لوگارثم، ارثماطیقی، مثلث کروی سطحی، زیجات اور جبر ومقابلہ غرض کی ہر فن میں ان کی مہارت وباریک بینی حیران کن ہے۔

سائنس اگر ایک صداقت وتجربہ کا نام ہے تو قرآن عظیم سے بڑھ کر کوئی صداقت نہیں۔سر اسحاق نیوٹن اگر گردش زمین کا نظریہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے تو دنیا بے چوں وچراں مان لیتی ہے مگر شہر بریلی کا یہ دھان پان شخص نیوٹن کے اصول کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کے خلاف ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' لکھ کر ساری دنیا کو حیرت زدہ کر دیتا ہے اور نیوٹن کے اصولوں پر فکری تنقید کرتا ہے۔ [شخص وعکس ۷۹،۸۰]

امام احمد رضا شمس وقمر کی حرکت اور فلک کی گردش کی صداقت، انسان کے بنائے ہوئے اصولوں میں نہیں بلکہ کلام الٰہی میں تلاش کرتا ہے قرآن کریم میں سیاروں کی حرکت ثابت کرتا ہے اور زمین وآسمان کا سکون جو سب سے بڑی صداقت ہے، آپ لاکھ گواہی دیں کہ گردش زمین تجربہ سے ثابت ہے مگر غلط اصولوں کی بنیاد پر غلط ہوسکتا ہے ملیریا اور تپ دق کے مریضوں کی قوت ذائقہ بگڑ جاتی ہے تو اسے اچھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے مگر اس کی بنیاد فساد ذائقہ ہے۔

کلام رضا میں علم معانی کی جلوہ گری:

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے کلام بلیغ میں علم معانی کے اصطلاحات کا بھی جا بجا استعمال کیا ہے حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے درج ذیل اشعار میں علم معانی کے اصطلاحات کو اجاگر کیا ہے اور عنوان بندی کے ساتھ اشعار کا حسن پیش فرمایا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

صنعت تضاد: دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

اس شعر میں ظاہر و باطن ایک دوسرے کی ضد ہے۔

صنعت تجنیس: ایسے دو لفظ جو مادہ و اشتقاق اور صورت و تلفظ کے اعتبار سے باہم مشابہ ہوں

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

اس شعر میں اوسط اور توسط ایک ہی مادہ کے ہیں۔

ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم ساز طرب بجائے کیوں

اس شعر میں ''بجائے'' (In the place) اسم کے معنیٰ ہیں اور دوسرا فعل (Verb) کے معنیٰ ہیں اسی طرح یہ شعر بھی ملاحظہ کیجیے: ع

تیرا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر تیرے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

ڈالی بمعنیٰ شاخ اور ڈالی بمعنیٰ ڈالنا فعل ہے۔

صنعت تلمیح: شعر کا ایک مصرعہ ایک زبان میں اور دوسرا مصرعہ دوسری زبان میں فاضل بریلوی کی یہ قادر الکلامی ہے کہ ایک شعر میں کئی زبانیں موجود ہیں۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

صنعت مراعاۃ النظیر: کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جن میں تضاد کے علاوہ دوسری نسبت بھی ہو۔

گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

اس شعر میں گلزار، گل اور بلبل مراعاۃ النظیر ہیں۔

لف ونشر: شعر میں پہلے چند چیزوں کا بیان پھر ہر ایک کے مقابل ایسی چیزیں ذکر کرنا جو پہلی چیزوں کے مناسب ہوں۔

دندان ولب وزلف ورخ شہ کے فدائی
ہیں در عدن، لعل یمن، مشک ختن پھول

دندان، لب، زلف اور رخ کے مقابل دُر عدن، لعل یمن، مشک ختن اور پھول ہیں۔

حسن تعلیل: کسی شئ کے لیے ایسی علت بیان کرنا جو فی الواقع نہ ہو مگر شاعر اپنی فنکاری کچھ اس طرح دکھاتا ہے کہ وہ علت واقعی و فطری معلوم ہوتی ہے۔

یہ ادب کہ بلبل بے نوا کبھی کھل کے کر نہ سکے نوا
نہ صبا کو تیز روش روا نہ چھلکتی نہروں کی دھار ہے

قدرت نے جس شئ کو جو انداز عطا فرمایا ہے وہ اسی انداز میں ظاہر ہوتی ہے بلبل کی کھل کے نوا سنجی، صبا کی سبک خرامی اور نہروں کا نہ چھلکنا یہ سب فطری انداز ہے مگر عاشق جب ان کی نظارگی سے لطف اندوز ہوتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ یہ سب تاجدار مدینہ کا پاس ادب ہے۔

صنعت تلمیح: وہ کلام ہے کہ کسی قصۂ معروف یا مضمون مشہور پر مشتمل ہو۔

ہاں یہیں کرتی ہیں چڑیاں فریاد ہاں یہیں چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پر شتران نا شاد گلۂ رنج و عنا کرتے ہیں

بارگاہ رسالت میں چڑیوں کا فریاد کرنا، ہرنی کا انصاف چاہنا اور پریشاں حال اونٹوں کا شکایت کرنا یہ سب حدیث پاک کا مضمون ہے۔

صنعت ایہام: کسی لفظ کے دو معانی ہوں قریب و بعید لیکن شاعر معنی قریب کو چھوڑ کر بعید معنی مراد لیتا ہے۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

کان کا ایک معنی آلۂ سماعت جو معنی قریب ہے اور دوسرا معنی معدن ہے شاعر نے دوسرے مصرعہ میں آلۂ سماعت کی بجائے معدن مراد لیا ہے۔[شخص وعکس ص ۹۶، ۹۷]

مذکورہ بالا سطور میں صرف چند مثالیں تھیں جس میں امام احمد رضا قدس سرہ کے شعر وسخن سے متعلق حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے پاکیزہ خیالات اور جامع تشریحات کو من وعن پیش کی گئیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے اس بحر ناپیدا کنار سے غواصی کر کے صدف کو نکالا ہے اور امام احمد رضا کی شاعری سے علم پنہاں کو آشکار کیا ہے، حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی توضیحات وتشریحات سے جہاں امام اہل سنت کی تہ بہ تہ زندگی کے مختلف گوشوں کا علم ہوتا ہے وہیں حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے تبحر علمی، شعری ذوق، شعر فہمی، علمی کمالات، اور فکر وفن کے جواہر پاروں کے بارے میں بھی رہنمائی ملتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت کنزالدقائق کی فقہی انشائیہ پردازی

مفتی مشتاق احمد امجدی

حامداو مصلیا و مسلما

کنزالدقائق مفتی حسن منظر قدیری کا شمار ریاست بہار کی مشہور و معروف علمی و ادبی سرزمین سیمانچل کی قدآور علمی و دینی اور مذہبی وروحانی شخصیات میں ہوتا ہے، آپ کی پیدائش سیمانچل کے ایک ایسے علمی و ادبی خانوادہ میں ہوئی جو حسب ونسب، علم وادب، جاہ وحشمت اور عزت وعظمت میں علاقہ بھر میں مشہور ہے۔

پروردگار عالم نے آپ کو بے شمار ظاہری و باطنی کمالات سے نوازا تھا، آپ کے ظاہر و باطن میں یکسانیت، قول وعمل میں ہم آہنگی، اعلیٰ ذہانت وفطانت، بلند اخلاق وکردار اور غیر معمولی خاکساری وعاجزی میں آپ کی شخصیت یگانہ روزگار تھی، علوم شریعت کے ساتھ علوم اخلاق وتصوف اور آداب طریقت وسلوک میں بھی اونچا مقام رکھتے تھے۔

بحرالعلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری، جامع المعقول والمنقول مولانا سلیمان اشرف بہاگلپوری اور شمس العلما مفتی شمس الدین جونپوری جیسے اکابر علما ومشائخ سے آپ نے اکتساب فیض کیا اور ان کی بارگاہوں سے علوم وفنون کے وہ قیمتی لعل وگوہر حاصل کیے کہ پھر مروجہ علوم وفنون میں فائق الاقران ہوگیے۔ اور کنزالدقائق کے معزز لقب سے ملقب ہوئے۔

آپ نے اپنی حیات مستعار کا بیشتر حصہ علوم دینیہ کے فروغ واشاعت، دین متین کی ترویج وتبلیغ اور قومی وملی خدمات انجام دینے میں صرف فرمایا، ملک کے مختلف اداروں میں تدریس کا اہم فریضہ انجام دیا اور ہزاروں علما وفضلا پیدا فرمائے، آج بھی ملک کے طول وعرض میں آپ کے تلامذہ اور فیض یافتگان قوم وملت کی دینی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ نے نونہالان قوم کی خدمات کے لیے تقریر وتدرس، تحریر وتصنیف، فقہ وافتا اور شعر وسخن وغیرہ ہر میدان کو اپنایا اور گراں قدر علمی وتحقیقی کارنامے یادگار چھوڑے ہیں۔

اردو انشائیہ پردازی اور شعر وشاعری آپ کا محبوب میدان تھا، آپ اردو لسانیت میں اس درجہ کمال رکھتے تھے کہ قلم برداشتہ صفحات کے صفحات تحریر کردیں، آپ کی اردو ادب شناسی پر مندرجہ ذیل تصنیفات وتالیفات بین ثبوت ہیں (۱) کنزالایمان صحیفہ زبان وبیان لسانی وادبی جائزہ (۲) تقدیر کائنات (۳) چراغ راہ (۴) عکس جمیل (۵) تجلیات شرف

فقہی درک وکمال

کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری کو درسیات کے جملہ فنون کے ساتھ فقہ وفتاویٰ میں بھی خصوصی درک وکمال حاصل تھا ،یادگار مفتی اعظم دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں دوران تدریس ایک طویل عرصہ تک آپ نے تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی صحبت سے خاصا استفادہ فرمایا اور فقہ وفتاویٰ میں مہارت وحذاقت پیدا کی ، پھر جہاں کہیں تدریس پر مامور رہے اکثر مقامات پر درسگاہ کے فرائض کے ساتھ مسند افتا کو بھی زینت بخشی اور عوام اہل سنت کے پوچھے گیے سوالات کے جوابات تحریر فرمائے ،آپ کی فقہی بصیرت اور شان فتویٰ نویسی کا ایک زمانہ معترف ومداح ہے، ذیل میں چند شواہد ملاحظہ کریں۔

جامع معقولات ومنقولات مفتی ناظر اشرف قادری بانی ومہتمم دارالعلوم اعلیٰ حضرت ناگپور ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت العلام مفتی منظر قدیری صاحب قبلہ گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں وہ سرکار مفتی اعظم عالم قدس سرہ کی صحبت میں برسوں رہ کر فقہ کی زلف برہم کو سنوارنے کا کام کر چکے ہیں، دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف میں تشنگان علوم کی پیاس بجھانے کے فرائض انجام دے چکے ہیں'' [کنز الایمان صحیفہ زبان وبیان، تقدیم]

مولانا جہانگیر اشرف رضوی رقم طراز ہیں:

''یہ کیوں کہ ممکن ہے، کوئی دریا میں رہے پھر پیاسا رہ جائے، حضرت قدیری کی تعمیری شخصیت فکری ارتقا میں ایک سے بڑھ کر ایک کردار، رول ماڈل دکھائی دیتا ہے خصوصا درسگاہ بریلی، بریلی کا رکشہ پولر جب مسئلہ بتا سکتا تھا تو پھر درسگاہ بریلی کا دریوزہ گر کتنا بڑا دینی دانشور بن سکتا ہے، بریلی، رام پور، بائسی، جہاں بھی رہے فتویٰ نویسی کا قلمدان برابر ساتھ رہا، یہ صادر کیے گیے فتاویٰ، ان کی فتویٰ نویسی کی مہارت اور فقاہت پر روشن ثبوت ہے'' [شخص وعکس، ص ۱۱]

آپ نے متعدد دینی اداروں میں رہ کر فتویٰ نویسی کا عظیم کارنامہ انجام دیا، آپ کی ذات مقدسہ سے اہل سنت وجماعت کا ایک بڑا طبقہ مستفید ہوا تاہم یہ ہم سب کی حرماں نصیبی کہ آپ کے فتاویٰ محفوظ نہ ہو سکے ورنہ آپ کے قیمتی فتاوے شائقین فقہ وفتاویٰ کے لیے ایک علمی تحفہ اور حسین گلدستہ ہوتے ،ذیل میں بطور نمونہ چند فتاوے پیش کیے جاتے ہیں، قارئین باتمکین مطالعہ کر کے آپ کے فقہی ذوق طبع کا لطف اٹھائیں۔

مروجہ عرس کی شرعی حیثیت:

آپ کی بارگاہ میں ایک شخص نے دو سوالات پر مشتمل ایک استفتا پیش کیا جو حسب ذیل ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں ہمارے گاؤں میں ایک اچھے باصلاحیت باعمل عالم دین تھے جن کا انتقال ہو چکا ہے (۱) کیا ان کی قبر کے چاروں طرف حفاظت کے لیے دیوار بنا سکتے ہیں؟ (۲) کیا ان کا عرس منا سکتے ہیں

ان سوالوں کے جواب میں آپ رقم طراز ہیں

الجواب ۷۸۶

[۱] مسلمان دو طرح کے ہوتے ہیں ایک عام مسلمان اور دوسرے مشائخ وعلما، عام مسلمانوں کی قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر قبہ

بنانا چوں کہ بے فائدہ ہے اس لیے منع ہے البتہ اولیا، مشائخ اور علمائے کرام جن کی تعظیم درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے لہذا اظہار عظمت کے لیے ان کی قبروں پر عمارت بنانا جائز ہے، شامی میں ہے: **لایکرہ البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات**، کہا گیا ہے اگر میت مشائخ، علما اور سادات سے ہو تو ان کی قبروں پر عمارت بنانا مکروہ نہیں نیز چوں کہ علما و مشائخ اپنی زندگی میں اپنی شرعی وضع میں عام مسلمانوں سے ممتاز رہے تو مرنے کے بعد بھی ان کی قبریں ممتاز رہیں تا کہ لوگ انہیں پہچان کر ان سے فیض حاصل کریں لہذا صورت مسئولہ میں اس باعمل عالم دین کی قبر کی حفاظت اور اسے عام قبروں سے ممتاز رکھنے کے لیے اس کی چہار دیواری بنانا جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲] مروجہ اعراس جن میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی بے باکانہ و بے پردہ شامل ہوتی ہیں اور عورت و مرد کا باہمی اختلاط ہوتا ہے اور ایسا ماحول بن جاتا ہے جو مزاج شریعت کے سراسر خلاف ہے ایسے اعراس ناجائز ہیں، رہا اصل عرس تو اس کی حقیقت اتنی کہ ہر سال بزرگان دین مشائخ کرام اور علما عظام کی تاریخ وصال پر ان کی قبروں کی زیارت، قرآن خوانی وصدقات سے ایصال ثواب کرنا اس کا ثبوت احادیث پاک اور اقوال فقہا سے بھی ہے چناں چہ ابن ابی شیبہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور فتاویٰ عزیزیہ میں ہے، اصل عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن کریں اور کھانے شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں، یہ قسم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مروج نہ تھی لیکن اگر کوئی کرے تو حرج نہیں بلکہ زندوں سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے لہذا صورت مسئولہ میں اس قسم کا عرس جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حالت غصہ کی طلاق

حضرت کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری فقہ وفتاویٰ میں کتنی گہری نظر رکھتے تھے ذیل کے فتویٰ سے اندازہ لگائیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید اپنی بیوی زبیدہ کو غصے کی حالت میں ایک ہی مجلس میں تین طلاق دیا میں نے تم کو طلاق دیا طلاق دیا طلاق دیا، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں اور اس کا نکاح پڑھائے بغیر عدت پوری کیے اور جو گواہ بنے اس کے اوپر شریعت کا کیا حکم لاگو ہوگا؟

الجواب ۷۸۶/۹۲

طلاق تو عموما غصہ کی حالت میں دی جاتی ہے خوش ہو کر کون طلاق دیتا ہے، خوشی میں طلاق دے یا غصہ میں طلاق بہر حال واقع ہوگی، اس لیے صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق واقع ہوگئی، اب یہ زید پر ایسی حرام ہوگئی کہ بے حلالہ حلال نہ ہوگی، قرآن کریم میں ہے: **فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره**، ایک مجلس میں تین طلاق ہو جانے پر جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ کا اجماع ہے، ان کے خلاف جو لوگ ایک طلاق کا حکم دیتے ہیں وہ اپنی نفسانی خواہشوں کے پیروکار ہیں شریعت کے نہیں، ہندہ اپنی عدات گزار کر کسی سے بھی اپنا نکاح کر سکتی ہے، حائضہ عورت کی عدت مہینے سے نہیں بلکہ اس کی عدت تین حیض کامل ہے چاہے جتنے دنوں میں مکمل ہو ہندہ کا نکاح عدت کے اندر حرام ہے اگر کسی نے پڑھا دیا تو دونوں میں تفریق لازم ہے اور اس فعل حرام کا ارتکاب اگر جان بوجھ کر کیا تو قاضی نکاح، گواہان اور مجلس نکاح میں شریک ہونے والے سب گنہ گار اور سیاہ کار ہوئے، سب پر توبہ واستغفار لازم

ہے، یہ سارے لوگ توبہ واستغفار کریں، واللہ تعالیٰ اعلم

قارئین کرام! یہ فتویٰ اگرچہ بظاہر بہت مختصر اور قلیل عبارت پر مشتمل ہے مگر حضرت کنز الدقائق نور اللہ مرقدہ نے اس مختصر سے فتوے میں کس قدر کثیر فقہی جزئیات وتفریعات کا حاصل مطالعہ اور نچوڑ پیش کیا ہے وہ ذی فہم طالبین فقہ اور حاملین فتویٰ سے مخفی نہیں، چوں کہ آپ کا مزاجِ فقہی دیگر مفتیان زمانہ سے بالکل مختلف تھا آپ اس بات کے قائل تھے کہ عوام اہل سنت کو جو عموماً دارالافتا کی طرف رجوع کرتے ہیں، شرعی حکم سے اطلاع وآگہی درکار ہے تاکہ وہ اس پر عمل پیرا ہوسکیں کیوں کہ انہیں مفتی پر کلی اعتماد ہے جبھی وہ دینی معاملات میں ہر کس وناکس سے رجوع نہیں کرتے بلکہ کسی معتمد ومستند صاحب بصیرت مفتی کے پاس جاتے ہیں لہذا ان کے جواب میں ہمیں بہت زیادہ سخت جملے اور گنجلک تعبیرات اور کثیر عربی جزئیات نقل کرنے کی حاجت نہیں، ان کے لیے تو بس اتنا کافی ہے کہ وہ شرعی حکم سے آگاہ ہوسکیں اور اس پر عمل کر کے دارین کی سعادتوں سے سرفراز ہوں، اس اہم مقصد کے پیش نظر آپ صاف ستھری اور آسان زبان میں جواب لکھنے اور بہت ضروری عربی جزئیات پر اکتفا کرنے کے عادی تھے۔

اس مختصر جواب میں آپ نے کئی اشکالات واعتراضات کا جواب، کئی احتیاطی پہلوؤں پر توجہ اور کئی فقہی نزکتوں کا لحاظ فرمایا ہے اگر صرف اسی جواب کی خوبیوں پر تبصرہ کیا جائے تو مضمون کافی طویل ہوجائے گا یہاں فقط اتنا عرض ہے کہ اردو زبان کا یہ مختصر سا فتویٰ آپ کی وسعت مطالعہ، دقت نظر، اہل زمان کے احوال سے کما حقہ واقفیت اور دوررس نگاہِ فقہی کا کامل آئینہ دار ہے۔

کنز الدقائق کی فقہی انشائیہ پردازی:

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ عوام اہل سنت کو دارالافتا سے پوچھے گیے سوالات کے جوابات عنایت فرمانے کے ساتھ وقتاً فوقتاً موقع ومحل کی مناسب سے ان کے لیے فقہی تحریرات بھی رقم فرماتے تھے، آپ کے گراں مایہ تحقیقی مضامین ملک کے مختلف رسائل وجرائد اور ماہناموں میں طبع ہوتے تھے۔

یوں تو آپ اردو زبان وادب کے ایک خوش اسلوب وبے نظیر ادیب اور عظیم وعبقری اور بے مثال انشا پرداز تھے، جس پر آپ کی تحریر فرمودہ کئی کتب ورسائل اور آپ کے مضامین ومقالات شاہد عدل ہیں، یہ آپ کی بہت بڑی خصوصیت اور امتیازی شان تھی کہ آپ اردو ادب میں انشائیہ مضامین تحریر کرنے کے ساتھ فقہی انشائیہ نویسی بھی فرماتے تھے، ذیل میں اس اجمال کی قدرے تفصیل ملاحظہ ہو۔

آج کل مارکیٹ میں فقہی احکام ومسائل پر مختصر ومطول کثیر کتب ورسائل موجود ہیں جن میں فقہ حنفی کے مسائل کامل حزم واحتیاط کے ساتھ منقول ہیں، قدیم طرز یہی ہے کہ نقل مذہب کی عربی کتب سے فقہ حنفی کے مستند ومفتی بہ مسائل واحکام ایجاز واطناب سے بچتے ہوئے نپے تلے جملوں میں نقل کیے جاتے ہیں جو بعد والوں کے لیے ماخذ ومصدر کا درجہ اختیار کرتی ہیں، اس قسم کی تحریروں سے خواص بخوبی محضوض بھی ہوتے ہیں اور کامل استفادہ کر پاتے ہیں تاہم کم پڑھے لکھے لوگ بسا اوقات ان مختصر جملوں میں بیان کردہ حکم شرع سے مکمل سمجھ نہیں حاصل کر پاتے، ایسی صورت حال میں یا تو اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں یا جان بوجھ کر اسے نذر انداز کر دیتے ہیں، حضور کنز الدقائق ایک نبض شناس فقیہ ومفتی تھے، آپ نے قدیم طرز تحریر سے ہٹ کر عوام بھائیوں کے مزاج اور ان کے سہل خوانی کے ذوق کو دیکھتے ہوئے مسائل شرعیہ اور احکام اسلامیہ کو پوری دیانداری کے ساتھ انشائیہ اسلوب میں بیان کرنے کے

قائل تھے تاکہ کم پڑھے لکھے لوگوں کو دینی احکام ومسائل جاننے سے دلچسپی پیدا ہواور وہ زیادہ سے زیادہ اسلامی احکام ومسائل کو سمجھ سکیں اوران پر عمل پیرا ہوکر اپنی دنیاوآخرت سنوار سکیں، نیز آپ نے عوام بھائیوں کی معمولی فہم وفراست کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلامی عبادات اور مسائل شرعیہ کے اسرار ورموز سے بھی پردہ اٹھانے کی اچھی کوشش فرمائی ہے، کیوں کہ سطحی ذہن کے حامل افراد آج بھی ہر کام میں اپنا دنیاوی یا اخروی فائدہ دیکھتے ہیں، جب تک کسی کام میں انہیں اپنا کوئی نفع نظر نہیں آتا ہے وہ اسے انجام دینے میں شش وپنج کے شکار ہوتے ہیں، یہ فکر دنیاوی اعمال میں نہ صرف درست بلکہ ایمانی تقاضہ ہے لیکن عبادات اور دینی معاملات میں ایسی فکر اچھی نہیں اگرچہ ہر عبادت اور ہر حکم شرع میں ہمارے لیے ہزاروں فوائد وبرکات پنہاں ہیں لیکن ہمارا مقصود حکم شرع بجالانا ہونا چاہیے نا کہ ان کے فوائد حاصل کرنا کیوں کہ اسلام کا حکم مانتے ہوئے ان احکام ومسائل پر عمل پیرا ہونے سے ہمیں وہ فوائد حاصل ہونے والے ہیں جو ہمارے لیے اللہ عزوجل کی طرف سے دنیاوی انعام ہیں، حضرت کنز الدقائق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قوم مسلم کی نبض ٹٹول کر طرز قدیم بجائے جدید طرز اختیار فرمایا اور شرعی احکام ومسائل اوران کے اسرار ورموز کو عام فہم اور آسان انداز میں بیان کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے ہم اسے فقہی انشائیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی کوشش وکاوش نہ صرف کامیاب بلکہ آپ کا یہ اقدام لائق تحسین اور قابل تقلید ہے۔

فقہی انشائیہ پر مشتمل آپ کی تصانیف یہ ہیں

(۱) نماز اہل قبلہ کی معراج

(۲) میت کفن سے دفن تک

(۳) ہجری اسلامی ماہ وسال کے اجالے میں

(۴) صنف نازک

جب آپ کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی ان فقہی تصنیفات کا مطالعہ کریں گے تو جا بجا اس کی تائید وحمایت محسوس کریں گے، ذیل میں چند شواہد وحوالہ جات ملاحظہ کریں اور آپ کی فقہی انشائیہ پردازی پر داد وتحسین پیش کریں۔

(۱) جماعت کا وجوب اور اس کی حکمت:

''فقہ وفتاویٰ کی عام کتب ورسائل میں مرقوم ہے کہ جماعت واجب ہے نیز حدیث شریف میں مذکور ہے کہ تنہا پڑھی جانے والی نماز سے جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ ہے'' حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ اسے انشائیہ میں ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

''جماعت واجب ہے لیکن اس کی مشروعیت میں یہ حکمت بھی ہے کہ جماعت گویا ''معجون مرکب'' ہے، ''مفرد'' الگ الگ جڑی بوٹی سے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو کہ ''مرکبات'' سے ہوتا ہے، کیوں کہ ہر شخص کی نماز یکساں نہیں کسی میں خشوع وخضوع کی کمی تو کسی کی رکوع صحیح نہیں تو کسی کا سجدہ درست نہیں اور جماعت میں کوئی ایسا بندہ بھی ہوتا ہے جس کی نماز کامل ہوتی ہے تو جب سب کی نمازیں ایک ساتھ بارگاہ خداوندی میں پہونچتی ہیں تو اس کی بارگاہ کریم میں ایسا قانون نہیں کہ اچھی نمازوں کو وہ شرف قبولیت بخشے اور ناقص نمازوں کی رد کردے وہ بڑا رحیم وکریم ہے وہ سب کی نمازوں کو قبول فرمالیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے درمیان جذبۂ الفت فروغ پاتا ہے کہ پاس پڑوس میں رہنے والے آپس میں پانچ بار ملاقات کرتے ہیں نیز نفس پر تنہا عبادت کرنا شاق

گذرتا ہے، جس کام میں اوروں کو دیکھتا ہے رغبت ونشاط کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے ''اور یہی کمال عبادت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تنہا نماز جماعت کی نماز ستائیس درجہ زیادہ ہے، خدا کو جماعت ، جمعیت اور اجتماع بے حد پسند ہے اور مسلمانوں کا اجتماع ہزاروں برکات کا سبب ہے، جاہل عالموں سے مسائل سیکھتے ہیں، ان کی نمازیں دیکھ کر اپنی ادا کے نماز کا طریقہ جان لیتے ہیں'' [نماز اہل ایمان کی معراج، ص۹-۱۰]

(۲) خروج نجاست پر وضو اور خروج منی پر غسل کا وجوب:

فقہ کی تمام کتب میں یہ مسئلہ مرقوم ہے کہ مرد وعورت کے آگے یا پیچھے کے مقام سے نجاست (پیشاب پائخانہ) نکلنے یونہی ہمارے نزدیک خون یا پیپ نکل کر بہہ جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس پر صرف دوبارہ وضو ہے، غسل نہیں جبکہ بشہوت منی نکلنے ، احتلام ہوجانے سے صرف وضو کافی نہیں بلکہ اس پر غسل واجب ہے، عام طور پر ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی مخصوص عضو سے نکلتا ہے مگر ایک میں صرف وضو واجب جبکہ دوسرے میں غسل ضروری، آخر یہ فرق وامتیاز کیوں، حکم میں تفریق کا سبب کیا ہے؟ کنز الدقائق عام قاری کا خیال کرتے ہوئے انتہائی سہل اور آسان اسلوب بیان میں اس کی وجہ قلم بند کرتے ہیں۔

''اگر ہم اس حقیقت پر غور کریں تو اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ دین آسانی کا نام ہے، سختی کا نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا رحیم وکریم ہے، وہ اپنے بندوں کے حالات خوب جانتا ہے، دراصل منی کا خروج یا احتلام میں تکرار نہیں ہے، یہ کبھی کبھار کا معاملہ ہے، دن رات کا مسئلہ نہیں، اس کے برعکس بول وبراز (پیشاب وپائخانہ) کی روز وشب تکرار ہے، بار بار اس کی تکرار ہوتی ہے، انسان کتنی بار غسل کر کے طہارت حاصل کرے گا، اس لیے اس میں اقتصار (کمی) ہے کہ صرف وضو کرے تو طہارت حاصل ہوجائے گی اگر یہ اقتصار نہ ہوتا تو بندہ بڑی مشقت میں مبتلا ہوجاتا اور بڑا حرج واقع ہوتا، مثال کے طور پر حیض کی مدت زیادہ سے زیادہ دس دن ہے، اس حالت میں نماز معاف ہے ورنہ اس پر پچاس وقت کی نمازوں کی قضا ہوتی، یہ قضا اس کی مشقت بن جاتی اور عورت اس کی متحمل نہیں کہ وقتی نمازوں کے ساتھ بعد طہارت اتنی نمازوں کی قضا کرے، بہر حال پیشاب، پائخانہ روز وشب کا معاملہ ہے، تکرار ہے، اس لیے اس میں اقتصار ہے اور خروج منی یا احتلام میں تکرار نہیں یہ شب وروز کا مسئلہ نہیں اس میں غسل واجب ہے''

[حوالہ سابق، ص۱۲-۱۳]

(۳) نفاس کی اقل واکثر مدت کی حکمت:

فقہ کی کم وبیش ہر کتاب میں یہ مسئلہ بیان کیا جاتا ہے کہ نفاس یعنی بچے کی ولادت پر جو خون جاری ہوتا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن اور کمی کی کوئی حد مقرر نہیں لیکن نفاس کی مدت چالیس دن ہونے میں کیا راز وحکمت ہے؟ حضور کنز الدقائق نے جوہرہ نیرہ کی ایک عبارت نقل کر کے اس کے راز سے نقاب کشائی فرمائی اور اس میں پنہاں ایک ناقابل انکار حقیقت سے آگاہ فرمایا، آپ تحریر فرماتے ہیں:

''دراصل نطفہ رحم میں جب قرار پاتا ہے تو رحم کا منہ بند ہوجاتا ہے اور یہ نطفہ جب مختلف شکل واختیار کرتے ہوئے پوری طرح انسانی صورت میں ڈھل جاتا ہے اور یہ چار مہینے کی مدت ہے پھر اس جنین میں روح پھونکی جاتی ہے، اب اسے غذا کی ضرورت ہے

تا کہ آخری مرحلہ تک اس کی نشو ونما ہوتی رہے پھر اپنے وقت پر عورت اس بچہ کو جنم دیتی ہے اور ولادت کے بعد عورت کے رحم سے جو خون نکلتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں، اس خون کی اکثر مدت چالیس دن ہے اور کم کی کوئی مدت نہیں، چناں چہ صاحب جوہرہ نیرہ اس کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**والمعنی فیه ان الرحم یکون مسدودا بالولد فیمنع خروج دم الحیض ویجتمع الدم اربعة اشهر ثم بعد ذلک ینفخ الروح فی الولد ویتغذی بدم الحیض الی ان تلده امه واذا ولدت خرج ذلک الدم المجتمع فی الاربع الاشهر وغالب تحیض المرأة فی کل شهر مرة واکثره عشرة ایام فیکون ذلک اربع مرة اربعین**'' اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ رحم عورت قرار حمل کی وجہ سے بند ہو جاتا ہے تو اب حیض کا خون نہیں نکل سکتا تو چار مہینے کا خون رحم میں جمع رہتا ہے، اس کے بعد بچہ میں روح ڈالی جاتی ہے اور وضع حمل تک یہ حیض کا خون غذا بنتا ہے پھر جب بچہ تولد ہو جاتا ہے تو یہ چار مہینے کا جمع شدہ خون نکلتا ہے اور اکثر حالت میں عورت چوں کہ مہینہ میں ایک بار حائضہ ہوتی ہے اور اس کی اکثر مدت دس دن ہے تو چار بار میں اکثر مدت نفاس کی چالیس دن ہوں گے اور چوں کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر ماہ حیض آئے اس لیے نفاس کی کم سے کم مدت متعین نہیں'' [صنف نازک، ص ۳۱-۳۲]

(۴) تلقین میت میں پورا کلمہ شریف پڑھنے کی حکمت:

فقہ حنفی کی تقریبا تمام کتب میں یہ مسئلہ مرقوم ہے کہ جب کسی کی موت کا وقت قریب ہے اور موت کی علامتیں پائی جائیں تو سنت یہ ہے اسے داہنی کروٹ لٹا کر قبلہ رخ کر دیں اور کلمہ شریف تلقین کریں، مگر عام طور پر لوگ اس کا خیال واہتمام نہیں کرتے کیوں کہ عموما لوگ اس کی حقیقت اور اس کے ثمرات وفوائد سے نا آشنا ہیں، عوام میں اہل حوالے سے بیداری پیدا کرنے اور انہیں اس کی ترغیب دلانے کے لیے حضرت کنز الدقائق نے اس مسئلہ کی تفصیل کی اور اسے انشائیہ میں ڈھال کر اس کی حکمت وبرکت بیان فرمائی، چناں چہ آپ نفس مسئلہ ذکر کر کے قلم بند فرماتے ہیں

''اس کی وجہ یہ ہے کہ مرنے والا ذائقہ موت سے آشنا ہونے والا ہے اور یہ ذائقہ بہت ہی تلخ ہوتا ہے ایسے عالم میں ابلیس سراپا فتنہ بن کر آجاتا ہے کہ اس کا ایمان سلب کر لے، خاتمہ بالخیر نہ ہو، چناں چہ امام ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں فرماتے ہیں: عالم نزع میں دو شیطان دونوں پہلو میں آکر بیٹھتے ہیں ایک باپ کی شکل میں اور دوسرا ماں کی صورت میں ہوتا ہے ان میں سے ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو بھی یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے رہتے ہیں، دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی ہو کر گیا تو بھی نصرانی ہو جا کہ نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں'' اس فتنہ کے پیش نظر علمائے کرام تلقین میت کا حکم دیتے ہیں اور اس تلقین میں شہادتین ضروری ہے کہ کیوں کہ صرف ''**لاالـه الا الله**'' سے وہ فتنہ دور نہیں ہو سکتا کہ یہ توحید ہے اور توحید کے قائل تو یہود ونصاریٰ بھی ہیں اس لیے فتنہ ابلیس، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے ذکر پاک سے مٹے گا لہذا پورے کلمۂ طیبہ کی تلقین ضروری ہے، چناں چہ ''مجمع بحار الانوار'' میں ہے: **سبب التلقین انه یحضر الشیطان لیفسد عقده والمراد بلااله الا الله الشهادتان**، تلقین کا سبب یہ ہے کہ اس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے، اور ''**لاالـه الا الله**'' سے پورا کلمہ مراد ہے یعنی **لاالـه الا الله محمد رسول الله**'' [میت کفن سے دفن تک، ص ۷]

دینی معاملات میں قمری تاریخ کا لحاظ و پاس ضروری ہے:

اسلامی نقطہ نظر سے ایک مسلمان کو اپنی تمام دینی معاملات میں اسلامی تاریخ کا التزام کرنا چاہیے بلکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کے وجوب کا قول فرمایا ہے، مگر اس کے باوجود آج ہم عوام وخواص سبھی اس باریک نکتہ سے سخت غافل وسست نظر آتے ہیں ایسے میں ہمارے ضمیر کو جھنجھورنا اور سنت نصاری سے دور ونفور کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے، حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے اسے بھانپا اور پورے عزو استقلال کے ساتھ میدان میں کود پڑے اور قلم کو جنبش دی حتی کہ آپ کے قلم حق رقم سے ایک نہایت محقق انشائیہ تحریر وجود پذیر ہوئی، آپ نے اس تحریر کے ذریعہ اسلامیان ہند کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کی کوشش وسعی فرمائی ، ذیل میں بطور نمونہ ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے

''ہمارا اسلامی سال ماہ محرم سے شروع ہوکر ماہ ذی الحجہ میں ختم ہوجاتا ہے اسی طرح یہ بارہ مہینے ۲۹ / یا ۳۰ / دنوں میں مکمل ہوتے ہیں اور ساری مذہبی تقریبات کا انہیں قمری مہینوں سے تعلق ہے، سال بھر میں دو عیدیں، ماہ رمضان، زکوۃ کی اداء کے لیے حولان حول، حج کے مہینے ان کے علاوہ ہم اسلامی تاریخیں ذکر شہدائے کرام، عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ربیع الاخر کی گیارہویں، ماہ رجب میں معراج النبی اور شعبان کی پندرہویں تاریخ نیز اور بزرگان دین کے اعراس کی تاریخوں کا تعلق انہیں قمری مہینوں سے ہے۔ مگر آج اسلامی ماہ وسال سے گریزاں اور کوسوں دور اور قمری تاریخوں کو ہم نے طاق نسیاں پر رکھ دیا ہے اگر کچھ یاد رہا اگر کچھ یاد رہا تو صرف انگریزی ماہ وسال اور شمسی تاریخیں، انہیں پر ہر کاروبار زندگی کا مدار اور بس انہیں پر معاملات روز وشب کا انحصار ہے۔

انگریزی سال کا پہلا مہینہ جنوری ہے، اس نئے سال کی آمد پر ساری دنیا رقص کرتی ہے، مسلمان بھی قدم قدم پر شریک جیسے مسرت کی برسات ہورہی ہو اور سب اس میں نہاتے ہوں جیسے اس تاریخ میں کوئی نعمت ملی ہو جس کی شکر گذاری ضروری ہے ورنہ کفران نعمت ہوجائے گا اور اس دن تو عجیب عجیب تماشے دیکھنے کو ملتے ہیں دوسری قوم کے ساتھ مسلمان بھی وقت کی لہروں میں بہہ جاتے ہیں اور ہمارا اسلامی سال کس مہینہ سے شروع ہوا اور یہ سال کب ختم ہوا ہمیں یاد نہیں ہم بھول گیے ہمیں یاد نہیں اور ایسی فراموشی کہ بھول کر یاد نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے ذہن ودماغ سے اس کا نقش بھی مٹ گیا کسی کو خبر نہیں کہ وہ کب پردہ سے باہر نکلا اور کب حجاب میں روپوش ہوگیا۔

عام مسلمانوں نے اگر قمری ماہ وسال کو بھلا دیا ہے تو ان سے چنداں شکایت نہیں کہ وہ دین ومذہب سے بیگانہ ہوچکے ہیں البتہ اہل علم وشعور جو دینی احساس رکھتے ہیں اور مذہبی معاملات سے ان کا گہرا تعلق ہے ان کی روش حیرت ناک، افسوس ناک اور دردناک ضرور ہے کہ انہوں نے دینی ودنیاوی معاملہ میں اسلامی ماہ وسال سے گویا کہ کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔

شادی بیاہ خالص اسلامی معاملہ ہے مگر اس میں بھی قمری تاریخ کی طرف دھیان مبذول نہیں کراتے، اپنے بچوں کی تاریخ ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں تو اس میں بھی انگریزی تاریخ کی جلوہ گری ہوتی ہے حتی کہ اسلامی مدارس وجامعات کا قیام دین کی ترویج واشاعت کی غرض سے ہوتا ہے ان میں بھی شمسی تاریخ کی جلوہ نمائی ہوتی ہے، داخلہ رجسٹر اور حاضری رجسٹر انگریزی تاریخ کے اعتبار ہی سے تیار ہوتا ہے۔

مدارس کا انتظامیہ تقلید نصاریٰ میں کچھ اس طرح دیوانہ ہے کہ اساتذہ کی تنخواہ بھی انگریزی ماہ وسال کے اعتبار سے ادا کرتے ہیں تاکہ سال بھر میں دس دنوں کا فائدہ ہوجائے کیوں کہ قمری سال سے شمسی سال دس دن زیادہ ہے گویا یہ دس دنوں کی تنخواہ مار لیتے ہیں اور انہیں ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا کہ قمری مہینے کے استعمال پر جہاں اسلامی مہینہ کے استعمال کا جذبہ بیدار ہوگا وہیں پر اساتذہ کرام کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی جن سے تدریسی نظام قائم ہے۔

[ہجری ماہ وسال کے آئینے میں، ص ۷-۹]

اس طرح کنزالدقائق نوراللہ مرقدہ کے فقہی رسالے پڑھتے چلے جائیں، آپ ایک نئی تازگی، نئی نشاط اور نئی للک پائیں گے، آپ کی مذکورہ فقہی کتب ورسائل کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ آپ کی سلیس اردو زبان کی لطافت، آسان اسلوب نگارش کی حلاوت، نئی نرائی تراکیب کی مٹھاس میں فقہی احکام ومسائل کے گلہائے رنگا رنگ حاصل کریں، بلاریب آپ کی ذات ستودہ پوری جماعت اہل سنت بالعموم اور اہلیان وساکنان سیمانچل کے بالخصوص نعمت غیر مترقبہ اور سرمایہ افتخار تھی، آپ سے جہاں بزم اردادب وانشا میں مسرت وشادمانی کی لہر پائی جاتی تھی وہیں درس گاہوں اور میدان فقہ وفتاویٰ میں ایک الگ بہار قائم تھی۔ آپ کے وصال سے سواد اعظم مسلک اعلیٰ حضرت کا ایک بہت بڑا ناقابل تلافی نقصان وخسارہ ہوا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو شرف قبولیت اور ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے، ان کی تربت اطہر پر رحم وکرم کی جھما جھم بارش نازل فرمائے اور ان کے درجات روز افزوں بلند سے بلند تر فرمائے، آمین یارب العالمین۔

☆استاذ ومفتی ازہری دارالافتا امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک☆

☆☆☆☆☆

''حضرت کنزالدقائق'' ایک ''قادرالکلام شاعر''

مولانا شاکر اصغؔر رضوی

یہ فصاحت، یہ بلاغت، یہ معانی، یہ بیاں، کونسا حسن ہے جو آپ کے پیکر میں نہیں۔

شاعری: ایک پرسوز، پرساز، پرکیف، پرنور، پررنگ اور پر بہار فن ہے۔ کسی بھی فن کی کسی قدر تکمیل برسوں کی ریاضت کے بعد ہوتی ہے۔ شاعر اپنے تخیلاتی عروج وارتقاء کے بل پر اپنے واردات قلبی اور جذبات روحانی کو الفاظ کا جامہ پہناتا ہے اور اس میں معنوی حسن و جمال کا رنگ بھرتا ہے۔ میرے خیال سے شاعر کو دو حیثیتوں سے متعارف ہونا چاہئے۔ ایک وجدانی۔ دوسرا عرفانی۔

وجدانی شاعر: پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو۔ بالفاظ دیگر وہ فن عروض اور اصطلاحات عروض سے واقف ہو یا نہ ہو۔ جب اس کے سامنے قدرت کے حسین مناظر آجاتے ہیں تو اس کے جذبات تڑپ اٹھتے ہیں اور احساسات مچلنے لگتے ہیں اس کی رگ و پے میں زندگی و بیداری کی ایک برقی لہر دوڑ جاتی ہے۔ پھر اس کا دل ایک مضراب بن جاتا ہے جو زندگی کے خاموش تاروں کو چھیڑ کر نغموں کی ایک نئی دنیا بیدار کر دیتا ہے۔ اس طرح اس کی شاعری جھومنے لگتی ہے۔ مثلاً استاذ گرامی حضور کنزالدقائق نے شہر بریلی کا ایک واقعہ سنایا۔ فرماتے ہیں۔ میاں شاکر اصغؔر۔! ''میں بریلی شریف میں اپنی قیام گاہ سے بغرض تفریح سڑکوں پر نکلا، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک رکشہ پولر آنا فانا رکشہ روک کر ایک پڑھے لکھے شخص سے عرض کر رہا ہے۔ بھائی! مجھے لکھنا نہیں آتا ذرا میرا یہ شعر کاغذ کے سینے میں اتار دو ۔۔شعر یہ ہے۔

''حسین راز و نیاز میں ہیں حسین کو یہ خبر نہیں ہے۔ کہ شمران کے گلے پہ خنجر چلا چکا ہے یا چلا رہا ہے''

ارباب فکر و نظر اگر دونوں مصرعوں میں الفاظ کی موزونیت اور معانی کی حقانیت پر عمیق نظر ڈالیں تو یقیناً وہ بھی یہی کہیں گے کہ واقعی یہ شاعر کی وجدانیت کا ایک انوکھا فطری کمال ہے۔

عرفانی شاعر: عرفانی شاعر میں وجدانیت کا رنگ بدرجہ اتم ہوتا ہی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اسے فن کے نشیب و فراز کی معرفت بھی ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ شاعر جب گلستان شعر و سخن میں وارد ہوتا ہے اور اس کے ساز دل میں گنگناہٹ پیدا ہوتی ہے تو اس کی نظروں کے سامنے وزن۔ (سبب، سبب خفیف، سبب ثقیل، وتد، وتد مجموع، وتد مفروق، رکن بحر، صدر، عروض، ابتدا، ضرب، حشو، بحر ہزج، بحر رمل، بحر متقارب، زحاف، مقبوض، مکفوف، اخرم، اشتر، اخرب، اہتم۔) کے نقوش ابھرتے ہیں تب جا کے یہ غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی، مستزاد، صنعت اتصال تربیعی، تجنیس مماثل، صنعت طباق و تضاد، تجنیس مستوی، اور صنعت تلمیح وغیرہ کی تابناکیوں سے پورے گلشن کو جگمگا دیتا ہے۔ اس شاعر کے جگر میں میٹھا میٹھا درد ہوتا ہے۔ دل میں روشن روشن خیال ہوتا ہے اور دماغ میں بھینی بھینی خوشبو ہوتی ہے اور جب یہی جلوے منصۂ شہود پر آجاتے ہیں تو درد دل اور زخم جگر کا ایک مکمل دیوان تیار ہو جاتا ہے۔

آیئے ایک کہنہ مشق منجھا منجھایا ۶۰ رساٹھ سالہ قادر الکلام شاعر بلکہ استاذ شاعر۔ جوصف اول میں ایک متبحر عالم بھی ہیں اور بزم صوفیاء میں ایک عمدہ عامل بھی، جو دنیائے تصنیفات کے مستند مصنف بھی ہیں اور جہان تالیفات کے معتبر مؤلف بھی۔ جوخوش خلقی وخوش مزاجی کے شہنشاہ بھی ہیں اور سادگئ حسن یا حسن سادگی کے تاجدار بھی۔ جومحفل نگارشات میں بڑے ماہر فنکار بھی ہیں اور میدان قلم کے بے مثل شہسوار بھی۔ جونقد ونظر، طنز ومزاح کے بہترین راز دار بھی ہیں اور راہ صحافت وادبیت کے مسافر تجربہ کار بھی۔ یعنی ادیب شہیر، بقیۃ السلف، کنز الدقائق، حضور سیدنا مفتی حسن منظر قدیری سقا اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔ میں آپ کو ان کے قریب کرتا ہوں۔ میں نے انہیں ساٹھ سالا شاعر اسلئے کہا کہ تقریبا ۱۹۶۰ء میں جب آپ مدرسہ انوار الاسلام گانگی ہاٹ میں زیر تعلیم تھے تب ہی سے ذوق شاعری نے آپ کو شعر گوئی پر آمادہ کر دیا۔ انسب ہے کہ ان کا قصۂ زمزمہ خوانی انہیں کی زبانی معلوم کر لیا جائے ۔۔۔ ''شاعری'' فطرت کی دین ہے اور شاعر اس جوہر لطیف کو بطن مادر سے اپنے ساتھ لاتا ہے اور میں بھی قدرت کی فیاضی سے اس عطیہ کے ساتھ خاکدان گیتی میں قدم رکھا۔ چنانچہ لڑکپن ہی سے مجھے اردو پڑھنے کا شعور پیدا ہوا تو الفاظ موزوں کر کے مصرعہ یا شعر کہ لیا کرتا۔ احوال وحالات کی خوشگواری سے متاثر ہو کر شعر گوئی میرے لئے بہت سہل تھی یہ فطری موزونیت کی جلوہ گری تھی ورنہ مجھے تو ارکان بحور کی ہوا تک نہ لگی تھی ۔۔ جب مدرسہ انوار الاسلام میں حضرت مولانا خواجہ عبدالرحمٰن اچھے پوری کا معلم کی حیثیت سے تقرر ہوا تو فرماتے ہیں ۔۔ ''جب موصوف کی یہاں تشریف آوری ہوئی تو گویا آمد صد بہاراں اور شعر وسخن کا ماحول سازگار ہو گیا خموشی کا طلسم ٹوٹا اور بیداری کی لہر دوڑ گئی اداسی کے پتھر میں شعر وسخن کی کاشت کی۔ سوتے ہوئے پتھر جاگ اٹھے اور بولنے لگے، خوابیدہ ذوق شاعری بیدار ہوا۔ لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا''۔ آس پاس کی آبادی سے شاعروں کا ہجوم امڈ پڑا اور ماحول گلزار سخن بن گیا۔'' آگے فرماتے ہیں۔ گھر پہونچا تو بام ودر پہ طرحی مشاعرہ کا اشتہار دیکھا مصرعہ طرح تھا۔ ''چمن کی دنیا بدل گئی ہے صبا بھی اب صبا نہیں ہے''۔ مصرعہ طرع دیکھ کر مرا شاعرانہ ذوق گدگدانے لگا اور میں نے دو چار اشعار کہ ڈالے۔ پھر آگے فرماتے ہیں۔ برادر محترم نے میرے اشعار دیکھنے کے بعد فرمایا۔ یہ جو تم اشعار کہتے ہو کیا تمہیں وزن، رکن، اور قافیہ وردیف کا علم ہے؟ میں نے عرض کیا ''مجھے ارکان وبحور اور قافیہ وردیف سے کچھ بھی واقفیت نہیں ہے''۔ بڑے پیار سے بولے۔ شاعری کا تعلق علم عروض سے ہے اور علم عروض میں بحریں اور ارکان ہوتے ہیں اور قافیہ وردیف کی پابندی ہوتی ہے۔ مختلف بحریں ہوتی ہیں اور جس بحر میں شعر گوئی مقصود ہو اس کے ارکان پر الفاظ سجائے جاتے ہیں پھر مصرعہ موزونیت کے قالب میں ڈھلتا ہے۔''۔۔۔۔ (فردوس خیال صفحہ ۱۷ تا صفحہ ۱۹)

مضمون کہیں طول نہ پکڑے اور نازک مزاجوں پر شاق نہ گزرے اس لئے فی الوقت حضرت کے کسی بھی کلام پر فنی گفتگو کرنے سے معذرت خواہ ہوں۔ البتہ اتنا تو ضرور کہوں گا کہ حضرت کی شاعری میں الفاظ کی شائستگی، معانی کی عمدگی اور کلام کی سلاست وبرجستگی نے بزم بہاراں میں ہلچل مچا رکھی ہے۔ قادر الکلام کا یہ حال کہ کھڑے کھڑے کسی بھی عنوان پر دسیوں اشعار کہ ڈالتے اور اشعار بھی کام چلاؤ کے نہیں بلکہ ہر شعر اپنی موزونیت اور معنویت کے رنگ سے رنگین ومزین۔ استعارات، تشبیہات اور تلمیحات کو اس جدید طرز پر بندش میں لاتے کہ بڑے بڑے شاعر انگشت بدنداں ہو جاتے ۔۔۔ اتفاقا کبھی کوئی شاعر اپنے بے معنی اور بے وزن کلام سے داد وتحسین کا خراج حاصل کر لیتے تو اخلاق کے مارے دبی زبان سے فرماتے۔ وہ اول فول بک کے بھی مشہور ہو گئے۔ ہم اپنے فن کو

خون پلانے میں رہ گئے ۔۔ بہر حال ۔حضرت اپنے منفرد اسلوب ،لازوال کیف اور نادر کلامی کی وجہ سے اپنے ہم عصر شعراء وادباء میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں ۔حضرت کے دیوان ''فردوس خیال'' میں نعت ،منقبت ،غزل کے سینکڑوں مہکے ہوئے پھول بکھرے ہوئے ہیں جن کی خوشبو سے دشت وصحرا مشکبار اور مشام جاں معطر ہے ۔سرزمین جنتاہاٹ بائسی اور سرزمین رضانگر بانسباڑی بائسی میں ہر سال اپنی تاریخ مقررہ پر عرس نوری کا شاندار پروگرام منعقد ہوتا ہے اور یہ پروگرام برسوں سے جاری ہے ۔۱۹۹۵ء سے ۲۰۰۱ء تک ہم لوگوں کا معمول بن گیا تھا کہ علماء وخطباء کے بیانات کے بعد ایک گھنٹہ بزم مشاعرہ کیلئے خاص کر لے تے اور ایک سے ایک شاعر دئے گئے مصرع طرح پر طبع آزمائی کرتے جس سے پورا ماحول ترنم ریز ہو جاتا ۔حضرت کنز الدقائق ۔صدر مشاعرہ ہوتے اور جب اپنا کلام سناتے تو قسمت مشاعرہ پر چار چاند لگ جاتے شعراء عش عش کر اٹھتے ۔اختصار اچند جھلکیاں پیش خدمت ہیں ۔۔۔۔

مصرعہ طرحیہ ۔'' کام دیوانہ بھی کرتا ہے کبھی ہوشیار کا''

استاذ ۔

بے خودی میں لے لیا بوسہ در سرکار کا
کام دیوانہ بھی کرتا ہے کبھی ہوشیار کا ،
جو قلم اٹھا رضا کا دشمن دیں کے خلاف
کام اس سے لے لیا خنجر خونخوار کا ،
یہ وہابی اور سنی مختصر سی بات ہے ،
فرق ہے دونوں میں منظر نور کا اور نار کا ۔

شاگرد ۔

اللہ اللہ یہ مقام ومرتبہ سرکار کا
وقت کا سلطان بھی منگتا بنے دربار کا
نجدیا تو سنیوں کو اور کیا بہکا ئے گا
کھل گیا ہے پول تیرے جبہ و دستار کا ،
میں جنون شوق میں قدموں کا بوسہ لے لیا ،
کام دیوانہ بھی کرتا ہے کبھی ہوشیار کا ،
مرشد کامل کا اصغر دیکھئے لطف وکرم ،
تذکرہ سب کی زباں پر آپ کے اشعار کا ،

مصرعہ طرحیہ ۔

'' کربلا کی خاک پر کب سے ہے رخسار حسین''

استاذ۔

''بک رہا ہے غم کا سودا یہ ہے بازار حسین
دیکھنا ہے کون ہوتا ہے خریدار حسین
ڈوبتے سورج کی گرمی سے یہ پوچھا چاند نے
کربلا کی خاک پر کب سے ہے رخسار حسین

شاگرد۔

ریگزار کربلا ہے یا ہے گلزار حسین ،
ذرے ذرے میں یہاں پھیلے ہیں انوار حسین
اے قیامت جلد آ کر بلا انصاف کو
کربلا کی خاک پر کب سے ہے رخسار حسین

مصرعہ طرحیہ۔

''ان کی رحمت کی مجھ پر نظر ہو گئی''

استاذ۔

ان کی رحمت کی مجھ پر نظر ہو گئی
زندگی خوب سے خوب تر ہو گئی
اک بشر پہنچا جو منظّر معراج میں
یہ زمیں جیسے افلاک پر ہو گئی ،

شاگرد۔

ان کی صورت میری ہم سفر ہو گئی ،
منزل عشق طے سر بہ سر ہو گئی ،
میں قیامت میں بھی مسکرانے لگا ،
ان کی رحمت کی مجھ پر نظر ہوگئی
مل گئی مجھ کو اصغروہ نوری کرن
زندگی خاک تھی معتبر ہو گئی ،

مصرعہ طرحیہ۔

''نظر میں نور تو دل میں سرور ہوتا ہے''

استاذ۔

نزول رحمت باری ضرور ہوتا ہے
جہاں یہ تذکرۂ بزم نور ہوتا ہے

وہ مصطفیٰ ہے جسے دیکھ لینے سے
نظر میں نور تو دل میں سرور ہوتا ہے ،
جس آئینے پہ کدورت کی گرد ہو منظر
وہ پتھروں سے بہت جلد چور ہوتا ہے ۔

شاگرد۔

ازل سے جس کے مقدر میں نور ہوتا ہے،
وہ خاک پائے رضا خاں ضرور ہوتا ہے
میں جب بھی کرتا ہوں ذکر جمیل نوری کا ،
نظر میں نور تو دل میں سرور ہوتا ہے،
جو دیکھا اصغر نوری ہے نوری تلوے کو ،
نہیں وہ طالب دیدار حور ہوتا ہے ،

واضح ہو کہ استاذ سے مراد حضور کنز الدقائق صدر مشاعرہ کی ذات با برکات ہے اور شاگرد سے مراد بندہ راقم الحروف شاکر اصغر رضوی ہے۔

صدر المدرسین مدرسہ شمس العلوم، سیملباڑی گھاٹ، بائسی، پورنیہ، بہار

☆☆☆☆☆

کنز الدقائق حضرت مفتی حسن منظر قدیری کی نعتیہ شاعری

از قلم: طفیل احمد مصباحی

قرآنی ارشاد کے مطابق امت مسلمہ کی تخلیق کا مقصد امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ عبادت و ریاضت، تعلیم و تدریس، احیائے ملت، ترویجِ دین، اصلاحِ معاشرہ، دعوت و تبلیغ، رشد و ہدایت اور تجدید و انقلاب کے لیے جس روحانی قوت، محنت و ریاضت، خلوص و صداقت، عزم و استقلال اور اعلیٰ فکر و شخصیت کی ضرورت ہے، وہ بالعموم روحانی ترقی، صفائے قلب، تہذیبِ اخلاق اور تزکیۂ نفس کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام میں جن خوش بخت افراد نے تعلیم و تدریس اور دعوت و اصلاح کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیے ہیں، وہ علمی لحاظ سے لائق و فائق ہونے کے علاوہ روحانی حیثیت سے بھی اعلیٰ و ارفع تھے۔ کنز الدقائق، جامعِ معقول و منقول حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ انہیں ذواتِ قدسیہ میں سے ایک تھے۔ خدائے قادر و قیوم نے ایک منظر قدیری میں علوم و معارف کے بہت سارے مناظر رکھ دیے تھے، جس کا ہر منظر بڑا پر کشش اور جاذبِ فکر و نظر تھا۔ بلاشبہ آپ کی ذات نمونۂ اسلاف اور عمدالاخلاف تھی۔ درس نظامی کے مروجہ علوم و فنون پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ فقہ و افتا کے اصول و مبادی پر گہری نظر رکھتے تھے۔ تحقیق و تنقیح، زبان و ادب، شعر و سخن اور لسانیات کے معاملے میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ امام الکلام، کلامِ امام احمد رضا محدث بریلوی کے مبصر و ناقد تھے اور کلام رضا کے بحرِ غیر متناہی سے علوم و حِکَم کے گوہرِ آب دار چن چن کر نکالتے تھے اور قارئین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے تھے۔ پوری زندگی درس و تدریس اور فقہ و فتویٰ نویسی میں گذری۔ آپ کی ہمہ جہت دینی، علمی، ملی، فقہی، تدریسی اور شعری و ادبی خدمات قابلِ قدر اور لائقِ رشک ہیں۔ تلمیذ صدر الشریعہ، جامعِ معقولات و منقولات حضرت علامہ محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی محمد افضل حسین مونگیری، محدث بہار حضرت علامہ مفتی محمد احسان علی مظفر پوری، خواجِ علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین پورنوی وغیرہم، ماضی قریب کے یہ وہ یگانۂ عصر علمائے اسلام ہیں جن کی علمی عظمتوں اور فکری و فنی شوکتوں کا ڈنکا آج صرف صوبۂ بہار ہی میں نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں بج رہا ہے، حضرت مفتی حسن منظر قدیری بلاشبہہ ان فخرِ روزگار ہستیوں کے صحیح معنوں میں علمی و روحانی جانشیں تھے۔ آپ کی علمی و فنی عظمتوں کو دیکھ کر مذکورہ علمائے ذوی الاحترام کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی۔ آپ ایک جید عالمِ دین، درسِ نظامی با کمال مدرس، مروجہ دینی علوم و فنون میں کامل، فقہ و افتا کے اصول و مبادی پر گہری نظر رکھنے والے ممتاز مفتی، کلامِ رضا کے مبصر و ترجمان، لسانیات کے پارکھ اور عربی و فارسی و اردو زبان کے ماہر تھے۔ جناب منظر قدیری صاحب ایک شاعرانہ ذہن و دماغ اور ادیبانہ فکر و خیال لے کر دنیا میں آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عہدِ طفولیت سے ہی شعر و سخن کا رنگ چڑھنا شروع ہو گیا تھا اور اپنے فطری ذوق کے سہارے مکتب کی تعلیم کے دوران ہی شاعری شروع کر دی تھی۔ اگرچہ اس وقت عروض کے اصول و مبادی اور شاعری کے ارکان و شرائط سے ناواقف تھے، بایں ہمہ طبیعت اخاذ اور فکر و خیال شاعرانہ ہونے کے سبب اشعار موزوں کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی ڈائری (یادداشت) میں لکھتے ہیں:

جب میں مکتب میں تعلیم پا رہا تھا، میں اشعار موزوں کر لیا کرتا تھا، اگرچہ ارکان سے واقف بھی نہیں تھا۔ شاعری چوں کہ ایک

فطری چیز ہے، لہذا اسی فطری جذبہ کے تحت شعر گوئی کرلیا کرتا تھا ..... شاعری کم عمری ہی سے کرتا رہا، مگر ہر نقشِ جدید کے سامنے نقشِ کہن مٹ گیا۔ اس میدان میں نہ کوئی میرا استاذ اور نہ میں کسی کا شاگرد ہوں۔ میرا ذوقِ سلیم اور فکر وشعور ہی میرا رہنما (استاذ) ہے۔ نعت گوئی کی جانب طبیعت کا میلان ہے اور غزلیں بھی کہتا ہوں۔ قطعات اور نظمیں بھی میری مشقِ خیال وفکر ہیں۔ علاقائی شعرا کے کلام کی اصلاح بھی کر دیتا ہوں اور مفید مشوروں سے نوازتا ہوں۔ نعت وغزل کی کتابوں پر تقریظیں بھی لکھ دیتا ہوں۔ (فردوسِ خیال، ص: 14 / 3، مطبوعہ: غوث الوری اکیڈمی، کلیان)

زمان طالب علمی میں آپ کے اساتذہ بھی آپ کے شاعرانہ فضل وکمال کے معترف ومداح تھے۔ منظر قدیری صاحب نے راقم الحروف کو اپنی ایک تحریر میں بتایا تھا کہ ایک مرتبہ آپ کے استاذ حضرت علامہ محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری علیہ الرحمہ نے اپنا ایک کلام قدیری صاحب کو بغرضِ اصلاح دیتے ہوئے کہا کہ ''شعروسخن کے معاملے میں آپ ہمارے استاذ ہیں'' غرض کہ حضرت منظر قدیری کی شاعرانہ حیثیت مسلم ہے۔ شعروسخن کی مختلف اصناف پر زبردست قدرت حاصل ہے۔ تقدیسی شاعری آپ کی نمایاں شناخت ہے۔ غزل گوئی میں بھی مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔ نثر نگاری کی طرح نظم گوئی میں آپ کو استادانہ کمال حاصل ہے۔ آپ کا شعری اسلوب بڑا انوکھا، پرکشش اور جاذبِ فکر ونظر ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں علمیت، زورِ بیان، معنوی تہہ داری اور روایت ودرایت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں، گہرائی میں اتر کر کہتے ہیں اور قارئین کو ایک جہانِ معنی کی سیر کرا دیتے ہیں۔ آپ کے مجموع کلام ''فردوسِ خیال'' میں درجنوں ایسے معنی خیز اشعار ہیں جن کی توضیح وتشریح میں صفحات کے صفحات سیاہ کیے جاسکتے ہیں۔ حمد کے یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں جن کی زیریں لہروں میں علوم وحقائق کے نہریں رواں ہیں:

حمد تیری اے خدائے پاک واجب الوجود — تو ہے سب کا رب زمین و آسماں اس پر شہود
کیا افق، رنگِ شفق، کیا بوستاں، بزمِ جہاں — فرش سے تا عرش ہر اک چیز سے تیری نمود
وہمِ فکر و فہم کی سرحد سے تو ہے ماورا — ذات تیری بے مثال و بے جہات و بے حدود
کائناتِ لالہ وگل ہے تیری حکمت پر گواہ — تیری قدرت پر ہے شاہد عالمِ چرخِ کبود

مندرجہ ذیل نعتیہ اشعار بھی بڑے متنوع، معنی خیز اور حقائق ومعارف کے آئینہ دار ہیں اور ہمارے مذکورہ دعوی کو ثبوت فراہم کرتے ہیں:

نظر جس دن سے ہم نے روضِ انور پہ رکھی ہے — گماں ہوتا ہے کہ ہستی مہ و اختر پہ رکھی ہے
وہ چادر جس میں پیوند تھا بہت ہی مختصر سی تھی — مگر دیکھو تو کائنات اس چادر پہ رکھی ہے
رسولِ ہاشمی کون و مکاں کی سیر کر آئے — حرارت جسمِ اقدس کی مگر بستر پہ رکھی ہے
کھجوروں کی چٹائی پر شہنشاہِ مدینہ ہیں — بلندی عرشِ اعظم کی مگر ٹھوکر پہ رکھی ہے
غبارِ کہکشاں کو رشک ہے تقدیر پر میرے — کہ پائے مصطفیٰ کی دھول میں نے سر پہ رکھی ہے
خود اپنے ہی لہو میں ڈوب کر شبیر نے — منظر اٹھا کر تشنگی اپنے لبِ کوثر پہ رکھی ہے

جگر مرادآبادی کی معروف غزل کا ایک بڑا مشہور شعر آج تک ذہن ودماغ کی تجوری میں محفوظ ہے اور وہ یہ کہ:

یارب پڑی رہے مری میت اسی طرح
بیٹھا رہے وہ زلفِ پریشاں لیے ہوئے

اردو غزل گوئی کی تاریخ میں جگر مرادآبادی کا یہ شعر آج بھی عشاق کے دلوں کو تڑپانے کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے۔ شعر میں جو سوز و گداز، تڑپ اور کسک ہے، وہ اہلِ نظر سے مخفی نہیں ہے۔ جناب منظر قدیری صاحب نے قافیہ کی تبدیلی کے ساتھ اسی بحر و وزن اور ردیف میں جو نعت کہی ہے، وہ سادگی و پرکاری اور شیفتگی و وارفتگی کی اچھوتی مثال ہے۔ گنبدِ خضریٰ جو عرشِ اعظم کا عمامہ، دلوں کا چین، عشاق کی نگاہوں کی ٹھنڈک اور ملائکہ کے لیے مرکزِ عقیدت کی حیثیت رکھتا ہے، بظاہر ایک اعلیٰ نقش و نگار ہے، لیکن درحقیقت یہ اپنے اندر رنگ و سوز کی ایک حسین کائنات سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کا خوب صورت نقش و نگار اور خوشنما منظر قلوبِ عشاق کو تڑپاتا ہے اور اربابِ عشق و عقیدت کو تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیارِ اقدس اور کوچ بابرکت کی درخشندگی شمس و قمر اور نجوم و کہکشاں کو انوار و تجلیات کی بھیک اور جلوں کی خیرات تقسیم کرتی ہے۔ ان دونوں حقیقتوں کو شاعر موصوف نے کیا ہی خوب صورت طریقے سے بیان ہے:

مت پوچھ کیا ہے گنبدِ خضریٰ لیے ہوئے — سینے میں رنگ و سوز کی دنیا لیے ہوئے
کوئے شہِ عرب کی درخشندگی نہ پوچھ — تابِ مہ و نجوم ہے ذرہ لیے ہوئے

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات مظہرِ ذاتِ کبریا اور آپ کا حسن و جمال جلوصد ہزار کے مصداق ہے۔ سارے جلوں کا مصدر و منبع آپ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ اخلاق، اسوۂ حسنہ، شان رحمت للعالمینی، الطاف و عنایات، اسی حسنِ کامل کے بیشمار جلوے ہیں۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نور ہی نہیں، بلکہ نور کا سمندر ہیں اور تقدیرِ کائنات اس نور کا ایک قطرہ اور چھینٹا ہے۔ اسی لیے تو منظر قدیری صاحب کہتے ہیں: ع

اخلاق ہے، کرم ہے تو رحمت ہے، نور ہے — اک حسن صد ہزار ہے جلوہ لیے ہوئے
منظر مرے رسول سمندر ہیں نور کا — تقدیرِ کائنات ہے چھینٹا لیے ہوئے

نعتیہ شاعری عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ شاعر کا عشق جتنا گہرا ہوتا ہے، اس کی نعت گوئی بھی اسی قدر گہری، متنوع اور عشق و وارفتگی کی حامل ہوا کرتی ہے۔ خالقِ کائنات اللہ رب العزت نے منظر قدیری کو سوز و گداز سے لبریز دل عطا کیا تھا، جو اس کی اور اس کے حبیب کی یاد میں دھڑکتا رہتا تھا۔ جب عشق کی حرارت تیز ہوتی تو نعت کے اشعار فکر و خیال کے دریچے پر دستک دینے لگتے اور عجز و انکسار کا پیکر بن کر عشق و عقیدت میں ڈوب کر اشعار موزوں کرتے، جس کے لفظ لفظ سے عشق کی خوشبو پھوٹتی اور قارئین و سامعین کو معطر کر دیتی۔ ذیل کے اشعار میں عشق و وارفتگی بھی ہے اور خلوص و صداقت بھی، سوز و گداز بھی ہے اور جذب و کیف کی سرمستی بھی۔ ممدوحِ کائنات جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس پر سجودِ نیاز لٹانے اور خراجِ عقیدت پیش کا یہ والہانہ انداز ایک سچا عاشقِ رسول ہی پیش کر سکتا ہے: ع

اے کاش ان کے روضۂ اقدس پہ جائیں ہم — نذرانِ سجودِ عقیدت لٹائیں ہم
اہلِ جہاں سجائیں ستاروں سے انجمن — خاکِ درِ نبی سے مقدر سجائیں ہم
آئیں درِ رسول کی یادوں کے قافلے — اپنے غریب خانہ میں پلکیں بچھائیں ہم

موجِ نسیمِ گلشنِ طیبہ ذرا ابھی رکنا — کہ اپنے پاں کی زنجیر لائیں ہم
منظر سجائیں پھول فرشتے درود کے — ان کے لیے سلام کی کلیاں سجائیں ہم

تضمین نگاری نہایت دشوارفن ہے۔کسی بڑے شاعر کے کلام کوسامنے رکھ کراس کے منتخب اشعار کی اس طرح تضمین کرنا کہ پورا شعرایک لڑی میں پرویا ہوامعلوم ہو،کافی دقت طلب کام ہے۔لیکن عظیم شاعراپنی مہارتِ فن کا ثبوت دیتے ہوئے اس فن میں بھی اپنا کمال دکھاہی دیتا ہے۔جناب منظرقدیری جیسے عظیم اورقادرالکلام شاعر کے لیے کوئی مشکل امرنہیں کہ وہ بڑے شاعر کے کلام کی تضمین لکھےاورکامیابی سے ہمکنارنہ ہو۔انہوں نے حضورمفتیِ اعظم ہند بریلوی علیہ الرحمہ کے مندرجہ ذیل نعتیہ کلام کی بڑی کامیاب تضمین کی ہے:ع

اک تمنا یہی تعظیم میں ڈھلتی لیکن — مضطرب آرزو یہ کچھ تو بہلتی لیکن
میری تقدیر تو پھر خود پہ مچلتی لیکن — حسرتِ سجدہ یوں ہی کچھ تو نکلتی لیکن
سر بھی سرکار نے قدموں پہ جھکانے نہ دیا — مسکراہٹ کا صلہ دید پر نم ہی تھا
عیشِ نا زیبا کی تقدیر میں تو غم ہی تھا — ان بہاروں کے لیے آتشیں موسم ہی تھا
میرے اعمال کا بدلہ تو جہنم ہی تھا — میں تو جاتا مرے سرکار نے جانے نہ دیا
ہے گناہوں کے اندھیرے میں میرا قلب وجگر — جرمِ عصیاں سے بھرا میرے عمل کا دفتر
میں گنہگار ، مرا حال پریشاں ، ابتر — میرے اعمال سیہ نے کیا جینا دو بھر
زہر کھاتا ترے ارشاد نے کھانے نہ دیا

☆☆☆

قطعات گوئی اردوشاعری کی ہردل عزیزقسم اورمقبول ترین صنف ہے،جس میں کسی بھی موضوع پر چنداشعار میں اور بسااوقات چارمصرعوں میں (قطعہ میں کبھی مطلع ہوتا ہےاورکبھی مطلع نہیں ہوتا ہے)بڑی سلاست وبرجستگی کے ساتھ اظہارخیال کیا جاتا ہے۔ جناب منظرقدیری کے نعتیہ قطعات سادگی و پرکاری اورصفائی وبرجستگی کا نادرمرقع ہے۔منظرقدیری صاحب کے نعتیہ قطعات کا یہ خوشنما منظرملاحظہ فرمائیں:ع

ہر نظر اضطراب بن جاتی — حسرتِ دید خواب بن جاتی
مصطفیٰ بے حجاب گر آتے خود — تجلی حجاب بن جاتی سبز گنبد میں
مرقدِ انور قابلِ دید ہے مدینے میں — نوری پیکر کو جس طرح رکھ دے کوئی
پاکیزہ آبگینے میں مصطفیٰ تخت وتاج رکھتے ہیں — راج والوں پہ راج رکھتے ہیں
دستِ اقدس میں کچھ نہیں لیکن — دوجہاں کا خراج رکھتے ہیں

خلاصۂ کلام یہ کہ منظرقدیری صاحب مختلف اصناف پرمہارتِ تامہ رکھنے والے قادرالکلام شاعراوراعلی نعت گو ہیں۔ادبی وفنی کےلحاظ سےان کی نعتیہ شاعری میں فصاحت وبلاغت،سلاست وروانی،شعریت ومعنویت،فکری لطافت،لسانی عظمت اوراعلی ادبی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔موصوف کی ادبی حیثیت اوران کی شاعری ونثر نگاری پرتحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ موصوف کی مغفرت فرمائے اور جماعتِ اہلِ سنت میں ان کے امثال پیدافرمائے۔آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت کنز الدقائق اور رضا شناسی

مفتی عبد الحکیم نوری ناطق مصباحی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان پچاس (۵۰) سے زائد علوم وفنون کے ماہر وکامل بلکہ امامت کے درجہ پر فائز تھے، ہزار سے زائد تصنیفات کے مصنف اور ترجمہ قرآن کنز الایمان اور زبان وبیان کی زلفوں کو سنوارنے کے لیے حدائق بخشش شاہد عدل ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ پچاسوں ماہرین وکاملین نے مختلف زبانوں میں اپنے ذوق علمی کے مطابق خدمات رضا کو اجاگر کرنے کی سعی بلیغ کی اور آج بھی کر رہے ہیں مگر آج تک اس کی وسعتوں تک کسی کی رسائی نہ ہوسکی۔ زبان وبیان کا ماہر غواشی کرتا ہے۔ محنت وجاں فشانی کے باوجود اس کی سطح تک پہنچنے میں کامیاب وکامراں نہیں ہوتا۔ علوم عقلیہ سے تعلق رکھنے والا تصنیفات رضا کو پڑھنے کے ساتھ بعض جواہر پاروں کا اظہار تو کرتا ہے مگر کما حقہ پیش کرنے میں اپنی عاجزی کے اظہار میں سلامتی تصور کرتا ہے۔ علوم شرعیہ یعنی فقہ وکلام اور حدیث وتفسیر میں امام احمد رضا کی وسعت نظر پر تحقیق کرتا ہے تو اسے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا پرتو جمال دکھائی دیتا ہے۔

ہمارے استاذ امام علم وفن علامہ خواجہ مظفر حسین علیہ الرحمہ کے مخلص دوست حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ رضا شناسی میں یکتائے روزگار تھے۔ چوں کہ علوم شرعیہ وعقلیہ میں کامل دسترس کے ساتھ علوم لطیفہ میں ذوق سلیم رکھتے تھے، عظیم المرتبت شاعر وادیب ہونے کے ساتھ نقد ونظر میں کافی عبور رکھتے تھے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی حدائق بخشش کی شرحیں اور اس کی خوبیوں پر بہتوں نے داد وتحسین حاصل کی ہے، جبکہ علامہ قدیری نے مختلف زاویوں سے اس کی ادبی ومعنوی خوبیوں کو اجاگر کیا ہے۔ اسی طرح ترجمہ قرآن کنز الایمان پر بہتوں نے خامہ فرسائی کی ہے، علامہ قدیری نے محتاط انداز میں اس کا ادبی جائزہ لے کر یہ ذہن دیا ہے کہ اردو تراجم قرآن میں کنز الایمان، ادبی شاہکار ہے۔

علامہ قدیری کی ژرف نگاہی کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) فقاتلوا ائمۃ الکفر (پ۱۰، سورۂ توبہ، رکوع ۸) کلمہ توحید کی صدا جس ماحول میں گونجی تھی وہ عرب کا کفری ماحول تھا جس پر کچھ قد آور شخصیات کی اجارہ داری تھی اور جن کے قبضہ تصرف میں ماحول کی جان تھی، ان کے بغیر سارا ماحول بے دست وپا تھا۔ ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور ان جیسے لوگ اس گھنونے ماحول کے سردار تھے۔ قرآن کریم نے انھیں ائمہ کفر سے تعبیر فرمایا۔ لیجیے آیت پاک کے ترجمہ کنز الایمان کا حسن بیان اور برجستہ لفظ کا استعمال ملاحظہ کیجیے! تو کفر کے سرغنوں سے لڑو۔ ظاہر بات ہے کہ اس مقام پر ائمہ کی اضافت کفر کی طرف ہے اور کفر شرّ محض کا نام ہے، اس لیے اس کا ترجمہ نہ مقتدا ہی درست ہے نہ پیشوا۔ کیوں کہ مفسدوں، شر پسندوں اور چوروں کو پیشوا نہیں بولا جاتا۔ البتہ 'سرغنہ' ضرور کہا جاتا ہے۔ اور یہی ترجمہ امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا (صحیفہ بیان: ص۲۰)

علامہ قدیری نے ائمۃ الکفر کا ترجمہ سرغنہ کو درست اور پیشوا کو نادرست قرار دیا ہے۔ بظاہر دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا مگر

علامہ قدیری کے دلائل پر غور وفکر کریں گے تو اردو ادب کے لحاظ سے سرغنہ کا درست اور پیشوا کا نادرست ہونا واضح ہے۔

(۲)**ووعدنا موسیٰ ثلاثین لیلۃً و اتممناھا بعشرٍ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃً** (پارہ۹،سورۂ اعراف،رکوع ۷)لفظ 'میقات' کے سلسلے میں اس آیت کو ملاحظہ کیجئے جس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم بنی اسرائیل سے یہ وعدہ فرمایا تھا جب اللہ عزوجل ان کے خوں خوار دشمن فرعون کو ہلاک فرمادے گا تو وہ ایک آسمانی صحیفہ لائیں گے جس میں مذہبی دستور وقانون کا بیان ہوگا۔ جب خدائے تعالیٰ نے فرعون کو دریائے نیل میں غرق فرمادیا تو حضرت کلیم اللہ نے اپنے رب سے نزول کتاب کا سوال کیا تو رب تعالیٰ کا حکم ہوا کہ وہ تیس روزے رکھیں۔ آپ نے ماہ ذی قعدہ روزے میں گزارا لیکن دہان مبارک کا مزہ بدل جانے کی وجہ سے مسواک کرلی۔ خدا کو یہ منظور نہ تھا، کیوں کہ روزہ دار کی بوے دہن اسے پسند ہے۔ اس لیے دس روزے کا حکم ہوا اور یہ ذی الحجہ کے دس دن تھے۔ مذکورہ آیت کریمہ ملاحظہ کیجئے اور صاحب کنز الایمان کا انداز حقیقت پسندانہ دیکھئے!

اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس بڑھا کر پوری کیں تو اس کے رب کا وعدہ پورے چالیس رات کا ہوا' فرمانا' شان الٰہی کا تقاضا۔ مصدر اتمام کے صیغہ کا صحیح ترجمہ اور 'میقات' یہاں پر وعدہ مراد ہے۔ اگر چہ یہ لفظ 'وقت' سے ماخوذ ہے۔ مصباح اللغات میں اس کا ترجمہ ''وعدہ جس کے لیے وقت مقرر کیا گیا ہو'' اس لحاظ سے کنز الایمان کا ترجمہ معنیٰ و بیان کا ایک صحیفہ ہے۔ علامہ قدیری کی ادبی تحقیق کو بغور ملاحظہ کرنے کے بعد اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر چارۂ کار نہیں کہ ترجمۂ قرآن کنز الایمان معنیٰ و بیان کا صحیفہ ہے۔

(۳)**یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس و الحج** (پارہ۲،سورۂ بقرہ) آیت مبارکہ میں لفظ ''اھلۃ'' وارد ہوا جو ہلال کی جمع ہے جس کا معنیٰ چاند۔ اردو میں چاند کا لفظ استعمال ہوتا ہے جبکہ عربی میں ہلال، قمر، بدر کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ جس کا ترجمہ عموماً چاند اور بدر سے چودہویں کا چاند بولا جاتا ہے۔ آیت پاک سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ اہل عرب نے قمر اور بدر کے بارے میں نہیں بلکہ ہلال سے متعلق ان کا سوال تھا یعنی پہلی رات کا چاند یا نیا چاند۔ اردو ادب میں خطاب کے لیے مختلف الفاظ ہیں؛ حضور، حضرت، جناب، آپ، تم اور تو۔ اس آیت میں شان الٰہی کے پیش نظر 'تم' اور امت کے پیش نظر 'تم فرمادو' کنز الایمان کا ایک دلکش خوب صورت انداز ہے۔ چاند کی جمع اردو میں مستعمل نہیں اس لیے کسی صفت کے ذریعہ واحد وجمع کی تعبیر کی جاتی ہے، جیسے نیا چاند اور نئے چاند۔ امام احمد رضا نے ترجمہ میں یہی انداز اختیار فرمایا ہے۔

''تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں'' اس جملہ میں اس قدر سلاست وروانی اور موزونیت ہے کہ علم عروض کی کسی بحر پر اسے تول سکتے ہیں۔ چاند کو پوچھتے ہیں یعنی چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کون سا انداز ہے کہ عرض کروں گا کہ غالب نے بھی ایک شعر میں یہی انداز اختیار کیا ہے گویا کہ یہ 'اردو معلیٰ' ہے چنانچہ غالب کہتا ہے۔

غنچۂ ناشگفتہ کو دور مت دکھا کہ یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں میں جھکوں ذرا بتا کہ یوں

جگر مرادآبادی کا بھی ایک شعر ملاحظہ ہو!

جان کر منجملۂ خاصان میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و میخانہ مجھے

'مواقیت' لفظ میقات کی جمع ہے جو علم صرف کے اعتبار سے اسم آلہ ہے مگر یہاں پر یہ مراد نہیں، بلکہ اس کے معنیٰ علامت کے ہیں جیسا کہ مدارک التنزیل میں ہے: ''**ای معالم بوقت الناس مزارعهم و مفاجرهم و محال ديونهم و صومهم و فطرهم و عدة نسائهم و ايام حيض و مدة حملهن وغير ذٰلک و معالم الحج يعرف بها وقته**''۔ ایسی علامتیں جن سے لوگ اپنی زراعت، تجارت، دیون، روزہ، افطار، عورتوں کی عدت، ایام حیض اور عورتوں کی مدت حمل کا تعین کرتے ہیں۔ اور حج کی علامت جن کے ذریعہ حج کا وقت شناخت میں آتا ہے۔ (مدارک التنزیل الجزء الاول، ص ۹۷) اور علامہ تفتازانی کی توضیح ''مختصر المعانی'' میں اس طرح ہے: ''**ان الاهلة بحسب ذٰلک الاختلاف معالم يوقت بها الناس امورهم من المزارع**''۔ نئے چاند اس اختلاف کے اعتبار سے علامتیں ہیں جن سے لوگ امور زراعت کی تعین کرتے ہیں۔ (مختصر المعانی، ص ۱۲۷) اس اعتبار سے فاضل بریلوی کا ترجمہ اپنی مثال آپ ہے۔ الفاظ مختصر وشگفتہ اور برجستہ۔ نیز ترجمہ وتفسیر اور اہل معانی کی توضیح کے مطابق ہے۔ (صحیفہ زبان وبیان: ص ۳۳)

مذکورہ بالا تین مثالیں ملاحظہ کر لینے کے بعد یقین واذعان ہو گیا ہوگا کہ مفتی حسن منظر نور اللہ مرقدہ رضا شناسی میں اپنی مثال آپ ہیں، تفسیر ومعانی اور اردو، فارسی، عربی ادب کے ماہر وکامل نے نقد ونظر کے ذریعہ درنایاب کو ظاہر وباہر فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ ترجمہ قرآن کنز الایمان زبان وبیان کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ علامہ قدیری علوم عربیہ کے ماہر اور حدیث وتفسیر، فقہ وکلام، ھیئت وعروض، نجوم واقلیدس، اردو، فارسی، انگریزی ادب میں اعلیٰ قابلیت کے ساتھ عظیم المرتبت شاعر وناقد تھے۔ ایسوں کو ہی امام احمد رضا کی شاعری پر خامہ فرسائی کا حق ہے۔ اپنی تصنیف ''شخص وعکس'' میں امام احمد رضا کی شاعری کے متعدد گوشوں پر عالمانہ، فاضلانہ، ناقدانہ گفتگو کی ہے۔ مثلاً نعت رضا میں محاورے کا استعمال، نعت رضا اور علم معانی، نعت رسول اور علم منطق، مدحت رسول اور علم فلسفہ، نعت اور علم ہیئت کی درخشندگی، مدحت رسول اور علم نجوم کی جلوہ گری، قصیدۂ معراجیہ اور علم اقلیدس وغیرہ وغیرہ۔ مختصر مضمون میں چند اجزا پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ ان شاء اللہ! قارئین کی تشنہ کامی لذت ومحبت میں اضافہ کا باعث ہوگی۔

تلمیحات حدیث کے تحت علامہ قدیری رقم طراز ہیں۔ 'تلمیح' اہل معانی کی اصطلاح میں کسی واقعہ کا تذکرہ کرنا یا ماہ ونجوم کی اصطلاح کو بیان کرنا یا اپنے کلام میں آیات قرآنی لانا تلمیح کہلاتی ہے۔ اب ہم رضا کے وہ اشعار ہدیہ قارئین کر رہے ہیں جن میں انھوں نے حدیث مصطفیٰ کی خوب صورت پھولوں کی خوش بو سے فکر وفن کو معطر کیا اور نعت گوئی کی ہے۔ فاضل بریلوی کے نعتیہ اشعار مہک رہے ہیں کیونکہ ان اشعار میں حدیث پاک کے مضمون کی عطر بیزی کی ہے۔ اس موقع پر متن حدیث کو قلم انداز کرتے ہوئے صرف معنیٰ ومفہوم کو پیش کرتا ہوں، یہ خیال کرتے ہوئے کہ عربی عبارت ذہنوں پر بار نہ ہو جائے۔

حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا کہ اس کے مقابل آپ نے ''لا'' فرمایا ہو، یعنی آپ کسی سوال کو رد نہیں فرماتے۔ اگر موجود ہوتا عطا فرماتے اگر پاس نہیں ہوتا تو قرض لے کر عنایت فرماتے یا وعدہ کر لیتے۔ اس حدیث کے تناظر میں شعر ملاحظہ فرمائیں!

واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
مانگیں گے مانگے جائیں گے منھ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ ''لا'' ہے نہ حاجت ''اگر'' کی ہے

سائل کو نہ ملنے کی صورت دو ہیں؛ اول: سائل نے مانگا مگر دینے والے نے انکار کر دیا، یہ ''لا'' کی صورت ہے۔ دوم: کسی شرط پر ٹال دے، اگر ہمارے پاس ہوا تو دیں گے۔ اس صاحب جود وکرم کے دربار میں یہ دونوں باتیں نہیں تو ہمیں ضرور امید ہے کہ ہم جو مانگیں گے وہی پائیں گے۔

ایک حدیث قدسی ہے: سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تیری رضا چاہتا ہوں۔ اس مضمون پر رضا کا یہ شعر ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

حدیث پاک میں آیا ہے خدا نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیا کے اجسام کو کھائے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ اس مضمون پر رضا کا شعر دیکھئے!

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

﴿رباعی﴾

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

علامہ قدیری نے تلمیحات حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے امام احمد رضا کے دیوان سے اچھوتے کلام کو پیش فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا کی شاعری حدیث پاک کا ترجمان ہے۔

نعت رضا میں محاورے کے استعمال سے علامہ قدیری نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام احمد رضا محاورے پر قادر الکلام تھے۔ فرماتے ہیں: ہر زبان وادب میں محاورے اور ضرب الامثال ہوتی ہے اور اردو ادب بھی مستند ہے جو آج بین الاقوامی زبان ہے اور ساری دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ امام احمد رضا نے اردو زبان میں نعت لکھی ہے اختصار کے طور پر کچھ محاورہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

☆ ''طوطا اڑ جانا'' حواس باختہ ہو جانا۔

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

☆''کالے کوسوں''مسافت بعید۔

بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دور زلف والا میں
تو تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

☆''دھان پان ہونا''نحیف ونزار ہونا۔

بار جلال اٹھا لیا گر چہ کلیجہ شق ہوا
یوں تو یہ ماہ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

علامہ قدیری نے نعت رضا میں علم معانی پر مشتمل بہت سے اشعار کو پیش فرمایا ہے خود فرماتے ہیں: شاعری میں خیال کی آراستگی کے لیے حسن بیان کی ضرورت ہے اس لیے شاعر اظہار خیال کے لیے حسن اسلوب کا اہتمام کرتا ہے کہ کلام میں جمالیات کا رنگ اجاگر ہو اسی سلسلہ میں صوری حسن کے لیے تشبیہ واستعارہ، حقیقت ومجاز وغیرہ سے کام لیتا ہے۔ اور معنوی حسن کے صنائع وبدائع کی جلوہ گری ہے۔ نعت رضا میں یہ حسن ملاحظہ کیجئے اور وہ بھی اختصار کے ساتھ:

صنعت تضاد: دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

اس شعر میں ظاہر و باطن ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

صنعت تجنیس: ایسے دو لفظ جو مادہ واشتقاق اور صورت وتلفظ کے اعتبار سے باہم مشابہ ہوں۔

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

اس شعر میں 'اوسط' اور 'توسط' ایک ہی مادہ کے ہیں۔

صنعت مراعاۃ النظیر: کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جن میں تضاد کے علاوہ دوسری نسبت بھی ہو۔

گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

علامہ قدیری نے امام احمد رضا کی شاعری میں منطق وفلسفہ اور علم ہیئت پر مشتمل متعدد اشعار کو پیش کیا ہے اختصار کے طور پر چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں! ﴿منطق﴾

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

جب سورج نکلتا ہے تو دن کی روشنی پھیلتی ہے اس روشنی سے دن کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ آفتاب کا نکلنا اور دن کا وجود ان دونوں کو ہم علت ومعلول سے تعبیر کرتے ہیں یعنی طلوع آفتاب علت ہے اور وجود نہار معلول۔ آفتاب تو ایک روشن کرہ ہے اگر دن اس سے موجود نہ ہوتا تو آفتاب پر کیا فرق پڑتا وہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے البتہ وجود نہار سے اس کی حقیقت کا انکشاف ہوا۔ اس تناظر میں فاضل بریلوی کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے اور فن منطق میں نعت گوئی کی جلوہ گری دیکھئے! فرماتے ہیں:

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمھارا ظہور
لِم ہے یہ وہ اِن سوا تم پہ کروڑوں درود

خدائے دوجہاں نے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی تو وہ علت ہے اور کائنات معلول، اگر وہ نور ونکہت سے بھری کائنات نہ بھی پیدا فرماتا تو بھی اس کی ذات ازلی وابدی ہے باقی ودائم رہتی اور وہ اپنی ذاتی صفات کے ساتھ موجود رہتا بھلے یہ کائنات نہ ہوتی۔ رب قدیر نے اپنی معرفت کے لیے کائنات بنائی اور اس عالم رنگ وبو کی پہلی مخلوق سرکار مدینہ ﷺ ہیں تو خدا کا ظہور آپ سے ہوا اور آپ کا ظہور خدا سے۔ اس حقیقت کو فاضل بریلوی نے برہان اِنی اور برہان لمی کے ذریعہ سمجھایا ہے۔

علامہ قدیری نے مدحت رسول اور علم فلسفہ کو امام احمد رضا کی شاعری میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ صرف ایک شعر جس پر انھوں نے گفتگو کی ہے، ملاحظہ فرمائیں!

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں ابدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اس شعر کی خوب صورت عمارت ایک فلسفیانہ اصطلاح کی بنیاد پر قائم ہے اس لیے ضروری ہے کہ پہلے اصطلاح کو سمجھ لیا جائے!

وجوب وواجب: جس کا وجود ضروری ہو۔ اس وصف سے صرف ذات باری متصف ہے جس کو ہم واجب الوجوب کہتے ہیں اس کی ذات ازلی وابدی ہے۔

امکان وممکن: جس کا نہ تو وجود ضروری ہو اور نہ عدم۔ جیسے یہ سارا جہان جسے عالم امکان بولا جاتا ہے۔

امتناع وممتنع: جس کا عدم ضروری ہو۔ جیسے شریک باری تعالیٰ محال ہے، خدا کے سوا سارے موجودات کو عالم امکان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سرکار دوجہاں کے اعجاز واختیار کے بارے میں یہ شعر ایک حیرت انگیز ماحول پیش کرتا ہے وہ جامع کمالات ہیں اور انھیں ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ اس دریائے نور میں قدرت واختیار کا تموج کچھ اس طرح ہے کہ نظر گرداب حیرت میں الجھ کر رہ جاتا ہے ان کمالات کو دیکھ کر خدانخواستہ اگر ہمارا ذہن سرحد وجوب کی طرف بڑھے اور بالفرض ہم انھیں واجب تسلیم کریں تو واجب میں ایسی قدرت ہوتی ہے مگر ابدیت کا وہاں گزر نہیں۔ کیوں کہ ابدیت حدوث کی دلیل ہے اور واجب حادث نہیں ہوتا بلکہ وہ قدیم ہے بالفاظ دیگر ابدیت وجوب کے منافی اور وجوب اندیت کے منافی۔ اور حضور نبی کریم ﷺ بہر حال خدا کا بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ جس کا اقرار ہم نے کلمہ شہادت میں کیا ہے۔

حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کا تصنیفی کام زیادہ نہیں ہے مگر ان کے قلم کی روشنائی رائگاں نہیں ہوئی جو کچھ قلم حق رقم سے تحریر کا جامہ پہنایا ہے اس کی عظمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بلاشبہ ان کے اندر رضا شناسی کا قیمتی جوہر اس لیے ہے کہ جن اکابر سے علمی فیوض وبرکات حاصل کرنے میں کامیاب وکامران ہوئے وہ دبستان رضا کے مہکتے پھول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مروجہ علوم ہیئت، توقیت، اقلیدس، نجوم میں بھی اچھی نظر رکھتے تھے۔ امام احمد رضا نے اپنے آقا ﷺ کی مدح وثنا کے لیے علمی اصطلاحات کو بروے کار لا کر شاد کام ہوئے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے جو انھیں سمجھے گا وہی لطف اندوز ہوگا۔ رب کائنات علامہ قدیری کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل، جماعت اہل سنت میں ان کا نظیر ومثیل پیدا فرمائے۔ آمین

حضرت کنز الدقائق کی چند قلمی نگارشات کا جائزہ

مفتی صابر رضا محبّ القادری

بہار سیمانچل کا قدیم پورنیہ عہد قدیم ہی سے علم وادب، تہذیب وثقافت اور فکر وآگہی کا گہوارہ رہا ہے اپنی گوناگوں اختصاصات، علما، صوفیا اور فقہا کی مذہبی فقہی خدمات کے سبب اس خطہ ارضی کی امتیازی حیثیت رہی ہے۔ ماضی میں اس کی مثال محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے معاصر بزرگ جمال الاولیا حضرت شیخ مصطفیٰ جمال الحق بندگی علیہم الرحمہ اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ہم عصر حضرت مولانا خواجہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ ان کے بعد حضرت مولانا یوسف علیمی رشیدی، حضرت مولانا تفضّل حسین علیمی، حضرت مولانا غلام محمد یسین رشیدی، حضرت مولانا عبدالقادر شاہ صاحب، حضرت مولانا شرف الدین حفیظی، حضرت مولانا نصیر الدین اشرفی، امام علم وفن خواجہ مظفر حسین رضوی، مفتی عبدالجلیل اشرفی، حضرت مفتی غلام مجتبی اشرفی، مفتی زین الدین اشرفی وغیرہ ہم ہزاروں علما ومشائخ علما وصوفیا نے اس زمین کو خلد بداماں بنایا اور اپنے علم وفضل ولایت وروحانیت اور فقاہت سے جہاں بانی کا فریضہ انجام دیا اور آج بھی بقول حضرت آسی غازی پوری علیہ الرحمہ اپنی قبروں سے یہی پیغام دے رہے ہیں، آسی شہید عشق ہوں مردہ نہ جانیو، مر کر ملی ہے زندگی جاوداں مجھے، مطلب اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور روحانیت کا چشمہ صافی جاری ہے لیکن افسوس کہ ہم ان کے آستانوں اور تعلیمی روحانی مشن سے کوسوں دور ہیں خیر ہمارے کچھ بزرگوں میں اب یہ احساس جاگا ہے اور وہ ہمارے تاریخی روحانی رشتہ کو ان بزرگوں سے مربوط کرنے کی سعی پیہم کر رہے ہیں، بغیر کسی دنیوی مفاد کے اپنی تاریخ کو زندہ کرنے میں شبانہ روز مصروف ہیں میں ان تمام مخلصین خاص کر فقیہ اہل سنت حضرت علامہ مفتی مبشر از ہر مصباحی زید مجدہ اور ان کی پوری جماعت کو مبارک باد پیش کرتا ہوں مولی کریم ان سب کو ان کی کاوشوں پر بہتر صلہ عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

حضرت کا حکم ہوا کہ کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی تصانیف پر چند سطور لکھوں راقم اس قابل نہیں اور دقت یہ ہیکہ اس وقت طبیعت بھی متاثر چل رہی ہے اور کچھ اضافی پریشانیاں ہیں بہر حال حکم کی تعمیل کی غرض سے قرطاس وقلم لے کر بیٹھ گیا ہوں مولیٰ عزوجل حامی وناصر ہو موجودہ دور میں کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ ابتدائی سطور میں ذکر کیے گیے بزرگوں کے علمی وارث وجانشین تھے حضور مفتی اعظم ہند نصیر ملت مولانا نصیر الدین اشرفی بحر العلوم علامہ سید افضل حسین مونگیری محدث احسان علی مظفر پوری مولانا سلیمان بھاگلپوری شمس العلما مفتی شمس الدین جون پوری مولانا جہانگیر احمد مولانا یوسف پٹنوی حضرت مفتی مشتاق احمد مظفر پوری مولانا شہاب الدین اشرفی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے خاص فیض یافتگان میں سے تھے، آہ سال کے آغاز ہوتے ہی طویل علالت کے بعد وہ لقائے یار فرما گئے ان کے وصل یار نے تو ان کو سدا امر کر دیا لیکن ہم سے ظاہری فصل نے دبستان سیمانچل کو بے رونق وبے نور کر دیا بزم علم ودانش سونی پڑ گئی بزم اکابر کا ایک مضبوط ستون ٹوٹ گیا محفل علم وادب

اور شعر وسخن کا مذاق بگڑ گیا۔ رزم گاہ حق و باطل کا ایک مرد دلیر چل بسا مبدہ فیاض نے آپ کو حسن وجاہت کے ساتھ ساتھ اعلی علمی لیاقت، فقہی بصیرت اور تدریسی مہارت، ادبی ذوق تصنیفی شغف، شعری جذبات اور جامع محاسن وکمالات سے نوازا تھا۔

آپ قدیم پورنیہ کیموجودہ ضلع کشن گنج گاوں گانگی میں پیدا ہوئے ابتدا صغرسنی میں علاقائی علما سے استفادہ کیا پھر دین کا یہ طالب علم اپنی طائرانہ پرواز میں بنارس جا پہونچا شوق پرواز بڑھا تو شہر محبت بریلی شریف جا پہنچے علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد کبھی بریلی شریف تو کبھی رام پور میں بساط تدریس بچھایا اور فقہ وافتا کے زلف برہم کو سنوارا پھر سیمانچل کی مختلف دانش گاہوں میں بیٹھ کر متلاشیان علم وفضل پر اپنی خداداد صلاحیتوں کا برکھا برسایا ایک عرصہ تک دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہہ بائسی میں ایک مشفق استاذ، تجربہ کار صدر مدرس اور عظیم محقق کی حیثیت سے اپنے دینی منصبی فرائض انجام دیتے رہے اور اسی زمانے میں رسالہ علمی کی ادارت بھی فرماتے رہے دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہہ چوں کہ گورنمنٹ سے ایڈ ہے اس لیے 2010 میں ریٹائر ہونے کے بعد عروس البلاد ممبئی کی عظیم درس گاہ جامعہ رضویہ کی پکار پر وہاں پہونچ گئے اور تدریس وافتا کے ساتھ ساتھ قلیل عرصہ میں آپ نے کثیر کارنامے انجام دیے علمی تحقیقی مضامین لکھے کتابیں تصنیف فرمائیں عمر کے آخری پڑاؤ میں سیمانچل اتر دیناج پور کے مدرس نوریہ للبنات سبرام پور اتر دیناجپور بنگال کی درس گاہ سے بحیثیت شیخ الحدیث اپنے علمی فکری خیرات عطا فرمائے۔ کئی سال پہلے جس زمانے میں حضرت مفتی صاحب ممبئی رہتے تھے ممبرا ممبئی کے ایک جلسہ دستار بندی میں خطاب کی غرض راقم الحروف مدعو تھا اور حضرت مفتی صاحب ختم بخاری شریف کے لیے تشریف لائے تھے حضرت سے ملاقات نے بڑا متاثر کیا تھا اور اتفاق کہ میری یادداشت میں حضرت سے وہیں پہلی اور آخری ملاقات رہی اور پھر جا کے جنازہ میں شرکت اور تدفین میں شمولیت رہی قدیری صاحب: ایک متبحر علمی شخصیت ہوتے ہوئے بھی ایثار وفروتنی میں اپنی مثال آپ تھے۔

بات چیت میں شائستگی، وضع وقطع میں سادگی اور اصاغر نوازی میں منفرد تھے، اس وقت میرے سامنے حضرت کی رشحات قلم کے کئی علمی اور قلمی جواہر پارے ہیں جو متنوع فضائل وکمالات کا جیتا جاگتا ثبوت اور عطر مجموعہ ہیں رنگ برنگ عناوین پر ان کے ملی درد فکری گہرائی کے موتی بکھرے ہیں یہ بات بڑے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ ان کی تحریر منیر کی ضیا بار چمک صدیوں تک خلق خدا کو منور کرتی رہے گی اہل فہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تصنیف وتالیف کی کیا اہمیت ہے اور یہ میدان کس قدر صلاحیت ذہنی، یکسوئی فکری، پاکیزگی اور وقت کی فراوانی کا متقاضی ہوتا ہے لیکن حضرت قدیری صاحب نے زندگی بھر درس وتدریس اور مسائل شرعیہ کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہوتے ہوئے بھی مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے اس کے ثبوت میں آپ کے درجن بھر کتب ورسائل اور سیکڑوں تحقیقی علمی فقہی مضامین موجود ہیں اس وقت ساری کتابوں کا تعارف اور تفصیلی تبصرہ تو مشکل ہے لیکن چند کتابوں کا اجمالی تعارف آپ قارئین کے ذوق تسکین کی خاطر حاضر ہے۔

کنز الایمان صحیفہ زبان وبیان لسانی وادبی جائزہ:

یہ رسالہ حضرت قدیری صاحب علیہ الرحمہ کے تعمق نظری اور عربی زبان وادب فصاحت وبلاغت اور نحوی صرفی ترکیبی اور تفسیری مہارت پر بین ثبوت ہے۔ حضرت نے دقت نظر اور انصاف ودیانت کے ساتھ کنز الایمان ترجمہ قرآن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ اور مولوی اشرفعلی تھانوی کے ترجمہ قرآن میں دو درجن کے قریب آیات کے تراجم کا تقابلی جائزہ پیش فرمایا ہے۔

رسالہ میں ایک طرف کنز الایمان کی خصوصیات اور ترجمہ کے حسن وخوبی پر مختلف زاویے سے بحث کی گئی ہے تو دوسری طرف آپ نے تھانوی ترجمہ کی قباحتوں شرعی غلطیوں کو طشت از بام فرمایا ہے۔ اور یونہی نہیں کہ جسے چاہا بہتر اور بدتر کہہ دیا نہیں بلکہ جب مطالعہ کریں گے تو سمجھ میں آئیگا کہ حضرت نے دلائل کی روشنی میں صحیح اور غلط کو واضح کیا ہے۔

رسالہ ہذا میں حضرت علامہ سید محمد حسینی صاحب رائچور کی تقریظ اور حضرت مفتی ناظر اشرف صاحب کی تقدیم شامل ہے۔ سید صاحب لکھتے ہیں: مفتی علام نے کنز الایمان اور اشرفعلی تھانوی کے ترجمہ قرآن کے درمیان تجزیاتی تقابلی مطالعہ پیش فرما کر دعوت غور وفکر دی ہے اور جس خوش اسلوبی وعلمی دیانت کے پیرائے میں آپ نے تقابل پیش فرمایا ہے وہ یقیناً آپ ہی کا حق حصہ ہے رسالہ کی اہمیت سے آشکارا کے لیے سید صاحب کا تبصرہ کافی ہے۔ پھر بھی یہاں بطور مثال آپ دیکھیں بدیع السموات والارض بے کسی نمونہ کے آسمان اور زمینوں کا بنانے والا (کنز الایمان) حضرت قدیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

آیہ مبارکہ میں بدیع صفت خداوندی ہے اور یہ اسی ذات پاک کی شان عظیم ہے کہ بے کسی نمونہ کے آسمان وزمین جیسی محیر العقول شئی کی تخلیق فرمائی فاضل بریلوی نے عام فہم سیدھے سادے اردو الفاظ میں آیہ کا ترجمہ کیا اس کے برخلاف مولانا تھانوی کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے وہ آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے قدیری گرفت دیکھیں: رقم طراز ہیں: ''افسوس کے مولانا تھانوی نے بدیع کی معنوی حیثیت کو یکسر نظر انداز کر دیا اگر چہ لفظ موجد کا اردو میں استعمال ہوتا ہے تاہم اس سے اس معنی کی عکاسی نہیں ہوتی جس کے لیے بدیع کا لفظ قرآن میں آیا ہے اگر وہ اردو ہی میں ترجمہ کر دیتے تو یہ ترجمہ عام فہم ہو جاتا ہے مزید برآں مولانا تھانوی کے ترجمہ میں نحوی اعتبار سے بھی بڑا نقص ہے آیہ مبارکہ میں ترکیب اضافی ہے اور محض ترکیبی اضافی سے جملہ نہیں بنتا ہے مگر مولانا تھانوی نے جملہ کا ترجمہ کیا ہے جو غلط ہے اس لحاظ سے ان کی علمی حیثیت جو ان کے عقیدت مندوں میں ہے مجروح ہو جاتی ہے۔''

قارئین! یہ تو ایک مثال تھی آپ پورا رسالہ پڑھ جائیے اور لطف اٹھائیے تھانوی کی کج فکری من مانی ترجمہ پر سر دھنیے کنز الایمان کی شان وعظمت پر اچھل جائیے اور ترجمہ کی باریکیوں سے روشناس کرانے والے کنز الدقائق قدیری صاحب علیہ الرحمہ کی تحقیق وتدقیق سے اپنی فکر ونظر کو وا کیجیے مضمون کے اختتام پر رسالہ کے آخری سطور میں مصنف فرماتے ہیں: ''میرا دعوی نہیں بلکہ عین حقیقت ہے کہ کنز الایمان سے بہتر حسن معانی اور حسن بیان کے لحاظ سے کوئی ترجمہ ہے ہی نہیں مگر شرط یہ ہے کہ نگاہ حق پسندی سے دیکھا اور پڑھا جائے قارئین الحمد للہ راقم کا بھی وجدان یہی کہتا ہے کہ کنز الایمان کا غیر جانبدارانہ مطالعہ اور اس پر عمل انسان کے دین وایمان دنیا وآخرت کو شرف معراج بخشنے کے لیے کافی ہے تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ ترجمہ قرآن کنز الایمان کو بھی لازمی پڑھیں ان شاء اللہ زندگی اور بندگی میں بہتر تبدیلی عقائد ونظریات حقہ میں خوشگوار پختگی اور روحانی لذتوں سے شادکام ہونگے۔''

میت کفن سے دفن تک صفحات: 42

اسلام ایک ابدی دستور العمل ہے صرف مہد سے لحد تک نہیں بلکہ اس میں قیامت حشر ونشر تک ہمارے لیے رہنما اصول موجود ہیں ہمارے معاشرہ میں کفن ودفن سے متعلق حد درجہ بے احتیاطیاں برتی جاتی ہیں شرعی تقاضوں کی کامل رعایت نہیں کی جاتی اس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں جیسے مسائل کفن ودفن کی جانب بے توجہی جہالت یا پھر خاندانی سماجی فرسودہ روایات کی پاسداری وغیرہ وغیرہ حضرت قدیری صاحب علیہ الرحمہ نے بڑے خوبصورت اچھوتے انداز میں قرآن وحدیث اور کتب فقہیہ کی روشنی میں کفن سے

دفن تک کے مسائل تحریر فرمائے ہیں اور عام بول چال میں روزمرہ استعمال ہونے والے الفاظ جیسے وفات، رحلت، انتقال، اجل، وصال، کفن، دفن، تربت مرقد، مزار، جنازہ وغیرہ کی لغوی اصطلاحی نفیس تعریف معنوی افادیت پر گفتگو فرما کر پر لطف معلومات فراہم کی ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا غسل کفن اور دفن خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غسل مبارک جیسے معلومات افزا تحقیقات بھی شامل ہیں۔

نماز اہل ایمان کی معراج: اس کے کل 46 صفحات

ناشر مسلک اعلی حضرت حضرت مولانا مسعود رضا قادری صاحب کی تقریظ بھی ہے نماز کی اہمیت اور مسائل پر یہ ایک بڑا تحفہ اور ضروری معلومات کا ذخیرہ ہے انسانی زندگی اور آفتاب عبادت تجارت نہیں طہارت ظاہری و باطنی گناہ نجاست وغلاظت ہے انبیا کرام کی یادگار جماعت کے فوائد طہارت تیمّم، امام کی مطابقت مقتدی کے اقسام فرائض سنن واجبات اس طرح کے عناوین پر اختصار وجامعیت کے ساتھ بحث کی گئی ہے قاری بغیر اکتائے تھوڑے وقت میں زیادہ اور مفتی بہ معلومات حاصل کرسکتا ہے۔

شخص وعکس امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینے میں: صفحات 195

یہ کتاب شاعری کے حوالے سے رضا شناسی کے باب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے دوسو کے قریب صفحات پر حضرت قدیری علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کی شاعری کے مختلف اور متنوع جہات پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے امام احمد رضا کے اشعار میں جو علوم وفنون کے دریا جاری ہیں حضرت نے اس میں غواصی کر کے اپنی شاعرانہ مہارت اور تحقیقی ذہنیت کے گل بوٹے کھلائے ہیں اور اپنے انداز میں سمجھانے کی بھی کوشش کی ہے بعض اشعار کی تشریح بھی فرمائی ہیں کتاب کے آغاز میں حضرت مولانا جہانگیر اشرف رضوی صاحب کے قلم سے مصنف کا اجمالی تعارف ہے امام احمد رضا کی شاعری اور ان کے فکر وفن پر تبصرہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں اگر یقین نہ ہو تو حضرت قدیری صاحب کے جملوں میں اس حقیقت کو ملاحظہ کریں رضا صاحب علم وفن بھی اور شاعر بھی ہیں لہذا ان کے فکر وفن پر وہی تبصرہ کرسکتا ہے جو ان پر صحیح معنوں میں ادراک رکھتا ہو اسی طرح ان کی شاعری کو وہی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جو خود بھی شاعرانہ ذوق اور بلند پایہ شاعر ہو اس نقطہ نظر سے یہ نتیجہ آسانی سے نکالا جاسکتا ہے کہ رضا کی شاعری پر تبصرہ کرنے سے پہلے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ رضا کو سمجھنے کی صلاحیت رکھے اور ان کے فن سمجھے اور خود بھی شاعر ہو اقتباس کا ایک ایک حرف امام احمد رضا کے علمی وفنی مقام کو بیاں کرتا ہے جو باتیں قدیری صاحب کہی ہیں اس کے حق اور درست ہونے میں کوئی شک نہیں اور ایک بڑا طبقہ ان باتوں کی تصدیق کرتا ہے لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ صاحب کتاب نے اپنی شخصیت سے بھی پردہ اٹھایا دیا ہے اور اہل خرد کو ماننے پر مجبور کردیا ہے کہ ان کے کلام پر تبصرہ کرنے والے قدیری کی ذات بھی بڑی عظیم ہے ایک اور مقام پر رقم طراز ہیں البتہ نعت نگاری کی دنیا میں امام احمد رضا کی نعت ہے اور وہ اس میدان میں تنہا ہیں جن کی نعت میں پاس شرع بھی ہے تو شان رسالت کا لحاظ بھی الفاظ موزوں ومناسب اور انداز بیاں نہایت شگفتہ گویا نعت گوئی ہی نہیں بلکہ شریعت کی خوبصورت ترجمانی ہے صرف نعت نگاری نہیں بلکہ صحیفہ رسالت کی حسین تفسیر بھی ہے ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں قارئین! حضرت قدیری صاحب صرف کہتے لکھتے نہیں بلکہ اپنی کہی لکھی ہوئی باتوں پر دلیل بھی رکھتے ہیں پوری کتاب میں دلائل کی ماہ وانجم درخشاں ہیں۔ خدا توفیق دے تو آپ ضرور اپنے مطالعہ کی زینت بنائیں اور دل ونظر کو منور کریں۔

ہجری اسلامی ماہ وسال کے آئینے میں: صفحات 46

شمسی اور ہجری ماہ وسال کی حکمت اور حرمت والے مہینوں کی شرعی وضاحت قمری مہینوں کی لغوی ترکیبی تشریح یہ مختصر رسالہ بھی اپنی معنویت کے اعتبار سے مفید اور عام ہے۔ فردوس خیال صفحات 155 بارگاہ صمدیت وذات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیا وصلحا کے حضور منظوم خراج تحسین وعقیدت کا ایک حسین گلدستہ ہے حضرت قدیری صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے معبود ومحبوب سے قلبی وابستگی اور ان کی عظمت محاسن ومکارم کے ذکر کا محمود فریضہ انجام دیا ہے نعتیہ دیوان فردوس خیال کے ورق ورق سے عقیدہ توحید ورسالت کی خوشبو بکھر رہی ہے نظم ونثر کی دنیا میں ایک بلند پایہ ادیب اور شاعر ہونے کا شرف قدیری صاحب کو حاصل ہے۔

صنف نازک: صفحات 50

مساوات مرد وزن کے پردے میں صنف نازک کا استحصال کرنے والوں کی دلائل کی روشنی میں خبر لی گئی ہے اور اسلامی سائنسی نقطہ نظر سے خواتین کی عزت ووقار کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے ایک خاتون کا اپنا وجود اور اس کی ذاتی حیثیت کیا ہے اختلاط مرد وزن کیا ہے آج کا ہمارا معاشرہ کہاں جارہا ہے معاشرہ کی بہتر تبدیلی کے لیے کیا ممکنہ صورت اور تدابیر ہو سکتے ہیں قارئین! آپ بہت پہلے سے جانتے ہیں کہ عورت صنف نازک ہے لیکن وہ کیسے صنف نازک ہے اور وہ کون سے اسباب وعلل ہیں جس بنیاد پر عورت کو صنف نازک کہا گیا ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ پڑھیں اور سمجھیں تو اس کے لیے قدیری صاحب کا یہ رسالہ جو خوبصورت اسلوب اور دلکش الفاظ وبیان کا جادوئی مرقع ہے اسے ضرور پڑھیں اس کے مطالعہ سے آپ کے بند دروازے کھلیں گے اور اور ذہنی فکری خلجان کا ازالہ ہوگا غیر مسلموں کی جانب سے کیے جانے والے اعتراضات اور شکوک وشبہات ھباءً منثورا ہوتے نظر آئیں گے۔ قدیری صاحب کی تمام علمی ادبی قلمی کاوشات جاذبیت اور مقناطیسیت سے پر ہیں اسلامی فقہی سائنسی تاریخی معلومات کا خزانہ ہیں اور سب میں ملت اسلامیہ کی تربیت واصلاح کا ملی درد پنہاں ہے زبان نہایت سلیس اور انداز تفہیم یہ کہ ایک عام پڑھا لکھا انسان بھی استفادہ کر سکے مطلب فہم وفراست کے عین مطابق ہیں اس کے لیے مزید نگارشات جیسے تقدیر کائنات چراغ راہ، عکس جمیل تجلیات شرفان سب کے علاوہ آپ کے فتاوی کا خاصا ذخیرہ ہے راقم یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ آپ کی نگارشات کا تعلق معاشرے کے ہر فرد سے ہے اور آج ہم نے آپ کی شکل میں ایک قیمتی سرمایہ کھو دیا لیکن آپ کی یادیں اور اوراق پر بکھری باتیں ہمیں آپ کی یاد دلاتی رہیں گی اور آپ کا علمی فیضان جاری رہے گا رب قدیر آپ کی تربت پر رحمت ونور کی بارش فرمائے اور آپ کے علمی روحانی فیضان سے ہم سب کو مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کشن گنجوی حال مقام امین منزل سورجاپور بازار اتر دیناجپور بنگال

۳۱ جنوری ۲۰۲۲ء محبّ القادری دیناجپوری

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق، تاجدار علوم وفنون

مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی

فقیہ اسلام امام احمد رضا محدث بریلوی ۱۲۷۲ھ/ ۱۳۴۰ھ کے مخلص معاصر اور ممتاز رفیق کار یعنی اس ذرہ بے مقدار کے پردادا حضور قدوۃ العلما زبدۃ الفضلا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھما کی حیات وخدمات پر سمند تحریر کو لوح وقرطاس کے لق ودق میدان میں مہمیز کرنے کا جب منصوبہ بنا۔ تو قرعہ فال اس راقم الحروف کے نام ہی نکلا۔ نتیجتاً اس منصوبے کا آغاز ہوا۔ پہلے پہل مضامین ومقالات رسائل وجرائد میں شائع ہوئے اور پھر تسلسل کے ساتھ شائع وذائع ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۱/اکتوبر ۲۰۰۱ء کی جب تاریخ آئی تو ایک دانا وبینا اور صاحب فکر ونظر نے ایک الگ ہی راہ سوجھائی۔ جس کا بیان واظہار اس طرح پیوند قلم ہے۔ ''۱۱/اکتوبر ۲۰۰۱ء کو یہاں مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ میں جلسۂ دستار بندی تھا جس میں حضرت مولانا مفتی قاسم براہیمی سابق وزیر کابینہ حکومت بہار کی تشریف ارزانی ہوئی تھی۔ جلسے کی شب انہوں نے جب ماہنامہ اشرفیہ میں شائع شدہ مقالے کا مطالعہ کیا تو فرمایا ''اگر اسے کسی کتابچہ کی شکل دے دیں تو عوام وخواص سبھی بسہولت استفادہ کر سکتے ہیں۔'' (حیات حفیظی ۱۴۲۷ھ، ص:۹، ناشر حفیظ ملت اکیڈمی خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور، بارسوئی، کٹیہار، بہار مطبوعہ جام نور مٹیا محل جامع مسجد دہلی سن اشاعت: ۱۴۲۷ھ) حضرت والا کا یہی مشورہ منصوبے کو پگڈنڈی سے شاہراہ تک کھینچ لایا اس کے بعد جوش وخروش، امنگ وترنگ، اخلاص وایثار اور عزم محکم سعی پیہم کے ساتھ کام شروع ہوا۔ مواد ومعلومات کی مزید دریافت وطلب، دیدہ وشنیدہ جہتوں کی بازیابی، نادیدہ وغیر شنیدہ پہلوؤں کی تتبع وتحقیق وغیرہ وغیرہ یعنی ساری چیزوں وجملہ باتوں جو کہ کسی بھی گم گشتہ رجل کبیر وشخص جلیل کے احوال وآثار سے متعلق ہو سکتے ہیں۔

اس حوالے سے تگ ودو، آبلہ پائی، کوچہ گردی کے امور انجام دیئے جانے لگے جن کا ثمرہ یہ برآمد ہوا کہ ۵۶/صفحات پر مشتمل ایک رسالہ تیار ہوا۔ ۱۱/صفحے سے لے کر ۵۶/تک کی اصلاح ونظر ثانی شہیر ھند وسندھ عالم بزرگ فاضل برتر مبلغ اسلام حضرت علامہ ومولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی دام ظلہ علینا رکن المجمع الاسلامی ملت نگر مبارک پور اعظم گڑھ، یوپی نے فرمائی۔ باقی ماندہ صفحات جن میں رسالے کی تالیف اور تہذیب وآرائش کے رخ سے کلمات سینۂ قرطاس پر ثبت ہوئے تھے۔ ان کی اصلاح وصحت کے لئے میں نہ کسی کو جانا، نہ کسی کو دیکھا۔ میری ناتواں نظر اٹھی اور بجڑ ڈیہہ متصل جنتاہاٹ علاقہ بائسی پورنیہ کے معروف وقدیم ادارے ''مدرسہ محی الاسلام'' کی بوریائے بے ریائی پر دھونی رمانی والی شہرۂ آفاق ہستی، جو عالم وفاضل بھی تھی، مدرس ومفتی بھی تھی، متکلم ومناظر بھی تھی، پرسوز داعی ومبلغ بھی تھی، دنیائے دوں سے بے نیاز اور فکر ایں وآں سے آزاد بھی تھی، جو مسند مشیخیت پناہی پر گو کہ متمکن نہ رہا کرتی تھی مگر حاضر باشوں وحلقہ بگوشوں کے ظاہر وباطن کو جلا بخشتے وصیقل کرنے کا خداداد ہنر کا مالک تھی، امتیازات وخصوصیات، محاسن وکمالات، فضائل ومراتب، محامد ومقامات اور جہان خوباں کا حامل تھی، انہی کی چوکھٹ پر گیا اپنی ناقص فہم وخرد کی اُپج اور کج مج نوشتے کو اپنے ہاتھوں سے سامنے رکھا۔ بڑا کرم فرمایا، بڑی شفقت سے پیش آئے، اصلاح فرمائی، اور مفید آراء سے شاد کام کیا، معاً ایک

بات یہ رہ گئی کہ اس کا نام کیا رکھا جائے خواہش تھی کہ اگر تاریخی مادّے پر ہو تو زیادہ اچھا ہوگا۔ بارگاہ بندہ نواز میں اس دلی اضطراب کا بھی خیال رکھا گیا۔ چند منٹ ذہن پر زور ہی کیا ڈالے کہ ایک حسب موزوں، حسب حال، حسب خیال اور بہت شوبھا دینے والا نام ''حیات حفیظی'' ۱۴۲۷ھ'' پردۂ فکر پر چمک اٹھا جوں ہی گویا ہوئے طبیعت وخیال کی دنیا رقص کرنے لگی اس ہستی سے ۱۹۸۳ء سے باریاب ہو رہا تھا۔ صحبتوں پر صحبتیں پائی تھیں۔ زیارت وملاقات کا سلسلہ زلف یار کی طرح دراز تھا۔ مگر اس دن کی، اس تاریخ کی، ان ساعتوں کی زیارت وملاقات اور باریابی میرے ۴۷ رسالہ سفر حیات کا وہ قیمتی وگراں نمایاں واقعہ ہے جسے میں تادم آخر فراموش نہیں کر سکتا۔

کچھ یادیں کچھ باتیں ۔۔۔۔۔اس تعلق سے مندرجات بالا میں ایک اہم وتاریخی اور قابل یادگار بات آ ہی گئی جو درحقیقت ۳۹ رسالہ عہد تعلق کی مرکزی وباوزن اور وقیع بات ہے۔ ویسے سب سے پہلی زیارت ۱۹۸۳ء کے کسی ماہ جون یا جولائی میں ہوئی تھی ۔ پس منظر یہ ہے کہ مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور، تکیہ شریف، بارسوئی، کٹیہار، بہار جب ۱۹۸۱ء میں نشاۃ ثانیہ کے مرحلے سے گزرا اور یہاں علمی آفاق کے آفتاب، مناظر اعظم ہند، فقیہ النفس حضرت علامہ ومولانا مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مضطر (خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسند نشین درس وافتا ہوئے بلکہ اس صد سالہ مرکز اہل سنت والجماعت کی باگ ڈور بلا شرکت غیرے تھامی اور پھر یہ آپ کی شاندار، عہد ساز، مدبرانہ، مخلصانہ، عالمانہ قیادت میں شاہراہ فروغ وترقی پر بصفت سیل رواں چل پڑا۔ اور پھر جسکا چرچا وشہرت سیمانچل سے لے کر بنگال کے کثیر اضلاع تک ہوا۔ تو اسی دورانیئے کی بات ہے کہ حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری نوراللہ مرقدہ جو حالت سفر سے گزر رہے تھے اور کٹیہار سے بذریعہ ریل اپنے مستقر کی طرف جا رہے تھے کہ ناگاہ ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ اپنے مستقر نہ جا کر یہی کہیں، کھیم پور، یا سودھانی ریلوے اسٹیشن اتر جاتے ہیں اور رحمٰن پور پہونچ کر اپنے دیرینہ رفیق، ہم فکر وخیال، ہم پیالہ، ہم نوالہ اور جلیس وہم نشین مولانا مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مضطر سے ملاقات اور وقت گزاری کر آتے ہیں ۔ چنانچہ آپ یہاں قدم رنجہ ہوئے، ان دنوں ابو جان شاہ فرہاد عالم صاحب گھر پر ہی تھے۔ انہیں دیکھکر وہ بہت مسرور ہوئے ان کا شکریہ بجالائے پھر آؤ بھگت شروع ہوگئی۔ قریب دوپہر تشریف ہی لائے تھے۔ ظہر آنے کا بندوبست کیا گیا۔ رات بھی یہیں بسر کی ۔ صبح کی ٹرین سے حضرت قدیری صاحب روانہ ہونا چاہ رہے تھے مگر جیسا کہ میں نے پہلے لکھا کہ ماہ جون یا جولائی تھا آسمان گرج برس رہا تھا۔ ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ موسم تھا کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ بلا آخر دوسری شب بھی یہیں فروکش ہوئے اسی شب میں کہ موسم خوشگوار تھا۔ جھما جھم بارش خاموش تھی۔ حضرت مضطر صاحب قبلہ اور حضرت منظر صاحب قبلہ اور دیگر اساتذہ مدرسہ کہ جو سبھی ایک ہی حجرے میں مجلس آراستہ کئے ہوئے تھے۔ آپس میں علمی مذاکرہ کرنے لگے ۔۔۔۔۔گفتگو کے ماحول کا رنگ گرما گرم بحث وتمحیث کی شکل اختیار کر گیا۔ چلتے چلاتے ''علم دراست اور علم وراثت'' کی بات چھیڑ گئی۔ پھر زیر بحث کیا کچھ باتیں آئیں اور کس طرح کی علمی موشگافیوں نے اپنے جلوے دکھائے۔ اپنی کم سنی اور نارسائی کی وجہ سے زیادہ کچھ کہنے سے عاجز ہوں۔

بہر حال پھر یہ ہوا کہ دیر شب دسترخوان چنا گیا۔ ہم ضیافت کنندگان نے اپنے اپنے فرائض نبھائے۔ پھر نماز عشا پڑھ کر یہ حضرات محو خواب ہوئے۔ تیسرے دن موسم صاف تھا۔ ٹرین کا وقت خیال فرما کر حضرت منظر صاحب قبلہ رخصت ہوئے یہی وہ میری پہلی زیارت وملاقات تھی۔ جس کا نقشہ ومنظر ایک طویل عرصہ بعد آج بھی آنکھوں کی کٹوریوں میں محفوظ اور باقی ہے۔

(۳) جیسا کہ سطور بالا میں عنوان کلام کے حوالے سے دوامر ھدیہ قارئین کئے گئے، جہاں تک سارے واقعات اور یادداشت کے آئینے میں موجود گزشتہ کے تمام امور وحقائق کو یکجا کرنے کی بات ہے تو یہ امر واقعہ اس مختصر تحریر کا متحمل نہیں۔ ہم نشینی ومصاحبت اور ربط وتعلق کی داستان تقریباً ۳۹/۳۸ سالہ دور کو محیط ہے۔ دارالنور شرفیہ خانقاہ لطیفیہ گانگی شریف کشن گنج بہار جس کے بانی مبانی شہرت یافتہ جید عالم دین، صوفی باصفا، مرجع خلائق وانام حضرت سیدنا شاہ شرف الدین حفیظی ابوالعلائی علیہ الرحمۃ الباری (وفات ۳۰ رشوال المکرّم ۱۳۶۹ھ) ہیں۔ اس دارالنور شرفیہ کے ۷۲ یا ۷۳ سالہ منازل سفر میں تعمیر وترقی، فروغ وعروج، شہرت ومقبولیت اور اس کی سست رگوں میں تازہ خون فراہم کرنے کے رخ سے بہتیرے اور لوگوں کے ساتھ ساتھ حضرت منظؔر کا بھی اہم کردار اور انقلابی اقدامات رہے ہیں۔ یہ اٹل چٹان جیسی وہ تاریخی حقیقت ہے۔ جسے بھولے بھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ دارالنور شرفیہ گانگی شریف کے عرس میں بارہا شرکت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ جب کبھی گیا تو وہاں کی روح رواں شخصیت حضرت منظؔر صاحب قبلہ کی زیارت وہم مجلسی ضرور بالضرور نصیب ہوئی۔ ۱۴۲۸ھ کے سالانہ عرس سراپا قدس میں جب حاضری ہوئی تو حسب امید پھر دید وملاقات سے آنکھیں چار ہوئیں۔ لیکن یہ ملاقات وصحبت کچھ اور ہی منظر نامہ پیش کی۔ وہ یہ تھا کہ حضرت منظؔر صاحب قبلہ اپنی عرق ریز محنت اور حضرت مولانا شاہ شرف الدین علیہ الرحمۃ سے نیاز وعقیدت کا حسین گلدستہ یعنی ''تجلیات شرف'' عطا فرمایا اس میں حضرت ممدوح نے صاحب تذکرہ کے احوال وآثار کے تعلق سے جملہ گوشوں کا احاطہ فرمایا ہے۔ اور خطہ بہار کے اس عظیم صوفی عابد مرتاض، مخلص وایثار شعار داعی ومبلغ، ذہن رسا شاعر، بے بدل واعظ وخطیب کے نقوش گفتار وکردار کو جمع فرمادیا ہے۔ جو بلاشبہ اہل سنت والجماعت پر ان کا احسان رفیع الشان ہے۔

(۴) حضرت شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ کے حوالے سے ''تجلیات شرف'' یقیناً اولین ماخذ ومصدر اور بیش بہا مواد ومعلومات کا وقیع وگراں قدر مخزن ہے۔ تاہم شاید کسی وجہ سے اس میں ایک اہم بات حوالۂ تحریر ہونے سے رہ گئی ہے۔ وہ ہے کہ حضرت شاہ شرف الدین حفیظی ابوالعلائی، کس کے تراشیدہ تھے؟ کس کے ریزہ خوار وخوشہ چیں تھے؟ کس نے انہیں مرحلہ در مرحلہ، منزل بمنزل راہ سلوک وتصوف طے کرایا تھا؟ علم شریعت وطریقت سے مالا مال کس طرح کیا تھا؟ وہ کون تھے؟ ان کا تعلق کہاں سے تھا اور ان کے احوال وخدمات کیا تھے؟؟ وغیرہ وغیرہ کچھ قیمتی باتیں ایسی تھیں اور ہیں۔ جو حق تقاضہ کے طور پر اس میں جگہ نہ پاسکی ہیں۔ اجمالاً ہو یا تفصیلاً۔ ۱۲ رشعبان المعظم ۱۴۲۹ھ میں جب حضرت لطیفی رحمٰن پوری علیہ الرحمہ کی حیات وشخصیت پر ایک مجلّہ لکھنے بیٹھا پھر ارادہ بنایا کہ اس میں حضرت موصوف کے بارے میں ہر چھوٹی بڑی چیز یعنی جمیع پہلوؤں کو سمیٹ کر اسے قارئین تک پہچاؤں گا۔ تو خاکہ بنا کہ ''اخبار نما'' ہوگا اور ۱۲/۱۱ رصفحات پر مشتمل کام شروع کیا اور کئی ایک روز میں یہ تکمیل کی دہلیز تک پہنچ گیا۔ مجلّہ تھا۔ اس لئے ایک اداریہ بھی قلم برداشتہ لکھا اداریئے میں جہاں بہت باتیں زیر تحریر آئیں وہیں ''تجلیات شرف'' کو پیش نگاہ رکھ کر اس ہیچمداں نے ''حضرت منظؔر صاحب قبلہ'' کی بارگاہ عافیت پناہ میں گلے شکوے بھی کئے۔ عبارت ملاحظہ ہو ''تجلیات شرف'' نامی تالیف بھی چند سال پہلے منصّہ شہود پر آئی ہے۔ اس میں بھی حضرت لطیفؔی کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ وجہ یہ کہ یہ حضرت لطیفی ہی کے ایک صاحب اختصاص یعنی محبوب شاگرد اور تسکین جاں مرید وخلیفہ حضرت مولانا شاہ شرف الدین حفیظی گانگی کشن گنج، بانی دارالنور شرفیہ خانقاہ لطیفیہ کی مستند سوانح عمری ہے۔ اے کاش اگر اس کے مؤلف محترم ایک استاذ ومرشد طریقت کی حیثیت سے حضرت لطیفی کے شخصیاتی خدوخال پر اس میں کچھ

ضروری مواد ومعلومات رکھ چھوڑتے تو یہ لطیفی شناسی کی راہ میں ضرور ایک معاون عنصر ثابت ہوتی۔ پھر بھی یقیناً یہ لطیفی شناسی کی راہ میں کم از کم ایک مدھم سی لو ہے۔ اسے جماعت اہلسنت کے مقتدر عالم دین اور صاحب طرز قلم کار اور مشرقی بہار کی واجب القدر شخصیت حضرت علامہ مولانا مفتی حسن منظر قدیری صاحب دامت برکاتہ نے تالیف فرمائی ہے۔،،(حضرت لطیفی مجلّہ صفحہ ۳ر ناشر حفیظ ملت اکیڈمی خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور، مطبوعہ، ایچ اے پرنٹرس ہوڑہ سن طباعت ۱۴۲۹ھ)''حضرت لطیفی مجلّہ'' جب بموقع عرس وحیدی منظر عام پر آیا۔ لوگوں نے لیا پڑھا مطالعہ کیا۔ تو شاباشی، دلدہی، خیر مقدم، اور کلمات تحسین وآفریں کے جملہ حوصلہ افزا عناصر نے ماحول وفضا کو معطر معطر اور سجاؤ سنوار دیا۔ بعد عرس وحیدی ''حضرت لطیفی مجلّہ'' کی کئی کاپیاں حضرت ممدوح کی خدمت فیض درجت میں بھی بھیجیں۔ حضرت نے مطالعہ فرمایا اور جہاں وہ باتیں تھیں ان سے نہ ان کا دل ملول ہوا اور نہ ہی ان کی کائنات ظرف وفکر پر آنچ آئی۔ بلکہ کسی ملاقات میں حضرت ممدوح نے میری باتوں سے اتفاق کیا اور عنایتوں وشفقتوں کی شبنمی چھینٹوں سے بہرور بھی فرمایا۔ پھر مختلف ذرائع سے پتہ چلا کہ آپ نے مرسلہ کاپیوں کو حضرت علامہ مولانا امام اختر رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان سابق صدر المدرسین الجامعۃ النظامیہ فیض العلوم ملکپور ہاٹ دالکولہ اور حضرت علامہ مولانا غلام یٰسین رضوی مدظلہ العالی شیخ الحدیث الجامعۃ النظامیہ کو بھی دکھلایا، پڑھوایا اور ان مقامات کی نشاندہی فرماتے ہوئے کچھ ارشاد بھی فرمایا۔

(۵)''حیات حفیظی''، تو صحیح معنوں میں ان کے ہی مراحم خسروانہ کا باڑا تھا۔ پھر میں نے ''حضرت لطیفی مجلّہ'' جو دراصل حضرت ممدوح کی ہی ترغیب وتشویق کا نتیجہ تھا۔ عوام وخواص کی خدمت میں پیش کیا۔ بعدہ بعض اقارب واحباب اور متعلقین وحلقہ بگوشوں کی آرا ومشوروں سے ایک علیٰحدہ تحریری کاوش حاضر کرنے کا پروگرام بنایا۔

''شاہ حفیظ الدین اور جہان علم ودانش'' کتابچہ کی صورت میں تھا اس میں ملک بھر کے طول وعرض سے علماء، فضلا، مفکرین ودانشوران، شائقین لوح وقلم وغیرھم کے پچیس تاثرات وخیالات ہیں۔ اپریل ۲۰۰۹ء میں منصۂ شہود پر آیا اور صاحبان ذوق وشوق کے مطالعے کا سامان بنا۔ اس میں حقیر سراپا تقصیر نے انتساب سرخی کے تحت جہاں اول اول حضرت لطیفی کے پیر خانہ ''خانقاہ عشق پاک متن گھاٹ پٹنہ'' کے آسودہ خواب ابدی مشائخ وصاحبان مزار کے دربار گہربار میں نذرانہ غلامی وعقیدت حاضر کیا وہیں اخیر میں یہ اپنے شکستہ خوردہ قلم وتحریر کو ان مندرجہ ذیل الفاظ وجملوں سے تقویت بہم پہنچانے کی اپنی سی سعی انجام دی۔''اور منسوب ہے، علم وفضل کے ان مناروں اور فکر وفن کے ان ستاروں کے نام:۔۔۔امام علم وفن مظہر علوم اعلی حضرت حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی سنگھیاں، پورنیہ، محقق دوراں شیخ طریقت حضرت مفتی عبید الرحمٰن رشیدی بنی باڑی، کٹیہار، فقیہ النفس مناظر اہل سنت حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پچھلا، کشن گنج، فقیہ عصر خطیب اسلام حضرت مفتی ایوب مظہر، سیملباڑی، بائسی، ماہر علوم نقلیہ وعقلیہ حضرت مفتی حسن منظر قدیری گانگی، کشن گنج۔ یہ حضرات گرامی منزلت حضرت لطیفی کے ہم وطن ہیں۔ اور حضرت لطیفی اور ان جیسے دیگر عاشقان پاک طینت کی روش پر گامزن رہ کر آفاق وانفس کی پنہائیوں تک اسلامی پیغامات وتعلیمات کو پہنچانے میں شبانہ روز سرگرم عمل ہیں۔ جیسا کہ صاحب دل ممتاز ترین اہدیوان شاعر امیر مینائی نے کہا ہے ''مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں۔ (شاہ حفیظ الدین اور جہان علم ودانش''صفحہ ۴ر ناشر حفیظ ملت اکیڈمی خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور تکیہ شریف''سن اشاعت ۲۰۰۹ء)

ان نوسطروں میں سیما نچل کے جن پنج ستاروں کے اسمائے گرامی والا نامی آئے ہیں۔ایک زمانہ بعد آج جب سوچتا ہوں تو کلیجہ منھ کو آجاتا ہے۔خواجہ صاحب نے محفل ویران کردی،مفتی مظہر صاحب نے بھی اپنی بساط الٹ دی۔آخر الذکر یعنی حضرت علامہ مولانا مفتی حسن منظر قدیری جو اپنی اس اخیر عمر طبعی میں گرچہ وطن میں ہوں یا بیرون وطن ملک کے پورے ماحول وفضا اور یہاں کی دھرتی سے آکاش تک کے حق میں اپنے وجود مسعود کو لئے آبشار کی طرح تھے جو ماحول وفضا میں مانوس ترنم اور خوش الحانی کا سماں باندھتا ہے۔اس سورج کی طرح تھے کہ جس کی ضیابار کرنیں ہر ایک کو حرارت وتازگی بخشتی ہیں۔اس چودھویں چاند کی طرح تھے کہ جس کی روشنی مومنی صورت بن کر ہر ایک کے دل ودماغ کو سکون وقرار عطا کرتی ہے۔یہ بھی اس بزم کو ۳؍جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۷؍جنوری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ سونی کر گئے۔جو کہ چشمۂ سلسبیل بنی ہوئی نظر آتی تھی۔علم وفن،فکر وادب،وعظ وارشاد ،دعوت وتبلیغ ،ردومناظرہ،تحریر وتصنیف،قضا وافتا،سلوک وتصوف،تحریک وتنظیم،جلوس وکانفرنس غرض کہ ہر قدیم وجدید شعبۂ علم اور جدوجہد کے ہر میدان سے مخلصانہ ووالہانہ رشتہ رکھنے والی یہ غیر معمولی ،قد آور ''جبل شامخ'' بحر ناپیدا کنار شخصیت جہان سنیت کے درمیان نہیں رہی۔خلا پر خلا ہو رہا ہے۔پر ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔فقط بارگاہ رب قدیر ومقتدر میں دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لاساقی

(غالب)

خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور،بارسوئی،کٹیہار،بہار

☆☆☆☆☆

حضرت کنزالدقائق اور غزل گوئی

[میں تیرا حسن ترے حسنِ بیاں تک دیکھوں]

تبریز رضا افقر پورنوی

آج آپ کی وفات کے کئے دن گذر گئے۔ میں نے جب بھی کچھ لکھنا چاہا پہلے مجھے خود کو پُرساں دینا پڑا۔ یہ اس لیے کہ شاید آپ سے ہمارے مراسم ہی کچھ ایسے تھے۔ آپ کے ساتھ ذاتی لگاؤ گھریلو رابطے مدتوں رہے، میں نے آنکھیں کھولی ہوں گی تو آپ کا جلوہ زیبا میری آنکھوں کے سامنے رہا ہوگا، میں نے لاشعوری کی منزلیں آپ کے سامنے طے کیں، شعور بھی آپ کے آگے پایا۔ اب اگر اسی پر لکھنے لگ جاؤں تو یہ صفحہ آنسوؤں سے بھیگ جائے گا یا یہ تحریر آپ بیتی بن کر رہ جائے گی۔

بہرحال یہ مرثیت زدہ! ہجوم یاس سے نکل کر بیتے لمحوں کی کسک ساتھ لئے ذات اعلیٰ صفات کی طرف متوجہ ہے۔ اس یقین کے ساتھ کہ آپ کی روحانی توجہات ہماری طرف مبذول ہوں گی اور آپ کے الطاف ہم پر جاری ہوں گے۔

ہزار کم نظری کے باوجود جب ہم نے اس پیکر کمال کی طرف دیکھا تو ہمیں ایک شخص کے دو عکس نظر آئے یعنی ایک شخصیت کی دو جہتیں سامنے آئیں۔ ایک کنزالدقائق، دوسری ادیب شہیر۔

مسلّم ہے کہ آپ کی ایک باضابطہ علمی شخصیت تھی، آپ ایک مکمل درس گاہ اور ایک کامل دانش گاہ تھے، گو کہ آپ کا کنزالدقائق ہونا میرا موضوع نہیں اور میں اس قابل بھی نہیں کہ میں آپ کی دینیات، درسیات وفقہیات پر آپ کا خاکہ پیش کرسکوں، پھر بھی آپ کے عالمانہ وقار پے دو سطر لکھے بنا بات نہیں بنتی، جتنا کہ میں نے محسوس کیا ہے آپ علوم دینیہ، شرعیہ، فقہیہ، افتا، حدیث، اصول، تفسیر، تشریح، تلخیص، تحقیق، تعمق، اصطلاح، اقتباس، استشہاد، جزیات، ادلہ، حوالہ اور نقل وتمثال سے مملو تھے، آپ ادیب، مفکر، محقق، مدبر اور ماہر تھے۔ آپ کے اندر جتنا بھی فن تھا آپ کو اس فن کا مکمل ادراک تھا۔ آپ کے اندر فن کے کلیات کو سمجھنے کی قوت تھی۔ فنون کے حقائق کو جاننے کی ذہنی صلاحیت موجود تھی۔ حق تو یہ ہے کہ آپ حواس باطنی سے واقعات، حالات اور اس کی باریکیاں دریافت کر لیتے تھے۔ آپ کو کیفیات پے آگاہی حاصل تھی، آپ نفسیات سے بھی واقف تھے کل ملا کر آپ کی علمی جامعیت ہی آپ کی انفرادیت تھی۔

میں نے امام علم وفن کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''اگر مجھے آپ کی طرح علم ہوتا تو میں پوری دنیا پر چھا جاتا'' خیر یہ آپ کے نوازنے کا طریقہ تھا۔ مگر یہ اس لئے بھی تھا کہ آپ عصری علوم سے آراستہ تھے، آپ کو ریاضی اور انگریزی بھی خوب آتی تھی، آپ مافی الضمیر کی ادائیگی عمدہ طریقے سے کرتے تھے، آپ کے اندر سلیس اور شستہ بات کرنے کا کافی سلیقہ موجود تھا، خطاب دعوت وارشاد وتبلیغ آپ کی زندگی کا عملی حصہ تھا، آپ نے بائسی کو کم وبیش ۳۵ رقیمی عروج کے مہ وسال دیئے اور آپ کی زندگی اس سانچے میں ڈھلی رہی۔

لفظوں کے ہیر پھیر سے رہتے ہیں دور دور
ہم عام فہم سہل سے سادہ سلیس لوگ

آپ نے دارالعلوم کے ساتھ خطے کو بھی خوب فیضیاب کیا، آپ نے کبھی بھی یہاں کے خلوص کو نظر انداز نہیں کیا، ہر چھوٹی بڑی دعوت قبول فرمائی، ہو نہ ہو یہاں کے ہر صحن و آنگن میں آپ کے باندھے گئے بندھن کے پھول کھلتے ہوئے نظر آئے، ہر قبرستان میں آپ کی طرف سے ادا کی گئی نماز جنازہ کی میت اپنی قبروں میں وصل حقیقی کی لذتیں لیتے ہوئے دکھ جائیں، یہاں کے ہر در و دیوار کو آپ کے لمس کا احساس ہے، ہر کچی اور پکی سڑکوں پر آپ کے نقوش قدم ہویدا ہیں، یہاں کی فضا میں آپ کے دامن پیراہن کی خوشبو بکھری ہوئی ہے، یہاں تو آپ کی پاکدامنی کے قصے زبان زد عام ہیں، یہاں آج بھی ہر تکیہ و چادر کو آپ کی آمد کی حسرت ہے۔ وا حسرتا!

آپ ہر لحاظ سے بحر بیکراں تھے اور بہت سے دریائے ناپیدا کنار پیدا بھی کئے، جن سے تشنگان سیراب ہوتے ہیں، جو علم کے صدف زار سمندر سے موتیاں نکالتے ہیں، کائنات کو اس کی قدر و قیمت کا احساس دلاتے ہیں اور یہ سب آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ تو آپ کی پہلی جہت کنز الدقائق کے علمی اعشارے کا دقیقہ حصہ بھی نہیں تھا۔

آپ کی شخصیت کی دوسری جہت ''ادیب شہیر'' ہے۔ اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی لکھنے والا آپ کے ادبی پہلو پر لکھے تو آپ ادب کے ہو کر رہ جائیں۔ بحیثیت ادیب شہیر آپ ادیب بھی ہیں اور ادب نواز بھی، سخن گو بھی ہیں اور سخن شناس بھی، صاحب طرز انشا پرداز بھی ہیں اور قابل قدر انشا پردازون کے قدر دان بھی۔ پھر آپ کی اس ادبی جہت کے بھی دو پہلو ہیں نثر اور نظم۔ اور آپ دونوں پہلوؤں میں ہر صورت فٹ ہیں۔

یہ آپ کی بلند خیالی شعوری بالیدگی، باریک بینی، ارفع مزاجی، فہم و فکر و ذکا، عبور و مہارت اور عقل و آگہی آپ کی سوچ کے زاویے کو لمحہ بلمحہ ارتقاء بخشتا ہے۔ پھر وہاں سے جو ادب کشید ہوتی ہے ادب کے پرستاروں کے لئے لازوال نعمت بن جاتی ہے اور ادب کا ہر قاری اس سے اپنے ظرف بھر حظ اٹھاتا ہے۔ وہ تو نہایت کمزور ذہن کے لوگ ہوتے ہیں جو ادب سے متاثر ہوئے بغیر رہ جاتے ہیں سعادت حسن منٹو نے کہا تھا ''جو لوگ روحانی ذہنی اور جسمانی لحاظ سے تندرست ہیں اصل میں انہیں کے لئے شاعر شعر کہتا ہے، افسانہ نگار افسانہ لکھتا ہے اور مصور تصویر بناتا ہے''۔ بقول جمیل جالبی ''شعر پڑھنا، سمجھنا اور اس سے لطف اندرز ہونا خود ایک تخلیقی عمل ہے'' ۔ میں کہتا ہوں ادب کی تخلیق ہی بالغ ذہن کے لئے ہوتی ہے، ادب سے لطف اندوز ہونے کے لیے انسان کا شوخ و ظریف ہونا ضروری ہے۔ ادیب شہیر کے قلم میں شوخی ہے، طنز ہے، ظرافت ہے، مزاح کا عنصر بھی ہے اور غم والم کی آمیزش بھی ہے۔

آپ کی نثر ہو یا نظم میرا دعویٰ ہے کہ آپ کے پڑھنے والوں کو ان ساری کیفیتوں سے گزرنا ہوگا، آپ کی تحریر میں نقطہ ہائے دقیق کی عقدہ کشائی، حالات حاضرہ کے درپیش مسائل، ماضی کی عبرتانی اور مستقبل کے اندیشے ہیں۔ کھل کھلاتی دھوپ، رم جھم بارش، سہانی صبح، مچلتی شام، بھیگی زلف روشن چہرہ سب کچھ تو ہے۔ یہ جو آپ نے چھوڑے ہیں آپ کے نگارشات نہیں مرادوں کی تسکین ہے ۔ یہاں نکتہ سنج و نکتہ دان و نکتہ بیں کے لیے کافی مقدار میں باریکیاں رکھی ہیں۔ صاحب دل یہاں سے آیت محبت نکالتے ہیں، عاشقوں کو یہاں حدیث دل مل جاتی ہے، آپ کی ادبی تخلیقات کیا ہیں؟ واقف اسرار و رموز کے لیے اردو کے صحیفے ہیں۔ آپ پختہ ادیب ہیں اس لیے آپ نے نثر و نظم دونوں میں طبع آزمائی فرمائی، جب کہ آپ حقیقی شاعر ہیں اور مجھے اپنی بساط بھر کچھ لکھنا بھی ہے تو

آپ کی شاعری پر ہی۔ چونکہ نثر نظم کا پیش خیمہ ہوتا ہے تو آپ کی ہر نثری طرز نگارش بھی تفہیم شاعری کا پیش خیمہ ہوگا۔اس لئے میں آپ کی نثریات سے سرسری گذرنا چاہتا ہوں۔

صرف اس شوق سے پوچھی ہیں ہزاروں باتیں
میں ترا حسن تیرے حسنِ بیاں تک دیکھوں

مگر حسنِ بیان کو دیکھنے کے لیے حسن نظر کی ضرورت پڑے گی اور مجھ میں وہ حسن نظر کہاں۔ ہاں! شوق نظر ضرور ہے اور میں نے اسی شوق و وارفتگی کو لے کر آپ کی نثری کاوش ''صنف نازک'' کو دیکھنے کی کوشش کی تو آنکھیں خیرہ ہوگئیں، دانتوں تلے انگلی دبائے رہ گیا، ہائے ہائے! کس افسانوی انداز میں قرآن کی آیتوں اور احادیث کی روایتوں کے حوالے سے آپ نے ایک عورت کی تخلیقی غوامض اور اس کے نسوانی وجود کو پیش کیا ہے۔لفظوں کی نشست و برخاست، تراکیب کی بندش ایسی کہ گویا یہ کوئی مختصر سا رسالہ نہ ہو لفظوں کا یاقوتی محل ہو، جس میں جابجا اطلس و کمخواب بچھے ہوں، جس کے طاق و محراب پے موتی و مرجان جڑے ہوں، جس کی دیواریں زمرد و لولو کی چمن بکھیرتی ہوں اور کیوں نہ ہو کہ زبان و بیان سے محتاط، فکر و فن کی رعنائیوں سے آگاہ، شعوری توانائی سے بھر پور جب کوئی تعمیر ہوتی ہے تو اسی طرح معانی کا آئینہ خانہ وجود میں آتا ہے۔

مختلف لوگوں نے عورتوں کے تعلق سے مختلف نظریات قائم کئے۔

کسی نے کہا تقدیر، طوفان، موت، جہنم، زہر ان میں سے کوئی اس قدر خطرناک نہیں جتنی کہ عورت۔

یہودیوں کے مطابق عورت موت سے زیادہ تلخ ہے

مسیحی علما عورت کے بارے میں کہتے ہیں عورت ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، ایک غارت گر دل ربائی اور ایک آراستہ مصیبت ہے۔

روسی مثال ہے ''دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے''

اطالیوں کا قول ہے ''گھوڑا اچھا ہو یا برا اسے ہنٹر کی ضرورت ہے اسی طرح عورت اچھی ہو یا بری مار کی ضرورت ہے''

اسپینی مثل ہے ''ہر عورت سے بچنا چاہئے، مگر اچھی عورت پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے''

اسی طرح الگ الگ لوگوں نے عورتوں کے لئے الگ الگ مفروضے تراشے۔کسی نے اسے پھول کی سیج دی تو کسی نے اسے کانٹوں بھری راہ بتایا۔

میں نہیں کہتا کہ ان میں سے کسی نے عورتوں کی تذلیل کی ہے۔انہوں نے اپنے تجربات و مشاہدات سے جو محسوس کیا اسے اپنا نظریہ بنایا، مگر جب یہ لبرل زدہ عورت کی عظمت پر کچھ لکھتے ہیں تو خود اخلاقی سطح سے گر کر عورت کو قعر مذلت میں دھکیل دیتے ہیں۔کبھی کسی خوب صورت عورت کی تصویر لگا کر اس پہ لکھتے ہیں، اور تم اپنے رب کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے، کوئی کہتا ہے، من پسند عورت اور اپنے مسلک کے مولوی کی بات بندے کو کبھی غلط نہیں لگتی، کوئی کہتا ہے، من چاہی عورت میں خدا نے بڑی شفا رکھی ہے، اسکے بس چھو لینے سے ہی مرد کی ہر مشقت سہل ہو جاتی ہے، انہیں بے اعتدالیوں کے بیچ حضرت ادیب شہیر اسلامی نظریے کو اپنے اسلوب میں ڈھال کر، صنف نازک، کی تخلیق فرماتے ہیں اور کائنات کی تمام رعنائیوں، دل فریبیوں اور درخشانیوں پر فوقیت دیتے ہوئے بزبان

علامہ اقبال گویا ہوتے ہیں:

وجود زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

میں یہاں ''صنف نازک'' سے کوئی اقتباس پیش کئے بنا اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ نے جو عورت کی کجی کو بھی عین فطرت قرار دے کر اسے عزت بخشی ہے اس نے آپ کے معیارِ قلم کو بہت اونچا اٹھایا ہے۔

ہے کجی عیب مگر حسن ہے ابرو کے لئے
تیرگی بد ہے مگر نیک ہے گیسو کے لئے

اگر زندگی نے مہلت دی تو ''صنف نازک'' کے جمالیات پر ایک مضمون ضرور لکھوں گا۔

میں سرِ دست یہاں آپ کی شاعری یا شعریات پر کچھ لکھنے کا حوصلہ کرتا ہوں۔ اس دعا کے ساتھ کہ

بس اتنی شعر فہمی عطا کیجئے مجھے
مجھ سے کبھی غلط نہ ہو تفہیم شعر کی

(آذر)

میں نے جتنا بھی آپ کی شاعری کا مطالعہ کیا ہے آپ نے کہیں بھی صنف شاعری کے ساتھ منافقت نہیں کی ہے ادب کو ادب کی طرح پیش کیا ہے، ادب کے ساتھ ادبی سلوک روا رکھا ہے، ظاہری پردے کا ڈھونگ نہیں رچا ہے بلکہ ''دنیا کیا سوچتی ہے موقع ملا تو سوچیں گے'' کے پیراگراف پر چلتے ہوئے آپ نے بتا دیا کہ دنیا والوں کی سوچ سے سوچنے والوں کی دنیا الگ ہوتی ہے۔

مجھے یاد آرہا ہے کہ آپ نے کبھی ادب کی تعریف میں کہا تھا کہ ''ادب۔ حسن الفاظ، حسن ترکیب، حسن خیال اور حسن بیان کا نام ہے''۔ اس زاویے سے آپ نے خوب ادب کو حسن بخشا، نت نئے طور پے ادبی خوبصورتی کا مظاہرہ کیا، آپ کی شاعری کی بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ کی شاعری نے تقاضہ بشری کے تحت انسان کو جینے کا شعور عطا کیا۔ آپ نے شاعری سے انسان کو ولی نہیں۔ انسان کو انسان بنانے کا کام کیا ہے۔ ہاں آپ نے کچھ شاعری عبادت کی غرض سے کی ہے تو کچھ اپنی تسکین کے لئے، ذہنی ژولیدگی سے نکلنے کے لیے۔ تو اس طرح سے لامحالہ آپ کی شاعری کے بھی دو پہلو نکل آئیں گے۔ عبادت اور خدمت۔ یعنی نعت و غزل۔ اور دونوں میں اتنا قدر مشترک ہے، اس قدر التباس ہے کہ اشارات، کنایات، تلمیحات و استعارات سے تو آپ فرق پیدا کر ہی نہیں سکتے۔ غزل میں نعت کا پہلو نمایا ہے تو نعت میں غزل کا روپ اجاگر ہے۔

انہیں کے گیت کا سنگیت ہے دل کی دھڑکن
انہیں کے پیار کا نغمہ ہے دل کی تاروں میں

آپ کہہ ہی نہیں سکتے کہ نعت کا شعر ہے یا غزل کا۔ جبکہ یہ نعت کے تحت کہا گیا ایک شعر ہے۔ ایسی بے شمار مثالیں ہیں۔ اس لیے اگر آپ کو ان کی غزلوں پر لکھنا ہے تو ان کی نعتیں پڑھنی ہوں گی اور اگر ان کی نعتوں پر لکھنا ہے تو ان کی غزلیں پڑھنی ہوں گی۔

آپ کی ہر طرز نگارش اور پیرائے تحریر میں اتنی دلکشی ہے دل چاہتا ہے کہ آپ کی تمام صنف سخن پے کچھ نہ کچھ لکھوں۔مگر بقول احمد ندیم

اک حقیقت سہی فردوس میں حوروں کا وجود
حسن انساں سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

بس یہی سوچ کر آپ کے باقی کمالات سے صرف نظر کر کے صنف غزل کی طرف آ گیا ہوں۔غزل گوئی شاعر کا فطری عمل ہے اور آپ نے عروس غزل کے گیسو خوب سنوارے۔ایسا نہیں کہ آپ سے بہتر کسی نے نہیں کہا، ایسا بھی نہیں کہ آپ نے کسی سے بہتر نہیں کہا مگر ایک تصرف کے ساتھ میں کہوں گا کہ

ٹھہرا نہیں سخن میں کسی کے بھی ساتھ تو
یعنی تو جس جگہ ہے وہ تیرا مقام ہے

آپ نے جتنی بھی شاعری کی وہ آپ کی پہنچان بنی، آپ کی شاعری نے اپنے لئے ایک مقام طے کیا اور ہر حال میں اپنی انفرادیت اور اپنا تشخص برقرار رکھا۔آپ کی شاعری میں جو بات ہے وہ کلاسیکی ادب کا رچاؤ ہے۔آپ کے مصرعے میں اتنی شائننگ ہوتی ہے کہ نظر پڑتے ہی پھسل جاتی ہے۔آپ کو لفظ سے لفظ جوڑ کر اسے خوب صورت تراکیب میں پیرونا، اس پہ عمدہ خیال باندھنا اور اس میں بلاغت کا رنگ بھر کر اپنی زمین میں سخن سازی کرتے ہوئے سہولت سے گذر جانا آتا ہے۔آپ کی غزلیں ذاتی سطح سے لے کر کائناتی سطح تک کے موضوعات سے ہم آہنگ ہیں۔آپ لفظ و خیال کو تخلیق کے جس سانچے میں چاہیں ڈھال دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔آپ نے اپنے علم، خیالات، احساسات، تجربات اور معلومات سے جو کچھ بھی اپنی زندگی میں حاصل کیا اسے پائداری کے ساتھ اپنی غزلوں میں ڈھالا۔آپ کے ہاں تاریخ و تہذیب سے وابستہ اشعار بھی ملتے ہیں، آپ نے دکھ درد کی داستانیں بھی رقم کی ہیں، آپ کی غزلوں میں خوشی کے تاثرات بھی ہیں، آپ جب حکایات خوں چکانِ جنوں لکھنے لگتے تو آپ کے قلم سے لہو ٹپکنے لگتا، آپ زندگی کے شاعر ہیں، آپ نے بہت قریب سے دنیا کو دیکھا ہے، آپ اس منزل تفکر پے پہنچ گئے ہیں جہاں دماغ دل کی طرح دھڑکتا ہے، آپ ایک لفظ کے پردے میں داستان کہہ دیتے ہیں، آپ کو تو واقعہ کی تعبیراتی جملے کے استعمال پر مہارت حاصل ہے، آپ کے ہاں وجدان و حسیات کا مقدار اس قدر ہے کہ آپ کو احساس کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے، بیان غم ایسا جیسے سورج وقت سے پہلے افق میں ڈوب رہا ہو، احساس مسرت کی شاعری ایسی جیسے دھنک کو آٹھویں رنگ کی طلب ہو۔آپ نے اپنی غزلوں میں جو مجموعی تاثر دیا ہے وہ یہ کہ شاعری احساس سے عبارت ہے بلفظ دیگر شاعری احساس کا محتاج ہے، وہ شاعر کا احساس ہو یا قاری کا۔ایک اچھا شعر حساس طبیعت کو تازگی اور فرحت بخشتا ہے، اچھے اشعار باذوق پڑھنے اور سننے والوں کے لئے نشاط آور کیفیت کا باعث ہوتے ہیں ،آپ نے اپنی شاعری میں ہر کیفیت کا مخصوص تناسب رکھا ہے، اور یہ تناسب ہی آپ کی شعری زندگی کی بقا کا ضامن ہے۔میں تو کہتا ہوں کہ آپ کی فکری اعتدالی، میانہ روی، وضع قطع کی سادگی اور آپ کے لہجے کی شائستگی آپ کی غزلوں میں اتر آئی ہے۔بس اسی کہے کو اعتبار بخشنے کے لئے آپ کی غزل پاروں سے چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

جیسا کہ کہا گیا غزل گوئی شاعر کا فطری عمل ہے۔ہر شاعر کہیں نہ کہیں غزل کے قریب رہا ہے اور آپ نے تو ''فردوس خیال'' میں حکایات ہستی کے تحت فرمایا کہ آپ نے اس وقت سے غزل میں طبع آزمائی شروع کی جب آپ کو بحور و ارکان بھی نہیں آتے

تھے۔آپ نے بریلی اور رامپور کے قیام کے دنوں کو شاعری کا سنہرہ دور کہا ہے۔ان دنوں آپ نے رئیس رامپوری کے معیت میں طرحی اور غیر طرحی عمدہ سے عمدہ غزلیں کہیں۔ایک سے ایک شہکار وجود میں آئے۔آپ کو غزلوں سے اتنا لگاؤ تھا کہ آپ کی شہکار نعت کی بنیاد ہی قتیل شفائی کی خوبصورت غزل

ع
مرجھائے ہوئے رہتے ہیں سب رنج و محن والے

ع
پتھر نہ اٹھا ہم پر شیشے کے بدن والے۔ پہ پڑی ہے۔

آپ نے غزل سے متاثر ہو کر جو نعت کہی خوب کہی قتیل صاحب کی اپنی اس زمین میں دونوں کی طرف سے اچھے اشعار نکل کر آئے۔

منظور پرستش ہے اک سانولی صورت کی
لفظوں میں سجاتا ہوں انداز بھجن والے۔
(قتیل شفائی)

تم ماہ مکمل ہو تم بدر مجسم ہو
باقی جو حسیں دیکھے وہ سب ہیں گہن والے
(منظر قدیری)

دونوں کا مقطع

برباد ہوئی فن میں اک عمر قتیل اپنی
ملتے ہیں کہاں ہم سے فن کار لگن والے
قسمت کی بلندی پر کیوں ناز نہ ہو منظر
آنکھوں کے محل میں ہے نورانی بدن والے

ہر بڑے شاعر نے کسی نہ کسی کی زمین میں کچھ نہ کچھ ضرور کہا ہے اور یہ ادبی لگاؤ کی بہت عمدہ مثال ہے۔ہر باذوق اپنے ہم ذوق یا اہل ذوق سے تسکین کے اسباب مہیا کرتا ہے۔اس سے اعلیٰ حضرت بھی اچھوتے نہیں رہے۔آپ نے بھی غالب کی غزلیہ زمین پہ خوب نعتیں کہیں۔اور کمال فن سے شعر نکالے۔

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
(اعلیٰ حضرت)

غنچۂ نا شگفتہ کو دور سے مت دیکھا کہ یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں میں، منھ سے مجھے بتا کہ یوں
(غالب)

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

(اعلیٰ حضرت)

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

(غالب)

بحر واوزان، ردیف وقوافی کی یکسانیت کے ساتھ معنویت کے اعتبار سے بھی شعرا نے ایک دوسرے کو تسلیم کرتے ہوئے ایک دوسرے کے خیال پر خیال باندھا ہے۔ اور اس سلسلے میں تو اقبال و غالب نے غضب ہی ڈھایا ہے۔ ریختہ کا شاعر مرزا بیدل دہلوی کا شعر

چہ لازم با خرد ہم خانہ بودن دوروزے می تواں دیوانہ بودن

کیا ضروری ہے کہ ہر وقت عقل کے ساتھ ہی رہا جائے۔ دوروز دیوانہ بن کر بھی رہنا چاہئے۔ بالا شعر کا مکمل پرتو علامہ اقبال کے اس شعر پہ دیکھا جا سکتا ہے۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

اسی طرح

بوئے گل نالۂ دل ، دودِ چراغ محفل
ہر کہ از بزم تو برخاست پریشاں برخاست

اس کا تو مرزا غالب نے ہو بہو ترجمہ ہی کر دیا ہے۔

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا ، سو پریشاں نکلا

اچھا: حیرت کی بات ہے اعلیٰ حضرت اور مرزا غالب ہم عصر نہ ہونے کے باوجود کس قدر فنی چشمک رکھتے تھے اس سے یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو غالب کس درجہ پسند تھے اور اسے پڑھتے بھی تھے۔ غالب نے کہا تھا

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

اس پر اعلیٰ حضرت نے کہا ع
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

اگر غالب نے کہا ع
جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

تو اعلیٰ حضرت نے کہہ دیا ع
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

اس سے پتہ چلتا ہے کہ غزل کہنے والا، غزل کو پڑھنے اور سمجھنے والا شاعر ہی بہت اچھی نعت لکھ سکتا ہے۔

فیض احمد فیض نے اپنی غزل میں کہا

دونوں جہان تیری محبت میں ہار کے
وہ جا رہا ہے کوئی شب غم گزار کے
اک فرصت گناہ ملی وہ بھی چار دن
دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے

اس پر ادیب شہیر نے گویا اس کی اصلاح کرتے ہوئے نعت کہی۔

ساری متاع زیست نبی پر نثار کے
میں کامیاب دونوں جہاں کو بھی ہار کے
محشر میں بخشے جائیں گنہگار امتی
یہ حوصلے ہیں رحمت پروردگار کے

مرزا غالب نے کہا:

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

منظر قدیری نے کہا:

جنت بھی بہت خوب ہے واعظ مگر تم نے
طیبہ کے چمن زار کا منظر نہیں دیکھا

مرزا اپنے شعر میں دو تین باتیں کہتے ہیں ایک تو یہ کہ ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت وہاں کچھ نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمیں جنت کی حقیقت معلوم ہے وہاں آرام ہی آرام ہے راحت ہی راحت ہے۔ اور ایک بے چین روح کو مستقل آرام راس نہیں آتا، اسے راحت ومشقت، غم ومسرت کی آمیزش چاہئے۔ تیسرا یہ کہ وہ کہتے ہیں ہمیں جنت کی حقیقت معلوم ہے یعنی جنت کو پانے کے جو مراحل ہے ہم پار نہیں لگا سکتے، حصول جنت کی جو شرائط ہیں انہیں ہم عبور کر ہی نہیں سکتے۔ اس لیے بس دل کو خوش رکھنے کے لیے یہ خیال اچھا ہے۔ چوتھا یہ کہ ہمیں جنت کے بارے میں سب معلوم ہے یہاں محبوب کی باہوں میں، اس کی گرم آہوں میں، گیسوؤں کی چھاؤں میں جو آسودگی ہے وہاں جنت میں یہ آنند وراحت رسانی کہاں۔

ادیب شہیر کہتے ہیں اے ذاکرو، اے واعظو، مانا جنت کی بہاریں بھی خوب ہیں وہاں کی آرائش وزیبائش بھی خوب ہیں مگر تم نے محبوب کی گلیاں دیکھی ہی نہیں، تم نے طیبہ کے چمن زار کا منظر دیکھا ہی نہیں۔ اگر تم اسے من کی آنکھوں سے دیکھ لو تو جنت کی دلفریبیوں کے چرچے چھوڑ دو، حسن جنت کو طاق نسیاں کر جنت کی خوبصورتی کے قصیدے کہنا بند کر دو۔

آپ نے اپنے مجموعۂ خیال یعنی ''فردوس خیال'' کے صفحہ ۹۳ر سے اپنی غزلیات کا آغاز کیا ہے اور پہلی غزل میں ہی زندگی پہ

گفتگو شروع کر دی ہے۔

زندگی تلخ سے تلخ تر ہوگئی
خاک تھی اڑ کے گرد سفر ہو گئی

یعنی زندگی ایک تلخ حقیقت ہے اور اسے ہمارے جینے کے طریقے تلخ تر کر دیتے ہیں۔ ہم ثابت تھے سیار ہو گئے۔ ہماری خاک غبار بن کر اڑ گئی۔

چڑھتے سورج میں سایہ سمٹنے لگا زندگی طول تھی مختصر ہو گئی

کتنے سہل انداز میں زندگی کی سچائی کو بیان کیا ہے۔ روزمرہ کا تجربہ ہے کہ جب سورج چڑھنے لگتا ہے تو سایہ سمٹنے لگتا ہے وہی زندگی کی مثال ہے۔ عمر بڑھتی ہے تو حیات گھٹنے لگتی ہے۔ اس کی ایک اصل یہ بھی ہے کہ جب ذمہ داریاں بڑھتی ہیں تو خواہشات کم ہونے لگتے ہیں۔ سورج کا چڑھنا یعنی ذمہ داریوں کا سر پر آنا ہے، اور یہاں زندگی خواہشات سے عبارت ہے، جب ذمہ داریاں سر پہ آنے لگتی ہیں تو انسان محتاط ہونے لگتا ہے۔ لمبی لمبی آرزوئیں مختصر ہونے لگتی ہیں۔

جستجو کے نئے باب کھلنے لگے
منزل کارواں رہ گذر ہو گئی

جب کسی کا شعور بلند ہونے لگتا ہے معلومات بڑھنے لگتی ہے تو اس کے لیے جستجو کے نئے نئے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔ پھر اس کے لیے جو منزل ہوتی ہے وہ رہ گذر بن جاتی ہے۔ اسے آسانی سے یوں سمجھیں کہ آپ کسی شئ کی جستجو میں نکلتے ہیں، کسی چیز کی کھوج میں آگے بڑھتے ہیں تو آپ کے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پھر آپ کو یہ لگنے لگتا ہے کہ جسے ہم منزل سمجھتے ہیں وہ منزل کہاں ہے وہ تو رہ گذر ہی ہے ابھی تو وہاں سے گذرنا ہے اسے کیوں کر منزل کارواں سمجھا گیا۔ یہ تو کاروان فکر کے لیے ایک پڑاؤ بھی نہیں، منزل و ہدف تو بہت دور ہے ستارون کی جہاں سے بھی آگے۔ اگر یہ باب نہیں کھلتے تو راستے کو ہی منزل سمجھ بیٹھتے اس لئے عالم رنگ و بو پر قناعت مت کرو، جہاں بینی کی فطرت رکھو۔ اسی تلازم میں علامہ اقبال نے کہا ہے۔

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئے دیتے ہیں
ڈھونڈھنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں
میکدہ میں گذاری ہوئی زندگی
روز محشر بڑی معتبر ہو گئی

آپ نے اپنی غزلوں میں مشاہدۂ حق پر بھی گفتگو کی ہے، تو جا بجا جام و پیمانے کو بھی موضوع بنایا ہے۔ میں ہمیشہ شعر کو ظاہری معنی میں بھی نہیں لیتا۔ تو خوامخواہ گھسیٹ کر تصوف کے خانے میں بھی نہیں لاتا۔ میں ظاہری بنا پر یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کنز الدقائق نے اپنی زندگی کے شب و روز شراب خانے میں گذارے ہیں۔ تو یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ تصوف کا شعر ہے۔ اور میکدہ سے مراد خانقاہ ہے کہ خانقاہ میں گذاری ہوئی زندگی شیخ کی صحبت میں گذارے ہوئے لمحات آپ کے لیے معتبر ہو گئے۔ اگر چہ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے۔ مگر میں ایک الگ معنی کی طرف جاؤں گا وہ یہ کہ میں نے جو نیکیاں کی ہیں احکام بجالائے ہیں وہ میرے لیے روز محشر معتبر نہیں ہیں۔ بلکہ جو

میں نے خطائیں کی ہیں جو گناہ کیئے ہیں، جو زندگی خانہ خدا کے بجائے کہیں اور بتائی ہے وہ زندگی میرے لئے روز محشر بڑی معتبر ہے ۔کہ انہیں گناہوں کے حوالے سے محشر میں میری بخشش ہوگی، مجھے اعتبار بخشا جائے گا۔

کن سہاروں پر کٹے گی تلخ لمحوں کی یہ رات
ہائے کانٹوں نے خلش کی بھی عنایت چھین لی

دیکھئے: ع رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج

محبت کرتے ہو تو اتنی دوری مت بناؤ کہ وہ آپ کے بغیر جینا سیکھ لے۔حسن کے التفات نہ سہی، محبت کے الطاف نہ سہی، پہلے تو رات فقط یادوں کی چبھن کے سہارے کٹ جاتی تھی ۔فراق کی کسک اور جدائی کی ٹیس میں گذر جاتی تھی ۔مگر حسن بے نیاز کی بے اعتنائی اور پیہم، بے رغبتی، بے توجہی نے ان چیزوں کا خوگر بنا دیا اس کے بغیر جینے کی عادت سی پڑ گئی۔اس کی یاد جو کانٹوں کی طرح ہوتی تھی اس میں اب وہ خلش نہیں۔اب اس کی یادیں کوئی اذیت نہیں دیتی۔اس کا بچھڑنا بے چین بھی نہیں کرتا۔اب یہ تلخ لمحوں کی رات کن سہاروں پر کٹے گی۔گویا آپ یہاں خلش چاہ رہے ہیں۔اس پہ غالب نے بھی کہا:

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

تیر نیم کش، آدھا کھینچا ہوا تیر جو دل پہ اٹک جائے، جگر کے پار نہ ہو، غالب کہہ رہے ہیں کوئی میرے دل سے پوچھو اس کا چلایا ہوا تیر اگر پورا کام کر جاتا جگر کے پار ہو جاتا تو یہ تڑپ کہاں سے ہوتی۔اچھا ہوا اس کے آدھا کھلنے میں آدھا کھلنے کی خلش باقی ہے۔

اپنے کاندھوں پہ اٹھائے ہوئے بار ہستی
پھرتا ہے روز ازل سے یہ وطن آوارہ

کتنی سلاست ہے شعر میں انسان اپنے کندھوں پر اپنی ہستی کا بوجھ اٹھائے ازل سے وطن وطن آوارہ پھرتا ہے۔میان آب وگل سے جنت لایا جاتا ہے۔کائنات میں اتارا جاتا ہے پھر اٹھایا جاتا ہے، روحوں کی دنیا میں رکھا جاتا ہے، آدم کا اصل وطن جنت ہے وہیں سے انسان وطن آوارہ ہوتا ہے اس کی آوارگی (بھٹکنے) کی داستان شروع ہوتی ہے۔

مری طلب کا کبھی انتظار کر کے نہ دے
شراب دے تو اے ساقی شمار کر کے نہ دے

اے دینے والے اگر دینا ہے تو میری طلب کا انتظار کیسا، تجھے دینا ہی ہے تو تُو روادار صدا کیوں ہوتا ہے، بن مانگے دیدے اور دے تو اے ساقی شمار کر کے نہ دے بے شمار دے اس پر عبدالحمید عدم نے اچھی بات کی ہے

فصل گل ہے شراب پی لیجئے
ضد نہ کیجئے جناب پی لیجئے
آگے چل کر حساب ہونا ہے
اس لیے بے حساب پی لیجئے

تجھے قسم ہے میرے غم کی اے نسیم سحر
گلوں کو ازن خوشی اشکبار کر کے نہ دے

یہ عام رویہ پر کہا گیا شعر ہے۔ یہ جو زمانہ کی روش ہے منت، سماجت اور خوشامد کرانے کی۔ اس پر شاعر کہتا ہے میرا غم معتبر ہے، میں تجھے اپنے غم کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو کسی کے مسکرانے کی وجہ بن سکتا ہے یا کسی کو خوشی دینا تمہارے اختیار میں ہے تو اسے فراخ دلی سے وجہ مسرت میسر کر دے۔ بہت سے لوگ ہیں جن کے معاملات ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اگر تمہاری وجہ سے کسی کا کام بند ہو یا معاملہ اٹکا ہوا ہو تو تُو اسے جھیلا جھیلا کر انجام نہ دے نیک نیتی سے کر دے۔ اگر کوئی تمہاری چاہت کا سودائی ہے تو اسے رولا رولا کر اپنی چاہت نہ دو بلکہ بلا تکلف اپنے دل میں اتر جانے کی اجازت دے دو۔

ترے کرم کی منافی گناہ کی پرشش بہار خلد مجھے شرمسار کر کے نہ دے

اس کا سیدھا سا مفہوم یہ ہے کہ گناہوں کا پوچھنا تیرے ضابطۂ رحم و کرم کے منافی ہے۔ میں رسوائے زمانہ ہوں تو جنت کی بہاریں مجھے میرے نامہ اعمال کو سرے عام کر کے نہ دے۔

جب کہ تو میرے نس نس میں موجود ہے تو پھر یہ کندھوں پہ فرشتوں کا تکلف کیسا، نامہ اعمال کی پرشش کیسی، اگر تو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے تو پھر میرے لئے یہ محشر کی شرمندگیاں کیوں؟

ناچیز کا قطعہ

جو عذاب و گنہ نوشتہ ہے
جتنا بھی ذکرِ نار و شعلہ ہے
ارحم الراحمین کے آگے
اک کہانی ہے ایک قصہ ہے

تیرے صفت ارحم الرّاحمین کے آگے بخش دینا ایک معمولی سی چیز ہے۔ یقین ہے کہ تو جنت دے گا ہی بس! شرمندگی سے بچالے۔ ایک صاحب نے تو یہ کہہ دیا

فرشتے حشر میں پوچھیں گے پاکبازوں سے گناہ کیوں نہ کئے کیا خدا غفور نہ تھا

ایک کو تو اللہ کے کرم پر اتنا یقین تھا کہ ساری کھنس واعظ پر ہی اتار دی

واعظ تری حکایتِ قہرِ خدا بجا
لیکن خدا گواہ کہ دل مانتا نہیں

یہ ایک طرح سے عام انسان کے لئے بھی ہے۔ ہمارے معاشرے میں کئی لوگ ہوتے ہیں جن کی ضرورتیں پنہا ہوتی ہیں جنہیں کہنے میں عار محسوس ہوتا ہے، بیان کرنے میں حجاب آتا ہے، اگر تو حاتم وقت ہے، تو اس کی حاجت روائی اس سے کچھ دریافت کئے بغیر کر دے۔ تمہاری جرح سے وہ شرمسار ہوگا۔

یہ زندگی تو امانت ہے کھو بھی سکتی ہے
تجھے یہ چیز مرا اعتبار کر کے نہ دے

مقصدیت کو پورا نہ کرنا یا مقصد کو بھول جانا دراصل اسے کھو دینا ہے۔ مقصد تخلیق یعنی زندگی کا مقصد ہے بندگی۔ میں انسان ہوں میرا کیا اعتبار ممکن ہے میں زندگی کے مقصد پر کھڑا نہ اتر سکوں، میں زندگی کو نبھا نہ سکوں، مجھ سے کچھ تقصیر ہو جائے۔ اور یہ بھی کہ تمہاری محبت میری زندگی ہے۔ تم یہ قیمتی چیز مجھے میرا اعتبار کر کے نہ دو۔ ہوسکتا ہے میں کبھی کچھ درگذر کر جاؤں

اللہ رے یہ غم یہ زمانے کا اضطراب
پتھر کا بھی دماغ پریشاں دیکھائی دے

پتھر کا دماغ۔ بے حس، جامد، بد دماغ، سخت دماغ جو معمولی صورت حال سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہ غم، یہ رنج والم، یہ بے راہ روی، یہ افراتفری، یہ بے سکونی، یہ پریشانی، یہ کشمکش، یہ ہلچل، یہ زمانے کا اضطراب کہ پتھر کا بھی دماغ جسے کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے وہ بھی پریشاں دیکھائی دیتا ہے۔ جب کہ دقتیں، حساس دماغ اور نرم دلوں کے لیے ہوتی ہیں۔ اس زمرے میں میرا ایک شعر۔

سب اذیت یہاں شعور سے ہے
اپنے اوسان باختہ رکھنا

(افقر پورنوی)

دیا تھا ہم نے اسی واسطے جگر کا لہو
کلی کلی پہ سدا حسن کا لباس رہے

ہم نے اس گلستاں کو اسی لئے جگر کے خون سے سینچا تھا کہ اس کی ہر ہر کلی پہ رنگ برنگ پنکھریاں نکل آئے۔ بلا تفریق مذہب و ملت، بلا امتیاز رنگ و نسل، ہر کلی کھل کے پھول ہو جائے، مادر وطن میں حسن فطرت سے کوئی محروم نہ رہے۔

فریب دے گیا راہوں کا پیچ و خم ورنہ
ہر ایک شخص کا رشتہ تری گلی سے ہے

غزل کے بیچ یہ تو نعت کا شعر ہے، راستوں کا پیچ وخم، دنیا کے جھمیلے، بے راہ روی، بے سمتی، بے غرض لوازمات اور فضول مصروفیات نے دھوکے میں رکھا ورنہ ہر صاحب دل وایمان کا رشتہ تیری گلی سے ہے۔ اس قدر کشش وراعنائی تیری گلی میں ہے۔

یہ ملاقات دو تشنہ لب جسم کی
اگلے وقتوں کی تہذیب کو کھل گئی

یہاں آپ ملی جلی کیفیت سے دوچار ہیں نئی روایتوں سے رنجیدہ بھی ہیں اور قدیم تہذیب سے بے زار بھی، پھر بھی کہیں نہ کہیں اس میں آپ نے نئی روش کی رَو کے ساتھ بہنے کا عندیہ دیا ہے۔

سنگ جاناں کے سوا سر نہ جھکا اور کہیں
مطمئن ذوق عبادت نہ ہوا اور کہیں

یہ وہی نذرانے کا سر ہے، سنگ جاناں ہی درالفت ہے، سارا ذوق عبادت اور شوق محبت وہیں مطمئن ہوتا ہے۔

اپنی ہستی کے سوا ڈھونڈ کے دیکھا منظر
دل کو پھر گوشۂ تسکیں نہ ملا اور کہیں

ایک شاعر کی سب سے بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ وہ خود میں مست رہتا ہے، اپنے آپ میں مگن رہتا ہے، بے نیاز سا اپنی دھن میں کھویا رہتا ہے، اپنے شوق میں رچا رہتا ہے، اپنی ہستی سے اسے لگاؤ ہوتا ہے، اسے وقت دیتا ہے، اسی میں اسے سکون ملتا ہے۔ یہی خودی ہے۔

کتنے کانٹوں سے اے منظر جب گذر جاتے ہیں ہم
تب کھلا کرتے ہیں کانٹوں پر یہ فکر وفن کے پھول

یہ حقیقت ہے بہت کانٹوں سے گذرنا پڑتا ہے اور یہ کانٹے صرف مشق سخن یا فکر وفن کی مشقتوں کے نہیں ہیں، اس میں غم روزگار، غم جاناں، غم دوراں، غم جاں کے کانٹوں سے بھی گذرنا پڑتا ہے تب جا کر فنکار کی ہتھیلی پہ کوئی پھول کھلتا ہے۔ دلاوفگار نے کہا:

جادۂ فن میں بڑے سخت مقام آتے ہیں
مر کے رہ جاتا ہے فن کار امر ہونے تک
اشک ٹپکا آبلے پھوٹے بہا دل کا لہو
پھر بھی الفت کی زباں میں پیاس ہے میں کیا کرو

محبت میں سیری نہیں ہے، آنسو ٹپکے، صحرا نوردیوں سے پاؤں کے آبلے پھوٹے دل کا لہو بہا پھر بھی الفت کی پیاس نہیں بجھی۔ جتنا اسے نبھائیں گے، جس قدر الفت کے تقاضے پورا کریں گے، اس کی رسموں کو ادا کریں گے، اس کا خیال رکھیں گے، اس پر دھیان دیں گے اتنی اس میں شدت بڑھتی جائے گی۔ الفت نبھا کے یا مکمل کر کے ختم کر دینے والی چیز نہیں ہے بلکہ وہ روز فزوں ہونے والی چیز ہے اس میں کوئی کچھ نہیں کر سکتا، وہی عجز غزل کا عنصر ہے میں کیا کروں؟

خمار سجدہ کی حالت نہ پوچھ کہ ابلیس
عبادتوں کے سہارے غرور تک پہنچا

تفسیر کے ساتھ قرآن کی ایک آیت کا ترجمہ ہوتا ہے، جو تقویٰ پر چلنے والے ہیں ان متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔ کہ کہیں ان کا تقویٰ ان کے لیے غرور نہ بن جائے۔

یہی ابلیس کے ساتھ ہوا، وہ خمار سجدہ میں اس قدر مخمور ہوئے اتنے مدہوش ہوئے کہ اسے ہوش ہی نہیں رہا۔ اس کا گمان تھا اس نے پوری روئے زمین پر سجدہ کیا ہے، اس سے بڑا عابد کوئی نہیں، تو وہ کسی کے سامنے کیوں جھکے۔ یہی اس کے خمار سجدہ کی حالت تھی کہ وہ اپنے تقوے پر مغرور ہوا۔ وہ عبادتوں کے سہارے غرور تک پہنچ گیا۔ پھر وہ ابلیس جو معلم الملائکہ تھا ملعون اور دھتکاری ہوئی ذات بن گئی۔

ظاہر تو خد و خال سے ہے آدمی کا روپ
لیکن لباس آدمی میں آدمی کہاں

یہ سہل ممتنع کا شعر ہے بلکہ سہل ممتنع کو بھی سہل کر دیا ہے۔ اس کی تفہیم میں باہر سے لفظ لانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بولتا ہوا شعر ہے۔ خد و خال سے تو آدمی کا روپ ظاہر ہوتا ہے لیکن آدمی کے روپ میں آدمی کہاں۔ سب وحشی درندے اور ہوس کے مارے ہیں۔

روز محشر سے نہیں کم ہے ہجوم دنیا
پھر بھی آتے ہیں نظر آدمی تنہا تنہا

یہ حالات حاضرہ کا شعر ہے کہ دنیا کی اس بھیڑ بھاڑ میں انسان تنہا ہے۔اپنے میں مبتلا ہے اپنی اپنی ذمہ داریوں میں الجھا ہوا ہے اپنے آپ میں مصروف ہے۔اس حشری کیفیت میں صرف رسم وراہ باقی ہے ورنہ خود کہیں، دل کہیں، دماغ کہیں۔صورت حال تو یہ ہے کہ انسان خود سے بھی جدا ہے۔اپنے آپ میں بھی تنہا ہے

محبت اک معمہ ہے اے منظر
جو رہتی ہے اشاروں کی زباں تک

(منظر قدیری)

کسی کے شوخ نظاروں میں ہم بھی ہوتے تھے
کبھی لطیف اشاروں میں ہم بھی ہوتے تھے

(افقر پورنوی)

یہ محبت کے الہامات کے مقطعات ہیں۔اشاروں کو اگر سمجھو تو راز کو راز رہنے دو۔یہاں بولنا گستاخی ہے کچھ کہنا آداب محبت کے خلاف ہے،جنبش کام ودہن اصول محبت کے خلاف ہے،لب کشائی جرأت بے جا ہے۔اشاروں کی اپنی زبان ہوتی ہے۔

باب حرم پہ سر ہے خم سجدہ ادا ہوا
مگر آئے جو یاد قصۂ لات ومنات کیا کریں

(منظر قدیری)

ع

جو دل ہے کافر بتوں سے پہلے خدا کو سجدہ کروں میں کیسے

(افقر پورنوی)

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو فلک سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

(اقبال)

تینوں کا مجموعہ خیال یہ ہے کہ سر بسجدہ ہونے کے لیے،سرخم کرنے کے لیے صفائے قلب ضروری ہے،خدا کو سجدہ کرنے سے پہلے دل کی صفائی ضروری ہے۔

حرم کے دروازے پر سر جھکا ہوا ہے،سجدہ تو ادا ہو رہا ہے مگر یاد حرم کے ساتھ جو لات ومنات کے قصے یاد آجاتے ہیں کعبے کے تصور سے ہی بتوں کا خیال آجاتا ہے۔اسے کیا کرے۔یہ دل جو وسوسات پیدا کر رہا ہے پہلے اسے ختم کرو پھر یہ سجدہ جو ادا ہوا۔قبول ہوگا۔علامہ اقبال کہتے ہیں جب کبھی سر بسجدہ ہوا، مجھے ایک آواز آئی تیرا دل تو بتوں کا آشنائی ہے، تیرے دل میں تو غیر کی محبت ہے

، تجھے نماز میں کیا ملے گا۔ جا پہلے دل کی صفائی کر، جو دل میں کافری، بتوں سے انسیت ہو زمانے کے اصنام سے محبت ہو تو ایسی حالت میں خدا کو سجدہ کس طرح کرو گے پہلے اسے دور کرو پھر خدا کے حضور سر جھکاؤ۔

رکھی ہے شرط وصل کی تم نے تو بعد موت ہی
خود ہی بتاؤ پی کے ہم آب حیات کیا کریں

انسان کی زندگی میں ایسے موڑ بھی آتے ہیں جہاں کچھ فیصلے اس کے لیے مشکل ہو جاتے ہیں۔ اگر موت اپنے لیے بہتر ہوتی ہے تو آپ کی زندگی کسی اور کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کشمکش حیات میں نہ آپ جی سکتے ہیں نہ مر پاتے ہیں۔ آپ کی زندگی کسی اور سے وابستہ ہونے کے بعد کسی اور کی امانت ہو جاتی ہے۔ ایسے میں آپ کے لیے موت بھی مشکل ہو جاتی ہے اور جینا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔

بتائیں مجھ کو نہ احباب پیار کا انجام
کہ میں نے دیکھی ہے تعبیر خواب سے پہلے

خواب سے پہلے تعبیر دیکھ لینا بیدا مغز کا کام ہوتا ہے خواب تو سوئے ہوئے لوگ دیکھتے ہیں۔ احباب مجھے پیار کی دردنا کیوں سے روشناس نہ کرائیں۔ میں اس کی حولنا کیوں سے آگاہ ہوں، میں اس کے انجام سے واقف ہوں، میں نے تعبیر دیکھ لی ہے خواب سے پہلے، میں نے پیار کا نتیجہ دیکھ لیا پیار کرنے سے پہلے۔ غالب فرماتے ہیں

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

یہ دوستی تو نہیں ہے کہ دوست ناصح بن جائے، احباب وعظ و تلقین کرنے لگیں۔ اگر کرنا ہی ہے تو غموں کی چارہ سازی کریں، غمگساری کریں، تسلی دیں، تسکین کے اسباب مہیا کریں۔ پیار کے انجام سے باخبر کر کے نصیحتیں کرنے نہ لگ جائیں۔

جبین شوق کی خاطر بنے دیر و حرم کتنے
بعنوان عبادت سر ہوئے انساں کے خم کتنے

عبادت انسان کا فطری عمل ہے، اور پھر اسی شوق عبادت کے لیے انسان نے اپنے واسطے دیر و حرم بنائے۔ پھر عبادت کے عنوان سے انسان اپنے سر خم کئے۔ مگر اس میں نہ جانے کتنے سجدے رائیگاں ہو گئے۔ تاریخ انسان میں سے کوئی انسان یہ نہیں کہتا کہ میں کسی غلط مذہب کا پیروکار ہوں۔ ہر کوئی اپنے مذہب کے مطابق اپنے معبود ان کے آگے سر جھکاتا ہے ہر کسی کا سر خم کرنا عنوان عبادت تو ہوتا ہے عبادت نہیں ہوتی۔

اسی طرح ہم میں سے بہتوں کی بہت سی کوششیں رائیگاں ہو جاتی ہیں اس لئے کہ ہمیشہ صحیح چیز صحیح جگہ پہ نہیں ہوتی

کوئی شہکار تیرے حسن کا بن جائے کاغذ پر
اسی دھن میں میرے ہاتھوں نے بدلے ہیں قلم کتنے

اس میں تو آپ نے قلم ہی توڑ دیا ہے۔ بسا اوقات انسان کچھ لکھتا ہے مٹاتا ہے پھر لکھتا ہے کہ اس سے بہتر کچھ وجود میں آجائے یہ انسان کی ارتقائی ذہنیت کی غماز ہے۔

ایک بڑے انشاء پرداز کا کہنا ہے کہ ''کوئی شخص اگر آج ایک کتاب لکھتا ہے اور کل خود یہ کہنے لگتا ہے کہ فلاں بات اگر تبدیل ہو جاتی تو بہتر تھا، فلاں بات کا اضافہ ہو جاتا تو اچھا تھا، اگر اسے پہلے لے آتے تو زیادہ مناسب ہوتا، فلاں چیز اگر چھوڑ دی جاتی وہی ٹھیک تھا۔

یہ صورت حال بڑا نشان عبرت ہے کہ اس سے نوع بشر پر غلبۂ نقص کا پتہ چلتا ہے''۔

آج کی رات حسیں رات ہے سونی نہ رہے
یا تو پازیب کی جھنکار یا پائل برسے
نہ تو چوڑی کی کھنک تھی نہ صدا گھنگروں کی
اک حسیں رات گئی آج بھی تنہا تنہا
کیا بات ہوئی سامنے کوٹھے سے نہ ابھرا
نغمہ نہ کوئی گیت نہ پائل کئی دن سے

قطع نظر آپ کی شخصیت کیا تھی۔ اور شعر کو سمجھنے کے لیے اس کی ضرورت بھی نہیں پڑتی، آپ یہاں مکمل، خالص شاعر لگتے ہیں۔

اچھا ہوا میں مل گیا راہ حیات میں
ورنہ نگاہ موت مجھے ڈھونڈتی کہاں

ایک شاعر اگر مرتا ہے تو وہ جیتے ہوئے مرتا ہے، بھرپور زندگی کے ساتھ موت کو ملتا ہے، جس طرح انسان مر جاتا ہے اس کا جسم فنا ہو جاتا ہے مگر اس کی روح اپنے کئے کا صلہ کے ساتھ باقی رہتی ہے۔ اسی طرح شاعر مر جاتا ہے اس کا بدن منوں مٹی تلے دفن ہو جاتا ہے مگر اس کا شعری وجود باقی رہتا ہے۔ اس کی شاعری اپنی تمام کیفیاتی تاثرات کے ساتھ زندہ رہتی ہے، وہ لازوال، وہ لافانی ہوتی ہے۔

ادیب شہیر موت سے زندگی کے راستے میں ملے، وہ چلے گئے مگر اس کی زندگی امر ہو گئی

مجھ کو جینے دو ابھی موت کا پیغام نہ دو
موت آئے گی تو جیتے ہوئے مر جاؤں گا

(افقر پورنوی)

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کی عبقری شخصیت

مفتی فائق رضا القادری

اس آسمان کے نیچے اوراس زمین کے اوپر انقلاب وتغیر،کون وفساداورایاب وذہاب کا سلسلہ اس وقت سے جاری ہے،جب سے دنیابنی اوراس وقت تک جاری رہے گا،جب تک دنیارہے گی،ان ہی تکوینات کے سلسلہ ہست ونیست میں بعض ایسے جگرخراش ،دل دوزاورروح فرساں واقعات پیش آجاتے ہیں جوتاریخ کے سینہ میں داغ بن کررہ جاتے ہیں اوراس دنیا کے لئے اہم ترین المیہ بن جاتے ہیں اورتمام دنیااس سے متاثر ہوتی ہے۔

ایساہی ایک المیہ بروز جمعہ مبارکہ ۱۲/بجکر ۴۵ منٹ پر عین جمعہ کے وقت ۳/جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ،مطابق ۷/جنوری ۲۰۲۲ء کو کشن گنج بہار

میں پیش آیا جس کا ظہور صاحب تصانیف کثیرہ،استاذ العلما،معلم الفقہا،تلمیذ بحرالعلوم،دارالعلوم منظر اسلام کے قدیم ترین قابل فخر فرزند صحبت یافتہ حضور مفتی اعظم جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والوصول علامہ مفتی حسن منظر قدیری کی وفات حسرت آیات میں پیش آیا۔

العین تدمع والقلب یحزن ولانقول الامایرضی ربناانالله وانالیه راجعون،آنکھ آنسو بہارہی ہےاوردل کورنج اورصدمہ ہےاورزبان وہی بولے گی جس سے میرا مالک راضی ہو،**انالله وانالیه راجعون**۔

مفتی صاحب قبلہ کی ذات اس دورقحط الرجال میں بڑی مغتنم تھی،علم وفضل دین ودیانت میں مسلم الثبوت اوربین الاسلامی حیثیت کے حامل،جماعت اہل سنت کے ممتاز صاحب علم وبصیرت،زہدوورع،تقوی وطہارت،خلوص وللّٰہیت،علم وفضل،عبادت وریاضت، ارشادوتبلیغ،اخلاق وعادات،حلم وصبر،نظم وضبط،حکمت وموعظت،عجزوانکساری کا مجسمہ،علمی تبحر،وسعت معلومات، کثرت مطالعہ،دقت نظراورفکر کی گہرائی کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف میں ایک کامل ومکمل شخصیت کے مالک تھے،مدۃ العمر درس وتدریس،افتاوقضا،علم وآگہی میں لگے رہے،درس نظامی کی متداولہ کتب کی تدریس وتفہیم میں یدطولی رکھتے تھے وہ اشتہاری پیرومرشد نہیں تھے جن کیلئے خلیفہ فلاں اورجانشین ایں وآں کا لاحقہ وسابقہ ہوتا بلکہ وہ ایک ایسے درویش صفت بزرگ تھے جورسمی نام ونمود اورشہرت سیکوسوں دورونفور تھے۔

مفتی صاحب کی ولادت بیسویں صدی کے پانچویں دہائی میں ہوئی،اورتعلیمی اسناد پر ۱۲/اپریل ۱۹۴۸ء مندرج ہے۔

ابتدائی تعلیم آپ کی نانیہال میں ہوئی، جہاں آپ کے بڑے بھائی درس وتدریس میں مصروف تھے،مفتی صاحب نے اپنے بڑے بھائی سے ازسرنوقرآن پڑھا،اردو کی کتابیں،ابتدائی فارسی پڑھیں،پھرمدرسہ جامع العلوم شرفیہ،چکلہ چندرگاوں،تحصیل بائسی

پہونچے جہاں دو ہی سال میں فارسی نصاب درس ختم کیا۔ گلستان، بوستان، زلیخا، سکندر نامہ، بہار دانش، انوار سہیلی، انشا خلیفہ، انشا تمیز، دیوان ہلالی، دیوان غنی، دیوان حافظ کے گویا حافظ ہو گئے، یہ ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۸ء کا دور تھا۔

مدرسہ اشرفیہ سے نکلے، تو سیدھے مدرسہ عارفیہ پہونچے، یہ مدرسہ عارفیہ چنامناک ضلع کشن گنج میں ہے۔ یہاں فاضل یگانہ، نصیر ملت علامہ شاہ محمد نصیر الدین اشرفی خلیفہ حضور اشرفی میاں جادہ درس اور مسند تدریس سجائے ہوئے تھے، جو بہ یک وقت جید عالم، باکمال بزرگ، روشن ضمیر صوفی، مطلق استاذ الکل تھے۔ جس کی درسگاہ کی شہرت صرف صوبہ بہار ہی نہیں، پورے ہندوستان میں تھی، حضرت قدیری یہاں بھی دو ہی برس رہے، انہی دو برسوں میں میزان لصرف سے لیکر شرح جامی تک پڑھ لیا یہ ۱۹۵۹ء/۱۹۶۰ء کا زمانہ تھا۔

منزل بہ منزل ۱۹۶۱ء میں بحر العلوم کٹیہار میں رہے، پھر جامعہ حمیدیہ بنارس بھی پہنچے اس سال بحر العلوم میں حضرت مولانا محمد یوسف پٹنوی، حضرت مولانا مشتاق احمد رضوی مظفر پوری، حضرت مولانا محمد شہاب الدین اشرفی علیہم الرحمہ کار تدریس میں مصروف عمل تھے اور جامعہ حمیدیہ میں حضرت علامہ قاضی شمس الدین رضوی جونپوری، حضرت علامہ محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری علیہا الرحمہ مشغول تدریس تھے۔ ان حضرات قدست اسرارہم سے بھی، حضرت مفتی صاحب کو شرف تلمذ حاصل تھا۔

جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کیلئے شد رحال:

بہار و بنگال کے علما و اساتذہ سے استفادہ کے بعد مرکز علوم وفنون بریلی کی شہرت سن کر اپنی پیاس بجھانے کے لئے بریلی شریف تشریف لائے اور یہاں تقریبا پانچ سال قیام فرما کر مشاہیر امت یکتائے روزگار، رازی زماں وغزالی دوراں، عسقلانی اور بیہقی وقت بحر العلوم مفتی سید افضل حسین مونگیری، حضرت محدث احسان علی مظفر پوری، حضرت علامہ جہانگیر احمد خان رضوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے سند فراغت حاصل کی اب اس سے آگے جاتے بھی، تو کہاں جاتے، گھاٹ گھاٹ پیتے پیتے اب انہیں مہاساگر، بحر ناپیدا کنار کی تلاش تھی اور یہ مہاساگر، جامعہ رضویہ منظر اسلام تھا، وہاں آخر ان کو لگا، گویا ان کو ان کے خوابوں کی تعبیر مل گئی۔ ان کے ذہن میں بریلی شریف کا نقشہ تھا، اب وہ علم وفن کا چشمہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا، جس سے وہ اپنی علمی تشنگی بجھا رہا تھا، یہ علم وفن کا ایک شہر تھا اور فکر وآگہی کا ایک مینارہ، جس سے وہ گمشدہ منزل نشانِ منزل ڈھونڈ رہا تھا۔

یہاں آپ نے بحر العلوم علامہ مفتی سید افضل حسین رضوی مونگیری سے درج ذیل کتابیں پڑھیں، صدرا، مسلم الثبوت، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، توضیح تلویح، تصریح، شرح چغمینی، شمس بازغہ، اقلیدس، ہدایہ آخرین اور صحیح بخاری۔

حضرت محدث عصر علامہ احسان علی مظفر پوری سے مشکوٰۃ، صحیح مسلم، سنن ابوداود، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ کا درس لیا۔

حضرت علامہ جہانگیر احمد خان رضوی سے ہدایہ اولین، جلالین شریف، ہدایۃ الحکمۃ، میبذی، نور الانوار پڑھیں۔

۱۹۶۵ء میں نصاب درس پورا ہو چکا تھا، ایک سال انہوں نے خود ہی بڑھا دیا، تاکہ وہ فنون کی مزید تعلیم ان حضرات کبار سے لے سکیں۔ چنانچہ میں امتیازی نمبرات سے پاس ہوئے اور دستار وسند سے نوازے گئے۔

۱۹۷۱ء میں مفکر اسلام مفتی محمد ایوب مظہر کے ساتھ بریلی روانہ ہو گئے، مفکر اسلام کا تقرر دار العلوم شاہ عالم احمد آباد میں ہوا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے انہیں احمد آباد بھیج دیا، مفکر اسلام ماحول بنا کر جلد ہی حضرت قدیری کو بریلی سے بلا لیا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے

تھے کہ استاذ العصر علامہ محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری بھی تشریف لے گئے اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہو گئے۔ شعبان کے مہینے میں دستار فضیلت کا اجلاس ہوا۔ سیدنا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ بہ نفس نفیس شریک اجلاس ہوئے۔ اساتذہ، اراکین اور فارغین، کو اپنی نورانی عرفانی دعاوں سے نوازا۔

۱۹۷۲ء کو شوال میں بریلی شریف حاضر ہوئے، تو وہاں علمی بہاروں نے آواز دی اور آپ مظہر اسلام میں بحال ہو گئے۔ یہاں ذمہ میں درس بھی تھا اور افتا بھی۔ دونوں ذمہ داری ۱۹۷۵ء تک بخوبی نبھائی، اسی برس کچھ دن کیلئے جامعہ رضویہ کیمری ضلع رامپور بھی منتقل ہوئے ۱۹۷۵ء ہی میں رشتہ ازدواج سے منسلک بھی ہو گئے، وطن کی کشش بھی تھی، دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ، بائسی ایک بڑا معیاری، حکومت بہار کا منظور شدہ ادارہ تھا۔ جگہ بھی خالی تھی، فقیہ النفس مناظر اہل سنت مفتی مطیع الرحمٰن رضوی صاحب وہاں پہلے سے موجود تھے، گھر کی کشش، وطن کی مٹی کی خوشبو، ہم فکر رفیق کار کی معیت، سب نے مل کر ان کو رام پور سے بائسی کھینچ لیا اور وہ ۶/ اکتوبر ۱۹۷۶ء میں محی الاسلام کی گھنی چھاوں میں آ گئے۔ یہاں آپ بحیثیت مدرس و مفتی پھر صدر المدرسین کے مقام اعلی پر فائز المرام رہے اور ایک طویل عرصہ گزار کر اپریل ۲۰۱۰ء میں دار العلوم محی الاسلام سے سبکدوش ہوئے، ادھر اہل محبت و تعلق اپنی اپنی عاجزانہ فرمائشیں پیش کرنے لگے کہ حضور آپ ہمارے ادارہ میں آ جائیں، آپ کے تلمیذ رشید حضرت علامہ مفتی غلام یسین رضوی مدظلہ ناظم اعلی جامعہ فیض العلوم ملک پور، دلکولہ، کٹیہار، بہار نے بھی بڑی جدوجہد کی مگر یہ قرعۂ فال عروس البلاد کے جامعہ رضویہ کلیان کے حصہ میں آئی اور آپ ۲۰۱۰ء سے ۲۰۱۸ء تک مسلسل خلوص وللّٰہیت، محنت ومشقت، انہماک ولگن، عزم واستقلال، ثبات و استقامت اور صبر وتحمل سے درس وتدریس، تصنیف وتالیف سے ادارہ کو شہرت کے بال و پر عطا کئے اور بام عروج بخشا۔

۲۰۱۹ء میں مسلسل علالت اور ضعف نقاہت اور سفر کی صعوبتوں کی بنا پر عروس البلاد سے بھی سبکدوش ہو کر وطن چلے گئے اور ایک سال اپنے گھر ہی رہے پھر اپنے ایک عزیز کے پیہم اصرار پر جامعہ الزہر اللبنات سبرام پور کے لئے حامی بھری اور عہدۂ صدارت بڑی خوش دلی اور خندہ پیشانی سے قبول فرمائی اور تاحین حیات درس وتدریس، اور اشتغال بالحدیث میں مصروف عمل رہے، آپ کی دینی خدمات درس وتدریس، تصنیف وتالیف کا وسیع دائرہ تقریبا نصف صدی کو محیط ہے۔

کنز الدقائق کا علمی مقام:

مفتی صاحب کو اللہ تعالی نے کمال درجہ کی فہم وفراست، ذہانت وفطانت، حفظ وضبط، اعلی استعداد، قوت حافظہ ودیعت فرمائی تھی، حفظ واتقان کے اعلی معیار پر فائز تھے، گہری بصیرت کے حامل، دل ودماغ میں آفاقی وسعت، سخن فہمی، بیدار مغزی آپ میں پائی جاتی تھی، آخر عمر میں بھی کامل الضبط بیدار مغز تھے، آپ نحو وصرف، منطق و فلسفہ، حساب، ہندسہ، ریاضی۔ ہیئت، اقلیدس، عروض وقوافی، علم المیراث، فصاحت و بلاغت، معانی وبیان، انشا پردازی ودیگر علوم آلیہ میں مہارت کے ساتھ علوم عالیہ تفسیر، فقہ، واصول فقہ، حدیث واصول حدیث علم، کلام ومناظرہ، علم تصوف وغیرہ جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ میں فائق الاقران تھے، اس پر مستزاد آپ عدیم المثال ادیب اور ہر فن مولی تھے۔ جملہ فنونِ درسیات پر دسترس رکھتے تھے، طبعیاتی علوم بھی تحت قدرت تھے، زبان وادب کے شہسوار تھے۔ نعت شریف، مذاق شعری، غزل گوئی ودیگر اصناف سخن بھی پر ید طولی حاصل تھا، ہمداں ہفت خواں، وقت کے بحر العلوم اور حبر الفنون تھے یہ تملق ومبالغہ نہیں، حقیقت ہے۔

فتوی نویسی:

آپ کی فتوی نویسی کے متعلق ڈاکٹر غلام جابر مصباحی پورنوی رقمطراز ہیں۔

یہ کیوں کر ممکن ہے، کوئی دریا میں رہے، پھر پیاسا رہ جائے، حضرت قدیری کی تعمیری شخصیت، فکری ارتقا میں ایک سے بڑھ کر ایک کردار، رول ماڈل دکھائی دیتا ہے، بریلی کا رکشہ پولر جب مسئلہ بتا سکتا تھا، تو پھر درسگاہ بریلی کا دریوزہ گر کتنا بڑا دینی دانشور بن سکتا ہے، بریلی، رامپور، بائسی، جہاں بھی رہے، فتوی نویسی کا قلمدان برابر ساتھ رہا۔ یہ صادر کئے گئے فتاوی، ان کی فتوی نویسی کی مہارت اور فقاہت پر روشن ثبوت ہے۔

کنز الدقائق کی تدریسی خصوصیات:

جب آپ جامعہ رضویہ کلیان تشریف لائے تو راقم اس زمانے میں دارالعلوم انوار مدینہ وڈولی میں درس تدریس اور عہدۂ صدارت پر مامور تھا جو تقریبا آٹھ سال کا دورانیہ ہے، آپ دو مرتبہ طلبا کے امتحان کیلئے بھی تشریف لائے، آپ نے طلبا کے امتحان کے بعد اپنے دست مبارک سے جو خوبصورت مسجع، مرقع، مرصع تاثرارقام فرمائے تھے وہ ادارہ کے تحویل اور ریکارڈ میں آج بھی محفوظ ہوگا، کئی مرتبہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر بھی آپ تشریف لاکر حوصلہ افزائی فرمائی، میرا جب بھی کلیان یا ادھر آنا ہوتا تو ضرور آپ کی ملاقات سے مشرف ہوتا، موقع کو غنیمت سمجھ کر آپ کے قریب بیٹھ جاتا اور سماعت درس وحدیث سے مستفیض ہوتا۔

جامع علوم وکمالات شخصیت کی درسی وفنی خصوصیات کو تو اہل علم وبصیرت یا آپ کے ارشد تلامذہ ہی کما حقہ بیان کر سکتے ہیں تاہم آپ کے جامعہ رضویہ کے قیام کے دوران راقم الحروف نے آپ کی درس گاہ بافیض میں جن خصوصیات کو دیکھا اور ملاحظہ کیا ہے اس کا قدرے خلاصہ نذر قارئین ہے ورنہ

کہاں میں کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

(۱) آپ کا درس جامعیت ومعنویت کا سنگم ہوتا تھا، درسی تقریر سطحی نہیں بلکہ بہت ہی عمیق وانیق ہوتی تھی، مطالعہ بہت وسیع اور گہرا ہوتا، کوئی بات بغیر حوالہ اور دلیل کے نہیں بیان فرماتے بعض کہہ کر تو شاذ ونادر ہی کوئی بات بیان کرتے اور حوالہ میں ماخذ تک پہونچ کر جڑ کی بات نکالتے، دنیا کی الجھنوں، جھمیلوں سے دور اور دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوکر ہر وقت، ہمہ تن ہوکر کتب بینی ہی میں مصروف ہوتے۔

(۲) آپ کے درس کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ مسند حدیث پر جلوہ فرما ہونے کے بعد کسی طالب علم سے عبارت خوانی کراتے، اور باری باری کراتے، عبارت خوانی مین اس کا چیز کا التزام فرماتے کہ عبارت صحیح پڑھیں، اگر کسی سے نحوی، صرفی یا عرابی غلطی ہوتی تو وضاحت فرماتے، صاف ستھری انداز میں عبارت خوانی پڑھنے کی ہدایت کرتے تاکہ دوسروں کو معلوم ہو سکے، کتاب کی متن، شرح، حاشیہ، بین السطور کی مغز تک پہونچ جاتے اور عبارت کو مالہا ومالیہا کے ساتھ حل فرما کر جملہ علمی مباحث کو مفصل، مدلل، محول، مبرہن، محقق اور مطول انداز میں بیان فرماتے چلے جاتے، تقریر نہایت سلیس، صاف ستہ اردو زبان میں ہوتی تھی، گفتگو فصیح وبلیغ اور رفتار دھیمی، ایک ایک لفظ واضح باواز بلند زبان سے نکلتا اور کلام میں بغیر تکرار کے قدرے روانی ہوتی تھی، گاہے بگاہے مشکل وپیچیدہ الفاظ کی توضیح وتشریح، ترکیب نحویہ وصیغہ صرفیہ کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا با محاورہ اور بے مثال ترجمہ کرتے

تھے کہ تمام اشکال بھی دور ہو جاتے اور دفع دخل مقدر ہوتا چلا جاتا تھا، آپ کا افہام وتفہیم ایسا جامع ہوتا کہ بات اور عبارت کا مفہوم متوسط الاذہان طلبا کے ذہن مین بھی بیٹھ جاتا اور کتاب کی عبارت اس انداز پر حل ہوتی کہ اس کا کوئی گوشہ تشنہ اور نامکمل نہیں رہتا، ایک کہنہ مشق اور پختہ کار مدرس کی تدریس کا اصل جوہر وکمال بھی یہی ہے کہ وہ عبارت کے مفہوم ومراد اور مصنفِ کتاب کے مقصود کو خود سمجھ کر طلبا کے ذہن میں منتقل کر دے، آپ کے درس میں اصلی زور مقصودِ مصنف اور حل عبارت پر دیا جاتا تھا، جو تدریس کی بنیادی روح اور غرض اصلی ہونے کے ساتھ استاذ کے لئے بڑا کمال ہے، اور دوران درس اپنے پسندیدہ عربی، فارسی یا اردو کے اشعار سنا کر طلبا کو محظوظ فرماتے تھے جس سے طلبا میں نشاط اور مستعدی پیدا ہو جاتی تھی۔

کنز الدقائق کا درس حدیث:

علم اسما الرجال علم حدیث میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے، اصل اصول اور تحفظ حدیث کا اصل ذریعہ ہے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کی حفاظت سند سے ہوتی ہے اور سند کی صحت رجال سند کے صحیح ہونے پر موقوف ہے۔

فن اسما الرجال کے ذریعہ راویان حدیث کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھنا ہوتا ہے، مثلاً راویوں کے نام، برادری وقومیت، حسب ونسب، کنیت، القاب، سلسلہ نسب وحسب، تعلیم وتعلم، علمی معیار، فضل وکمال، دیانت وتقوی، عقائد ونظریات، شیوخ واساتذہ اور تلامذہ، فہم وذکاوت، قوت حفظ، ضبط واتقان، عدالت وثقاہت، صحت وسقم، صحیح وضعیف، توضیح مقبول ومردود، ذاتی ومعاشرتی وشہری زندگی میں اخلاق وکردار کا معیار الغرض مہد سے لحد تک مکمل زندگی کی سوانح وسیرت کا بیان ہوتا ہے۔

مفتی صاحب قبلہ حدیث کے تمام علوم وفنون کے بحر بیکراں اور ناپیدا کنار تھے، قرآنی آیات اور روایات وآثار کے ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفصل، خاص وعام، محکم ومتشابہ، تاویل وتنزیل، آیات مکی ومدنی سے آشنا، اور فقہی حرمت وکراہت، فرائض وواجبات، استحباب واباحت، ادلہ سمعیہ کے مدارج قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت، قطعی الثبوت اور ظنی الدلالت، ظنی الثبوت اور قطعی الدلالت، ظنی الثبوت اور ظنی الدلالت الغرض ساری تفصیلات پر ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ایک عالم ربانی کے لئے یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ خوشگوار مسند مشیخت حدیث پر جلوہ افروز ہو کر شریعت بیضاوی کے اصل الاصول، مقدس اور پاکیزہ فن حدیث کا درس میسر ہو پھر تفقہ کا ایک سنہرا اور عظیم الشان ایک جلی عنوان ''کنز الدقائق'' جن کا سکہ رائج الوقت ہے، ہمہ جہتی تحقیقات وتدقیقات کا ساون بھادو کی سی موسلا دھار اور رم جھم رم جھم بارشیں محدثانہ طرز استدلال، محققانہ بصیرت کی روانی، پرکیف آواز میں رواں دواں علمی نہریں، رجال حدیث اور اقوال محدثین کو پیش کرتے ہوئے دریائے مواج وبحر تلاطم کی دلکش لہریں، ائمہ مذاہب کی رعنائیاں، مسالک فقہا کی تطبیقی صورتیں، متعارض ومختلف روایات کے درمیان تاویلات وتطبیقات اور ترجیحات کی گل کاریاں، رواۃ ودرایات کے تقدم وتاخر سے مکمل واقفیت کے ساتھ ناسخ ومنسوخ کی تاریخیں، الغرض مختلف الجہات کمالات ومحاسن سے لیس دربار خیر الانام، درسگاہ حدیث رسول میں بیٹھ کر جن میمون قسمت مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشہ چینی کا موقع ملا ہے ان کے دل سے پوچھئے کہ کیف سرور کیا ہے جن خوش بختوں کو اس کشور ستان کے خوان حدیث سے لذیذ نعمتوں کا ذائقہ چکھنا نصیب ہوا ہے، جنہوں نے علم حدیث کی جام تبحر کی نعمت عظمی سے لطف اندوزی کی ہے وہ حضرات مرور زمانہ کے بعد بھی اس کی حلاوت محسوس کرتے رہے ہیں۔

آپ کے درس حدیث سے آپ کی قوت اجتہادیہ، قابلیت استنباط، حوبہ تطبیق وارتباط، جودت ذہن، اتقان عدالت، حافظہ

وثقاہت، تقدس وتبحر، تقاری وسلاست بیانی، فراست وہمہ دانی عیاں تھی، درس حدیث میں آپ کا وقار وطمانیت، جاہ وجلالت، رعب ودبدبہ، عمدہ ونفیس لباس میں ملبوس، معطر ہوکر نیچی نگاہیں کئے ہوئے بڑی شان وشوکت سے مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوتے اور قال اللہ وقال الرسول کے سدا بہار گلاب مہکنے لگتے تھے اور مسند حدیث کی جلوہ آرائی اور نورانی چہرہ کی جگمگاہٹ سے پورا دانش کدہ منور ہوجاتا۔

کنز الدقائق کا انداز درس حدیث:

آپ نے جب سے اپنے قدوم میمنت سے جامعہ رضویہ کو شرف بخشا اس وقت سے ہی ادارہ کو شہرت کے بال وپر ملنے شروع ہوگئے اور دیکھتے دیکھتے تعلیم کا معیار بھی بلند سے بلند تر ہونے لگا اور تعلیم متوسطات سے مطولات تک پہونچ گی، مشتاقان علوم جوق در جوق آنے لگے، اور پھر جب تک آپ کا یہاں قیام رہا صحیح بخاری شریف آپ ہی پڑھاتے رہے۔

آپ کا درس حدیث گویا بہتا ہوا سمندر ناپیدا کنار ہوتا تھا، پوری حدیث کا من اولہ الی آخری ترجمہ کرتے، طلبا کا خیال کرتے ہوئے مشکل الفاظ کو حل کرکے نفس مفہوم کو ایسا کھول دیتے جیسا کہ پوست اور چھلکے سے مغز اور گودے کو نکال کر سامنے پیش کررہا ہو، اسی طرح حدیث کا باہم کسی حدیث یا آیت قرآنیہ سے بظاہر تعارض وتصام ہوتا تو اس کو رفع فرماتے، مطابقت وموافقت میں مختلف اقوال نقل کرکے اس کی توثیق فرماتے۔

اسما الرجال پر بقدر ضرورت بحث کرتے، رواۃ کی درجہ بندی میں خوب تحقیق وتدقیق فرماتے، راویوں کی توثیق وتضعیف فرماتے، جرح وتعدیل میں ائمہ جرح وتعدیل کے اسما کی فہرست شمار کردیتے، ہر ایک کی رائے کو محول انداز پیش فرماتے۔ ترجمۃ الباب، روایۃ الباب کے سیاق وسباق میں ارتباط کی ایسی وضاحت فرماتے کہ ترجمۃ الباب وروایۃ الباب میں مناسبت بالکل واضح اور صاف معلوم ہوتی۔

یومیہ اسباق کے مطالعہ میں منہمک رہتے اور سبق کا مطالعہ درسی تقریر تک محدود نہیں ہوتا بلکہ سند ومتن سے متعلق ہر چیز کا بالاستیعاب مطالعہ فرماتے اور اس میں تبحر حاصل کرلیتے اس کے لئے مختلف کتب کی ورق گردانی فرماتے اور بلا تاخیر مسند درس پر حاضر ہوتے اور اسباق کی پابندی کا التزام فرماتے، چھوٹی موٹی بیماری یا پریشانی کی صورت میں سبق ناغہ نہیں فرماتے، گھنٹی کے علاوہ بھی آپ پڑھاتے، پیرانہ سالی اور ضعف ونقاہت لاغر وکمزوری میں بھی آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ متعارض احادیث میں آپ پہلے ترجیح پھر تطبیق پھر تاویلا ور پھر تنسیخ کے اصول کو اپناتے، سند اور رواۃ حدیث پر سیر حاصل بحث وتمحیص، فرماتے ہوئے علمائے جرح وتعدیل کے اقوال کی وضاحت فرماتے تھے، حدیث کے صحت وسقم میں بصورت اختلاف جمہور ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کو پسند فرماتے تھے۔

بخاری کے ترجمۃ الباب کا مقصد بیان فرماتے اور فرماتے کہ عموما امام بخاری کے تراجم دعاوی ہوتے ہیں اور احادیث مسندہ ان دعووں کی دلیل ہوتی ہیں، ترجمۃ الباب وروایۃ الباب کے مابین انطباق دیتے ہوئے امام بخاری کے مزاج اور انکے منشا کی طرف بھی اشارہ فرماتے تھے، **قال بعض الناسکاماله وماعلیه** کے ساتھ تعیین اور حوالہ بھی ذکر فرماتے تھے، صحیح بخاری میں کہیں باب ہے ترجمہ نہیں اور کہیں ترجمہ ہے حدیث نہیں بلکہ صرف آیات قرآنیہ ہیں کہیں نہ حدیث ہے نہ آیت صرف ترجمہ مذکور ہے تو ایسے مواقع

پرسیر حاصل کلام فرما کر تسکین قلب کا ساماں مہیا فرماتے، دوران درس حدیث ائمہ و محدثین عظام کی عزت، عظمت قدر و منزلت، عقیدت و محبت اور ادب و احترام کو بھی ملحوظ رکھتے اور اپنے اساتذہ فن کا تذکرہ بھی فرماتے تھے۔

کنز الدقائق تصنیفات و تالیفات:

آپ کی زندگی کے لیل و نہار کے شب و روز کا ہر لحظہ و لمحہ صحت و مرض کی ہر ساعت اشاعت علم میں گذری، آپ اپنی زندگی میں گوشہ نشینی کے عادی تھے شہرت و ناموری کے ذوق سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں تھا، یہی وجہ تھی کہ آپ دنیا کی ہر جھمیلوں سے لاتعلق ہو کر صرف کتب بینی، علوم و فنون کے مطالعہ میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے، جیسا کہ گزشتہ صفحہ میں ذکر ہوا کہ مدۃ العمر درس و تدریس تحقیق و تصنیف میں منہمک رہے اور تقریبا ایک درجن کتابیں اور بے شمار علمی و ادبی، تحقیقی اور تنقیدی مضامین و مقالات سپرد قلم کئے تصنیفات و تالیفات کے نام یہ ہیں۔ تقدیر کائنات، چراغ راہ، عکس جمیل تجلیات شرف، کنز الایمان، صحیفہ زبان و بیان، عکس و شخص، میت کفن سے دفن تک، نماز اہل ایمان کی معراج، صنف نازک، ہجری اسلامی ماہ و سال، فردوس خیال نعتوں کا مجموعہ علاوہ ازیں میرے علم میں ایک غیر مطبوعہ کتاب علم صرف سے متعلق تھی جو مسودہ سے مبیضہ ہو کر طباعت کے آخری مرحلے میں پہونچ چکی تھی خدا کرے کہ وہ بھی مطبوع ہو کر منظر عام پر آجائے۔ اور مقالات و مضامین ہنامہ نوری کرن بریلی اور مختلف رسائل و جرائد میں بکثرت چھپتے تھے۔ مثلا پاسبان الہ آباد، ہدی دہلی، نور مصطفیٰ پٹنہ، مظہر حق بدایوں، اعلی حضرت بریلی، سنی دنیا بریلی، کنز الایمان دہلی، بطحا حیدر آباد، المختار کلیان۔

شخصی خدوخال:

قد زیبا، قامت رعنا، نہ ہی پست، نہ ہی دراز، سرگول جس میں گودا ہی گودا ہے، مغز ہی مغز، جسم موزوں سرخی لئے ہوئے، چہرہ پر نورانی ریش، رنگ گندمی جس میں انڈے کی زردی جیسی چمک ہی چمک تھی، آواز بارعب، چہرے بشرے سے معصومیت ظاہر ہوتی تھی، طبیعت میں سادگی تھی، خوش رو و خوش پوش تھے طبیعت میں نفاست و نزاکت تھی، خاموش مزاج اور کم گو تھے مگر جن سے وابستگی ہو جاتی تھی ان سے بڑی بے تکلفی سے کھل کر ملتے تھے۔

علالت، وصال، جنازہ اور تدفین

آپ کچھ دنوں سے مسلسل علیل چل رہے تھے اور طبیعت میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا تھا آخرس مرض نے زور پکڑا آخرش صورت حال قابو سے باہر جاتی محسوس ہوئی پورنیہ سے کشن گنج رجوع ہوئے لیکن قضا و قدر غالب آئی اور بروز جمعہ مبارکہ ۱۲/ بجکر ۴۵/ منٹ پر عین جمعہ کے وقت ۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۷/ جنوری ۲۰۲۲ء کو یہ آفتاب علم و ادب اور مجلس علم و فن کی ہنگامہ گستری دم کی دم میں ختم ہو گئی اور ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا، دوسرے دن نماز جنازہ ٹھیک دس بجے دن بقیۃ السلف حضرت مفتی طاہر حسین اشرفی کی اقتدا اور مناظر اہل سنت فقیہ النفس علامہ مفتی مطیع الرحمٰن مضطر صاحب قبلہ مدظلہ و دیگر اکابر و مشائخ کی معیت میں ادا کی گئی اور علم و ادب کی اس امانت کو مزار پر انوار حضور خواجہ شاہ شرف الدین گانگی کی مبارک خاک کے سپرد کر کے ان کے مقدس جوار میں دفن کر دیا گیا، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ، اللہ تعالی آپ کی آخری ارام گاہ پر ہزاروں اور کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین!

مقیم حال بلگام / متوطن دلکولہ وارڈ نمبر 16 اتر دیناجپور

حضرت کنز الدقائق علوم وفنون کا گنجینہ

مفتی اشفاق عالم مصباحی کیرلا

بحر العلوم العقلیہ والنقلیہ ،واقف اسرار فقہ وافتاء ،ہفت اقلیم سخن کے نکتہ سنج ونکتہ داں، تحقیق وتدقیق بحر بیکراں، قرطاس وقلم کے بادشاہ، ادب ماہر واستاذ الشعراء، عاشق اعلیٰ حضرت، کنز الدقائق حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمۃ الباری، کی ذات ستودہ صفحات کو یہ حقیر تقریبا ۳۵ سال پہلے سے ہی جانتا ہے۔ کئی بار خدمت اور بالمشافہ گفتگو کرنے کا بھی شرف حاصل رہا ہے۔ سب سے پہلی بار حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی پرکشش صورت کی زیارت اس وقت نصیب ہوئی تھی جب میں مادر علمی الجامعۃ النظامیۃ ملک پور ہاٹ میں زیر تعلیم تھا۔ استاذ گرامی مفتی غلام یٰسین رضوی صاحب ناظم اعلیٰ ادارہ ھٰذا ہر سال سالانہ امتحان کے موقعہ پر دو اہم علمی شخصیات، حضرت قدیری علیہ الرحمۃ اور مقبول العلماء علامہ خواجہ مقبول حسین رضوی مدظلہ العالی کو بالالتزام بحیثیت ممتحن بلایا کرتے تھے۔ یہ دونوں بزرگ میرے ممتحن رہ چکے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت کنز الدقائق درس قرآن کا امتحان لے رہے تھے، دوران امتحان حضرت نے سورۂ اخلاص شریف کا ترجمہ پوچھا، میں نے ترجمہ کردیا۔ پھر حضرت نے سوال کیا کہ کیا یہ بتا سکتے ہو کہ اس سورت کے نزول کے وقت عرب میں کتنے ادیان ومذاہب وملل تھے؟ اور اس سورت سے کتنے مذاہب کی طرف اشارہ ہوتا ہے؟ میں چونکہ یہ نہیں جانتا تھا اسی لئے خاموش ہوگیا۔ مگر سراپا پیاس بن کر حضرت کے بحر علم کے موجوں اور لہروں کے دو چار قطروں سے اپنی تشنگی بجھانے کا انتظار کرنے لگا میری نگاہیں فلک علم وفن کے بدر منیر کے چمکتے، دمکتے چہرے پر جم گئیں۔ اتنے میں حضرت کے بحر علم میں ایک زبردست طغیانی آئی، جو صرف قابل دید ہی نہیں بلکہ حیرت انگیز بھی تھی، حضرت لب کشا ہوئے، اور فرمانے لگے کہ اس سورت کی آیتوں سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ اس وقت عرب میں مختلف ادیان ومذاہب تھے۔ مذہب کفر وشرک تھا، ایک ایسا بھی مذہب تھا جس کے ماننے والے خدائے برتر وبالا کو، معاذ اللہ محتاج ومجبور وکمزور تصور کرتے تھے، کچھ ایسے بھی مذہب والے تھے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے تعلق سے توالد وتناسل کا بھی اعتقاد رکھتے تھے، اور بعض ایسے بھی تھے جو مولیٰ تعالیٰ کے نظیر ومثیل وعدیل کے قائل تھے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ گو کہ یہ تمام گروہ اور ان مذاہب باطلہ کے سامنے والے الکفر ملۃ واحدۃ کے مطابق ایک ہیں، اور ابدی جہنم کے مستحق ہیں، تاہم ایمان و اسلام مخالف اپنے مخصوص عقائد ونظریات کی بنیاد پر الگ الگ فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ اس سورۂ مبارکہ نے ان تمام باطل مذاہب وادیان کا رد کیا ہے۔ قل ھو اللہ احد سے جہاں اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اعلان ہے وہیں کفر شرک کا رد بھی ہے۔ اللہ الصمد سے جہاں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا ذکر ہے۔ وہیں ان باطل عقیدہ والوں کا رد ہے ضرورت جو رب ذوالجلال کو کمزور ومجبور سمجھتے تھے۔ لم یلد ولم یولد سے ان کا رد ہے جو حضرت عیسی وحضرت عزیر علیہما السلام کو، معاذ اللہ، ابن اللہ کہا کرتے تھے، اور ان کفار ومشرکین

کا بھی جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ **ولم یکن له کفوا احد** سے اس گروہ کا رد ہے جو خالق ارض وسماء کیلئے نظیر و مثیل وعدیل کا اعتقاد رکھتے تھے۔

یہ ایک جھلک تھی حضرت کی نکتہ آفرینی و بلند آگہی کی۔ حضرت کنز الدقائق کو انگریزی زبان میں بھی بڑی مہارت تھی۔ اسی دوران طالب علمی میں حضرت سے یہ واقعہ سنا تھا کہ ایک مرتبہ آپ بس سے سفر کر رہے تھے، ایک صاحب اسی بس میں انگریزی اخبار پڑھ رہے تھے، تھوڑی دیر بعد اس نے اخبار پڑھ کر اپنے بیگ میں رکھنا چاہا، آپنے اس سے پوچھا ذرا مجھے بھی دیں۔ اس نے تلخ لہجے میں جواب دیا کہ یہ انگریزی اخبار ہے، آپ اس کو لیکر کیا کریں گے؟ یہ سنتے ہی آپنے اس کے ساتھ انگلش میں گفتگو شروع کر دی۔ وہ اپٹوڈیٹ صاحب پینٹ وشرٹ آپ کی انگریزی سے گھبرا اٹھا، آپ نے اس کی اپنی اوقات بتانے کیلئے انگلش ہی میں ایک سوال کر ڈالا کہ ذرا یہ تو بتائیے کہ جب اسکول (SCHOOL) لکھا جاتا ہے تو اس کے ایس (S) کا تلفظ آئی (I) یا ای (E) سے کیا جاتا ہے۔ مگر جب سسٹر (Sister) لکھا جاتا ہے تو اس کے ایس (S) کا تلفظ آئی (I) یا ای (E) سے نہیں کیا جاتا ہے، آخر ایسا کیوں؟ یہ سن کر اس حواس باختہ نے جواب دیا کہ اس کا تلفظ آکسفوڈ اور کیمبرج کے انگلش داں اور انگلینڈ کے لوگوں نے ایسے ہی کیا ہے، اسی لئے ہم بھی ایسے ہی پڑھتے ہیں۔ حضرت کنز الدقائق نے فرمایا، آپ اس کو نہیں جانتے ہیں، آپ تو کیا آپ کے بڑے بڑے بھی نہیں جانتے ہیں، لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ آخر ان دونوں لفظوں کے تلفظ کے درمیان اتنا فرق کیوں ہے۔ اس نے کہا اچھا تو بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ پہلے آپ اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔ کہ شروع میں مجھے حقارت کی نظر سے کیوں دیکھتے تھے۔ اس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور پھر عرض کرنے لگا کہ بتا دیں بڑی مہربانی ہوگی۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ سسٹر (Sister) میں ایس (s) کے بعد آئی (I) ہے، اور انگریزی میں پانچ حروف علت ہیں۔ ان میں سے ایک آئی (I) بھی ہے۔ اب اگر سسٹر (Sister) کے ایس (S) کا تلفظ آئی (I) یا ای (e) سے ہو تو تلفظ میں دو حرف علت کا اجتماع لازم آئیگا۔ جو باعث ثقل ہے۔ اسی لئے یہاں ایس (s) کو ایس (s) ہی پڑھا گیا۔ مگر یہ بات اسکول (School) میں نہیں۔ لہٰذا اس میں ایس (s) کا تلفظ آئی (i) یا ای (e) سے کرنا قبیح نہیں ہوا۔

حضرت کی انگریزی زبان پر مہارت کی یہ تھی ایک جھلک۔ میرے محسن ومربی، عم کریم، خلیفۂ حضور مفتئ اعظم ھند، حضرت مولانا محمد قربان علی رضوی نور اللہ مرقدہ نے، جد امجد حضرت علامہ کرامت حسین تمنا، صاحب مسدس بوستاں ان کے چھوٹے بھائی حضرت علامہ تصدق حسین مشتاق، صاحب دیوان مشتاق علیہما الرحمتہ کے عرس سراپا اقدس میں حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کو دلشاد پور آنے کی دعوت دی۔ یہ عرس ہر سال ۶/۷ مارچ کو ہوتا ہے۔ حضرت مہمان خصوصی کی حیثیت سے ہمارے غریب خانے میں جلوہ افروز ہوئے۔ ان کے علاوہ مولانا عبد الجبار اشرفی اور مولانا قاری عین الحق صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ تمام علماء مغرب سے پہلے ہی آچکے تھے۔ جلسہ بعد عشاء تھا۔ میں بعد مغرب چائے، ناشتہ لیکر خدمت میں حاضر تھا۔ ان حضرات کی علمی گفتگو شباب پر تھی۔ قاری عین الحق صاحب نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک سوال اٹھایا کہ رب تعالی نے ابو جہل وغیرہ کے بارے میں فرمایا ہے اِنّ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(٦)خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

(۷)جب اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے تو اب ابوجہل کا ایمان لانا ممکن نہ رہا کہ اللہ تعالی کے کلام کے خلاف نہیں ہوسکتا۔کل قیامت کے دن جب اس سے پوچھا جائیگا کہ تو نے ایمان کیوں نہیں قبول کیا،تو وہ کہہ دیگا کہ اے رب! میں ایمان کیسے لاتا،تو نے تو یہ فرمادیا تھا کہ وہ ایمان نہیں لائیگا۔اب اگر میں ایمان لاتا تو تیرے کلام کے خلاف ہوتا۔اور تیرے کلام کا خلاف ممکن نہیں،اسی لئے میں نے ایمان قبول نہیں کیا۔اس کے بعد قاری صاحب نے ان دونوں عالموں کی طرف سوالیہ نظر ڈالتے ہوئے کہا کہ پھر آخر ابوجہل کو عذاب کیوں ہوگا،اس اشکال کا حل کیا ہے؟اس وقت میں نے حضرت کنز الدقائق کے علم کی جولانی وطغیانی دیکھی کہ اس بحث میں آپ نے مولانا عبدالجبار اشرفی کو اعتراض پر اعتراض کر کے مضمحل کر دیا تھا۔اس بحث کا خلاصہ یہ تھا کہ رب تعالی کے خبر دینے نے اس کے ایمان لانے کی راہ کو مسدود نہیں کر دیا۔بلکہ اللہ تعالی ازل سے ہی جانتا ہے کہ ابوجہل پوری عمر میں اپنے قصد وارادہ سے کبھی بھی ایمان قبول نہیں کریگا۔اسی کی اللہ تعالی نے خبر دی ہے۔لہٰذا ابوجہل کا جہنم میں جانا اور عذاب پانا،فقط اس کے اپنے قصد واختیار کفر پر ہوگا۔بالفرض اگر اللہ تعالی اس آیت کریمہ کو نازل نہیں فرماتا پھر بھی اپنے کفر کی بنیاد پر وہ جہنم میں جاتا۔اس آیت مبارکہ کے ذریعے ہادئ امت،نبی رحمت حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تسکین خاطر کی گئی ہے کہ کفار کے ایمان نہ لانے سے آپ مغموم نہ ہوں۔آپ کی سعی تبلیغ کامل ہے۔اس کا اجر ملیگا۔محروم تو یہ بدنصیب ہیں،جنہوں نے آپ کی اطاعت نہ کی۔آہ! صد افسوس! پھر دوبارہ حضرت کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔یہاں تک کہ اس دار فانی سے راہی ملک بقاء ہوگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ع:

رحمت رب کی برسے تمہاری قبر پر

صدر شعبۂ حنفی جامعہ سعدیہ عربیہ کاسرگوڈ کیرالا

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق جامعہ کی رونق تھے

مولانا جہانگیر اشرف رضوی

الجامعۃ الرضویہ کلیان عروس البلاد ممبئی میں افکار احمد رضا کی ترویج واشاعت کا ایک عظیم مرکز مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمانی کرنے والے دینی اداروں میں الجامعۃ الرضویہ کلیان کا نام سرفہرست شمار کیا جاتا ہے بلکہ اس کی بنا ہی مجدد اعظم امام احمد رضا کے افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ کے لیے رکھی گئی ہے، بحمدہ تعالیٰ یہ ادارہ اپنے روز قیام سے تادم تحریر شب وروز فروغ علم، اشاعت سنیت ،خدمت دین متیں میں ہمہ تن مصروف ہے، یہاں کے فارغین تعلیم وتعلم کے مختلف میدانوں میں اپنی خدمات پیش کررہے ہیں۔

ادیب شہیر حضور کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری نور اللہ مرقدہ کا سحاب علم مختلف دینی مدارس اہل سنت میں برس رہا تھا اور بے شمار تشنگان علوم اپنی پیاس بجھا رہے تھے، سن ۲۰۱۰ء کی بات ہے کہ جب حضور کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے الجامعۃ الرضویہ کلیان کو مشرف فرمایا اور کلیان میں آپ کی تشریف آوری ہوئی، آپ یقین جانیں کہ آپ کی آمد کی برکت سے ایسا لگ رہا تھا جیسے علوم شرعیہ کی تجلیاں در ودیوار سے چھن چھن کر سینہ ودل کی گہرائیوں میں گھر کرتی چلی جارہی ہوں، اساتذہ وطلبہ میں ایک نئی نشاط اور ایک نئی امنگ پیدا ہوگئی، تعلیمی منازل میں کافی تبدیلیاں ہونے لگیں۔

آپ کی پاکیزہ شخصیت سے جامعہ کے تمام شعبہ جات میں غیر معمولی تیزی وتبدیلی پیدا ہوئی، اساتذہ کے حوصلے بلند ہوئے، کئی اہم شعبہ جات کی بنا پڑی، جس میں دارالافتا والقضا خاص طور سے شامل ہے، آپ نے اپنے جلوۂ علم کی ایسی شعائیں بکھیریں کہ نہ صرف جامعہ بلکہ پورا دیار بقہ نور بن گیا، آپ کے فیضان فکر وادب کا باڑا خوب خوب تقسیم ہوا، عوام اہل سنت کو ان کے الجھنوں کا شرعی حل ملا، طلبہ کو آپ کی فکر نفیس سے استفادہ کا موقع ملا، حدیث وفقہ کے طالبین کو خصوصی ایک مستند فقیہ ومفتی اور حدیث واصول حدیث کے رمز شناس ایک بلند پایہ عالم ربانی سے فیضاب ہونا نصیب ہوا۔

جامعہ کا اشاعتی شعبہ ''غوث الوریٰ اکیڈمی'' کا قیام اگر چہ آپ کی آمد سے قبل ہی ہو چکا تھا لیکن آپ کی بافیض سرپرستی سے اس شعبہ کو جو خصوصی اور غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی وہ نا قابل بیاں ہے۔ یہ ہماری اور ہمارے شعبہ نشر واشاعت کی فیروز بختی وسعادت مندی ہے کہ آپ کے نوک قلم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے والے نگارشات شائقین ادب اور علم دوست قارئین تک پہونچانے کا موقع ملا اور آپ کی قلمی خدمات کا ایک بڑا حصہ محفوظ ہوگیا۔ یقیناً یہ ہم سب کے لیے بہترین توشہ آخرت ہے۔

آپ نے اپنی پیرانی سالی کے باوجود وہ زریں خدمات انجام دیں جسے صبح قیامت فراموش نہیں کیا جاسکتا، آپ نے اپنے تجربات ومشاہدہ سے جامعہ کی فلاح وترقی کے لیے ایسے روشن نقوش وخطوط کھینچے جن پر جامعہ روز عروج وترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے، اوران شاءاللہ الرحمٰن مستقبل میں بھی انہیں نقوش پر قائم رہے گا۔

جامعہ میں جب تک آپ کا وجود مسعود رہا، جامعہ خوب خوب پھلتا پھولتا رہا، طلبہ واساتذہ کو درک وشعور کی خنک روشنی عطا ہوئی ، دارالافتا اور دارالقضا کی بہار قائم رہی، جامعہ کے تمام شعبے فعال ومتحرک رہے، مسند حدیث کی زینت بحال رہی، غرض کہ آپ جامعہ کا وقار واعتماد تھے لیکن آپ کے وصال سے یہ ساری بہاریں یکا یک خزاں رسیدہ ہوگئیں، آپ اپنی اہلیہ کی علالت کی وجہ سے گھر پر تھے، پھر سبرام مدرسہ سے جوڑ گئے تھے مگر آپ کی توجہ خاص مدرسہ پر مرکوز تھی، اب جامعہ علمی یتیم ہوگیا، آپ کے وصال سے جہاں اہل سنت وجماعت میں بڑا نقصان وخسارہ ہوا وہیں سب سے زیادہ جامعہ میں علمی خلا پیدا ہوا جس کا پر ہونا نظر نہیں آتا ہے۔

جامعہ اور یہاں کے اساتذہ وطلبہ پر حضور کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے وہ عظیم احسانات ہیں جن کا بدلہ ہم دنیا میں نہیں دے سکتے اور نا ہی اس سے ہم عہد برآ ہوسکتے ہیں، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کی خدمات دینیہ کو شرف قبولیت سے نوازے، آپ کے درجات بلند سے بلندتر فرمائے، آپ کے فیوض وبرکات سے ہمیں اور جملہ برادران اہل سنت کو مالا مال فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ناظم اعلیٰ: الجامعۃ الرضویہ بیل بازار کلیان مہاراشٹر

☆☆☆☆☆

حضور کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت

مفتی معروف رضا مصباح قادری نعیمی

حامداً و مصلیاً! جہانِ فقہ وافتا ایک ایسا جہاں ہے کہ اس کی سیر وسیاحت کرنے والا تھک ہار کر کشت وکار میں تگ وتاز کی زندگی ختم وبرباد کر دیتا ہے مگر منتہائے منزل تو دور کی بات ایک سیاح کی رسائی قرب القریب بھی نہیں ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فقہ وافتا ایک بحر ناپیدا کنار، علم وآگہی کے دریائے موجدار ہے کہ جس میں غواصی کرنے والا موتیوں کی طلب سے بہرہ ور تو ہو جاتا ہے جہاں تیراکی کرتے ہوئے سانسیں جواب دینے لگ جاتی ہے لیکن اس کی اصل رصدگاہ سے بہرہ مند نہیں ہو پاتا ہے علاوہ ازیں اس کی محصول پونجی کو قلبی تسکین کی تریاق ثابت کرنے کے لیے تیراکی کی یادوں سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہے۔ جس سے قضا وافتا کی لوازمات سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہو کر اصلاح امت کا سبب بنتا ہے جو وجہ مفاخرت وطلب فقاہت کی شاہکار، شعور وآگہی میں تاجدار، علم ودانش میں علم بردار ہوتا ہے۔ ویسے اس روے زمین میں غیر معمولی شخصیتوں کی کمی نہیں جہاں دیکھیں وہیں کسی جہاں کو کوئی آباد کیا ہوا ہے۔ کوئی فلسفہ ومنطق کا شہسوار ہے تو کوئی ہیئت وہندسہ کا فنکار ہے، کوئی توقیت وجفر میں صلاح کار ہے، کوئی حکیم ابن سینا، عمر خیام، فارابی نامدار ہے۔ یہ اظہر وابین ہے کہ ہر کوئی کسی نہ کسی مخصوص شعبہ سے لگاؤ کی بنیاد پر متعارف ہے۔ مگر حضور کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی نایاب ذات بابرکات کو جس شعبہ میں دیکھا جائے وہاں اپنے معاصرین میں صاحب نام اور امام تام نظر آتے ہیں اور آپ کی علمی فقہی تبحر سے مملو ومشحون قلمی جام، امت مسلمہ کے لیے فیضان عام ہے۔ جو فقہ کے تمام عوامل واسباب کو محیط ہے جہاں تطبیقات کی حسن صورت وزیبائش، اور تنبیہات کی خوش اسلوبی کی نمائش، تعلیقات سے نفس وشرح مسائل کی فہمائش، اس شرح وبسط کی ندرت نگارش کمال ستائش ہے۔ جس میں حل اشکالات، توضیح مبہمات ومہمات، غایت تحقیقات، نہایت تنقیدات، مزیدات وتنقیحات، ایرادات وتلمیحات، تشریح مغلقات، تلویح متعلقات، کثرت شواہدات، فقہی تبحرات کی اعلیٰ وافسر آرائش ہے۔ کثرت منصوص وغیر منصوص احکامات میں علمی کاوشات پر اشارات وتاویلات کی اضافات اعجازی تبشیرات پر درخشندہ وتابش ہے۔ فقہی جزئیات سے استدلات اپنوں کے لیے وجہ مفاخرت اور اغیار وحساد کے لیے تازیانہ ونالش ہے۔

احقر العباد! زمانہ خاک بازی سے لے کر اب تک جن متعدد علماے اہل سنت سے متاثر ہے ان میں کنز الدقائق علیہ الرحمہ کا انتخاب بحیثیت انقلاب ہے۔ جن کی خاکساری، فروتنی، بموجودگی خاقانی وشاہانی مزاج مشتہر بین الناس تھی جہاں خدمت سے عظمت کے حصول کے معترف، خدمت منصبی کے مخالف، خذ ما صفا ودع ما کدر کے مناسب، کار متعلقہ کے محاسب تھے آپ کی خضر صورت سے خضر راہی مترشح تھی، مستزاد شوریدگی وحیرانی تو اس بات پر ہے کہ سیمانچل کے سپوت جو سوسر کے ہونے کی بنیاد لائق عزت وچاہت تھے باوجود اس کے یہاں کی عوام اپنی شناعت وبے ہودگی سے قعر مذلت میں پیراکی کرتے ہوئے صرف نظر، قطع عزوخطر کو ہی اپنی فلاح وظفر جانتی رہی، نیز ہر ایک کے بعد وصال دفع مہمات جان کر اپنی شوریدہ بختی، وشوریدہ حالی، شرارت وظرافت، تیز طبعی، بے باکی سے ماتم کر اپنی دیوانگی وسرگشتگی کا اظہار کرتی رہی اور بازار شور وشر میں نمایاں کامیابی سے ہمکنار ہونا اپنی شہ ماتی تصور کرتی رہی علاوہ ازیں بلا خلوص گھریا لو جیسا آنسو بہاتی رہی نتیجتاً کثرت علما وفضلا بھی عفو ودرگذر کو فروغ بخش کر ان کے ما

سبق کونسیامنسیا کر دیااور نام نہاد منلاؤں نے ان ہی کی روش اپنا کر اپنی روٹی سینکنے میں مشغولیت کومناسب جانا اور دیگر خانقاہوں سے آئے ہوئے پیرانِ عظام کے تئیں شیروں کے شیری ہوتے ہیں کے نعرے لگاتے رہے، ان کی موجودگی کو عواطف ورجحانات جانتے رہے، باوجود اس کے ان کے فریادرسی پر انہوں نے قطعاً لبیک نہیں کہا مگر جن افراد واشخاص نے اپنے اعوان وعلمی فیضان کے ذریعے سیمانچل کی دونوں ہاتھوں سے پگڑی تھام کر زبوں حالی سے بحرہ ورفرمایا ہے انہیں دورنگی وبیگانگی، مغایرت متصادمت نصیب آئی مستزاد زبان باز لوگوں نے دھمالیا کی صورت اختیار کر علاقے میں لوٹ کھسوٹ مچائی اور مصائب وآلام کے دنوں میں ان کی جائز کمائی کو ناجائز طور پر خرچ کرنے اور برطانیہ ولندن کی سیر وسیاحت کرنے کا مژدۂ جاں فزا سنائی، اور جن علماوفضلا نے زمام قوم کو سنبھالنے کی کوشش کی تو ان گپ بازوں نے عوام کو مخالف بنا کر امارات عالیہ سے دور ونفور رکھا اور اساسی امور میں دیانتی کرنے والوں کو زودوکوب کرایا، اکتساب مال ومنال، انتساب عز وفضال کو اپنا مقدر اصلی جانا، علماے ربانین وفضلاے کاملین کی جانب سے ردوقدح کو فضول مانا اور موسم رستخیزی میں راہ فرار اختیار کر رستمی گردانا، مگر حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات میں وہ تمام خوبیاں ودیعت کی ہوئی تھیں جس سے آپ میدان درس وتدریس، فقہ وافتا، شعر وشاعری، ادب وافسانہ نگاری، ردومناظرہ میں فاتح وسالار گردانے جاتے رہے باوجود اس کے کبھی کبر ونخوت کو قریب آنے نہیں دیا اور نہ کسی کو رعب علم کا فقدان محسوس کرنے دیا ہاں عجز وعاجزی جس کو اسلام نے روا رکھا اس مقدار منکسر المزاج وخاضع ہونا ثابت کیا ہے۔

دنیائے اسلام میں ایسی شخصیتوں کی کمی نہیں جن سے ساری دنیا مستفیض ومستنیر اور متحیر ہوں، جن کے علمی کارنامے وجہ تفاخر، باعث تعامل ہے۔انہی میں ایک انقلابی شخصیت ہندوستان کی مردم خیز سرزمین سیمانچل میں پیدا ہوئی جو دنیائے سنیت میں کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے نام سے متعارف ہیں اور ان کی انقلابی ذات ایسی پہلودار اور جامع علوم وفنون ہے کہ ان کی ذات کے کسی ایک پہلو اور ان کے علوم وفنون میں سے کسی پر کمال تفنن سے بحث وتمحیص کرنا یہ عام لوگوں کی بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ان کا خاصہ وطرہ ہے جن میں تمام علمی کمالات، بوجہ اتم موجود ہو، فقہی محاسن وکمالات، خصوصیات وامتیازات سے باخبر ہو، ہماشما کی وسعت فکر ودقت نظر اس کا قطعاً محتمل نہیں کہ وہ جان لیں! کہ کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت کس معیار کی ہے؟ اور میدان تحقیق وافتا میں آپ کیا امتیازی شان رکھتے ہیں؟ اس سے باخبری انہیں میسر ہے جو اس میدان کا زیرک شہسوار ہو۔البتہ مجھ ہیچمداں کی کیا بساط کہ حضرت علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت وفنی قابلیت کو قارئین کے حوالے کروں! مگر چند فقہی کاوشات کے مطالعہ کا نتیجہ پیش کر سعادات حاصل کی ہے۔

حضور کنز الدقائق علیہ الرحمہ کو اللہ عزوجل نے وہ ذہانت وفطانت اور علوم اسلامیہ میں مہارت وممارست عطا کی تھی جن کی کتابیں اس کی شہادت پیش کرتی ہیں اور آپ نے بعد فراغت سے لے کر تاحین حیات تحقیق وافتا کی یہ گراں قدر ذمہ داری نہایت ہی خوش اسلوبی وفراخ دلی، غایت متانت وسنجیدگی، بالغ نظری، وسعت فکری، کے ساتھ انجام دی اور فقہی تحقیقات کے وہ جواہر پارے لٹائے کہ عالم اسلام کے ایک عظیم مفتی اور فقیہ اسلام کی حیثیت سے محض متعارف ہی نہیں ہوئے بلکہ اپنے معاصرین میں درفرید تسلیم کیے گئے، جن کی ذات ستودہ صفات مرجع انام تھی، آپ نے تحقیقات نادرہ اور افتا کی خدمات واسعہ سے صرف سیمانچلی مسلمانوں کی رہنمائی نہیں فرمائی بلکہ پورے ہندوستان کی امت مسلمہ کو اپنی خداداد صلاحیت، فکری لیاقت سے فیض رسانی کا کام کیا۔

میت کفن سے دفن تک فقہ وفقاہت میں ایک عظیم شاہکار ہے بایں وجہ کہ کتاب مستطاب میں بھی ایسے مقامات بسیار ہیں جو تحقیق کا آئینہ دار ہے جنہیں حضور کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے اپنی وسعت نظر، جودت فکر، کمال فقاہت اور حسن تدقیق سے حل کر

طالبان علوم نبویہ وحاملان فقہ وافتا کو روشنی فراہم کیا ہے اور کثیر مسائل کی عقدہ کشائی، مستزاد بے شمار جزئیات کی مزیدات سے تحقیقاتی سفر طے کیا ہے۔ اس سے نہ صرف حدیث وفقہ بلکہ بکثرت علوم وفنون میں کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے، کتاب مذکور میں فقہی بصیرت کے حوالے سے بے شمار شواہدت موجود ہیں جو آپ کی حیرت انگیز تحقیقات پر دال ہیں، ان کے علاوہ دیگر تصانیف میں بھی آپ کی فقہی بصیرت کے بے شمار حوالے ملتے ہیں۔ جو ایک فقیہ ومفتی کے جملہ اسباب وعوامل نوجہ اہم مستلزم ہیں۔

حضرت موصوف علیہ الرحمہ کی ذات علمی ہیئت وساخت اور ادبی واقفیت وشناخت میں مسلم ہے، جماعتِ اہل سنت میں قابل اعتماد ومحکم ہے، ارباب علم ودانش میں ایک نہایت ہی معتبر، مستند ومکرم ہے۔ حاملانِ فقہ وافتا کے مابین اس کی حیثیت مراجع ومحتشم ہے، کاملانِ روحانیت وتصوف میں کامران ومنعم ہے اور ان کی ادبی جامعیت وفکری افادیت باعث تنعیم ہے، جس سے حضور والا کی قدر وقیمت، وقعت ومنزلت قابل تفہیم ہے۔ ویسے تو آپ کی کتب ورسائل مکمل اس کی یادگار ہے البتہ دعویٰ پر دلیل کی صورت میں چند ادبی جھلکیاں پیش کرنا مناسب ودرکار ہے۔ آپ اپنی کتاب صنف نازک میں ادبی پیرایے کو اس مزاج میں پیش فرماتے ہیں کہ ہر ادیب کو نزہت وندرت تحریر، فکر وجودت طبع کی تبشیر کا اقرار ہے۔ جسے نظر قارئین کرنا انسب وافسر علمی معیار ہے۔

''رشتۂ نکاح خوشیوں سے دامن حیات کو بھر دیتا ہے زندگی نئی کروٹ لے کر حال سے مستقبل کی طرف رواں دواں ہو جاتی ہے اور عورتیں امنگوں کی دنیا سے سرشار ہو جاتی ہیں اپنے شوہروں کے پیار کی چھاؤں میں خوابوں کی دنیا سجاتی ہیں وفور شوق سے کبھی گنگناتی اور کبھی فرط مسرت سے مسکراتی ہیں اپنے ماحول کی فضا کو سنوارتی اور نکھارتی ہیں کبھی شگفتگیٔ مزاج کی تصویر تو کبھی رعنائی طبیعت کا پیکر بن جاتی ہیں غرض کہ زندگی معاشرتی خطوط پر گزرتی چلی جاتی ہے کہ اچانک زندگی کی رہ گزر پر ایک المناک موڑ آجاتا جس کے باعث حیات کے متحرک لمحے ٹھہر جاتے ہیں اور قافلۂ زندگی رک جاتا اور یہ دردناک موڑ اس کی طلاق، شوہر کی وفات اور اس کا ارتداد ہے۔

زبان وبیان کی نضارت وشائستگی، سلاست وروانی کی موجودگی، عبارتوں کی نغز وعمدگی، اشاروں کی باریکی وتازگی، معانی کی تنقیح وطرفگی، الفاظ کی نزہت ونمائندگی پر اشارت یہ ساری خوبیاں آپ کے فتاویٰ میں کمال فقاہت ونشاخاطر کی بشارت ہیں، جو وجہ میمنت وسعادات ہیں، علمی موہبت عظمیٰ کی عنایات ہیں۔

مسائل کے استدلال واستخراج میں فقیہانہ اسلوب ومعیار اپنا طرۂ امتیاز جانتے ہیں۔ فصاحت وبلاغت کی موافقت، براعت استہلال کی مواصلت، اور افکار وخیالات کی موانست، علمی مواہبت کے اعلیٰ معیار کو آپ کی کتابوں کے ہر جملہ سے موالات نظر آتا ہے، باریک بینی وموشگافی کے پہلو کو کسوٹی پر پرکھنے کے لیے کتابوں کو پڑھنے پر اس کا اعتراف ہر ایک کو مسلم ہے کہ اس کے اندر اس قدر تفصیلات، تلمیحات، استعارات اور تشبیہات، تنویرات، تشکرات، تحقیقات، تبشیرات، موجود ہیں جو من کل الوجوہ ایک عظیم شاہکار معلوم ہوتا ہے۔ بلا آخر حضرت علیہ الرحمہ کی ذات نایاب علمی وفقہی تعلیمات کا فنکار اور شعور وآگہی میں دمدار معلوم ہوتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے آمین یارب العلمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سربراہِ اعلیٰ رضوی نعیمی دارالافتا کاشانہ سرکار محمد پور، کشن گنج بہار۔

مورخہ ۲۵ر جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ھ بمطابق ۲۹ر جنوری ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کی شاعری فکر وفن کے آئینے میں

مولانا مبارک رضوی پورنوی

اس سے پہلے کہ ہم حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی نعت گوئی پر کچھ عرض کریں۔نعت کے بارے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں،نعت کے لغوی معنیٰ تعریف وتوصیف کے ہیں،لیکن یہ تعریف وتوصیف جناب رسول کریم ﷺ کی منظوم مدح سرائی کیلئے مخصوص ہوگئی ہے۔نعت کی تین قسمیں مانی جاتی ہیں۔

منظوم نعت ، منثور نعت ، اور خطابی نعت،

منظوم نعت: شاعری کے ضمن میں،منثور نعت نثر کے ضمن میں،اور خطابی نعت تقریر وخطابت کے ضمن میں۔

موجودہ دور میں وہ مدح رسول ﷺ جو نظم کے اسلوب میں ہو اسی کو نعت کہا اور سمجھا جاتا ہے،دانشوروں کا خیال ہے کہ پہلی نعت حضرت میمون بن قیس اعشیٰ نے لکھی۔مگر تاریخ کے حوالے سے بڑے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نعت سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے گھر والوں ہی کی زبان مبارک سے وقوع پذیر ہوئی۔

نبی کریم ﷺ کے زمانۂ طفولیت میں جو توصیفی کلمات یا اشعار ان کے گھر والوں کی زبان سے صادر ہوئے وہ نعت ہی کے زمرے میں شمار کئے جاتے ہیں!

چاہے وہ حضور کی والدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ہوں یا آپ کی دائی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہوں یا آپ کے چاچا ابوطالب ہوں۔

وہ مدح رسول ﷺ جو نثر میں نثری نعت کہی جاتی ہے اور سب سے افضل واکمل نثری نعت قرآن مقدس ہے،قرآن میں آپ کا ذکر خیر،ولادت وباسعادت،روئے مبارک،گیسوئے مبارک،گیسوئے مبارک کا لہرانا،دست مبارک،پشت مبارک،عرش اعظم کا سفر،معراج،آنکھوں کی بصارت،علم لدنی،اخلاق حسنہ،صاحب کوثر،صاحب عظمت،رحمۃ للعلمین،خاتم نبوت،مقام شفاعت،اس کے علاوہ قرآن نے آپ ﷺ کو محمد،احمد،نبی،رسول،بشیر،نذیر،شاہد۔مزمل،مدثر،طٰہٰ،یٰسین،جیسے القابات سے مخاطب کیا ہے۔یہ سارے القاب واداب نثری نعت ہی کے زمرے میں شمار ہوتے ہیں۔

وہ مدح رسول ﷺ جو بیانات،خطابات،وعظ اور تقاریر کے ذریعے کی جاتی ہے خطابی نعت کے زمرے میں شمار ہوتی ہے،اس فن کے ذریعے خطیب اپنے سننے والوں کو محاسن رسول ﷺ سے واقف کراتا ہے اور ان کے احکامات پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

نعت گو صحابۂ کرام جن کے نام آب زر سے رقم کئے جانے کے قابل ہیں،ان میں خصوصاً حضرات،حسان بن ثابت،کعب بن زبیر،کعب بن مالک عبداللہ بن رواحہ،سفیان بن حارث،عدی بن حاتم طائی،عباس بن مرداس،حمید بن ابوالہلالی،ابوطفیل بن عامر، ایمن بن حزیمہ،اعزیٰ بن ماذن،اسود بن سریع،لبید بن ربیع،اور نابغہ جعدی وغیرہم کے اسماء گرامی کی فہرست محققین کے مطابق

نعت گوصحابہ کی تعداد کم وبیش ۱۶۰ اور صحابیہ کی تعداد ۱۲ بتائی جاتی ہے۔ اللہ رب العزت ان سب پر رحمت نازل فرمائے، اس ظہور اسلام کے ہی وقت سے نعت گوئی کا عمل تواتر کے ساتھ جاری وساری ہے، دنیا کا کوئی گوشہ، دنیا کی کوئی زبان، دنیا کی کوئی صنف وسخن ایسی نہیں جس نے نعت نبی ﷺ کی تخلیق کے حوالے سے اپنے کو مفتخر نہ بنالیا ہو۔

ابو طالب، حضرت امیر حمزہ، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابو بکر صدیق، حضر تفاطمہ زہرا، حضرت امام حسین، احضرت مام زین العابدین، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، غوث اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی، حضرت امام بوصیری، حافظ شیرازی، حضرت عبد الرحمٰن جامی، اور دیگر سارے اولیاء کرام، عرفی، شیرازی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبد العزیز دیلہوی سے ہوتا ہوا قابل تقلید فن سیدنا امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے قلب وذہن پر روشن ہوا، اور وہیں سے یہ نورانی فن، کنز الدقائق ادیب شہیر حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کو تفویض ہوا۔

حضرت منظر قدیری علیہ الرحمہ گانگی ٹولہ پتھار بستی بہادر گنج ضلع کشن گنج بہار میں بیسویں صدی کے پانچویں دہے میں پیدا ہوئے تعلیم کا آغاز گاؤں کے مکتب سے ہوا اور یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں مدرسہ جامع العلوم شرفیہ چندر گاؤں چکلہ علاقہ بائسی میں فارسی کی مکمل تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ مدرسہ عارفیہ چنا منا علاقہ اسلامپور بنگال پہنچے وہاں دوسال تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں بحر العلوم کٹہیار میں غوطہ لگائے۔ پھر وہاں سے جامعہ حمیدیہ بنارس گئے، وہاں سے مرکز اہلسنت منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیم دین متین کی تکمیل فرمائی۔ اور ۱۹۶۶ء میں دستار وسند سے نوازے گئے۔

دوران طالب علمی ہی میں آپ شعر وسخن کے بڑے دلداداہ تھے طبیعت موزوں تھی بریلی کی آب وہوا نے آپ کو مزید نکھرنے سنورنے کا موقع فراہم کیا۔ اور آپ شعر وسخن کی دنیا میں آفتاب نصف النہار کی طرح جگمگانے لگے۔

مضمون کو زیادہ طول نہ دے کر اب ہم حضرت منظر قدیری علیہ الرحمہ کے مجموعی کلام ''فردوس خیال'' میں عروضی وفنی جائزہ لیتے ہیں، جو قارئین کیلئے ایک اثاثہ سے کم نہیں۔ حضرت منظر صاحب نے بے شمار بحروں میں طبع آزمائی فرمائی ہے، ان میں چند اشعار آپ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں!

''فردوس خیال'' میں پہلا کلام حمد باری تعالیٰ ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

حمد تیری اے خدائے پاک واجب الوجود
تو ہے سب کا رب زمین وآسماں اس پر شہود

بحر رمل مثمن مقصور:۔ تقطیع

حمد تیری۔ فاعلاتن، اے خدائے فاعلاتن، پاک واجب فاعلاتن، الوجود فاعلات
تو ہے سب کا فاعلاتن، رب زمین وفاعلاتن، آسماں اس فاعلاتن پر شہود فاعلات

بحر متدارک مثمن سالم ۱۶ رکنی

نعت شریف کا مطلع:۔ رات کا ہے سماں چاندنی رات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

جگمگاہٹ میں بزم سمٰوت ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

تقطیع:۔ رات کا فاعلن ، ہے سماں فاعلن ، چاندنی فاعلن ، رات ہے فاعلن ، دونوں عا فاعلن ،لم کے سر فاعلن ، کار آ فاعلن ، جایئے فاعلن

جگمگا فاعلن ، ہٹ میں بز فاعلن ، مِ سماں فاعلن ، وات ہے فاعلن ، دونوں عا فاعلن ،لم کے سر فاعلن ، کار آ فاعلن ، جایئے فاعلن ۔

،،بحر متقارب مزاحف،،

مطلع:۔ اجلی سی فضا رنگین سماں یہ میری نظر نے دیکھا ہے ۔ پھولوں سے بھری ڈالی ڈالی یہ بادِ سحر نے دیکھا ہے۔

تقطیع:۔ اجلی فَعُلُنْ ، سی فضا فَعِلُنْ ، رنگین فَعُلُنْ ، سماں یہ فَعِلُنْ ، میری فَعُلُنْ ، نظر نے فَعِلُنْ ، دیکھا فَعُلُنْ ہے فَا

پھولوں فَعُلُنْ ، سے بھری فَعِلُنْ ، ڈالی فَعُلُنْ ، یہ بادِ فَعِلُنْ ، سحر نے فَعِلُنْ ، دیکھا فَعُلُنْ ، ہے فَا

اب چند اشعار چند بحروں میں صرف اوزان کے ساتھ پیش ہے نمونہ کے بطور ملاحظہ فرمائیں۔

بحر جتث مخبون مقصور:۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن (فعلان)

شعر:۔

دیار پاک نبی کے غبار آنکھوں میں
بھرے ہوں جیسے ستارے ہزار آنکھوں میں ۔

بحر ہزج مثمن اخرم محذوف مکفوف:۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن (مفاعیل)

شعر:۔ ہم شکل بشر نور کا پیکر نہیں دیکھا ۔ دنیا نے کوئی ایسا پیمبر نہیں دیکھا۔

بحر متقارب مثمن سالم ۱۶/رکنی:۔ فعولن فعولن فعولن فعولن ایک مصرع میں ۸/بار دونوں مصرعوں میں ۱۶/بار

شعر:۔ وہ جانِ بہاراں بصد ناز آئے مرادا پنی سارے گلستاں نے پالی
نسیم سحر مرحبا کہ رہی ہے جھکی جارہی ہے گلابوں کی ڈالی

صنعات فن شاعری اور منظر قدیری: ۔فن شاعری میں کچھ صنعات متعین کی گئی ہیں اور ہر صنعت کے قواعد وضوابط مقرر کئے گئے ہیں، شاعر اپنے کلام کو نکھارنے کیلئے ان صنعات کا اپنے اشعار میں استعمال کرتا ہے، اور اہل علم سے داد وصول کرتا ہے، اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء اپنے کلام میں ان صنعات کے استعمال میں کوشاں رہے۔ اور اپنی حسب استطاعت ان صنعات کا استعمال کیا۔ امام احمد رضا نے ان صنعات کا اپنے کلام میں بھرپور استعمال کیا ہے، اور اردو ادب میں ایک مثال قائم کردی ہے، نعتیہ شاعری نے ان صنعات کا حسین انداز میں استعمال کیا جاسکتا ہے، اور فن ادب کو اجاگر کیا جاسکتا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے نعتیہ اشعار میں ان صنعات کو اپنے حسین پیرائے میں نظم فرمایا، جو اہل ذوق کو مجبور ہو کر اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضرت رضا کا مقام فن ادب کے اعتبار سے بھی تمام شعرائے اردو سے بلند وبالا ہے۔

اب ہم منظر قدیری علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری ''فردوس خیال'' کی طرف چلتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ حضرت منظر قدیری نے بھی ان

صنعات کو اپنے اشعار میں کس حسین اسلوب سے باندھا ہے قارئین کیلئے ایک تحفہ ہے، منظؔر قدیری کے وہ اشعار جو فن صنعات میں ہیں پیش کرنے کی سعیٔ بلیغ کرنے جارہے ہیں! ملاحظہ فرمائیں۔

''صنعت استعارہ''

اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے کلام میں کسی لفظ کے حقیقی معنیٰ کو ترک کر کے اس کو مجازی معنیٰ میں استعمال کرتا ہے۔ اور ان حقیقی اور مجازی معنیٰ کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے۔

شکیل بدایونؔی کا شعر:

اے میرے ماہِ کامل پھر آشکار ہو جا
اکتا گئی طبیعت تاروں کی روشنی سے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کیلئے حقیقی معنیٰ کو ترک کر کے، ماہِ کامل، کے مجازی معنیٰ کا استعمال کیا ہے یعنی ماہِ کامل سے مراد محبوبہ ہے۔

منظؔر قدیری فرماتے ہیں:۔۔ پہلا شعر۔

عارضِ گل ہو کوئی کہکشاں یا مہتاب
ماہِ طیبہ کے نہیں روئے منور جیسا

اس شعر میں، ماہِ طیبہ، میں حقیقی معنیٰ ترک کر کے مجازی معنیٰ ستعمال کیا ہے یعنی ماہ طیبہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لی ہے۔

دوسرا شعر:

تم ماہِ مکمل ہو تم بدر مجسم ہو
باقی جو حسین دیکھے وہ سب ہیں گہن والے

اس شعر میں منظؔر قدیری نے ''ماہِ مکمل'' اور ''بدر مجسم'' کو مجازی معنیٰ میں استعمال فرمایا ہے۔ جو صنعت استعارہ کے تحت ہے۔

تیسرا شعر:

وہ جانِ بہاراں بصد ناز آئے مراد اپنی سارے گلستاں نے پالی
نسیم سحر مرحبا کہ رہی ہے جھکی جارہی ہے گلابوں کی ڈالی

اس شعر میں شاعر نے ''جانِ بہاراں'' اس صنعت کے تحت استعمال فرمایا ہے۔

چوتھا شعر:

ہو سلام آپ پہ اے شمع شبستانِ ازل
فرش پہ آپ کا مسکن تو سرِ عرش محل

یہ پوری نعت صنعت استعارا سے بھرپور ہے جو اردو ادب میں ایک غیر معمولی اضافہ ہے۔

صنعتِ تشبیہ:۔اس صنعت کو کہتے ہیں کہ ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند ٹھہرانا۔یا اس کی صنعت میں شریک قرار دینا۔
میر تقی میرؔ کا شعر:

ناز کی ان کے اب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے۔

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے ہونٹ کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہہ دی ہے۔اور ہونٹ کو گلاب کی پنکھڑی کی مانند ٹھہرایا ہے۔
حضرت منظرؔ قدیری فرماتے ہیں:

غبار کہکشاں کو رشک ہے تقدیر پر میری
کہ پائے مصطفٰے کی دھول میں نے سر پہ رکھی ہے

منظرؔ صاحب نے:اس شعر میں،، پائے مصطفٰے کی دھول کو،غبار کہکشاں سے تشبیہہ دی ہے جو بہت ہی انوکھا خیال ہے۔
اس صنعت میں بے شمار اشعار ہیں،مضمون کی طوالت کے خوف سے صرف نشاندھی کر رہا ہوں (مبارک رضویؔ)
صنعت تضاد:۔شعر میں ایسے دو لفظ کو جمع کرنا جو معنیٰ اور وصف میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں یعنی ضد ہوں پھر خواہ دونوں اسم ہو یا فعل۔اس صنعت کو صنعت طباق و تضاد بھی کہتے ہیں؛۔
غالب کا شعر:

فرش سے تا عرش واں طوفاں تھا موج رنگ کا
یا زمیں سے آسماں تک سوختن کا باب تھا۔

غالب نے اس شعر میں،فرش،عرش،زمین آسمان میں تضاد بیان کیا ہے۔جو باہم مناسبت نہیں ہے۔
منظرؔ قدیری فرماتے ہیں:۔
شعر:

قدم مسجد پاک کے فرش پر ہے مگر دل کی آواز تو عرش پر ہے
زمان و مکاں سے بہت دور پہنچی اذانِ بلالی اذانِ بلالی،،

منظرؔ صاحب نے اس شعر میں،فرش،عرش اور زمان و مکاں کو صنعت تضاد میں استعمال فرمایا ہے۔
شعر:

کبھی رنج و غم ہے کبھی بیقراری شب و روز شام و سحر اشکباری
وہ رحمت میں ڈوبا ہوا گوشۂ دل نہیں ایک پل یاد امت سے خالی

اس شعر میں،رنج و غم،شب و روز،شام و سحر سب میں تضاد ہے مناسبت نہیں۔
صنعت تلمیح:۔کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنا۔یا کسی مشہور و شعر اور کہاوت یا قرآن و حدیث کے واقعات کی طرف اشارہ

کرنا۔

شکیل بدایونی کا شعر:

مئہ کوثر پلاتے ہیں جناب مصطفٰے شاید
علی اصغر کے رونے کی صدا کم ہوتی جاتی ہے

اس شعر میں میدان کربلا میں حضرت امام حسین کے شہزادے حضرت امام علی اصغر کی پیاس اور شہادت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

منظؔر قدیری فرماتے ہیں:۔

ہزاروں معجزے دیکھے مگر سر خم نہیں ہوتا
اندھیرا بو جہل کا روشنی سے کم نہیں ہوتا

اس شعر میں شاعر نے ابو جہل کی بدنصیبی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ ابو جہل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات دیکھے مگر پھر بھی ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔ کفر کے اندھیرے میں بھٹکتا رہا ایمان کی روشنی حاصل نہ کر سکا۔

شعر:

گذر کر منزل سدرہ سے آگے اک بشر پہنچا
بشر کے راز کا جبریل بھی محرم نہیں ہوتا
پر جبریل بھی تھک جائے مگر اک انساں
قاب قوسین سے بھی دور نکلتا جائے۔

اس شعر میں حضرت منظؔر صاحب نے معراج کے واقعات کو جس حسین پیرائے سے نبھایا ہے یہ انہیں کی فصاحت و بلاغت اور سلاست ہے جس کا حسین سہرا صرف اور صرف انہیں کے سر جاتا ہے۔

صنعت حسن تعلیل:۔ شاعر اپنے تخیل سے کسی چیز یا امر کی کوئی وجہ (علت) بیان کرے جو دراصل اس کی علت نہیں ہوتی۔ یعنی کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو حقیقی نہ ہو۔

مرزا غالب کا شعر:

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا
بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہوگئیں

غالب نے: بلبل کے غزل خواں ہونے کی علت شاعر کے نالے سننا بتائی ہے جو حقیقی نہیں ہے۔

حضرت منظؔر قدیری فرماتے ہیں:۔

شعر ۱:

گھونگھٹ جو پھول صبح میں کھولے گا یا رسول
وہ آپ ہی کی یاد میں بولے گا یا رسول

پھول کا صبح کے وقت گھونگھٹ کھولنا اور آپ کی یاد میں بولنا حقیقی نہیں ہے بلکہ ایک خوبصورت تخیل ہے، جو عشق رسول میں ڈوبا ہوا پاکیزہ تخیل ہے، جس کو منظر قدیری نے صنعت حسن تعلیل کے تحت باندھا ہے۔

شعر ۲ :

چھیڑی ہے فصل گل نے رسول خدا کی بات
کلیوں میں ہو رہی ہے میرے مصطفٰے کی بات

اس شعر میں۔ فصل گل کا چھیڑنا۔ اور کلیوں کی بات کرنا۔ فکری تخیلات ہیں حقیقی نہیں۔

شعر ۳ :۔ ذروں میں دیار طیبہ کے دیکھا وہ تجلی کا عالم ۔ غیرت سے انہیں شرمائی ہوئی تاروں کی نظر نے دیکھا ہے۔

دیار طیبہ کے ذروں کی چمک دیکھ کر، غیرت سے تاروں کی نظر نے وہ بھی شرماتے ہوئے دیکھنا یہ سب پرواز تخیل ہے، جو حقیقی نہیں ہے۔ اس حسن تعلیل میں حضرت قدیری نے جس اسلوب سے اس صنعت کا استعمال فرمایا ہے۔ یہ خوبصورتی کہیں اور ملنا بہت مشکل ہے۔

صنعت تجنیس تام:۔ فن شاعری میں صنعت تجنیس ایک دلچسپ صنعت ہے، اس صنعت کے ذریعے شعر کی معنویت میں ایک نئی جان پیدا کی جاسکتی ہے۔ صنعت تجنیس کے استعمال سے شاعر کی علمی معلومات کا پتہ چلتا ہے۔ خصوصاً لغت میں اس کی گہری نظر کی نشاندہی ہوتی ہے۔۔ اس صنعت کے بہت سارے اقسام ہیں۔ ہم صرف تجنیس تام اور تجنیس ناقص کی ہی مثال پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

غالب کہتے ہیں:۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مصرئی ثانی میں جو پہلا ،،حق ہے،، وہ سچ کے معنی میں ہے۔ جبکہ دوسرا حق ،فریضہ کے معنی میں ہے،، حق ،حق ،، دونوں لفظ ایک ہے مگر معنی مختلف ہے۔

حضرت قدیری صاحب فرماتے ہیں:۔

شعر ۱ :

جس نے چنا تھا پھول میں احمد رضا کا پھول
وہ انتخاب اصل میں وہ انتخاب تھا

قدیری صاحب نے پہلا پھول سے مراد پھول ہی لیا ہے جبکہ دوسرے پھول سے مراد اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے سرکار مفتی

اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مراد ہے۔ دوسرے مصرع میں پہلا انتخاب کا معنی چن لینے کے ہے جبکہ دوسرے انتخاب کا معنیٰ منتخب کرنے کے ہے، ایک شعر کے دونوں مصرعوں میں حضرت قدیری صاحب نے تجنیس تام کی بہترین مثال پیش فرمائی ہے، جوان کی علمی اور فنی کمالات کا بہترین نمونہ ہے۔

تجنیس ناقص:۔ اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شعر میں ایسے دو الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف میں یکساں ہوں لیکن اعراب میں مختلف ہوں اور دونوں لفظ مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔

جگر مرادآبادی کا شعر:

اِدھر دامن کسی کا جھاڑ کر محفل سے اٹھ جانا
اُدھر نظروں میں ہر ہر چیز کا بیکار ہو جانا۔

اس شعر میں،، ادھر، اُدھر کے الفاظ یکساں ہیں معنی مختلف اعراب مختلف۔

آیئے منظر قدیری کا شعر دیکھیں:۔

شعر ۱:

اِدھر فرش پر ہیں خوشی کے ترانے اُدھر ہیں فلک پر مسرت کے نغمے
بجا ہر طرف ان کی آمد کا ڈنکا اڑا عرش اعظم پہ پرچم ہلالی

اس شعر میں،، اِدھر، اُدھر، ہمشکل حروف ہیں اعراب مختلف ہے اور معنیٰ بھی مختلف

شعر ۲:

حضرت حسنین ہیں وہ فاطمہ زہرا کے پھول
اِس کلی کی مثل ہے نہ اُس گلِ تر کا جواب

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں اِس، اُس، دونوں یکساں حروف ہیں اعراب مختلف ہے، اور معنیٰ بھی مختلف۔

صنعت مراعات النظیر:

اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں باہم مناسبت ہو۔ اسکو رعایت لفظی بھی کہتے ہیں۔

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:۔

شاخِ قامتِ شہ میں زلف و چشم و رخ و رخسار و لب ہیں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

اس شعر میں،، شاخ، سنبل، نرگس، گل، پنکھڑیاں، سب میں مناسبت ہیں، تضاد نہیں۔ اسی طرح قامت، زلف، چشم، رخسار، لب میں مناسبت ہے اعلیٰ حضرت نے ایک شعر میں مناسبت رکھنے والی کل دس چیزوں کا بیان کر کے فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔

حضرت منظرؔ قدیری کا شعر:

سوسن و یاسمن جوہی و نسترن لالہ و گل کھلے ہیں چمن در چمن
ان بہاروں میں ڈوبی ہوئی رات ہے دونوں عالم کے سرکار آجایئے

اس شعر میں،، سوسن، یاسمن، جوہی، نسترن، لالۂ، گل، چمن، بہار، سب میں مناسبت ہے تضاد نہیں۔

ویسے تو حضرت منظرؔ قدیری علیہ الرحمہ نے بے شمار صنعات پر اشعار کہے ہیں، چونکہ مضمون کی طوالت کا خدشہ ہے اس لئے ہم اتنی سی صنعتوں پر بات ختم کرتے ہیں اور آئندہ انشاء اللہ الرحمٰن مکمل کلام اور تمام صنعتوں پر کھل کے بحث کریں گے۔ حضرت منظرؔ قدیری کی شاعری کا مجموعہ ''فردوس خیال'' جو حمد و نعت، منقبت، قطعہ، اور غزلوں کا ایک بہترین شہکار ہے۔ آپ اسے پڑھیے اور حضرت قدیری صاحب کے حسن فن، حسن کلام، فصاحت و بلاغت، اور سلاست و اسلوب، علم بدیع، علم صنعت اور علم عروض پر مہارت تامہ کی مکمل مدلل مثالیں آپ کو ''فردوس خیال'' میں پڑھنے اور دیکھنے کو ملیں گے۔

میں اپنے ہی ایک شعر پر مضمون کو سمیٹ رہا ہوں۔

حشر تک پڑھتے رہیں گے لوگ بزم ناز میں
آپ کی تخلیق کا شہکار ،،فردوسِ خیال،،

بانی و مہتمم:۔ دار العلوم عرفان رضا پورب ٹولہ کھپڑہ، بائسی، پورنیہ بہار

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق اور فتوی نویسی

محمد سلیمان مصباحی مہراج گنجوی یوپی

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے:"**معرفة النفس مالها و ماعليها**" (توضیح وتلویح) ان چیزوں کا جاننا جو آدمی کے لیے مفید اور مضر ہیں فقہ کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔اس کی عظمت و کرامت اور اہمیت و افادیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:**من يرد الله خيراً يفقهه في الدين.** [بخاری شریف ج ۱، ص ۱۶] کہ اللہ تعالیٰ جب اس کائنات میں اپنے کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔اسی دین کی سمجھ کا نام علم فقہ ہے۔**فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد.** [مشکوٰۃ شریف ص ۳۴] ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔**أفضل العبادة الفقه.** [کنز العمال ج ۱۰، ص ۸۵] عبادت میں افضل فقہ ہے۔**لكل شئ دعامة و دعامة هذا الدين الفقه.** [کنز العمال ج ۱۰، ص ۸۶] ہر چیز کے لیے ایک کھمبا ہے اور اس دین کا کھمبا فقہ ہے۔**قليل الفقه خير من كثير العبادة و كفىٰ بالمرء فقهاً اذا عبد الله.** [کنز العمال ج ۱۰، ص ۸۸] تھوڑی فقہ زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور انسان کو فقہ کافی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔**طلب الفقه حتم واجب علىٰ كل مسلم.** [کنز العمال ج ۱۰، ص ۹۱] فقہ کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر ضروری ہے۔**خير العبادة الفقه.** [کنز العمال ج ۱۰، ص ۱۰۰] بہترین عبادت فقہ ہے۔**لا عبادة الا بفقه و مجلس فقه خير من عبادة ستين سنة.** [کنز العمال ج ۱۰، ص ۱۰۰] فقہ کے بغیر کوئی عبادت نہیں، اور فقہ کی مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

فقہ اسلامی کا ایک اہم شعبہ کار افتا بھی ہے۔اصطلاح شرع میں افتاء کے معنی شرعی حکم اور فیصلہ سنانا ہے۔شامی میں اس کی تعریف اس طرح ہے:**الافتا فانه افاد الحكم الشرعي.** فتاویٰ رضویہ میں ہے:افتا کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی چیز پر اعتماد کریں اور سائل کو بتائیں کہ تم نے جو سوال کیا ہے اس میں شرع کا یہ حکم ہے اور یہ اسی کے لیے حلال ہے جو کسی چیز کو اس کی شرعی دلیل سے پہچانتا ہو، ورنہ یہ غلط ہوگا اور شریعت پر افتراء ہوگا اور ایسا کرنے والا اللہ کے اس قول کا مصداق ہوگا۔"**ام تقولون على الله ما لا تعلمون.**" کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تم کو علم نہیں۔نیز "**قل الله اذن لكم ام على الله تفترون**" آپ فرما دیجئے کیا اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اللہ پر افترا باندھتے ہو۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱، ص ۱۰۲]

فتویٰ دینا دینی خدمات میں سب سے اہم اور پیچیدہ امر ہے اور تمام علوم و فنون سے زیادہ مشکل بھی۔کیونکہ فتویٰ معلوم کرنے والے عبادات اور معاملات وغیرہ کے بہت سے نو پیدا امور سے متعلق بھی ہر طرح کے سوالات کرتے رہتے ہیں اور مفتی کو ان کے جواب دینے پڑتے ہیں۔اسی لیے اس میں بیدار مغزی، ذہانت و فطانت، معاملہ فہمی اور تبحر علمی کے ساتھ ایک طرح کی قوت اجتہاد کا ہونا بھی ضروری

ہے۔حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:''**التحقیق أن المفتی فی الوقائع لا بد له من ضرب اجتهاد و معرفة باحوال الناس.**''[ردالمحتار]

شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:''فتویٰ دینا ساری دینی خدمات میں سب سے اہم، سب سے مشکل اور سب سے پیچیدہ کام ہے۔اور ایسا کام جس کی کوئی انتہا نہیں۔فقہائے کرام نے اگر چہ ہم پر احسان فرماتے ہوئے لاکھوں جزئیات کی تصریح فرمادی پھر بھی حوادث محدود نہیں۔آئے دن سیکڑوں واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی جزیہ کسی کتاب میں نہیں ملتا۔یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ ایک فقیہ اپنی بالغ نظری، نکتہ سنجی، دقیقہ بینی کی بدولت تائید ایزدی سے صحیح حکم اخذ کر لیتا ہے۔مگر یہ کام کتنا مشکل ہے اسے بتایا نہیں جا سکتا۔جس کے سر پڑتی ہے وہی جانتا ہے۔[انوار مفتی اعظم ص ۲۵۲]

چار پانچ دہائی قبل علماء برسوں بڑے حذاق و ماہر مفتی کی صحبت وفیض میں رہ کر فتویٰ نویسی کا کام انجام دیتے تھے، بیس پچیس سال قبل فضیلت کی دستار کہیں کہیں ہوتی تھی بلکہ پچاس سال پہلے تو دو چار جگہ ہی دستار فضلیت ہوتی تھی لیکن اب بہت ساری جگہوں پر جس طرح فضیلت کے شعبے قائم ہو گئے اسی طرح تخصص فی الفقہ کے شعبے بھی قائم ہو چکے ہیں، اس شعبے میں ماہر، حذاق مفتی کی نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے اس شعبہ کا وقار مجروح ہوتا نظر آ رہا ہے یہ شعبہ جتنا اہم ہے اتنا ہی تیزی کے ساتھ اس میں غیر اہل کھڑے ہو جاتے جن کی وجہ سے اس کا معیار گرتا جا رہا اور غیر اہل حضرات غلط مسائل بتا کر نہ صرف اس شعبہ کے تقدس کو پامال کر رہے ہیں بلکہ ان کے اعتماد کو بھی مجروح کر رہے ہیں جو برسوں سے یہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔اور آج کے سوشل میڈیا کے دور میں بہتوں نے فقہ وافتا کا کام جتنا مشکل ہے اتنا ہی آسان سمجھ لیا خاص طور سے نو آموز علماء جو سستی شہرت ومقبولیت کے خواہاں ہوتے ہیں وہ کسی ماہر مفتی کی خدمت میں فقہ وافتا کی تربیت لیے بغیر فتویٰ نویسی کے میدان میں کود پڑتے ہیں جب کہ حدیث پاک میں ہے: **من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء و الارض** ۔[کنز العمال ج ۱، ص ۱۱۱] اور امام اہل سنت فرماتے ہیں:''آج کل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا۔''[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۰، ص ۴۴۲]

بعض علماء کو اپنے نام کے ساتھ مفتی کے کے لفظ کے لاحقہ کا شوق وجنوں اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ کہیں سے افتاء کی سند حاصل کر کے اپنے نام کے ساتھ مفتی کے لفظ کا اضافہ کر لیتے ہیں حالانکہ انھیں فتویٰ نویسی کے اصول وضوابط سے واقفیت تو دور فقہ وفتاویٰ کی متون وشروح کے اسماء بھی یاد نہیں ہوتے، ایسے حضرات کے لیے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''سند کوئی چیز نہیں بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں، علم ہونا چاہیے اور علم الفتویٰ پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔مفتیانِ کامل کے بعض صحبت یافتہ کے ظاہری درس وتدریس میں پورے نہ تھے مگر خدمت علماء کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیق مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں بلکہ مدرسوں بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے۔[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳، ص ۶۸۳]

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ جہاں ایک جفاکش مدرس، بلند خیال شاعر وادیب اور نقطہ رس واعظ تھے وہیں فقہ وفتاویٰ کے

میدان میں ماہر و حاذق بھی تھے اور یہ مہارت اس لیے بھی کہ آپ نے اپنے وقت کے مفتیٔ اعظم ہند امام الفقہاء حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری قدس سرہٗ کے زیر نگرانی فتویٰ نویسی کی تربیت و ہدایت پائی تھی۔ آپ کی فقہی بصیرت و مہارت کا اندازہ آپ کے فتاویٰ جات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

آپ جہاں بھی رہے تدریس کے ساتھ فتوی کے کام کاج سے بھی وابستہ رہے، دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ بائسی پورنیہ میں تقریباً ۳۵ رسال تدریسی خدمات پر مامور رہے، وہاں فتویٰ عموماً زبانی دیا کرتے تھے مگر ضرورت پڑتی تو تحریری بھی دے دیتے تھے لیکن تحریری بہت کم نہیں کے برابر جو حضرات تحریری مانگتے انھیں اکثر دار العلوم تنظیم المسلمین بائسی بھیج دیتے اور وہاں حضرت مولانا رحمت حسین کلیمی اور حضرت مفتی ایوب مظہر علیہما الرحمہ تحریری جواب دیتے، مسئلہ غور طلب ہوتا اور وہ حضرات ضرورت محسوس کرتے تو حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کو تبادلۂ خیال کے لیے زحمت دیتے پھر حضرت تشریف لے جاتے اور اپنی رائے پیش کرتے بلکہ کبھی کبھار حضرت کنز الدقائق مکمل جواب لکھ دیتے۔

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے فتوؤں کا بغور جائزہ لیجیے تو اندازہ ہوگا کہ آپ کے فتاوے بزرگوں کے موقف کے عین موافق، فتوی نویسی کے اصول و آداب سے لبریز، حکم واضح، زبان و بیان میں شائستگی شگفتگی برجستگی، مستفتی کے علم و دانائی کا خیال، یہ ساری خوبیاں ان کے فتاوے میں موجود ہیں بطور نمونہ چند فتاوے ملاحظہ فرمائیں اور فتوی نویسی کی سلاست اور اسلوب نگارش سے اپنے قلوب واذہان کو منور کریں، واضح رہے کہ حضرت کے فتاوے آج بھی الجامعۃ الرضویہ کلیان کے برکاتی دار الافتاء والقضا میں محفوظ ہیں۔

غیبت و بدگمانی سے متعلق سوال کا جواب:

غیبت بہت بڑا گناہ ہے اس کی نحوست کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیث سے لگایا جاسکتا ہے: **عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال اتدرون ما الغيبة ؟ قالوا :الله ورسوله اعلم،قال:ذكرك اخاك بما يكره. قيل :افرأيت ان كان فی اخی ماقول؟قال:ان كان فيه ماتقول فقداغتبته وان لم يكن فيه ماتقول فقد بهته۔** ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کرو جسے وہ ناپسند کرے، عرض کیا گیا: جو بات میں اپنے بھائی کے متعلق کروں اگر وہ اس کے اندر پائی بھی جائے تو بھی غیبت ہوگی؟ فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کہو جو اس کے اندر موجود ہو تو یہ غیبت ہے اور اگر تم نے اس کے متعلق ایسی بات کہی جو اس کے اندر موجود نہیں تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔[**ریاض الصالحین، کتاب الامور المنتهی عنها، ۲۴۸/۲**] اور غیبت اتنا بڑا جرم ہے کہ حدیث پاک میں اسے زنا سے بھی بدتر کہا گیا ہے حدیث شریف میں ہے: **عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالی عنهما قال:قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم:الغيبة اشد من الزنا،قيل: كيف؟قال:الرجل يزنی،ثم يتوب،فيتوب الله عليه،وان**

صاحب الغيبة لا يغفر له حتى يغفر له صاحبه ۔ ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غیبت زنا سے سخت تر ہے، کسی نے عرض کیا: یہ کیونکر؟ فرمایا: زانی توبہ کرے تو اللہ تعالی قبول فرمائے، اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک کہ وہ نہ بخشے جس کی یہ غیبت ہے۔ [جامع الاحادیث ۱۵۲/۳] اور جھوٹ بولنے کو حدیث پاک میں منافق کی خصلت قرار دیا گیا ہے۔

حدیث شریف ہے: **وعن عبد الله ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اربع من كن فيه كان منافقا خالصا ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا اؤتمن خان واذا حدث كذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر** ۔ متفق عليه ،حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جس میں چار عیوب ہوں وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک عیب ہو تو (سمجھ لو) اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے (وہ چار چیزیں یہ ہیں) جب امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف کرے، جب لڑے تو گالیاں بکے۔ [**مشكوة المصابيح باب الكبائر وعلامات النفاق صفحه ۱۷**] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیتل کے ناخون تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (غیبت کرتے تھے) اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے تھے۔ [سنن ابوداؤد۔ رقم الحدیث ۴۸۷۸] حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے جھوٹ وغیبت کے گناہ ووعید کو بڑی جامعیت کے ساتھ لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

> ''غیبت جھوٹ اور بدگمانی یقیناً گناہ ہے قرآن کریم میں ہے: **ولا يغتب بعضكم بعضا أ يحب أحدكم أن يأكل لحم اخيه ميتاً فكرهتموه**. اور تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔ اور حدیث میں ہے: **ایاکم والغيبة فان الغيبة اشد من الزنا الخ**. غیبت سے بچو کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور جھوٹ کی لعنت پر کلام الٰہی **لعنة الله على الكاذبين** ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے: **ان الكذب فجور وان الفجور يهدى الىٰ النار**. جھوٹ بولنا فسق وفجور ہے اور فسق وفجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔ اور بدگمانی پر ارشاد خداوندی ہے: **يايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم**. اے ایمان والو بہت بدگمانیوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ اگر واقعی امام صاحب میں غیبت، جھوٹ اور بدگمانی کی بری عادت ہے تو وہ گنہ گار وفاسق ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے وہ اپنے

گناہوں سے توبہ واستغفار کرے۔لیکن زید یہ مسئلہ بھی ذہن نشین کر لے کہ جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے بلا عذر شرعی ایک بار بھی جماعت چھوڑنے والا گنہ گار اور بار بار ترک کرنے والا فاسق ومردود الشھادۃ ہے۔زید جبکہ ایک ذمہ دار شخص ہے اور متبع شریعت بھی ہے تو اس پر لازم ہے کہ شریعت کی پاسداری، پابندی کرے خود بھی جماعت سے نماز پڑھے اور دوسروں کو بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دے تا کہ سماج میں دینی فضا اور اسلامی ماحول قائم ہو اور **تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** کی روشنی میں راہ فلاح پر چلے اور صراط مستقیم پر گامزن ہو۔'' **ھو تعالیٰ اعلم** (از: رجسٹر فتاوی غیر مطبوعہ در تحویل الجامعۃ الرضویہ کلیان)

ایک مرد کے لیے چار بیویوں کی اجازت کیوں؟

''اسلام دین فطرت ہے، اس کے سارے اصول انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔اسلام بدکاری کو دور کرنا چاہتا ہے اور یہ مقصد صرف چار بیویوں سے بخوبی حاصل ہو جاتا ہے، پانچویں کی قطعی ضرورت نہیں رہتی ۔۔ہاں ۔۔اگر صرف تین تک اجازت ہوتی تو اس سے بدکاری کا مکمل سد باب نہیں ہوتا۔اس اجمال کی ایک مختصر سی تفصیل یہ ہے۔مثلاً: کسی صحتمند انسان نے کسی صحت مند خاتون سے نکاح کیا تو اگر دونوں مکمل صحت مند ہیں تو اغلب یہی ہے کہ پہلی ہی قربت میں بیوی حاملہ ہو جائے۔حاملہ ہو جانے کی صورت میں تین ماہ تک اس سے قربت، حاملہ کے لیے طبی نقطۂ نظر سے مضر نہیں، مگر تین مہینے کے بعد احتیاط برتنی ہوگی اور شوہر کو اس کی صحبت سے خود کو بچانا ہوگا۔اب اس حال میں شوہر کی نفسانی خواہش پوری کرنے کے لیے اور اس کو بدکاری سے بچانے کے لیے، دوسری شادی کی اجازت دے دی ہے۔وہ بھی اگر پہلی ہی قربت میں حاملہ ہوگئی، تو اس کے ساتھ بھی تین ماہ تک شوہر کے مشغول رہنے میں مضائقہ نہ رہا۔تین ماہ کے بعد شوہر کو حسبِ سابق اس سے بھی الگ ہو جانا پڑا، تو اس کو تیسری شادی کی اجازت مل گئی اور پھر اس نے تیسری عورت سے نکاح کر لیا، اس کا بھی یہی حال کہ پہلی ہی صحبت میں حاملہ ہوگئی اور اس کے قریب بھی شوہر احتیاطاً تین ہی مہینے رہ سکا۔تین مہینے کے بعد، اس کو چوتھے نکاح کی رخصت مل گئی اور پھر وہ بھی پہلی ہی قربت میں حاملہ ہوگئی اور شوہر کو اس سے قربت بھی تین ہی مہینہ طبی نقطۂ نظر سے مناسب رہی۔۔چنانچہ۔۔تین مہینے کے بعد اسے اس کی قربت سے الگ ہو جانا پڑا۔۔مگر۔۔اس کے باوجود اب اسے پانچویں بیوی کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ اس چوتھی کے تین مہینے پورے ہونے تک، اس کی سب سے پہلی بیوی بچے سے فارغ ہو چکی ہوگی اور اس پر مزید تین مہینہ گزر چکا ہوگا۔اب اس سے قربت کرنے میں کسی طرح کا مضائقہ نہ ہوگا۔اور جب اس پہلی کا تین مہینہ پورا ہوگا تو دوسری فارغ ہو کر تین مہینے گزار چکی ہوگی۔۔یونہی۔۔جب دوسری کا تین مہینہ پورا ہو گا تو تیسری اس منزل میں آچکی ہوگی کہ اس سے قربت کی جا سکے۔تیسری کے بعد چوتھی کا بھی یہی حال ہوگا۔اس طرح ایک دور پورا ہو جاتا ہے اور پھر دوسرے دور کے لیے پہلی بیوی اپنے سابقہ حالت پر آچکی ہوگی۔۔المختصر۔۔چوتھی کے بعد کسی حال میں بھی پانچویں کی ضرورت نہیں۔[سید التفاسیر معروف تفسیر اشرفی، ج ۲، ص ۱۳۴/۱۳۵] حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے اپنے مختصر سے

فتاوے میں بڑی جامعیت کے ساتھ اسلام کے اس واضح نظام کو بیان فرمایا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''مذہب اسلام میں مرد کے لیے ایک وقت میں چار عورتوں تک نکاح کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث وربٰع** ۔اس آیت میں چار عورتوں تک نکاح کرنے کا ثبوت ہے حدیث میں بھی ایک وقت میں چار ہی عورتوں کو رکھنے کا ثبوت ہے چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے: **قال وھب الاسدی أسلمت و عندی ثمان نسوۃ قال فذکرت ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اختر منھن اربعا** ۔وھب اسدی نے کہا میں اسلام لایا اور میری آٹھ بیبیاں تھیں میں نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے ان میں سے چار ہی کو رکھنے کے لیے فرمایا۔ترمذی شریف کی حدیث میں ہے: **عن ابن عمر ان غیلان بن سلمۃ الثقفی اسلم ولہ عشرۃ نسوۃ فی الجاھلیۃ فاسملن معہ فأمرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن یتخیر أربعا منھن** ۔غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے عہد جاہلیت میں ان کی دس بیبیاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوئیں حضور نے حکم دیا ان میں سے چار رکھو۔'' **ھو تعالیٰ اعلم** (از: رجسٹر فتاوی غیر مطبوعہ در تحویل الجامعۃ الرضویہ کلیان)

قبر کو پختہ کرنے کا مسئلہ:

کتب حدیث میں عام مومنین کی قبریں پختہ کرنا یا اس پر گنبد تعمیر کرنا ناجائز ومنع ہے امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔**عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیہ وان یبنی علیہ** (مسلم شریف ۳۱۲/۱) ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔(اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے المصنف ج۳ص۳۲۵ ح ۶۵۱۵ میں، امام ابوداؤد نے کتاب الجنائز ص۴۶۰ میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند امام احمد بن حنبل ج ۲۲ص۵۳ ح ۱۴۱۴۸ میں نقل فرمایا ہے۔) ہاں محبوبانِ بارگاہ الٰہی خاص طور سے علماء ومشائخ اور سادات کرام کی قبریں پختہ کرنا یا اس پر عمارت تعمیر کرنا یا گنبد بنانا ان چیزوں کو فقہاے کرام نے اس معنی کر جائز کہا ہے کہ اس سے ان کی عظمت وبزرگی کا اظہار ہو اور لوگ وہاں بیٹھ کر تلاوت قرآن اور فاتحہ وغیرہ بآسانی پڑھ سکیں۔فتاویٰ رضویہ میں ہے ''**قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلماء لیزورھم الناس و یستریحون فیہ. بیشک ائمہ** سلف صالحین نے اہل فضل اولیا وعلما کے مزارات طیبہ پر عمارات بنانا مباح فرما دیا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اور ان میں راحت پائیں۔[فتاویٰ رضویہ قدیم ج۴،ص۱۴۶] ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: **اذا کانت الخیمۃ لفائدۃ مثل ان یقعد القراء تحتھا فلا تکون منھیۃ الخ. وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ والعلماء المشھورین لیزورھم**

الناس ویستریحوا بالجلوس فیه(مرقات ۴/ ۶۹) ترجمہ: جب قبر پر خیمہ کسی فائدہ کی وجہ سے لگایا جائے مثلاً خیمہ اس لیے لگایا جائے کہ نیچے قاری بیٹھ کر قرآن مجید پڑھیں تو پھر اس کی ممانعت نہیں ہے اور سلف صالحین نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں۔ خاتم المحققین والفقہا علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں: **لایکره اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات** (ردالمحتار ۲/ ۲۵۷) یعنی مشائخ علماء اور سادات کرام کی قبر پر مزار بنانا جائز ہے۔ جب حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ سے قبر کے اردگرد چہار دیواری بنانے کے متعلق استفتاء ہوا تو آپ علیہ الرحمہ نے اس کے جائز و ناجائز دونوں پہلوؤں کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کیا جو بلاشبہہ فقہی باریک بینی پر مبین ثبوت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مسلمان دو طرح کے ہوتے ہیں ایک عام مسلمان اور دوسرے مشائخ و علماء، عام مسلمانوں کی قبروں کو پختہ کرنا اور ان پر قبہ بنانا چونکہ بے فائدہ ہے اس لیے منع ہے البتہ اولیاء، مشائخ اور علماء کرام جن کی تعظیم درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے لہٰذا اظہار عظمت کے لیے ان کی قبروں پر عمارت بنانا جائز ہے شامی میں ہے: **قیل لا یکره البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادت.** کہا گیا ہے اگر میت مشائخ، علماء اور سادات سے ہو تو ان کی قبروں پر عمارت بنانا مکروہ نہیں نیز چونکہ علماء مشائخ اپنی زندگی میں اپنی شرعی وضع میں عام مسلمانوں سے ممتاز رہے تو مرنے کے بعد بھی ان کی قبریں ممتاز رہیں تاکہ لوگ انھیں پہچان کر ان سے فیض حاصل کریں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اس باعمل عالم دین کی قبر کی حفاظت اور اسے عام قبروں سے ممتاز رکھنے کے لیے اس کی چہار دیواری بنانا جائز ہے۔'' **واللہ اعلم** (از: رجسٹر فتاوی غیر مطبوعہ در تحویل الجامعۃ الرضویہ کلیان)

بیس رکعت تراویح کی نماز کا مسئلہ:

بیس رکعت تراویح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ ہم نے مکہ والوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ [ترمذی شریف] عمدۃ القاری شرح بخاری جلد پنجم ص ۳۵۵ میں ہے: **قال ابن عبد البر وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي و اكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابی ابن كعب من غير خلاف من الصحابة** ۔ کہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح ہی جمہور علماء کا قول ہے اور یہی کوفی حضرات، امام شافعی اور اکثر علماء فقہاء فرماتے ہیں اور یہی صحیح ہے ابی ابن کعب سے منقول ہے اس میں صحابہ کا اختلاف نہیں۔ چناں چہ حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمۃ نے مختلف دلائل و براہین سے مزین کر کے احادیث کی روشنی میں بیس رکعت تراویح کے سنت متوارثہ ہونے کو اپنے خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا:

''بیس رکعت تراویح سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنت صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کی سنت ہے اور آٹھ رکعت تراویح خلاف سنت ہے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: **ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر** بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور جن روایتوں میں صرف تین دن تراویح پڑھنے کی بات ہے تو وہاں باجماعت پڑھنا مراد ہے بغیر جماعت تو ہمیشہ پڑھتے تھے۔ امام مالک نے حضرت یزید ابن رومان سے روایت کی: **کان الناس یقومون فی زمن عمر ابن الخطاب فی رمضان بثلث و عشرین رکعۃ.** حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تیئس رکعتیں پڑھا کرتے تھے یعنی بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر اس لیے کل بیس رکعتیں ہوئیں۔ امام بیہقی نے حضرت سائب ابن یزید سے روایت کی: **قال کنا نقوم فی عھد عمر بعشرین رکعۃ والوتر.** یعنی ہم صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ وہیں امام بیہقی نے حضرت ابوعبد الرحمٰن سلمی سے روایت کی: **ان علی ابن ابی طالب دعا القراء فی رمضان و أمر رجلا یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ و کان علی یوتر بھم.** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحات یعنی بیس رکعت پڑھاؤ اور حضرت علی انھیں وتر پڑھاتے تھے۔ اس حدیث پاک میں پانچ ترویحات اور بیس رکعت کی بات ہے ترویحات، ترویحہ کی جمع ہے ہر چار رکعت کے بعد کچھ دیر بیٹھ کر راحت کرنے کو ترویحہ کہتے ہیں اگر تراویح آٹھ رکعت ہوتی تو بیچ میں ایک ترویحہ ہوتا اس طور پر جمع کا اطلاق درست نہیں۔ بہر حال بیس رکعت پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اسی پر علمائے امت کا عمل ہے یہ غیر مقلد وہابی فرقہ جسے نماز گراں ہے اپنے نفس پر بوجھ سمجھ کر تراویح صرف آٹھ رکعت پڑھ کر سو رہتے ہیں اپنے اس عمل پر کچھ روایتوں کا بہانہ بناتے ہیں۔ اللہ انھیں بیس رکعت تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

(از: رجسٹر فتاوی غیر مطبوعہ در تحویل الجامعۃ الرضویہ کلیان)

غیر محرم مرد کے ساتھ حج کو جانے کا مسئلہ:

عورتوں کا غیر محرم مردوں کے ساتھ حج کو جانا ناجائز وحرام ہے مگر ٹور والے جھوٹ بول کر غیر محرم مرد کو محرم بتا کر دستاویز بنا لیتے ہیں اور حج کے لیے عورتوں کو غیر محرم کے ساتھ لے جاتے ہیں اسی لیے استفتاء میں راہِ جواز نکالنے کے لیے کافی گزارش کی گئی ہے مگر

آپ نے فقہ حنفی کے نقطۂ نظر کے مطابق اپنا موقف واضح انداز میں بیان فرمایا:

''عورت جوان ہو یا عمر رسیدہ زاہدہ ہو کہ عابدہ اسے جائز نہیں کہ حج یا عمرہ کے لیے بغیر محرم یا شوہر کے جائے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے: **لا تسافر المرأة الا مع ذی محرم.** اور فقہ حنفی کی مستند کتاب ہدایہ میں ہے: **و یعتبر فی المرأة أن یکون لها محرم تحج به أو زوج و لایجوز لها أن تحج بغیرهما.** اور قرآن کریم میں ہے: **تعاونوا علی البر و التقویٰ و لاتعاونوا علی الاثم و العدوان.** مگر ٹور والے اس آیت کریمہ کے خلاف محض دنیا کمانے کے لیے گناہ پر تعاون کرتے ہیں خود گناہ گار ہوتے، عورت کو معصیت میں گرفتار کرتے، اور نامحرم کو محرم بتا کر غیر شرعی امور انجام دیتے ہیں ٹور والے شرعی قانون کو ہاتھ میں نہ لیں خدا کا خوف کریں اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اس فعل شنیع سے سخت اجتناب کریں۔ غیر محرم کو محرم بتانا جائز نہیں کہ یہ فعل وجہ معصیت اور قابل ملامت ہے۔ بغیر محرم یا شوہر کے عمرہ کو جانا ناجائز و حرام ہے۔ اگر وہ افعال عمرہ ادا کر لیتی ہے تو عمرہ ہو جائے گا مگر گنہ گار ہوگی۔'' **هو تعالیٰ اعلم** (از: رجسٹر فتاوی غیر مطبوعہ در تحویل الجامعۃ الرضویہ کلیان)

ہبہ کا مسئلہ:

کتب فقہ میں ہبہ (زندگی میں کسی کو بغیر عوض کچھ دینا) کے مسائل بڑی وضاحت کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں۔ مسئلہ ہبہ میں بنیادی اور ضروری چیز یہ ہوتی ہے کہ واہب کی حیات میں شئ موہوب پر موہوب لہ (جس کو سامان دیا گیا) کا قبضہ ہو جائے۔ قبضہ ہونے سے ہبہ تام ہو جاتا ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ ''**کتاب الهبة باب فی ما یجوز من الهبة**'' میں ہے: **لا یثبت الملک الموهوب له الا بالقبض**۔ اسی ہبہ سے متعلق حضرت کنز الدقائق سے استفتاء ہوا تو آپ نے مختصر الفاظ میں یوں بیان فرمایا:

''اگر واقعی آپ کی خالہ اس مکان کی مالک تھی اور اس نے بلا عوض وہ مکان آپ کی ماں کو دے دیا اور اس پر قبضہ بھی ہو گیا تو یہ ہبہ ہے اور ہبہ بعد قبضہ تام ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے: **الهبة هی تملیک العین مجانا و تتم بالقبض**۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کی ماں اس مکان کی مالک ہے اسے اختیار ہے جیسے چاہے تصرف کرے اس کی وفات کے بعد اسلامی فرائض کے مطابق اس کے وارثین اس دکان میں حصہ دار ہوں گے۔ مالک دکان کی وفات کے بعد اس کے ورثاء حسب فرائض اسلامی اس مکان کے حصہ دار ہوں گے۔'' واللہ اعلم

صحت جمعہ کے شرائط و احکام:

صحتِ جمعہ اور جواز جمعہ کے شرائط و احکام کتب فقہ میں سیکڑوں صفحات پر تفصیل سے مرقوم ہیں حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے اپنے فتوی میں جمعہ کے صحت و جواز کے شرائط مختصر مگر جامع انداز میں بیان فرمایا جو بلاشبہہ آپ کے وسعت مطالعہ اور فقہی بصیرت پر

بین ثبوت ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

''جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر شرط ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے: **لا تصح الجمعة الا في مصر جامع أو مصلى المصر.** جمعہ صحیح ہونے کے لیے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہوسکتا ہے اور میدان میں بھی صرف اذن عام درکار ہے کہ ہر شخص بے روک ٹوک نماز جمعہ پڑھ سکے۔ پنج وقتی نماز کا امام ہر وہ شخص ہوسکتا ہے جو صحیح العقیدہ، صحیح الطھارۃ اور صحیح القرأۃ ہو مگر جمعہ عیدین کا امام ہر شخص نہیں ہوسکتا وہی ہوسکتا ہے جو بادشاہ اسلام یا اس کا نائب یا اس کا مأذون ہو ان میں اگر کوئی نہ ہو جیسا کہ سرزمین ہند ہے تو اس حالت میں جس کو عام مسلمان منتخب کر کے امام مقرر کرلیں وہی نماز پڑھائے دوسرا نہیں اگر ضرورت ہوئی تو اس کی اجازت سے دوسرا پڑھا سکتا ہے۔'' **ھو تعالیٰ اعلم**

<u>جدید ذرائع ابلاغ سے خبر استفاضہ کا مسئلہ:</u>

حالات زمانہ کے تقاضہ کے پیش نظر بہت سارے حضرات جدید ذرائع ابلاغ سے خبر استفاضہ کے قائل ہیں چند شرطوں کے ساتھ اور بعض حضرات اسی موقف پر قائم ہیں جس پر قدیم زمانہ سے علمائے کرام کا عمل رہا ہے اس لیے جدید ذرائع ابلاغ سے خبر استفاضہ کا ثبوت نہیں ہوگا چنانچہ کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے اس بارے میں جو کچھ کتب فقہ میں موجود ہے اس کا نچوڑ اپنے الفاظ میں یوں پیش کیا:

''ٹیلیفون اور موبائل کی ترسیل وابلاغ نے جہاں ہمیں یہ ڈھیروں سہولتیں بخشی ہیں کہ پوری دنیا محض ایک انگلی کی جنبش پر سامنے موجود ہو جاتی ہے وہیں ان کی خبروں سے شرعی مسائل خصوصا رویت ہلال کا ثبوت وعمل میں امت مسلمہ تذبذب وکشمکش میں مبتلا ہوگئی ہے۔

کچھ جدت پسند علماء تو ان کی خبروں کے طوفان میں جس وخاشاک کی طرح بہہ گئے مگر کچھ حقیقت پسند حساس، صحیح ومبنی مزاج رکھنے والے اس سیلاب وقت میں چٹان کی طرح کھڑے ہیں اور فقہائے کرام خصوصا امام احمد رضا قدس سرہ کے موقف ومسلک کی حمایت و حفاظت میں قلمی جہاد کررہے ہیں۔

رویت ہلال کے ثبوت وعمل میں ایک صورت استفاضہ کی بھی ہے استفاضہ کی تصریح میں امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

''جو استفاضہ شرعاً معتبر ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ کے گروہ ومتعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق ایک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا یہاں تک کہ ان کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو۔

فاضل بریلوی کی اس عبارت میں اس شہر سے گروہ در گروہ اور متعدد جماعتوں کے آنے اور سب بالاتفاق ایک زبان بیان کرنے کی تصریح موجود ہے اس تصریح کے خلاف اور موقف امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے انحراف کر کے فقہی سمینار بورڈ دہلی کے ساتویں فقہی سمینار میں کچھ نامعلوم مندوبین کی تائید سے ایک حیرت ناک اور افسوس ناک فیصلہ ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ استفاضہ کے تحقق کے لیے صرف کثیر افراد ضروری ہیں ایک مقام سے دوسرے مقام میں آنا یا جماعت در جماعت ہونا شرط نہیں لہذا اس دور میں خبر رسانی کے جدید ذرائع ٹیلیفون اور موبائل سے استفاضہ کا تحقق ہوسکتا ہے۔

"گروہ در گروہ اور متعدد جماعتوں کا آنا اور بالاتفاق ایک زبان بیان کرنا" مصرح ہے مگر اس فقہی دفعہ کو غالبا اپنی پندار اجتہاد یا تازہ الہام سے رد کر دیا ہے جو ایک جرأت بے جا اور جسارت نازیبا ہے ایسا لگتا ہے کہ موبائل کی خبروں کو استفاضہ سے ہم آہنگ کرنے کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ پہلے ہی سے ذہن وفکر میں موجود تھا اور اسی منصوبہ کے تحت فیصلہ ہوا جس طرح کورٹ کا فیصلہ کبھی کچھ دنوں کے لیے کورٹ کی تحویل میں محفوظ رہتا ہے پھر عوام الناس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے فقہی سمینار کا فیصلہ بھی کچھ اسی طرح کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمن صاحب کی تحریر جو ماہنامہ جام نور کے صفحات پر رونما ہوئی اسی فیصلہ کی بازگشت ہے۔ جو در گوش پر گونج رہی ہے۔

ان فقہان حرم کا یہ فیصلہ ان کی اپنی سوچ ہے جو مزاج شریعت کے خلاف ہے خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

اور حق تو یہ ہے کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے بالمقابل ان کی فکر علیل وخیال سقیم میں زندگی کی رمق باقی نہیں ہے مگر نہ جانے کیوں؟ سر سجدہ ہے مسیحا کہ مری بات رہے خدا ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔" (از: رجسٹر فتاوی غیر مطبوعہ در تحویل الجامعۃ الرضویہ کلیان)

بہر حال بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، فقیہ عصر کنز الدقائق ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ جہاں رہے فقہ وافتا کی زینت اور شعبہ تدریس کی مرکز بن کر رہے اور طالبان شریعت اور تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے مذکورہ بالا سطور میں چند مثالیں پیش کی گئیں جس سے بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ فقہ وافتا کے رموز واسرار اور اصول آداب سے کما حقہ واقف تھے اور امت مسلمہ کے پیچیدہ مسائل کا حل نکالتے تھے۔ اللہ تعالی ممدوح گرامی کے درجات بلند فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق بحیثیت ادیب شہیر

مفتی محمد مخدوم رضا جامعی

شعروسخن کے افق پر منظر،علم وادب کی گلستاں میں ادیب شہیر،تحقیق وتفہیم کی انجمن میں کنز الدقائق،عظمت وبزرگی کی محفل میں بقیۃ السلف،ارادت وبیعت کی بزم میں قدیری اور پاکیزہ فکروخیال کے احاطے میں حسن۔یہ ایسے کلمات ہیں کہ جن کے اجتماعی تصور سے علمی منظر نامے میں ایک خوبصورت شعر کہنے والا قادرالکلام شاعر،گول سر،گورا رنگ،گداز جسم،چمکدار آنکھیں،سیدھی ناک،بلند قدوقامت،باوقار وضع وقطع،عمدہ فکروخیال،نفیس مزاج ومزاح،منفرد عادات واطوار کی متحمل شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔

منظر تخلص فرماتے تھے،ان کے علمی موشگافیوں،فکری توانائیوں،تنقیدی شعوروآگہی،خداداد صلاحیت وقابلیت اور علم وادب کی غیر معمولی شہرت کے اعزاز واعتراف میں صحافی عصر حضرت مولانا احمد رضا احمد کے نوک قلم سے پہلی بار کنز الدقائق جیسے خوبصورت اور بھاری بھرکم لقب سے ملقب ہوئے،ادیب شہیر کا لاحقہ ان کی پر بہار شخصیت کے ساتھ کب سے معروف ہوا مجھے معلوم نہیں مگر اتنا تو ضرور یاد ہے کہ جب سے شعوروآگہی کی آنکھیں کھولیں کان جبھی سے ادیب شہیر کے لفظ سے آشنا ہے۔اوراب تو ادیب شہیر کا لفظ جب بھی کان سماعت کرتا ہے تو حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی تہ بہ تہ زندگی کے گوشے اپنے پورے محاسن ومحامد کے ساتھ سامنے کھڑی نظر آتی ہے گویا اب یہ لفظ حضرت کے نام کا جزء لاینفک بن گیا ہے۔

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کرنے سے یہ اندازہ ہوا کہ جامعہ مسلم علی گڑھ یونیورسیٹی سے ادیب،ادیب ماہر،ادیب کامل ان کا ایک خواب تھا جو حیات مستعار کی دوسری دہائی میں پورا ہوا۔یہ تو ایک امتحانی رزلٹ تھا مگر اب یہ ڈگری نہیں بلکہ اسم بامسمیٰ ہوکر ایک علمی زندگی کا نشان امتیاز بن گیا جو آج بھی اہل علم کے درمیان اس طرح امتیاز ہے۔ان کی قلمی کاوشوں،فکری جولانیوں اور پاکیزہ خیالات واحساسات سے اندازہ لگانا بہت آسان ہے کہ وہ جہاں اردو،فارسی اور عربی ادب پر مہارت تامہ رکھتے تھے وہیں ہندی اور انگریزی زبان پر بھی یکساں قدرت کاملہ رکھتے تھے۔یہ وہ خوبیاں تھیں جن کی بنیاد پر معاصرین میں ممتاز وفائق نظر آتے تھے۔وہ علم معانی کی فصاحت وبلاغت،زبان وبیان کی شیریں بیانی،اسلوب نگارش کی سلاست اور خوبصورت لہجہ کے مالک تھے،علم وادب اور شعرگوئی کے مکمل اصولوں اور تقاضوں سے کامل آگاہ تھے۔ان کی تحریری اثاثوں اور قلمی خزانوں سے یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے کہ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نہ صرف ادیب تھے بلکہ علم وادب اور فکروفن کے ایک شناور وتناور درخت تھے کہ جس کے سایے میں بیٹھنے والا بھی مستفیض ومستنیر ہوتا ہے۔

میرے اس دعوے پر حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی قلمی نگارشات میں سردست صرف ایک مضمون ''حضرت لطیفی اور اردو شاعری'' کے عنوان پر بطور دلیل میرے پیش نظر ہے،کسی بھی علم دوست انسان کے مطالعے میں صرف یہی مضمون فردوس نظر ہو تو ان کے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ حضرت مفتی منظر قدیری علیہ الرحمہ علم وادب کی دنیا میں ایک ایسے فن شناس اور ادب شناس بلند مفکر

تھے کہ مجموعی حیثیت سے ان کی نظیر ارباب علم وبصیرت کے یہاں نظر نہ آتی۔ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی تحریر پر نظر ڈالیں اور حضرت کے پرواز خیال، حسن نظر، جمال ترکیب اور الفاظ کی بندش سے دل ودماغ کو معطر کریں۔

ملاحظہ فرمائیں اور ذوق مطالعہ کو جلا بخشیں:

''صوبہ بہار خاص کر قدیم پورنیہ کی مٹی زرخیز تھی اور زرخیز ہے۔ عہد ماضی میں بھی علم وفن اور بزرگی وولایت کے اعتبار سے درخشندہ تھا اور آج بھی ہے۔ علما وصالحین کل بھی اس مبارک دھرتی پر پھیلے ہوئے تھے اور آج بھی علم وولایت کے چراغ روشن ہیں۔ عہد ماضی اگر چہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، مگر تاریخ ان انمول دفتیوں کی ضرور نشان دہی کرتی ہے جن کے دامن میں یہ علمی لعل وگہر محفوظ ہیں، جگہ جگہ دامن پورنیہ میں ان کے نشان قدم، نقوش وفضل وکمال اور علم وولایت کے چراغ روشن ہیں۔ یہ چراغ اگر چہ ماضی کے لمحوں میں فروزاں ہوئے تھے، مگر ابھی ان کی درخشانی، گھروں میں، دلوں میں اور انسانی آبادیوں میں باقی ہے۔ وقت کی مخالف ہوائیں چلتی رہیں، طوفان اٹھتے رہے اور آندھیں نمودار ہوتی رہیں مگر علم وفن وفضل وکمال اور تقویٰ وطہارت کے چراغ فروزاں ہی رہے۔ انہیں علم فن، پارسائی وبزرگی اور تقوی وطہارت کے چراغوں میں حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ کی ذات عالی بھی ہے ان کی تہ بتہ زندگی کے مختلف گوشے میں تبحر علمی ولایت وپارسائی اور شاعری ہر لحاظ سے ان کی مقدس زندگی میں کمالات کی فراوانی ہے خاکسار سے ''دیوان لطیفی'' کے اجالوں میں ان کی اردو شاعری پر کچھ لکھنے کی فرمائش ہے۔ عشق مسلسل سوز اور پیہم گداز کا نام ہے اور عاشق کو اگر فطرت نے شعر گوئی کا جوہر لطیف عطا کیا ہے تو عشق وشاعری دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں کیوں کہ سوزش پنہاں کا اظہار اور سینۂ بریاں کی کیفیت کا بیان زبان شعر ہی سے ہوسکتا ہے''۔

مذکورہ اقتباس سے یہ اندازہ لگانا بہت آسان ہے کہ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ زبان وبیان کے مالک ہی نہیں بلکہ زبان وبیان کے سلطان تھے اس لیے جملوں، بندش الفاظ، حسن ترکیب اور پرواز ادب پر حکمرانی کرتے نظر آرہے ہیں۔

اسی مضمون میں ایک دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیں اور حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے ذوق ادب پر داد دیجیے۔

''حضرت لطیفی کا وصال پوری ایک صدی کے طویل فاصلے کو سامنے لاتا ہے، اس طویل مدت میں زبان وادب، رنگ خیال وبیان اور الفاظ وتراکیب کے پیمانے وجود میں آتے رہے اور بدلتے رہے۔ ذوق شاعری اور مزاج سخن گوئی مین بھی تبدیلی واقع ہوئی، گل وبلبل، زلف ورخ اور ہجر ووصال کی قدیم روایت سے ہٹ کر نئے خیالات واحساسات کے گھروندے بنتے اور ٹوٹتے رہے۔ شعر وسخن کا پرانہ انداز جدیدیت کی لہروں میں ڈوب گیا

اور شاعری کا قدیم لب ولہجہ قصۂ پارینہ بن گیا۔لہذا حضرت لطیفی کے کلام کو اسی دور کے تقاضوں کے اعتبار سے دیکھیں، اسی عہد کے پیمانے پر رکھیں اور اسی زمانہ کے آئینہ میں اس کا عکس ملاحظہ کریں، کیوں کہ ہر دور کا اپنا رنگ ومزاج ہوتا ہے''۔

اسی مضمون میں ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو ممدوح گرامی کے رنگ ادب، حسن فکر، اور جملوں پر قدرت کاملہ کا مکمل آئینہ ہے۔

بہر حال ''دیوان لطیفی'' کے چند اوراق، تر وتازہ پھولوں کی طرح میرے سامنے ہیں، ان کی تازگی وشگفتگی سے دل ودماغ تازہ اور ان کی مہک سے دامن احساس عطر بیز ہے۔

''شاعری جذبۂ دل کی ترجمانی، وارداتِ قلب کی آواز اور طوفان محبت کا زمزمہ ہے۔ عشق کی حرارت تیز ہوئی، درد محبت بیتاب ہوا، قلبی واردات الفاظ کے پیکر میں ڈھلے، حسن خیال نے بندش الفاظ کو جنم دیا اور حسن الفاظ، حسن ترکیب، حسن خیال اور حسن بیان سے ایک خوبصورت شعر تیار ہوا''۔

درج ذیل اقتباس بھی حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کے منفرد رنگ فکر، اعلیٰ تخیل وتصور اور بلند فکر وادب کا ایک خوبصورت نمونہ ہے جس میں آپ نے حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے ایک شعر کی توضیح میں مکمل ادبی رنگ میں رنگ کر جمال ادب کا مظاہرہ کرتے نظر آرہے ہیں۔آپ نے عارفانہ رنگ میں علم وادب کے موتیوں کو پرویا ہے جو بلاشبہہ یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔آپ کا قلم کہیں بھی پھیکا نظر نہیں آتا ہے، آپ ہر جگہ لسانیات کے تمام رموز پر حکومت کرتے نظر آتے ہیں، جملوں کی حسن ترکیب، بندش کی کشش، پاکیزہ فکر وخیال میں منفرد نظر آتے ہیں ہر ایک جملہ مربوط اور وابستہ ہے، فکر وادب اور قادر الکلامی کا مکمل مظاہرہ ہے، الفاظ شستہ شگفتہ اور بر جستہ ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

''حضرت لطیفی عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان کے شاعر تھے۔ ہر زبان میں ان کا منفرد رنگ وخیال ہے۔شرح معرفت وحقیقت میں ان کا مخصوص رنگ وخیال جھلکتا ہے۔ ہر غزل میں ان کی آب بیتی کی آہٹ محسوس ہوتی ہے، اشعار کی معنویت نئی دنیا کی سیر کراتی ہے۔جام وحدت کے نشہ میں سرشار ہو کر عارفانہ مستی میں اشعار کہتے ہیں، اشعار میں کہیں رنگ تصوف کی نمود ہے تو کہیں عرفان حقیقت کا ظہور۔حضرت لطیفی توحید خالص کی موج میں غرق ہو جاتے ہیں اور غریق دریا ہو جانا مرشد ہی کی نگاہ فیض کا کرشمہ ہے، بظاہر خرابی تو نظر آتی ہے مگر مرید اسے تعمیر حیات سے تعبیر کرتے ہیں، اس خیال کے تناظر میں یہ شعر ملاحظہ کریں:

غریب لجہ توحید ناب کر کے مجھے
بنادیا ہے مجھے مرشد خراب کر کے مجھے

اسی میں آگے ہے

''اہل معرفت کی دنیا میں حیات کی تعبیر ہمارے نظریہ سے کچھ الگ ہے، ہم جنہیں زندہ کہتے ہیں ان کی نگاہوں میں وہ چلتے پھرتے مردے ہیں، جسے ہم حیات سے تعبیر کرتے ہیں ان کی نظروں میں وہ موت ہے، صحیفہ معرفت میں وجود وعدم، بقاوفنا کی تعبیر ہمارے نظریۂ حیات وموت سے جداگانہ ہے۔ اس نظریہ کی عکاسی حضرت لطیفی کی اس شعر سے ملاحظہ کیجیے:

خطاب موتو قبل اَن تموتو کرکے مجھے
بنادیا مجھے زندہ خراب کرکے مجھے

یہ تو آپ نے سنا ہوگا کہ صحرا و بیابان اور مٹی کے آغوش میں بیٹھ کر بچے گھروندے بناتے ہیں مگر یہ نہیں سنا ہوگا کہ اہل علم بھی گھروندے بناتے ہیں اور جملوں سے کھیلتے ہیں مگر ہاں! یہ سچ ہے، اس سچائی کے ثبوت پر حضرت کنز الدقائق کی ذات جن کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ طوفان ادب کی طغیانی میں بیٹھ کر موجوں کا لطف لینے کا ہنر رکھتے ہیں وہ ایک ایسے ادیب ہیں جن کی تحریروں میں ادبی رنگ، افسانوی لب ولہجہ، ثقافتی اسلوب نگارش خوب سے خوب تر ملتا ہے۔ درج ذیل اقتباس میں بھی انہوں نے قلم توڑ دیا ہے، ذرا جملوں کا جمال وکمال ملاحظہ فرمائیں، حسن الفاظ و بندش اور پاکیزہ خیال و بیان کے اعتبار سے بہت ہی دلنشیں ہے۔ ہر ایک جملہ فکر کو تازگی و شگفتگی عطا کرتا ہے اور فضا میں نغمگی کا احساس دلاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

''شاعر کے لیے ہجر کے دن بڑے جاں گداز ہوتے ہیں، شب غم کی تلخیاں بڑی کرب ناک ہوتی ہیں۔ شب ہجر ہے اور شاعر یاد محبوب سے سرور حاصل کرتا ہے۔ شب تنہائی ہے اور درد فرقت انگڑائی لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے، سکوت نیم شبی میں جب یاد محبوب کی آہٹ سنائی دیتی ہے تو عاشق زار تڑپ کر رہ جاتا ہے اور وہ جان لب پر آجاتی ہے۔ حضرت لطیفی اس درد بھری کیفیت کو بڑے حسین اسلوب میں بیان کرتے ہیں، خیال کی ندرت ملاحظہ کیجیے:

جاں کو لب پر آپ کے دیدار کا ہے انتظار
جلوہ فرماتا ہے جاناں مہربانی آپ کی

مذکورہ اقتباس کے ہر ایک جملہ سے فکر وادب کا جمال، افسانوی لب ولہجہ، عشق ومحبت کا احساس اور حسن فکر وفن کی جلوہ گری ظاہر ہے۔ الفاظ و بیان کی حسن ترکیب پڑھیے تو پڑھتے چلے جائیے ایسا لگتا ہے کہ علم وحکمت کا نور نزول فرماتا ہے اور دلوں کو روشن کرتا ہے۔

مقام عشق میں کس قدر سخت اور مشکل راستہ سے گزرنا پڑتا ہے اس کی تعبیر کا انداز ملاحظہ فرمائیں:

''محنت و جانفشانی کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی، ہر شے دشوار طلب ہے اور عشق و محبت کی کانٹوں بھری راہ سے گزرنا اور محبوب کو پالینا اور التفات فرمانا یہ حد سے زیادہ دشوار ہے۔ اس لیے عشق کا دعوی تو سہل ہے مگر عاشقی آسان نہیں ہے، اس حقیقت کی عکاسی

کرتے ہوئے حضرت لطیفی فرماتے ہیں:

عشق بازی مدعی آسان نہیں آسان نہیں
مہرباں کب یار ہو بے جاں فشانی آپ کی

حضرت قدسی کا ایک شعر ہے ع

نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز مدام
زان شدہ شہرہ آفاق بشیریں رطبی

اس شعر کی توضیح وتشریح میں آپ نے اپنے قلم کا جادو دیکھایا ہے یقیناً یہ آپ ہی کے قلم کا اٹوٹ حصہ ہے وہ لکھتے ہیں

''سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت قدم وفیض کہ تم سے نخلستان مدینہ ہمیشہ تر وتازہ اور سرسبز وشاداب ہے اور نخلستان مدینہ کے پھل حلاوت وشیرینی میں شہرہ آفاق ہے۔ یہ آپ کی ذات پاک کا صدقہ ہے۔ اس کی تضمین پر حضرت لطیفی کا حسن الفاظ وبیان اور شگفتگی وبرجستگی ملاحظہ کیجیے:

ہر شجر آپ سے ہے تازہ تر اے شاہ انام
ہر گل وخار وہر گلشن میں رواں بخشش عام
خاک گلشن طیبہ ہے شہا قابل احترام
نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام

شعر وشاعری کی تعریف وتوصیف کا انداز بیان ذرا دیکھیں تو ایسا لگتا ہے کہ الفاظ وجملوں سے موتیوں کی لڑی جھڑ رہی ہو:

'' بہر حال حضرت لطیفی کی شاعری میں معارف وحقائق کی ترجمانی، جذبات واحساسات کی عکاسی اور واردات قلبی کی غمازی سے الفاظ شگفتہ، خیالات پاکیزہ اور اسلوب بیان دلکش ہے، ان کی شاعری قدیم روایت کی آئینہ دار ہوتے ہوئے بھی دور حاضر کے لب ولہجہ اور اسلوب سے ہم آہنگ ہے''۔

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ اپنی نگارشات میں جمال ادب کا مظہر بن کر فکر وفن کے فلک پر آفتاب وماہتاب کی طرح چمک رہے ہیں لسانیات کے تمام تقاضوں اور ادبیات کے تمام اصول وآداب سے واقف نظر آتے ہیں، حضرت کنز الدقائق کا مضمون'' حضرت لطیفی اور اردو شاعری'' ان کے فکر وادب کا اعلی شاہکار اور نشان امتیاز ہے، ان کی ادبی زندگی معلوم کرنے کے لیے وہ مضمون اہل علم کے لیے کافی ووافی ہے۔

کوچ گڑھ ضلع پورنیہ بہار

☆☆☆☆☆

علامہ حسن منظر قدیری: گوشہ حیات کا ادبی پہلو

مولانا نور القمر ابن رقم مصباحی

علم الادب اگر چہ لسانیات کی سب سے اعلی اظہاری حالت کا نام ہے اور زبان و بیان کی گلیاریوں ہی میں اس کے اصول وضوابط طے پاتے ہیں لیکن اس پرندے کا اصل مسکن وہ پودا ہے جو کسی مرد قلندر کے صحرائے دل میں اگتا ہے اور جب فتور عشق کو سلگانے والی آزاد مشرب، نسیم سحر مرد قلندر کی غمزدہ تنہائیوں کو نغمگی سے بھر دیتی ہے اور چوطرفہ ہواوں سے چوٹ کھا کر کسی نوحہ خواں عورت کی طرح یہ پودا زمین پر سر پٹخنے لگتا ہے اسی لمحہ مرد قلندر کی بے قرار روح لطیف ترین جذبات کے کہکشاوں میں کھو کر جو کچھ لکھتی بولتی ہے وہ ادب پارہ بن جاتا ہے۔

لفظ ادب آیا کہاں سے اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے نبی محترم ﷺ نے فرمایا تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک بار عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!

نحن بنو اب واحد ونشانافی بلدواحدونراک تکلم وفود العرب مالانفهم اکثره فقال ادبنی ربی فاحسن تادیبی وربیت بنی سعد ہم ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ایک ہی ملک کے رہنے والے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ عربوں کے وفود سے ایسی زبان میں گفتگو کرتے ہیں جس کا بیشتر حصہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا، آپ نے فرمایا۔ مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور سب سے بہتر انداز میں تربیت فرمائی اور پھر میں نے قبیلہ بنو سعد میں پرورش پائی۔ (**النهایه فی غریب الحدیث والاثر للامام ابن الاثیر**)،

ادب ایک لطیف احساس کا نام ہے، جو ادیب ہوتا ہے وہ خود اس کی کوئی جامع تعریف نہیں کر سکتا، یہی وجہ ہے کہ ابن خلدون جیسے دیدہ ور سے علم الادب کا نہ موضوع بیان ہو سکا نہ کوئی تعریف ہو سکی۔) (مقدمہ)

علامہ جاحظ نے البتہ ایک سچی بات کہی ہے: **الادب هو الاخذ من کل شئی بطرف** تمام مروجہ فنون سے ضرورت بھر حاصل کر کے انہیں استعمال کرنے کا نام ادب ہے۔

علامہ جاحظ نے اس تعریف سے علم الادب کا صرف اکتسابی پہلو دکھایا ہے یعنی وہ جال دکھایا ہے جس سے اس چنچل ہرنی کا شکار کیا جاتا ہے۔

ادب کے لطیف جذبات جب کسی ادیب کے سراپا پر حاوی ہو جاتے ہیں تو وہ دنیا جو اوروں کے لئے بالکل منفی، غیر اہم، اذیت ناک اور صدموں سے لبریز ہوتی ہے اس کے معنی ایک ادیب کے لئے یکدم بدل جاتے ہیں، دنیا کی ہر چیز خوبصورت لگنے لگتی ہے، ہر صدمہ سامان لذت بن جاتا ہے، ایک ادیب کبھی بھی نامرادی کا شکوہ نہیں کرتا، اپنے ادب پاروں کی آڑ میں اپنی پراسرار شخصیت

چھپا دیتا ہے، اپنے زخموں کے آبلے پھوڑنے کے بجائے دوسروں کے اداس لمحوں میں خوشیاں بھرنے کا سامان پیدا کرتا ہے، ادیب ہر دردمند کا چہرا کیا، احساس تک پڑھ سکتا ہے، کپکپاتے ہونٹ اور پرنم آنکھوں میں چھپی ہوئی داستان کیا، دبی کچلی آواز کی تہہ سے مایوس سسکیاں اور آوارہ قہقہوں کو بھی سمجھ سکتا ہے۔

جس کے پاس علم ہوتا ہے وہ بولنا چاہتا ہے، وہ جتانا چاہتا ہے کہ اس کا شعور کتنا پختہ، علم کتنا زیادہ، مطالعہ کتنا وسیع، خیال کتنا اونچا، فکر کتنی گہری اور عقل کتنی کامل ہے، یہ جتانے میں کبھی کبھی وہ اپنا وقت اور اوقات سب بھول جاتا ہے، لیکن ایک ادیب پران تمام مراحل میں حیران کن خاموشی چھائی رہتی ہے۔

علامہ حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ کیا کیا تھے وہ تو اہل علم جانیں لیکن یہ آشفتہ سر ابن رقم مصباحی نے پہلی ملاقات ہی میں بھانپ لیا تھا کہ علامہ قدیری ایک بے قرار دل اور قلب بریاں کے مالک ہیں اور یہی چیز ایک شخصیت کو ادیب بناتی ہے۔

کسی کی تحریر یا تقریر میں ادبی رنگ چڑھنے کا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب اس کے مندرجہ ذیل تقاضے پورے کئے جائیں۔

املا یا تلفظ درست ہو۔ لفظوں کا مفہوم واضح ہو۔ جملوں میں مناسب لفظوں کا انتخاب ہو۔ الفاظ روزمرہ کے مطابق ہوں۔ جملوں میں مناسب جگہ لفظوں کا استعمال ہوا ہو۔ جملے عمدہ سے عمدہ صورت میں تشکیل پائے ہوں۔ جملوں کی تشکیل محاوروں کے خلاف نہ ہو۔ زائد لفظوں سے عبارت پاک ہو۔ رموز اوقاف کی رعایت ہو۔ الفاظ اور جملوں کا استعمال صرف ونحو کے مطابق ہو۔ عبارت پڑھنے میں زبان کہیں اٹکتی ہوئی محسوس نہ ہو۔

اس کے بعد ادیب طرز ادا کی جامعیت سے اپنی تحریر یا تقریر میں ادبی رنگ بھرتا ہے، جامعیت سے مراد عبارت کی وہ انتہائی مختصر صورت ہے جس میں کسی لفظ کے گھٹانے بڑھانے کا امکان کم سے کم رہ جائے، وہ یوں کہ ایک لفظ ادھر گھٹایا ادھر مفہوم چوپٹ ہو گیا، ایک لفظ کسی نے بڑھایا عبارت کا حسن جاتا رہا، الفاظ کا باہم ایسا حسین توافق ہو کہ قاری کا ذوق پوری عبارت میں ایک صوتی رشتہ محسوس کرنے لگے، اسے ہی لسانیات میں سلاست اور روانی کہتے ہیں، اس تناظر میں علامہ قدیری کی ایک عبارت حاضر ہے جس کی تشکیل اگرچہ مسائل فقہیہ بیان کرنے کے لئے ہوئی ہے اس کے باوجود اس میں ادبی جامعیت کا حسن موجود ہے۔

نماز جنازہ پڑھنے والوں کے لئے بھی وہی شرطیں ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں، بدن، کپڑا اور جگہ نجاست حقیقی سے پاک ہوں اور بدن نجاست حکمی سے بھی پاک ہو، ستر عورت ہو، استقبال قبلہ اور نیت ہو، وضو مطلقا طہارت ہے، اگر وضو کر کے نماز جنازہ پڑھی تو اس وضو سے دوسری نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

جس شخص کو نماز جنازہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اسے تیمّم جائز ہے، یونہی اگر وضو یا غسل کے تیمّم سے ایک جنازہ پڑھا کہ دوسرا جنازہ آ گیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہ پائی تو اسی تیمّم سے دوسرا تیسرا جنازہ پڑھ سکتا ہے، جواز تیمّم کے عذروں میں سے ایسے واجب کے فوت ہو جانے کا خوف جس کا بدل نہ ہو جیسے نماز عید اور نماز جنازہ کہ ان دونوں کا بدل نہیں اس صورت میں پانی کے موجود ہوتے ہوئے تیمّم کی اجازت ہے۔ (میت۔ کفن سے دفن تک،)

بہت دنوں تک میں یہی جانتا رہا کہ حدائق بخشش خوبصورت نعتوں اور قصائد کا مجموعہ ہے، اسے کار ثواب سمجھ کر شوق سے پڑھتا سنتا بھی تھا، ایک دن اچانک شخص وعکس نامی کتاب میرے ہاتھ لگ گئی، یہ کتاب تھی علامہ قدیری کی، جس میں انہوں نے اعلی

حضرت کے بعض اشعار کی کچھ نئے انداز سے توضیح وتشریح کی ہے، اس کتاب کو پڑھ کر پہلی بار اندازہ ہوا کہ حدائق بخشش نہ صرف نجات کا سامان فراہم کرنے والی کتاب ہے بلکہ علم وفن کی مغلق ترین علمی وفنی اصطلاحات کے غرور اور دعوائے پنہائیت کو توڑنے والی کتاب ہے، مختلف علوم وفنون میں جامع ترین شخصیت کی حیثیت سے جس طرح اعلی حضرت نے اپنے منظوم کلام کو ہر فن کی مغلق اصطلاحات سے آراستہ کیا ہے اور ان کے معانی کو مضمون نعت میں باندھا ہے وہ حیران کن ہے۔

جسے جہاں رضا کا وہ حصہ مطالعہ کرنا ہو جس میں اعلی حضرت نے ہر علم وفن کو نعت رسول گنگنانے کی خدمت میں لگا دیا ہے وہ علامہ قدیری کی فاضلانہ علمی کاوش شخص وعکس کا مطالعہ کرے، یہ کتاب علامہ قدیری کی زنبیل علم وفن میں نافہ آہو کی حیثیت رکھتی ہے۔

علامہ قدیری کا ادبی سرمایا اور اسلوب کی سادگیا یک ادیب کی مقبولت کا دائرہ کتنا وسیع ہوگا یہ اس کے اسلوب کی سادگی پر موقوف ہے، بیان کی سادگی ہی ایک ادیب کو ہر دل عزیز بناتی ہے، حالی کے مطابق خیال کیسا ہی بلند اور دقیق ہو مگر عبارت پیچیدہ اور نا ہموار نہ ہو، الفاظ جہاں تک ممکن ہو روز مرہ کی بول چال کے قریب قریب ہوں، جس قدر تحریر معمولی بول چال سے بعید ہوگی اسی قدر سادگی کے زیور سے معطل ہوگی۔ (مقدمہ شعروشاعری،)

طرز ادا کی سادگی سے مراد شبلی کے نزدیک بھی یہی ہے کہ جو بات کہی گئی ہو وہ بے تکلف سمجھ میں آجائے، الفاظ اور تشبیہات قریب الفہم اور سہل ہوں۔

(شعرالعجم، جلد صفحہ)

معانی کی نزاکت، خیال کی رفعت، بیان کی ندرت، لہجے کی جاذبیت اسی وقت موثر ہوتی ہے جب بات دلکش انداز میں بے ساختہ کہی گئی ہو، اسی مقام پر پہنچ کر کوئی بیان جادو سا اثر کرنے لگتا ہے، حضور ﷺ نے ان بعض البیان سحر میں بیان کی اسی بے ساختگی کی تعریف فرمائی ہے۔ (بخاری شریف)

تحریر کی سادگی ایک ادیب کا وہ قیمتی سرمایا ہوتی ہے جس پر وہ اپنا پورا دیوان نچھاور کر سکتا ہے، مومن کا یہ شعر جب مرزا غالب کے سامنے پڑھا گیا۔

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تو غالب پھڑک اٹھے، کہنے لگے، کاش ! مومن خان میرا سارا دیوان لے کر صرف یہ شعر مجھ کو دے دیتا۔

استاذ ذوق کا یہ شعر دیکھئے

اب تو گھبرا کے کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

غالب جب جب یہ شعر سنتا تھا سر دھنتا تھا۔ (یادگار غالب)

غالب کو کس چیز نے تڑپایا، بیان کی سادگی اور طرز ادا کی بے ساختگی نے، میں جماعت ثالثہ کا طالب علم تھا، اشرفیہ کی اشرفی لائبریری میرے لئے گھونسلہ بنی ہوئی تھی یہ وہ زمانہ تھا جب میرے اندر شعور وشباب کے درمیان مار پیٹ چالو تھی، ادبیات چاٹنے کی لت پڑی ہوئی تھی، ایک دن کسی کتاب میں بہادر شاہ کے اس شعر پر میری نگاہ پڑ گئی۔

کیا بوسہ طلب جس دم تو وہ جھنجھلا کے یہ بولے
نہ بے ہودہ بکو تم، یاں سے بس جاو، ہوا کھاو

قلعے کی بولی تھی، لہجے کی سادگی اور کہنے والے کی بے ساختگی نے جس حسین انداز میں ایک خاص لمحے کی حکایت کی تھی، بس رہنے دیجئے، بہت لاجواب تھا، میں ہفتوں اس کے اثر سے مدہوش رہا، میرا پورا جود میخانہ اور میرا رواں رواں شرابی بنا ہوا تھا۔

علامہ قدیری نے نظم ونثر دونوں گلشن میں ادبی پھول کھلائے ہیں، آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا، فقہ، حدیث، سیاست، اصلاح معاشرہ وغیرہ۔

موضوع چاہے جیسا بھی رہا ہو آپ کی ہر تحریر ادبی رنگ سے معمور ہے، آپ کا منظوم مجموعہ کلام فردوس خیال کے نام سے شائع ہو چکا ہے، آپ کے کلام کا گہرا مطالعہ آپ کو استاذ شعرا کی صف میں نمایا مقام دلاتا ہے، آپ کے کلام میں میر، غالب، اقبال اور رضا بریلوی کی صدائے بازگشت صاف محسوس کی جاسکتی ہے۔

علامہ قدیری کے ادبستان میں سیکڑوں پھول، پتے، ڈال، پنکھری، گل وغنچے ہیں جو اردوئے معلیٰ کا حصہ ہیں، جس کے مطالعہ سے نثری ادب پر علامہ قدیری کی مضبوط گرفت کا پتا چلتا ہے۔ ذرا اس عبارت میں حسن ادا کی دلکشی دیکھئے۔

کجا زمین حجاز اور کجا دیار نبی اور اس دیار کے خوبصورت مناظر، جس پر صرف تخیل کی گرفت ہوسکتی ہے، شاعر اس خوش اسلوبی سبیان کرتا ہے کہ سارے مناظر آنکھوں کے سامنے گھومنے پھرنے لگتے ہیں (شخص وعکس)

خوبصورت مناظر کے لئے گھومنے کے ساتھ پھرنے کا بیانیہ بڑھا کر علامہ قدیری نے آزاد فطرت، چنچل مزاج حسن کو سر عام بے نقاب کر دیا ہے، ایک لفظ کے اضافے نے میکدے کے سارے ساغر توڑ ڈالے ہیں، سچ ہے ایک ادیب تخیل کے زور پر قطرے میں سمندر کو ڈبو سکتا ہے۔

عورت کی بے بسی پر بہتوں نے لکھا ہے اب ذرا علامہ قدیری کو بھی پڑھ لیجئے!

انسان کی خود فریبی نے صنف نازک کے لئے نت نئے خاکے تیار کئے اور ان خاکوں میں عجب عجب رنگ بھرنے کی کوشش کی، کسی نے اس کی حیا پر نقب لگائی، کسی نے اس کی عفت پر ڈاکہ ڈالا، کبھی وہ رقاصہ بنی اور کسی نے اسے چراغ انجمن بنایا، کبھی بازار کی زینت بنی تو کبھی کوٹھیوں کی رونق۔

کسی نے پھول کا بستر سجایا تو کبھی کانٹوں کی سیج ملی، کسی نے اپنی جنسی تشنگی بجھائی، تو کبھی وہ ذلیل وخوار ہوئی اور کسی نے دامن آبرو تار تار کیا، غرض کہ انسان اس متاع حسن کو جیسے چاہا استعمال کیا اور جب چاہا اس تر وتازہ پھول کو مسل دیا (صنف نازک)

علامہ قدیری کی مذکورہ بالا عبارت روانی اور دلکشی میں رشید احمد صدیقی کے مندرجہ ذیل انشائیے سے کم نہیں ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے بڑی بے اطمینانی تھی، ان میں مقتدی سے زیادہ امام پیدا ہونے لگے تھے، وہ نماز کے اتنے قائل نہیں رہے تھے جتنے جانماز کے، وہ بیماری کو علاج، صبر و پرہیز سے دور کرنے کے بجائے اس کو پروپیگنڈہ بنانا زیادہ مفید سمجھنے لگے تھے، وہ جنگ کے لئے کیل کانٹے سے تیار ہونے کے بجائے دشمن کو اکسانے پر زیادہ مائل تھے، اس سے بڑھ کر ناعاقبت اندیشی اور کیا ہوسکتی تھی (مضامین رشید)

علامہ قدیری کا ادبی سرمایا اتنا ہی خوبصورت ہے جتنا کہ وہ خود تھے، علامہ قدیری اپنی ہر گفتگو کے عنوان کو شگفتہ بیانی سے لالہ زار بنا دیتے ہیں، خاص طور پر اس وقت جب آپ کسی کی رائے یا نظریئے کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں تو تنقید میں طنز و مزاح کی نمکینیت شامل کر کے قاری کو ذہنی تھکاوٹ سے بچا لیتے ہیں۔

اعلیحضرت کی ایک مشہور نعت کا مقطع یوں ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

کسی صاحب علم کے مطابق مقطع کا یہ شعر داغ دہلوی نے کہا ہے، جب اعلیحضرت کے چھوٹے بھائی استاذ زمن علامہ حسن رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے اعلیحضرت کی نعت کے چند اشعار داغ دہلوی کو سنائے تو سن کر کہنے لگے۔ مولوی ہو کر بھی اچھی نعت کہتے ہیں

خوش ہو کر اپنی طرف سے مقطع کا یہ شعر کہہ دیا، اس پر علامہ قدیری کی علمی تنقید ملاحظہ کیجئے!

ایسا تو ممکن ہے کہ استاذ زمن نے نعت پاک داغ دہلوی کو سنائی ہو اور دہلی کا یہ شاعر اظہا مسرت بھی کیا ہو، مگر داغ دہلوی کو کیا خبر کہ امام احمد رضا قدس سرہ علوم وفنون کا سمندر ہیں، ہر فن پر ان کی امامت مسلم ہے..... امام احمد رضا کی حقیقت کا اسے کیا علم، محض ان کی ایک اردو نعت دیکھ کر ملک سخن کی شاہی کی سند عطا کر دینا یہ چیز بہر حال قرین قیاس نہیں (شخص وعکس،)

آپ نے واقعہ نگار کو لطیف طنز سے متنبہ فرمایا کہ جب داغ دہلوی خود ہی اعتراف کر رہا ہے کہ وہ اعلیحضرت کے تبحر علمی سے یکسر ناواقف ہے جس پر ان کا جملہ مولوی ہو کر بھی اچھی نعت کہتے ہیں شاہد ہے، اس کے باوجود شعرائے دہلی کی آخری شمع محفل، وہ بھی مرزا غالب کا شاگرد جو کبھی بھی دوسروں کی برتری تسلیم نہیں کرتے تھے، اس نے آخر ایک مولوی کو ان کی صرف ایک نعت سن کر ملک سخن کی شاہی کی سند کیسے دیدی؟

علامہ قدیری ادب اور آزاد فکری کو لازم، ملزوم نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ ترقی پسند ادب نوازوں کا رجحان ہے، علامہ قدیری صرف اتنی دور تک ادب اور ادب نوازوں کا ساتھ دینے کے قائل تھے جب تک زبان وقلم کی نوک سے فرد، جماعت اور مذہب کی آبرو محفوظ ہو، علامہ قدیری کا خیال تھا کہ پورے تحریری سرمائے میں صرف اتنا حصہ ادب ہے جو فرد یا جماعت کی اصلاح یا ذہنی تعمیر اور مثبت نتائج کے لئے تخلیق کیا گیا ہو، نفرت اور بیزاری پیدا کرنے والی تخلیق، منفی وتخریبی مواد ہرگز ادب کے مفہوم اور طبیعت سے میل نہیں کھاتا، اس تناظر میں مندرجہ ذیل اشعار کو علامہ قدیری نے نقد ونظر کی عدالت میں پیش کیا ہے۔

میر کے دین ومذہب کو اب پوچھتے ہو کیا کہ اس نے تو
قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا، کب کا ترک اسلام کیا

میر تقی میر

جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں
ایسی جنت کو کیا کرے کوئی

غالب

اللہ رے گمرہی بت وبت خانہ چھوڑ کر
مومن چلا ہے کعبہ کو اس پارسا کے ساتھ

مومن

طرح نو ڈالوں گا میں اجمیر اور پریاگ میں
جھونک دوں گا کفر وایمان کو دہکتی آگ میں

جوش

ایک فرصت گناہ ملی وہ بھی چار دن
دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے

فیض

محشر کا خیر کچھ بھی نتیجہ ہو اے عدم
کچھ کھل کے گفتگو تو کریں گے خدا کے ساتھ

عدم

اگر کج رو ہے انجم آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا
اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
خطا کس کی ہے یارب لامکاں تیرا ہے یا میرا

اقبال

ایسے آزاد طبیعت شعرا پر علامہ قدیری کی تنقید کے الفاظ دیکھئے فرماتے ہیں۔

ایسے سیکڑوں اشعار ہیں جن پر سوالیہ نشان لگے گا، بہر حال میر ہو کہ غالب، جوش ہو کہ فیض، اقبال ہو کہ عدم اگر یہ اشعار نہ کہتے تو بھی ان کی عظمتوں میں کوئی فرق نہ پڑتا، ان مسلم شعرا نے یہ اشعار کہہ کے مذہبی قدروں کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے (شخص وعکس،)

حق تو یہ ہے کہ شاعروں کی ذہنی آوارگی اور زبان وقلم کی آزادی، انسانی اخلاق اور صحت مند معاشرہ دونوں کے لئے خطرہ ہے، جہاں انسانیت کے لئے ناسور ہے وہیں سماج کے لئے بھی سم قاتل ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے الشعرا کذاب والشعر من مزامیر الشیطان شعرا جھوٹے ہیں اور شعر شیطان کے باجوں میں سے ایک باجہ ہے۔

جامعہ اہلسنت فیض الرسول ساکی ناکہ ممبئی

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کا تنقیدی شعور

مفتی محمد اعظم رضا مرکزی

تنقید عربی زبان وادب کا لفظ ہے۔ تحقیق کی طرح تنقید بھی دنیائے ادب کے لیے خاص اہمیت کا حامل ہے اور وہ دونوں آپس میں چولی دامن کا رشتہ رکھتے ہیں، تحقیق وتنقید نہر کے دو ساحلوں کی طرح ہیں جو کبھی آپس میں ضم نہیں ہو سکتے لیکن ہمیشہ ایک ساتھ رواں رہتے ہیں۔ تنقید نقد سے مشتق ہے۔ اس کے معنی کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرنے کے آتے ہیں۔ اور ادبی اصطلاح میں کسی ادیب کے علم وحکمت، فکر ونظر اور ذات وشخصیت کو پرکھنا بھی مراد لیا جاتا ہے۔

تنقیدی شعور کے دامن میں بے شمار خوبیاں پنہاں ہوتی ہیں اور انھیں خوبیوں کو ایک کمزور طبیعت کا آدمی نقائص میں شمار کرتا ہے۔ لیکن ادب شناس اسے علم وادب کے نہ صرف اعلیٰ محاسن ومحامد میں شمار کرتے ہیں بلکہ اردو ادب کا آلہ معیار قرار دیتے ہیں۔ علم دوست اپنی تخلیقی کارنامے پر تنقید کو اپنی تعریف پر ترجیح دیتے ہیں۔ کیوں کہ تعریف وتوصیف سے انسان کا ظاہری حسن نظر آتا ہے اور تنقید سے شخصیت کی تہہ بہ تہہ زندگی اور صلاحیت ولیاقت کا حقیقی توانائی اور باطنی حسن ظاہر ہوتا ہے یہی وہ چیزیں ہیں جس کی وجہ سے اہل علم وادب تحقیق وتنقید کو ایک سکے کا دو رخ مانتے ہیں۔ تحقیق سے شی کا وجود ظاہر ہوتا ہے اور تنقید سے شی کا حسن ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ بیک وقت باصلاحیت مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ بہتر نثر نگار اور عمیق تنقیدی شعور رکھنے والے باکمال ناقد بھی تھے۔ اور زبان وادب کے اسرار ورموز سے واقف تھے۔ آپ تحقیقی وتنقیدی اصول وقواعد سے باخبر تھے آپ کی تحقیقی وتنقیدی شعور کی جھلکیاں آپ کی تصنیف ''شخص وعکس'' میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

تحقیق ایک مشکل وادی ہے مگر تنقید اس سے بھی مشکل صحراء ہے کیوں کہ اس صحراء میں سفر کرنے کے لیے اپنے علم وفن پر اعتماد، جرأت وبے باکی، فکر وفن کے رموز سے واقفیت، اردو ادب کے اصول وقواعد سے آگاہی ضروری ہے، حضرت منظر قدیری علیہ الرحمہ کے یہاں یہ ساری خوبیاں اپنے مکمل جلوہ سامانیوں کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ ایک آزاد فطرت شاعر پر آپ ناقدانہ نظر ڈالتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''شاعر اگر مذہبی دائرے میں آجائے تو عبادت وبندگی، زہد وتقویٰ کے لالہ وگل کھلا دے اور اگر معاذ اللہ دہریت کا علم بردار ہو جائے تو اس سے زیادہ گمراہ اور گمراہ کن کوئی نہیں شیطان کا معلم اور فرعونیت کا پیشوا بن جاتا ہے کفر وایمان سے بغاوت، زہد وتقویٰ سے نفرت حتیٰ کہ خالق سے بھی بغاوت کر بیٹھتا ہے جنون خیال کی سرمستی میں زندگی پر تنقید، کائنات پر طنز اور انسانی زندگی پر تمسخر اڑاتا ہے قرآن کریم میں ہے۔ ''**الشعراء یتبعھم الغاؤن الم تر انھم فی کل واد یھیمون و انھم یقولون ما لا یفعلون**''

شاعروں کی گمراہ لوگ پیروی کرتے ہیں کیا تم نے نہیں دیکھا وہ ہر نالے میں سرگرداں پھرتے ہیں اور جو کہتے ہیں وہ نہیں کرتے ہیں۔''

اگر چہ یہ آیت کریمہ شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی مگر اس دور کے آشفتہ مزاج شاعروں پر بھی یہ آیت پاک صادق آتی ہے خیر شعراء کفار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہجو بیان کرتے تھے اور ان کا یہ بھی خیال تھا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فرماتے ہیں ویسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان اشعار کو لیتے اور لوگوں میں مشتہر کرتے رسول دشمنی میں یہ شعراء جھوٹی باتیں بناتے لغو و باطل خیالات کی سخن آرائی کرتے جھوٹی مدح کرتے ہجو بیان کرتے۔

حق تو یہ ہے کہ شاعروں کی ذہنی آوارگی اور زبان وقلم کی آزادی، انسانی اخلاق اور صحت مند معاشرہ دونوں کے لیے خطرہ ہے جہاں انسانیت کے لیے ناسور ہے اس کے لیے سم قاتل بھی ہے۔اسی لیے کہا جاتا ہے۔''**الشعراء کذاب و الشعر من مزامیر الشیطان**'' یعنی شعراء جھوٹے ہیں اور شعر شیطان کے باجوں میں سے ایک باجہ ہے۔

آیت کریمہ کے تناظر اور زبان وقلم کی آزادی کے آئینہ میں اردو زبان وادب کے شعراء کے عکس ابھرتے ہیں جن کا تعلق مسلم خاندان ومعاشرہ سے ہے انھوں نے کس طرح ایمان وعقیدہ پر لب کشائی کی ہے؟

ایسا بھی نہیں کہ ان اشعار نے انھیں عظمت وسربلندی کا تاج پہنا دیا ہو یا ان اشعار کی وجہ سے انھیں حیات جاویدانی حاصل ہوگئی ہو بلکہ ان کی عظمت کا راز، ان کے فکر وفن میں پنہاں ہے ان عکوس پر نہ تبصرہ کرنا ہے نہ تنقید: ع

صرف میزان عدالت پر رکھ دینا ہے ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھا دیتے ہیں

تنقیدی شعور رکھنے والا نقاد اور تحقیقی مزاج رکھنے والا محقق کبھی بھی شخصیت کے بھاری بھرکم نام اور القاب سے مرعوب نہیں ہوتا ہے، بلکہ علم وادب اور شریعت وطریقت کے اصول کے خلاف کوئی تخلیقی کارنامہ دیکھتا ہے تو اسے متنبہ کرتا ہے اور صحیح راستہ کی رہنمائی کرتا ہے، حضرت منظر قدیری علیہ الرحمہ کا تنقید نگاری پر باقاعدہ کوئی کتاب یا مستقل کوئی مضمون نظر سے نہیں گزرا مگر ان کی فکری جولانیوں کی عظیم شہکار ''شخص وعکس'' کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ آپ ایک خوبصورت ناقد بھی تھے اور آپ نے ان شعرا کی بھی گرفت کی ہے جن کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ علم وادب کے آفاق میں شمس وقمر کی مانند ہیں انھوں نے چند شعرا کی خبر لی ہے وہ خود لکھتے ہیں:

''میر تقی میر کی شاعرانہ عظمت سے کون انکار کرسکتا ہے جس کی بارگاہ میں خود شعراء نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔اس شعر کو ملاحظہ کیجئے: ع

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے ہو کیا کہ اس نے تو قشقہ کھینچا، دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

غالبؔ کی فکر و نظر کی بلندیوں سے کس کو انکار مگر جنت حور کے بارے میں جو کچھ اس نے کہا ہے وہ بڑا افسوسناک ہے:

جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں ایسی جنت کو کیا کرے کوئی

مومنؔ جو غالب کا ہم عصر اور میدان شاعری میں اس کا حریف رہ چکا ہے کس جذبۂ جنوں میں پارسا کے ساتھ کعبہ جانے کو گمراہی سے تعبیر کیا ہے: ع

اللہ رے گمرہی بت و بت خانہ چھوڑ کر مومن چلا ہے کعبہ کو اک پارسا کے ساتھ

جوشؔ کا کمال فکر و فن مسلم ہے مگر اس باغیانہ تیور کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ کس طرح کفر و ایمان کو دہکتی آگ میں جھونک دینے کی بات کرتا ہے: ع

طرح نو ڈالوں گا میں اجمیر اور پریاگ میں جھونک دوں گا کفر و ایماں کو دہکتی آگ میں

فیضؔ احمد فیض پاکستان کا انقلابی شاعر، بارگاہ الٰہی میں جرأت بیجا دیکھئے: ع

اک فرصت گناہ ملی وہ بھی چار دن دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے

عبدالحمید عدم کس بے باکی و شوخی سے بارگاہ خدا میں کہتا ہے: ع

محشر کا خیر کچھ بھی نتیجہ ہو اے عدم کچھ کھل کے گفتگو تو کریں گے خدا کیساتھ

مذکورہ مثالیں وسعت مطالعہ، فنی واقفیت، ادب شناسی اور شعر فہمی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

حقیقی ناقد وہی ہے جو کسی کے علم و ادب کے ظاہری حسن و جمال سے متأثر تو ہو مگر مرعوب نہ ہو کیوں کہ ناقد اگر ظاہری حسن سے مرعوب ہو جائے تو ان کا تنقیدی عمل میزان نقد و جرح کے اعتدال پر کھڑا نہیں ہو پاتا۔ ڈاکٹر اقبال جن کے فکر و فن اور شعور و آگہی کا ایک جہان معترف ہے ان سے بھی اگر کہیں کوئی فروگزاشت ہوئی تو اس پر بھی آپ نے واضح گرفت کی اور صحیح راستہ کا پتہ بتایا ایک بلند قامت شاعر کے تعلق سے لکھتے ہیں:

ڈاکٹر اقبال ایک عظیم شاعر و مفکر، فلاسفر و دانش مند جسے شاعر مشرق کہا جاتا ہے واقعی اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے سینے میں ایک دردمند دل رکھتے تھے اور اس کا پیغام ایک سرمدی پیغام ہے یوں تو اعتراف کرتا ہے: ع

شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو

مگر اپنی نظم کا نام ''شکوہ'' ہی رکھتا ہے شکوہ میں جو تیور اس نے اپنایا ہے اور جناب الٰہی میں جس شوخی کا اظہار کیا ہے وہ ایک صاحب ایمان کے لیے کسی طرح درست نہیں ان اشعار کو ملاحظہ کیجئے: ع

گر کج رو ہے انجم آسماں تیرا ہے یا میرا مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا

اگر ہنگامۂ شوق سے ہے لا مکاں خالی خطا کس کی ہے یارب لامکاں تیرا ہے یا میرا

خطا کس کی ہے یارب؟ اس سوالیہ نشان پر غور کیجئے۔

اسی میں آگے لکھتے ہیں:

یہ کچھ شاعر کے نمونے ہم نے پیش کئے ایسے سیکڑوں اشعار ہیں جن پر سوالیہ نشان لگیں گے بہر حال میر ہو کہ غالب، جوش ہو کہ فیض اور اقبال ہو کہ عدم اگر یہ اشعار نہ کہتے تو بھی ان کی عظمتوں میں کوئی فرق نہ پڑتا ان مسلم شعراء نے یہ اشعار کہہ کے مذہبی قدروں کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے: ع

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق — نہ ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش — میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

[شخص وعکس ص ۲۱، ۲۲، ۲۳]

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ ادب شناس کے ساتھ ساتھ فقہ شناس بھی تھے اور ایک نعت گو شاعر کے لیے یہ ضروری ہے کہ نعت کو نعت کے حدود میں رہ کر ہی کہی جائے کہیں افراط وتفریط کا شکار کفر وشرک کی منزل پار کرتا ہے۔ آپ نے شرعی میزان پر بھی اشعار کو پرکھا جانچا وہ خود لکھتے ہیں:

''محسن کاکوروی کا یہ شعر کیا پاس شرع کی عکاسی کرتا ہے؟

ذات احمد تھی یا خدا تھا — سایہ کیا میم تک جدا تھا

بزم قوالی جب کسی شہر یا قصبہ میں سجتی ہے تو وہاں بھی تمسخر کا طوفان تیز ہو جاتا ہے میں بھی ایک دفعہ بزم قوالی پہنچا اور یہ شعر سن کر لاحول پڑھتا واپس آیا: ع

میرا جو کام تھا میں نے پورا کیا — اب خدا بھول جائے تو میں کیا کروں

معاذ اللہ بھولنا، تو انسانوں کے لیے ہوتا ہے وہ ذات پاک تو اس نقص عیب سے بلند و بالا ہے خیر گانے بجانے والے تو اس قسم کے خرافات کے عادی ہوتے ہیں مگر محسن کاکوروی نے یہ کیا نکتہ پیش کیا یعنی احد واحمد کے درمیان حد فاصل حرف ''میم'' کا پردہ ہے اگر یہ پردہ اٹھ جائے تا دونوں ذات میں فرق نہیں ایسا خیال اور یہ طرز بیاں سراسر بے بنیاد اور ایمان سوز ہے اور اسلامی مزاج کے خلاف ہے ایسا شعر گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔

ان کا دوسرا شعر ملاحظہ فرمائیے: ع

کہاں اب جبہ سائی کیجئے کچھ بن نہیں پڑتا — احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ

سجدہ ریزی کے لیے تو بارگاہ خداوندی ہے، لائق سجدہ وہی ذات پاک ہے، ہماری شریعت میں غیر کو سجدہ کرنا اگر تعظیمی ہے تو حرام، اگر بہر عبادت ہے تو شرک ہے۔ اس بنیادی عقیدہ کے خلاف یہ کہنا کہ جبہ سائی کہاں کی جائے ''احد کو یا پھر احمد بے میم کو'' اگر نظر

شاعر میں احد و احمد بے میم ایک ہی ذات ہے تو پھر یہ کشمکش کیوں؟ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر وہی نظریہ رکھتا ہے کہ ''احد و احمد بے میم'' دونوں ذات جلوہ گر ہے اب سجدہ کسے کیا جائے ورنہ پھر یہ آشفتگی و کشمکش کا ماحول کیوں ہے؟

امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا کہ نعت گوئی کی رہ گزر بہت ہی نازک ہے اگر آگے بڑھتا ہے تو اُلوہیت تک پہنچا دیتا ہے اور یہاں شاعر نے الوہیت تک پہنچا دیا؟ یہی ہے شعر اردو کی بے رہروی اب امیر مینائی کا یہ شعر دیکھئے: ع

ظاہر ہے کہ لفظ احد و احمد بے میم بے میم ہوئے عین خدا احمد مختار

یہ وہی لغزش ہے جو محسن کاکوروی سے سرزد ہوئی دونوں ایک ہی زاویہ سے اور ایک ہی خیال کے ساتھ چلے اس لیے تبصرہ کی ضرورت نہیں البتہ ان کا دوسرا شعر قارئین کی نذر ہے: ع

طور کا جلوہ تھا جلوہ آپ کا لن ترانی تھی صدائے مصطفٰے

اس شعر کا مفہوم، قرآن کے الفاظ و معانی کے صریح خلاف ہے۔ جوش عقیدت میں ہوش کھو دینا اسی کا نام ہے، ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے کہ شاعر اپنی نعت گوئی میں شرعی حدوں کو توڑ کر آگے نکل جائے۔ واقعۂ طور تو بہت ہی مشہور ہے اور قرآن کریم کے صریح الفاظ میں رب تعالیٰ کی تجلی فرمانے کا بیان اور لن ترانی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینے کا ذکر موجود ہے۔۔۔۔۔ ملاحظہ فرمائیے:

''ولما جاء میقاتنا وکلمہ ربہ قال ارنی انظر الیک قال لن ترانی'' اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔''

حقیقت تو یہ ہے شاعر فرمان خدا کو ''صدائے مصطفٰی'' کہہ رہا ہے کیا یہ کذب بیانی نہیں ہے؟ العیاذ باللہ

ڈاکٹر اقبال کے اس شعر پر غور کیجئے: ع

نگاہ عشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم اٹھا کر وہ بزم یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

مذکورہ شعرا شہر علم و ادب کے حکمراں ہیں مگر حضرت کنز الدقائق کا علمی اعتماد اور فنی کمال نے ان کے اوپر حکومت کرنے نہیں دیا بلکہ ان شعرا سے جہاں غلطی ہوئی اور فنی و شرعی غلطی کی نشاندہی فرمائی اور قابل گرفت پہلو کو اجاگر کیا چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

''محسن کاکوروی، امیر مینائی اور ڈاکٹر اقبال کے خیالات میں بڑی حد تک یکسانیت ہے صرف انداز بیاں کا فرق ہے ان شعراء کی نظروں میں لفظ احمد میں صرف میم کا پردہ ہے

اگر یہ پردہ اٹھ جائے وہ احد ہے کس قدر بے احتیاطی اور کیسی غیر شرعی خیال ہے؟ خالق و مخلوق میں امتیاز رکھا ہی نہیں قدیم و حادث کا فرق جانا ہی نہیں ان لوگوں نے حزم و احتیاط کے سارے بندھن توڑ ڈالے اور حد سے آگے بڑھ گئے اور نعت گوئی میں پاس شرع کا لحاظ رکھ نہ سکے یہاں جوش کی نہیں بلکہ ہوش کی ضرورت ہے۔

اس نوعیت کے اور چند اشعار قارئین کی نظر کر رہا ہوں اللہ کی پناہ کس قدر بے احتیاطی ہے: ع

میں پھیل جاؤں تیری طرح ان فضاؤں میں مجھ کو بھی رنگ و نور کی صورت اچھال دے

تیری طرح، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمسری کی آرزو، کس قدر غارت گر ایمان ہے؟: ع

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم

شاعر کی اس کم ظرفی کو ملاحظہ کیجئے کہ بندہ ہونے میں شاعر نبی یکساں اور بیچارگی میں دونوں برابر یہ نعت نبی ہے کہ بارگاہ رسول میں بے ادبی؟ فیصلہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

اسی میں لکھتے ہیں:

مذکورہ اشعار میں تو شعراء نے اشارہ و کنایہ سے کچھ کہا جو مزاج شریعت کے خلاف تھا اب یہ شعر پڑھیے جس میں صریح لفظ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا کہہ دیا گیا ہے: ع

شریعت کا ڈر ہے اگر سچ بتا دوں محمد جہاں میں خدا بن کے آیا

یہ شاعر شریعت سے نابلد اور حقیقت سے نا آشنا ہے جو جی میں آیا مہمل بک دیا نہ تو اسے الوہیت کا درک ہے اور نہ ہی مقام نبوت سے واقف۔''

ممدوح گرامی حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی مذکورہ نگارش سے اندازہ لگائیے کہ موصوف نے بڑی بے باکی اور بلندی ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے شعرا کی خبر لی ہے جو شعر و سخن کے بادشاہ کہے جاتے تھے بلاشبہہ یہ ان کی شرعی واقفیت، فنی کمال اور ادبی ذوق پر بین ثبوت ہے۔

قنوج یوپی

☆☆☆☆☆

کنز الدقائق شیدائے اعلیٰ حضرت

سید غلام جیلانی قادری

نازش علم وفن فخر اہل سنن کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات علمی، ادبی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائی تھیں۔ آپ کی شخصیت میں ایسی جاذبیت تھی کہ جو بھی آپ کی صحبت بابرکت میں تھوڑی دیر بیٹھتا مسحور ہو جاتا آپ کا علمی قد بہت بلند تھا آپ بے مثال فقیہ، نکتہ رس مصنف، علوم درسیات پر آپ کو کامل استطاعت علم کلام ومناظرہ پر انتہائی مہارت، منطق فلسفہ، حساب ہندسہ، ریاضی واقلیدس اور دوسرے علوم پر ممارست، انگریزی پر بے پناہ قدرت، میدان علم وادب کے شہسوار، ایوان شعروشاعری کے بلند مینار، ارکان واوزان شعری کے اعلیٰ فنکار، ایسی ہی شخصیت کو ''ہمہ داں ہفت خواں'' کہا جاتا ہے ان تمام اوصاف حمیدہ میں جو وصف آپ میں نمایاں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایک زبردست عاشق اعلیٰ حضرت تھے اکثر آپ فرماتے کہ اپنا کام رضا کا پیغام پہنچانا ہے جہاں تک پہنچے فکر رضا مسلک رضا ان کی حیات مستعار کا مشن تھا جب گفتگو فرماتے اعلیٰ حضرت کے ذکر جمیل کی خوشبو سے فضا مشکبار ہو جاتی، تحریر میں ایسی مقناطیسیت کہ جو ایک بار آپ کی لذت تحریر سے آشنا ہو جاتا وہ دوسری تحریر کے جستجو میں رہتا۔ آیئے ان کی تحریر کا نمونہ ملاحظہ کیجیے۔

اعلیٰ حضرت کی شان میں رقم طراز ہیں: ''دبستان نعت گوئی میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ملے گا جس کی زبان وبیان کوثر وتسنیم سے دھلی ہوئی ہو الفاظ شستہ خوبصورت بندش عمدہ تخیل اور بیان میں سلاست وروانی الفاظ کی اس قدر فراوانی کہ جیسے ساون کا مینہ برستا ہو ملاحظہ ہو رضا نعت گوئی میں نوا سنجی کرتے ہوے

فرشتے خدم رسول حشم تمام امم غلام کرم
وجود وعدم حدوث قدم جہاں میں عیاں تمہارے لیے
اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لیے

[شخص وعکس ص ۸۳]

سلام رضا پر حضرت قدیری علیہ الرحمہ کا یہ خوبصورت اقتباس فردوس نظر بنائیں ''بہر کیف یہ سلام جو عالم تنہائی میں پڑھا جاتا ہے اور روحانی کیف وسرور کی محفل سجائی جاتی ہے مذہبی تقریبات میں پڑھا سنا جاتا ہے اہل عقیدت جھومنے لگتے ہیں مسلم ممالک کے نشریہ پر سنا جاتا ہے اور وجد کی کیفت طاری ہونے لگتی ہے حتی کہ آج اس سلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بین الاقوامی فضاؤں میں اس کا نغمہ رچا بسا ہے ہر عقیدت مند پڑھتا ہے اور مستی میں جھومتا ہے ہر صاحب شوق سنتا ہے اور کیف ومستی کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔''

مزید لکھتے ہیں کہ: ''یہ امام احمد رضا قدس سرہ کی وارفتگی شوق کی خوشبو ہے جو فضاؤں میں پھیلی ہوئی ہے یہ عشق رسول کی حلاوت

ہے جو دلوں میں رس گھول رہی ہے یہ ایمان وعرفان کا پاکیزہ گلدستہ ہے جو جذبات واحساسات کو لالہ زار بنا رہا ہے امام احمد رضا کا یہ خراج سلام 171 اشعار پر مشتمل ہے اس طوالت کے باوجود گرمی زبان وبیان میں فرق محسوس نہیں ہوتا اس خراج عقیدت کے تناظر میں جہاں آپ ان حقائق کا مطالعہ کریں گے کہ مصطفیٰ جان رحمت اپنی حقیت کے لحاظ سے تخم وجود اور ہست وبود کی اصل ہیں باب نبوت آپ سے کھلا خاتم دور رسالت بھی ہیں آپ ہر سعادت کا مطلع تو ہر سیادت کا مقطع بھی ہیں، کمالات میں کوئی سہیم، نہ قسیم، محاسن میں کوئی عدیل نہ مثیل آپ محبوب کائنات کے اٹھتے بوٹوں کھلتے غنچوں اور خدا بھاتی صورت کا انداز بھی محسوس کریں گے۔

[شخص عکس ص ۱۸۲]

استاد گرامی نے سلام رضا کی تشریح میں جو خوبصورت الفاظ کے پھولوں کا حسین مالا بنایا ہے اس کی دل آویز خوشبو سے مشام جاں معطر ہو جاتا ہے کوئی بھی اہل علم داد تحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتا، یہی کنز الدقائق کی امتیازی شان ہے گویا آپ کا ہر لمحہ شان رضا فکر رضا مشن رضا مسلک رضا کے لیے وقف تھا۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات اس کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عاشقان اعلیٰ حضرت علما ومشائخ آپ کی عظیم المرتبت شخصیت سے محبت رکھتے ہیں اسی تناظر میں شہزادۂ قطب رائچور فخر سیادت حضرت علامہ سید محمد حسینی اشرفی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کا تاثر گرامی ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں کہ:

''کرم فرما حضرت مفتی ناظر اشرف صاحب کی دعوت پر میں کشن گنج بہار کی عظیم الشان کانفرنس میں حاضر ہوا تھا وہاں متعدد علما کرام سے ملاقاتیں ہوئیں ان میں حضرت علامہ حسن منظر قدیری صاحب سے ملاقات بھی شامل ہے میں آپ کی متبحر علمی شخصیت سے پہلے ہی متاثر تھا اور علمی گفتگو اور آپ کی تالیف جدید دیکھ کر اس قدر متاثر ہوا کہ میرا قلبی وجدان یہی کہتا ہے کہ یہی علما وارثین علوم نبویہ ہیں ان علما کرام کی دینی خدمات میں خرچ ہونے والی سیاہی انبیائے بنی اسرائیل اور جو راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے شہادت کی منزل پر فائز ہوئے ان پر نمایاں مقام رکھتی ہے۔ (کنز الایمان صحیفہ زبان وبیان مؤلف حضرت کنز الدقائق)

لائق صد تحسین وقابل تعریف ہیں غوث الوری اکیڈمی کے کارکنان جنہوں نے حضرت کنز الدقایق کی سوانح حیات پر ایک مجلّہ نکال کر آنے والی نسلوں کیلئے چراغ راہ بنایا مولیٰ تعالیٰ اراکین ومعاونین کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کے حوصلوں کو مزید تقویت بخشے۔ آمین

دار العلوم غوث اعظم سیوڑی ممبئی ۱۵

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کی حیات کے چند گوشے

محمد منصور عالم مصباحی

اللہ رب العزت نے اس دنیائے فانی میں بے شمار ان گنت انسانوں کو پیدا فرماتا ہے اور موت بھی دیتا ہے مگر اللہ کے بندوں میں بعض وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن ان کی یادیں، باتیں، ان کی علمی، ادبی، معاشرتی سماجی جذبات کے تابندۂ نقوش رہتی دنیا تک ہمیشہ یاد کی جاتی ہیں اور یاد کی جاتی رہیں گی۔

انھیں بندوں میں سے نیک صفت، صالح طبیعت، عمدہ خصلت کے حامل، بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، یادگار اسلاف، مرجع العلماء والعوام، شہشاہ زبان وقلم، علم وعمل کا حسین سنگم، زبان وبیان کا حسین امتزاج، تنقید وتعمیر سے بہت قریب، تنقیص وتوہین سے کافی بعید، سیاست وسیاستدانوں سے بہت دور، پیکر علم وادب، زینت درس وافتا، درجن بھر کتب ورسائل کے مصنف، پیغام علمی کے مدبر، میر مجلس، صدر محفل، رونق بزم کون ومکان، یکتائے زمان، فخر سیمانچل، آبروئے اہل سنن، کنز الدقائق فی البدیہیہ شاعر، کہنہ مشق مفتی، مشفق استاذ ومربی، ادب شہیر، فقیہ زمن حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ ہیں۔

یہی وہ مظہر ہستی ہیں جن کی فقہی، تحقیق، علمی، ادبی، لسانی، نثری، شعری خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں اس پر مستزاد اینکہ آپ کی پوری حیات فروغ رضویات، تائید مذہب ومسلک، مسلک اعلیٰ حضرت سے مستعار تھی مشرباً بیعت واردات سلسلۂ قدیری کی مانۂ ناز شخصیت عارف باللہ ولی کامل حضرت سید ولی محمد قدیری بریلوی علیہ الرحمہ سے تھی اور آپ کا نام نامی سلسلۂ قدیریہ کی ڈائری میں سرفہرست ہے۔ گوکہ قدیری آپ کے نام کا لاحقہ بن گیا تھا کہ اس سے جدا ہونا ناممکن ہوگیا۔ اور اسی نسبتی نام سے مشہور ومتعارف ہوئے۔

آپ کی شخصیت جہاں دینی حلقے میں بحیثیت مفتی، جلیل القدر، عالم دین، گفتار وکردار میں ممتاز، متنازع فیہ مسائل میں حکم فیصل سے متعارف تھی وہیں عصری علوم سے وابستہ افراد۔ ڈاکٹرز، انجینئرز،، ماسٹرز اور پروفیسرز کے لئے شعر وسخن، اردو ادب کی تعمیری وتنقیدی امور میں بھی آپ کی ذات مرجع بنی ہوئی تھی، اپنے تو اپنے بیگانے بھی علمی جاہ وجلال، فضل وکمال، صدق وصفا، بلا تکلف وتضیع، سادگی، خلیق، ملنساری کے معترض ومزاح تھے۔ الفضل ماشھدت بہ الاعداء۔

آمدم برسر مطلب:۔ ویسے تو آپ کی علمی جاہ وجلال، عالمانہ کردار، فاضلانہ شان وشوکت، برجستہ شاعرانہ مزاح ہے، عمدہ فقیہانہ استدلال سے راقم السطور اسی وقت قدرے متعارف ہو چکا تھا جس وقت دار العلوم غوثیہ نور پارہ نٹوا پارہ، بہادر گنج میں زیر تعلیم تھا، اس علم وادب کو چہار دیواری کی آنگن میں حضرت مولانا عبد العلیم علمی صاحب پرنسپل ادارہ ہذا مسند صدارت پر فائز تھے۔ دیگر اساتذہ حضرت مولانا کمال الدین اشرفی، حضرت مولانا قاری عبد الجلیل مصباحی، حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبان وغیرہم خوبصورت چہرہ

،سفید ڈاڑھی، سادہ لباس، دو پلی ٹوپی، داہنے ہاتھ میں تھیلائے ہوئے اس میں کچھ علمی اثاثہ رکھے ہوئے ادارہ کے صحن میں خرامہ خرامہ پیادہ پا داخل ہوتے، استقبال ہوتا، چائے ناشتہ ہوتا، علمی، شعری، بحثیں گھنٹوں جاری رہتی، پھر چلے جاتے یہ اکثر جمعرات کا دن ہوتا۔

ہاں! میں چھوٹا تھا ان علمی مباحث کے فہم وادراک سے قاصر تاہم ان علمی مباحث سے دل چسپی رکھتا، طلبہ یہی کہتے مفتی صاحب بہت بڑے عالم دین ہیں اور بائسی علاقے کے بجرڈیہہ میں پڑھاتے ہیں، ایسے ہی ملتے جلتے تعریف وتوصیف کے الفاظ والد محترم کے بھی بار بار سنا کرتا تھا۔

جب دارالعلوم اشرفیہ مباک پور میں زیر تعلیم تھا فضیلت کے بعد درجۂ اختصاص میں داخلہ ہوا، اعلیٰ تعلیم کی دل چسپی روز روز بڑھتی رہی، ادھر محبّ محترم مولانا مکرم رضوی صاحب سے بذریعہ فون بات ہوئی تبادلہ خیال ہوا کہ علم ہیئت وتوقیت کا علم حاصل کیا جائے، امام علم وفن کی کثرت علالت، قلت وقت کی وجہ سے خواہش بن کر رہ گئی۔ مولانا نے حضرت مفتی صاحب کی طرف اشارہ دیا۔ حضرت گھر سے بھی قریب ہیں۔ فون نمبر لیا۔ بات ہوئی اس وقت الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئی میں خدمت دین پر مامور تھے، شروع میں ٹال مٹول کی۔ بارہا اصرار رہا تو چند اسباق پڑھانے کے لئے راضی ہوگئے اور فرمایا۔ ارے میاں! میں بوڑھا ہوگیا ہوں رمضان شریف میں گھر رہوں گا آیئے گا تو پڑھادوں گا'' لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا گھر کی الجھنوں میں گھیر گیا اور آپ کی بارگاہ میں زانوے تلمذ طے نہ کرسکا۔

آپ نوراللہ مرقدہ سے راقم کی ملاقات بارہا ہوتی رہی جن میں کچھ خاص ملاقات رہی جن کی ملاقات کی کچھ یادیں کچھ باتیں زیب قرطاس کی جاتی ہیں۔ انھیں بھلا نہیں جاسکتی ہیں۔

پہلی ملاقات:

یہ مسلۂ نکاح وطلاق کے سلسلے میں علمی وفقہی گتھی سلجھانے کے لئے ہوئی تھی، جس میں میرے ہمراہ مولانا مکرم رضوی صاحب تھے دونوں آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ اپنے گھر کے آنگن میں کتابوں کو دھوپ دکھانے کے لئے باہر نکالے ہوئے تھے، کچھ کتابیں پرانی تھیں کچھ کتابوں کو دیمک کھا رہی تھی، سلام کیا، دست بوسی کی، بیٹھنے کے لئے اشارہ فرمایا اور گھر میں چائے تیار کرنے کا حکم دیا۔ مسئلے کی صورت پیش کی گئی، اس کا بھی حل آپ نے بتایا کچھ لمحے جواب عطا فرمایا اور کچھ دیر علمی باتیں ہوئیں پھر آپ نے اپنی تصنیف کردہ کتاب ''نماز مومن کی معراج'' ہدیۃً تحفۃً عنایت فرمائی، دھوپ میں کتابیں سوکھ رہی تھیں ان کتابوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا میاں! ''ان کتابوں کو میں دھوپ میں سوکھا رہا ہوں لیکن میرا کوئی علمی وارث نہیں ہے۔

ان چند جملے کی معنویت تو اس وقت اتنی سمجھ میں نہ آسکی اور نہ اتنی اس کا احساس ہوا۔ اور ہم دونوں حضرت کی بارگاہ سے سلام کرکے گھر کے لئے روانہ ہوگئے۔ آج ان جملوں کی افادیت واہمیت سمجھ جاسکتی ہے یہ کسی سے مخفی نہیں۔

دوسری ملاقات:

۲۰۱۷ء میں شوال المکرّم کے اخیر ایام میں ہوئی تھی، اس وقت جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ کشن گنج کی طرف سے کنزالایمان ٹرسٹ گانگی ہاٹ میں ایک علمی مذاکراتی نشست رکھی گئی تھی جس میں علاقے کے علماء کرام ومفتیان عظام کو دعوت دی گئی تھی جس میں مشہور درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ۔(۲) حضرت مولانا عبد العلیم علمی صاحب۔(۳) حضرت مفتی عارف حسین رضوی۔(۴) حضرت مولانا قاری عبد الجلیل صاحب۔(۵) حضرت مفتی عابد حسین رضوی صاحب۔(۶) حضرت مفتی طاہر حسین صاحب (بیر پور) اس علمی نشست میں چار موضوعات پر علمی مذاکرہ ہونا طے پایا تھا اور اس میں اس بات کی وضاحت کی گئی تھی کہ ہر ایک مندوبین کو اپنی بات تحریر کی شکل میں پیش کرنی ہوگی۔

وہ عناوین درج ذیل ہیں۔

(۱) رویت ہلال کے شرعی طریقے کا اعلان۔اس دیہات میں نماز جمعہ ظہر کا قیام۔ایسی ہی عورتوں کے لئے لیپ اسٹک کا استعمال۔شرعی نقطہ نظر سے حلال وحرام۔(۲) نظام الاوقات کو یکسانیت برائے ضلع کشن گنج۔۔۔چنانچہ راقم نے پہلے کے تین عناوین پر اپنی معلومات کئی صفحات پر زیب قرطاس کے تاہم مؤخر الذکر (چوتھے عنوان) پر کوئی معلومات فراہم نہیں کی کیونکہ علم ہیئت وتوقیت کے تعلق سے کوئی علم نہیں ہے سب سے پہلے مقالہ پڑھنے کا موقع ملا آپ علیہ الرحمہ نے بغور سماعت فرمائیں کئی اصطلاحات کی اس پر مفید مشورہ سے نوازا اور دعائیں بھی دیں۔

تیسری ملاقات:

۲۰۲۱ء ماہ جون کے اوائل کی بات ہے جب قطب پورنیہ حضرت مولانا شاہ شرف الدین قدس سرہ العزیز خلیفہ وتلمیذ حضرت شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری کے آستانۂ عالیہ گانگی میں حاضری دینے کا شوق ابھرا، جمعہ کا دین تھا میرے دو تلمیذ مولانا خواجہ محمد مصباحی اور مولانا محمد مظاہر عالم رضوی بھی حاضری کے لئے تیار ہوگئے۔ویسے تو گاہ بگاہ شرف زیارت کے لئے اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے خانقاہ شریف میں جاتے رہتے ہیں اور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے علیک وسلیک ہوتی رہتی تھی تاہم یہ ملاقات کئی حیثیت سے اہمیت کا حامل ہے اس ملاقات میں ہمارے دونوں شاگرد کی حضرت سے دعائیں لینا آپ کی علمی جاہ وجلال خلیق وملنساری کو براہ راست ماتھے کی نگاہ سے دیکھنا شامل تھا۔جمعہ کی نماز ادا کی گئی مزار اقدس پر حاضری دی، فاتحہ خوانی کے لئے دار النور شریفہ کے صحن پر کھڑا ہوا، دوست واحباب سے بھی ملاقات ہوئی گو کہ میری نگاہ آپ کے خوبصورت وحسین چہرے کی زیارت کو مشتاق تھی بلآخر کسی صاحب نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت کہاں ہیں؟ گھر چلے گئے کیا؟ کسی نے دار العلوم کے ایک کمرہ کی طرف اشارہ فرمایا جھانک کر دیکھا تو انجمن لگی ہوئی تھی، آپ چارپائی تخت پر بیٹھے تھے، اردگرد علماء ارباب علم ودانش اور بڑے بزرگ آپ کو ہالہ بنائے ہوئے تھے۔اندر داخل ہوا جب حضرت کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فوراً بول پڑے اور میاں کیسے ہو؟ میں دست بوسی کی اور سلام کر کے کھڑا ہو گیا اور ہمارے دونوں شاگرد نے بھی ایسا ہی کیا، حضرت نے مجھے اپنی قریب بیٹھنے کی اجازت فرمائی۔الامر فوق الادب کے تحت قریب بیٹھا جنگ آزادی کی بات چل رہی تھی، غالباً آپ تاریخ کا کوئی حوالہ پیش فرما رہے تھے میں نے پوچھ لیا کہ حضور اس وقت آپ کی کیا عمر رہی ہوگی۔تو حضرت نے برملا ارشاد فرمایا لگ بھگ آٹھ (۸) یا (۹) نو سال کے رہے ہونگے تو میں نے جرأت مندی سے پوچھا پھر تو اس زمانے کی کچھ باتیں تو یاد رہی ہونگی۔تو حضرت نے فرمایا کہ ہاں! ہم لوگ مکتب میں پڑھ رہے تھے، قرآن شریف یا عم پارہ۔ریڈیو کے آزادی کی خبر نشر ہوئی تھی تو لوگ کہہ رہے تھے آزادی مل گئی ہندوستان آزاد ہو گیا۔

یہ باتیں انتہا کو پہونچ گئیں، میں نے آپ سے خیرت طبیعت دریافت کی پھر آپ کے تلمیذ الحاج مولانا محمد مجیب اشرف کا حوالہ پیش کیا اور انکے صاحبزادہ مولانا خواجہ محمد مصباحی کی طرف اشارہ کیا۔تو آپ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔اخیر میں ہمارا یہ رکنی جماعت گھر کے لئے روانہ ہوگئی۔

غور طلب یہ ہے کہ مذکورہ گفت وشنید سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوئی ہے کہ آپ کی عمر شریف ۸۳/سال کے قریب قریب ہوئی اور آپ کی حیات مبارکہ میں جو تاریخ ولادت ۱۲/اپریل ۱۹۴۸ء اشاعت پذیر ہوئی ہے وہ تعلیمی اسناد کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہے اور یہی آپ کی رضامندی کا افادہ بھی کرتی ہے (حقیقت کا علم اللہ بہتر جانے)

آخری بات ۔موت العالم موت العالم ۵/جنوری ۲۰۲۲ء ہی سے آپ کی علالت کی خبریں اور اس کی تصویریں شوشل میڈیا پر گردش کر رہی تھیں جوں ہی میں نے یہ دل دہلانے والی تصویر دیکھی تو ایسا معلوم ہوا کہ پیروں تلے زمین کھسک گئی، صحت وتندرستی کے لئے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ اٹھایا اور حاجی صاحب کے واٹساپ پر بھی دعا کے لئے یہ خبر شیئر کی بالآخر تقدیر الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، ۷/جنوری بروز جمعہ، میری طبیعت میں گھبراہٹ سی ہو رہی تھی، عجیب کیفیت محسوس کر رہا تھا، ذہن وفکر میں آپ کی علالت کی حالت وکیفیت گردش کر رہی تھی، نماز جمعہ سے قبل وضو کیا، سورہ کہف، سورہ یٰسین، سورہ مریم، سورہ ملک کی تلاوت کی، پھر نماز جمعہ کے لئے روانہ ہوگیا۔نماز جمعہ ادا کی، موبائل دیکھا تو آپ کی وصال کی خبر عین نماز جمعہ کے قریب ۱۲/بجکر ۴۵/منٹ پر جنگل میں آگ لگنے کی طرح پھیل گئی۔، دل رونے لگا، گلے سے سسکیاں نکلنے لگی۔ چہرہ پژمردہ اور غمزدہ ہوگیا۔جگہ جگہ مساجد میں آپ کی وفات کی خبر کا اعلان کیا گیا دیکھتے ہی دیکھتے تعزیت نامے سے پورا شوشیل میڈیا بھر گیا گویا کہ ہر ایک زبان سے یہی آواز آرہی تھی۔

شعر:۔ آہ! تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی علم وادب کی زلف پریشان ہے آج بھی

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے۔۔۔۔۸/جنوری دن ہفتہ ۱۰/بجکر ۳۰/منٹ پر نماز جنازہ کا اعلان کیا گیا تھا پورے علاقے سیمانچل کے کونے کونے سے علماء طلبہ، حفاظ مفتیان کرام، صوفیائے عظام۔ماسٹرز۔ڈاکٹرز، پروفیسرز، قریبی رشتہ دار ارباب حل وعقد، سیاستدان، عوام الناس، جوق در جوق گانگی بستی کی طرف روانہ ہونے لگے۔

یکا یک آپ کے کاشانۂ اقدس سے جانب غرب، نہر سے جانب شرق، پکی سڑک سے اتصال شمال۔لق ودق خالی کھیت کو وقت مقررہ پر ایک عظیم ہجوم، ایک امنڈتا سیلاب نے پر کر دیا۔

جنازہ کے ازدھام کو دیکھنے کے لئے عورتیں بچے گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے، بعض تو گھر سے باہر آکر سڑکوں پر کھڑی ہوگئیں وہ ایسا عظیم بڑا جنازہ عام لوگوں کی آنکھوں نے دیکھا ہی نہ تھا جس میں ہزاروں ہزار کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور دعائے مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھائے ہو۔جنازے کی نماز خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی طاہر حسین رضوی صاحب نے پڑھائی موصوف آپ کے ہم عصر متدین، متصلب عالم دین ہیں۔قل شریف حضرت قاری عبدالجلیل صاحب نے پڑھی اور دعا بھی مانگی۔

علم وحکمت کا یہ دمکتا چمکتا درخشندہ ستارہ آستانۂ عالیہ شرفیہ کے قریب ہی ہزاروں سوگوار نم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا ۔آپ کا جسد خاکی سینکڑوں من مٹی کے اندر مدفون ہوگیا۔آپ کے علمی روحانی فیضان سے عوام وخواص فائدہ اٹھاتی رہے گی اور ہم جیسے کم علم بے خامہ کے لئے جاری وساری ہوتی رہی گی۔آپ تو دار فانی سے دار بقاء کی طرف چل دیئے پر آپ کی یادیں آپ کی باتیں آپ کی علمی مذاکرات وخدمات لوگوں کے لئے مشعل راہ ہوں گی۔دعا ہے مولیٰ تعالیٰ آپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے طفیل آپ کے مرقد انور پر رحم وکرم کی بارش فرمائے۔آمین

شعر:۔ ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے

خادم التدریس جامعہ اعجازیہ بہرال رتوا، ضلع مالدہ

حضرت علامہ مولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ سے ایک ملاقات

مولانا نور قطب عالم رضوی

ایک صبح جب آفتاب فضاؤں میں اپنی کرنیں پھیلا رہا تھا، میرے والد محترم حضرت مولانا اسرار الحق رضوی علیہ الرحمہ نماز اشراق سے فارغ ہوکر مسجد سے گھر آرہے تھے اور میں کچھ ضروریات کے تحت بازار جانے والا تھا اسی وقت پورب کی جانب سے جو سڑک میرے گھر تک آتی ہے۔ اسی راہ سے

ایک شخص آتا ہوا دیکھائی دیا۔ میرے والد نے انہیں دور سے ہی پہچان کر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کرسیاں لگاؤ۔ حضرت علامہ مولانا مفتی حسن منظر قدیری صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے بیٹھک کے برآمدے میں کرسیاں لگائیں۔ اتنے میں وہ تشریف لا چکے اور سلام ومصافحہ کے بعد دونوں حضرات کرسیوں پر بیٹھتے ہی گفت وشنید میں مصروف ہوگئے۔ میں نے ان کی طرف دیکھا تو کچھ باتیں یاد آنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے، میرے ماضی کے سارے دریچے کھل گئے، ساتھ ہی تمام گمشدہ واقعات نظروں کے سامنے گردش کرنے لگے۔۔۔۔ چونکہ۔۔۔

حضرت علامہ مولانا حسن منظر قدیری مرحوم کو میں نے کئی مرتبہ گانگی ہاٹ، جنٹا ہاٹ اور جلسہ وجلوس میں ابا حضور مرحوم کے ساتھ ملتے جلتے اور گفت وشنید کرتے ہوئے دیکھا تھا، لیکن چونکہ اس وقت میں چھوٹا تھا اور صرف یہی سمجھ پا رہا تھا کہ موصوف بڑے حسین وجمیل ہیں، لمبا قد ہے، باتیں ٹھہر ٹھہر کر کرتے ہیں، جب مسکراتے ہیں تو چہرے میں خوبصورتی مزید نکھر آتی ہے، صاف ستھرا رہنا ان کے شوق میں شامل ہے۔ جب حضرت مجھے اپنے والد کے ساتھ کبھی دیکھتے تو ایک خاص انداز اور تھوڑی اونچی آواز میں کہتے ۔''نور قطب!! آپ کیسے ہو؟'' میں بزدلی کے انداز میں شرما کر رہ جاتا اور کوئی نہ دیتا حضرت ہمارے گھر پر تشریف لائے تھے۔ سارا کام میری طرف سے میرے والد صاحب کر لیتے تھے۔

ایک لمبا عرصہ تقریبا دو عشرہ بعد ۱۹۹۸ء میں حضرت ہمارے گھر پر تشریف لائے تھے۔ چونکہ سارا نظام بیٹھک میں تھا اور بیٹھنے کے لئے کئی کرسیاں خالی بھی تھیں۔ چنانچہ چند لمحے میں میرے دادا بھی وہاں آگئے۔ میرے دادا کا اسم گرامی منشی عاشق علی تھا۔ وہ اسم بامسمیٰ تھے۔ یعنی منشی اس لئے کہا جاتا تھا کہ فارسی کی ساری مشہور کتابیں ان کے نوک زباں تھیں، اور عاشق اس لئے کہ وہ اپنے

پیرومرشد حضرت مولانا شاہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ گانگی کے سچے عاشق تھے۔ان کا سارا کام وہی ہوتا تھا جو ان کے پیرومرشد کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا لباس،خوراک،گفتگو کا لہجہ اور نماز میں پیر صاحب جو سورہ اکثر پڑھا کرتے تھے۔وہی منشی عاشق علی صاحب کا بھی معمول ہوتا تھا۔اسی لئے پیر کی وجہ انہیں گانگی والوں سے بے انتہا محبت رہتی تھی،اور چونکہ حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری بھی گانگی میں ایک روشن ستارہ کی طرح چمک رہے تھے۔گانگی کے معتبر ارباب حل وعقد کو ان سے بیشمار امیدیں تھیں۔یہی وجہ تھی کہ منشی عاشق علی صاحب حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری صاحب سے ملاقات کر کے اس طرح جزباتی ہو گئے کہ گویا حضرت شاہ شرف الدین علیہ نے کسی خلیفہ کو وہاں بھیج دیا ہو۔پھر باتوں باتوں میں علامہ حسن منظر قدیری صاحب نے حضرت شاہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ چھیڑ دیا اور منشی عاشق علی صاحب سے حضرت کے رازہائے پوشیدہ سے متعلق باتیں دریافت کرنے لگے۔ اب کیا تھا؟ ایک طرف عاشق اور دوسری طرف خانقاہ شرفیہ کی روشنی سے تابناک ہونے والا ستارہ۔رفتہ رفتہ گفتگو کے ماحول پر تصوف کا رنگ چڑھنے لگا۔اور تھوڑی ہی دیر میں یوں لگا جیسے شاہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ اس محفل میں تشریف فرما ہیں ۔اور ساری باتیں ان کی موجودگی میں ہو رہی ہیں۔

ادھر موقع غنیمت جان کر والد صاحب خرد ونوش کے انتظام میں لگ چکے تھے اور میں بھی ان کے حکم پر کمر بستہ تھا کہ چند لمحے میں ناشتہ لیکر حاضر ہو گیا لیکن تصوف کی اس پر کیف فضا میں ناشتہ کی موجودگی دم توڑ چکی تھی۔،یہاں تک کہ جو چائے آئی تھی وہ بھی ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

بہر حال گفتگو کے تسلسل کو توڑتے ہوئے ہم سب ایک ساتھ ناشتہ کرنے لگے تاہم دوران ناشتہ؛لکھنؤ کی ریوڑی،بدایوں کا حلوہ ،کلکتہ کی بریانی کا ذکر چھایا رہا۔یہاں تک کہ کشمیر کا سیب،الہ آباد کا امرود،ناگپور کا سنترہ،کے ساتھ ساتھ ناسک کی پیاز کا ذائقہ بھی ناشتہ میں شامل ہو گیا بات بریلی پہونچی تو پھر بریلی کے کچھ ہوٹلوں کی باتیں آ گئیں۔

علامہ حسن منظر قدیری ۱۹۶۶ء میں اور میرے والد مولانا محمد اسرار الحق ۱۹۶۵ء میں دار العلوم منظر اسلام ابریلی شریف سے فارغ ہوئے تھے چونکہ آپ دونوں ہمعصر تھے۔اسی لئے گفتگو کے لہجے میں بے تکلفی،بے ساختگی،مذاح اور لطف کا رنگ جھلکتا تھا اور کبھی کبھی رومانوی کیفیت بھی آ جاتی تھی۔مگر جلد ہی منطق وفلسفہ کے ساتھ ساتھ سنجیدہ موضوع نے رومانس کو دبوچ لیا۔۔

چونکہ کم وبیش دونوں میں یکسانیت تھی۔دونوں بڑے ذہین تھے۔ہم خیال تھے۔ہم مسلک تھے،ہم عصر تھے۔اور دونوں کے مزاج میں خودمختاری تھی۔اس لئے پڑھنے کے زمانے سے لیکر لمحہ نوخیز تک کی ساری قدوکاوش پیچ وخم،اور نصیب وفراز سے متعلق سارے موضوعات گفتگو میں چھائے رہے اتنے میں ظہر کی اذان ہوئی،نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد، لذیذ کھانو سے لطف اندوز ہوئے۔اور پھر گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔۔

چونکہ علامہ حسن منظر قدیری ایک بحر العلوم تھے آپکو علم فصاحت،بلاغت،معانی،عروض،منطق،فلسفہ،توقیت،عقائد وغیرہ جیسے علوم پر دسترس حاصل تھی۔آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں تنقید اور شذرات بھی لکھتے رہے ہیں۔آپ کی شاعری کمال کی ہوتی ہے ۔جس میں نعتیں بے حد مقبول ہیں۔ضلع کشن گنج کے ایک بڑے ولی شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ گانگی کی حالات زندگی اور احوال

وکوائف پر سب سے پہلے انہیں نے ایک کتاب بنام ''تجلیات شرف'' تحریر فرمائی ہے جو بے حد مقبول خواص وعام۔

مولانا کی یہ ساری خصوصیات گفتگو کے دوران ابھر کر سامنے آنے لگتی تھیں اس کے علاوہ زبان کی سلاست، بات چیت، کا لہجہ اور فکر ونظریات میں گہرائی، جوش وجذبہ اور تسلسل بنان سے مجلس میں ایک سماع بندھ چکا تھا۔ اتنے میں اذان کی صدائیں سنائی دینے لگیں۔ ہم سب گفتگو کے پھیلے ہوئے دامن کو سمیٹتے ہوئے نماز کے لئے چل پڑے۔

فاضل؛ عالیہ ادارہ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ بہار۔ استاذ۔ مدرسہ اسلامیہ بھوپلا، کشن گنج۔

☆☆☆☆☆

حضرت مفتی حسن منظر قدیری کی اردو نثر میں اسلوب نگارش

مفتی تنویر احمد ضیائی

اردو ادب کا عروج وارتقا دو طریقے سے ہوتا ہے ایک نظم کی شکل میں اور ایک نثر کی شکل میں۔ نظم کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں مثلاً حمد، نعت، غزل، مرثیہ، منقبت وغیرہ لیکن نثر کی ایک ہی شکل ہوتی ہے وہ ہے اردو نثر۔ نثر کے لغوی معنی ہیں بکھرے یا بکھرا ہوا۔ یعنی اردو ادب کا وہ پہلو جو ضبط نظم میں نہ آسکے اور بکھرے ہوئے موتیوں کی مانند پھیلا ہوا سی کو اردو نثر کہا جاتا ہے۔ اردو نثر کے عہد کا اگر جائزہ لیا جائے تو عربی اور فارسی ہی کی طرح اردو نثری ادب کا بھی رواج قدیم ہے۔ اردو ادب کا فروغ وارتقاء نظم ونثر دونوں ہی پہلو سے مذہبی اور غیر مذہبی دونوں حلقوں میں قائم ہے البتہ اردو ادب کا فروغ نظم کی بہ نسبت نثر سے زیادہ ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نظم کے لیے جن اصول وضوابط اور قواعد وشرائط ضروری ہیں وہ اردو نثر کے لیے ضروری نہیں ہاں ایک باکمال ادیب وناقد اور کامیاب نثر نگار کے لیے زبان وبیان کی فصاحت وبلاغت اور الفاظ وجملوں کی بندش وترکیب سے بخوبی واقفیت ضروری ہے۔

برصغیر خصوصاً ہندوپاک میں بے شمار اصحاب علم وقلم نے اردو نثر نگاری میں اپنا نام روشن کیا ہے، جن اصحابِ علم ودانش نے برصغیر کے ادبی حلقوں میں کارہائے نمایاں انجام دی ہیں ان میں ایک معروف ومقبول نام حضرت مفتی حسن منظر قدیری کا ہے۔ جن کے نام کے ساتھ، کنز الدقائق، بقیۃ السلف ادیب شہیر، اور محقق عصر جیسے بھاری بھرکم الفاظ کا لاحقہ لگا لیجیے۔ ان کی لسانی خدمات کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر ان کے تعلق سے یہ کہا جائے کہ مدارس اسلامیہ کے فارغین میں یہ واحد شخص ہیں جنہوں نے فقہ وافتا اور سیرت وسوانح کی زبان کو بھی ادبی رنگ اور افسانوی حسن کے ساتھ پیش کرنے کا اہم فریضہ انجام دیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

حضرت منظر قدیری علیہ الرحمہ کی تحریر خواہ فقہ سے متعلق ہو یا ادب سے ہر تحریر علم وادب اور فکر وفن کی خوشبوؤں سے معطر ہے۔ گلشن علم وادب کو جس خوبصورتی اور تزئین کاری کے ساتھ سنوارا ہے یقیناً مذہبی حلقوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ انہوں نے اردو نثر نگاری کو دینی دانش گاہ کی مسند زریں پر بیٹھ کر جو جمال وکمال بخشا ہے یقیناً اردو نثر کی دنیا میں اسے ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔ میرے اس دعوے پر ممدوح گرامی کی نگارشارت سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں اور داد دیں کہ واقعتاً ایک ادیب وناقد کی تحریروں میں جس قدر حسن وجمال کا تصور اور شائستگی وبرجستگی ممکن ہے اس سے بھی کہیں بالا پائیں گے۔

حضرت منظر قدیری صاحب نے آزاد نعت گو شعرا کے تعلق سے اپنے تجربات کا ذکر کیا ہے اور صنف شعر کے اوصاف کو بھی بیان کیا ہے اس میں انھوں نے نثر نگاری کے جس جلوے کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ بلاشبہہ آپ کے فطری ذوق طبع کا نتیجہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''بات ظاہر ہے کہ جس پابندی کے ساتھ نعت گوئی کی اجازت ہے نعت نگار اسے
فراموش کر جاتے ہیں نہ تو انہیں مقام نبوت کا احساس اور نہ منصب رسالت کا خیال اور نہ

اس کا علم ہے جوش عقیدت میں ہوش کھو دیتے ہیں اور نعت پاک میں کچھ ایسا غلو کر جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ اور یہ غلو ایسا کہ عبد کو معبود کا درجہ دے دیتے ہیں اور یہ نہیں معلوم کہ ذات خدا ازلی و ابدی ہے اس کے لیے ابتدا و انتہا نہیں وہ واجب و قدیم ہے اور انبیاء بہر حال انسان ہوتے ہیں جو حادث و مخلوق ہیں وہ کائنات میں توحید و رسالت کی تبلیغ کے لیے آئے ہیں، خدا نے ان کے سر پر نبوت و رسالت کا تاج رکھا ہے کتنا فرق ہے دونوں میں؟

ہم اپنے اسلاف کی نعت میں جو سرور و کیف، سوز و گداز اور سادگی و اخلاص محسوس کرتے ہیں دور حاضر کی نعت میں یہ ساری چیزیں مفقود ہیں وجہ ظاہر ہے کہ پہلے نعت گو شاعر ہوا کرتے تھے اب متشاعر نعت گو ہیں جن کے دلوں میں نہ تو درد عشق ہے نہ سوز محبت۔ عشق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں آنسو بہاتے ہیں مگر ایک قطرہ بھی آنکھوں سے نہیں گرتا دیار حرم کی یاد میں بے قرار تو ہیں مگر یہ حقیقی نہیں بلکہ یہ مصنوعی ہے۔

آج کل جو یہ کہا جا رہا ہے کہ شاعر کا کلام حقیقت پر مبنی نہیں حسن معنٰی ہے نہ حسن بیاں، لطافت نہ شگفتگی سوز و گداز ہے نہ واردات قلبی بیچارہ شاعر خود ہی کائنات حسن سے آگاہ نہیں، دل تجلیات جمال سے معمور نہیں رموز محبت سے نابلد اور اسرار عشق سے نا آشنا شاعر جب تک درد محبت کی دولت سے بہرہ ور نہ ہو اس کے اشعار میں سوز و ساز کی طلب ہی بیکار ہے۔ غالب نے خوب کہا ہے: ع

حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسد
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

شعر کی ''شعریت'' ان دو مصرعوں میں پنہاں ہے اس کا کہنا ہے کہ حسن کلام، اس حقیقت پر منحصر ہے کہ پہلے آدمی جلتا، سلگتا اور گداختہ دل پیدا کرے اور آج کل کے شعراء میں یہی چیز مفقود ہے تو حسن کلام کی توقع بے سود۔ کوئی ان تشنگان حقیقت سے پوچھے کہ تمہارے دلوں کا حال کیا ہے اور کلام کا روپ سنگار کیا؟ اس نور مجسم و حسن مکمل کی حقیقی محبت کے بغیر، ان کی بارگاہ عالی میں گلدستۂ نعت پیش کرنا کچھ ایسا ہے کہ وہ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرشتوں کو جھکتا تو دیکھتا ہے مگر وہ خود نہیں جھکتا ہے گویا وہ جذبۂ عشق سے بیگانہ ہو کر نعت کہتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ وہ نعت پاک دل و جگر میں حرارت نہیں پیدا کر سکتی ہے جس کے حروف و الفاظ میں عشق کی حلاوت، محبت کی خوشبو، عقیدت کی مہک اور اخلاص کا رنگ نہ ہو۔''

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ محقق و ادیب کے ساتھ ساتھ ایک استاذ شاعر بھی تھے، استاذ شاعر ہونے کی حیثیت

سے صحیح اشعار کے دوران وہ کن مراحل سے گزرتے، ان کی نظریں کن کن چیزوں پر رہتی اور ایک نوآموز شاعر کے لیے کیا کیا چیزیں ضروری ہیں آپ بیتی کے انداز میں کس قدر حسین پیرائے میں بیان کرتے نظر آرہے ہیں۔ درج ذیل اقتباس میں نثر نگاری کا عمدہ نمونہ ہے اور اردو ادب کا اعلیٰ شاہکار بھی ملاحظہ فرمائیں!

''نوآموز شعراء جب اپنے کلام کے ساتھ استاد کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں وہ اپنا فرض منصبی کا حق ادا کرتا ہے اور شعر کی جانچ پرکھ شروع کر دیتا ہے یہ شعر کس بحر میں ہے کہیں سقم تو نہیں ہے نقطہ درست ہے کہ نہیں بندش الفاظ کا کیا حال ہے تشبیہ واستعارہ کا استعمال کیسا ہے غرض کہ معانی و بیان کے ساتھ علم بدیع پر بھی نظر ہوتی ہے اور ہر شعر کی نوک پلک جھپکتے درست کی جاتی ہے تب کہیں شعر فن کے معیار پر اترتا ہے اور اچھے اشعار جنم لیتے ہیں۔

صنف نعت میں بھی یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ وزن، بحر، رکن، قافیہ، ردیف، معانی، بیان، بدیع، ترکیب، بندش، فصاحت و بلاغت انہیں اوصاف سے شعر کا پیکر تیار ہوتا ہے، ایک اچھے شعر کی شناخت یہی ہے مذکورہ اوصاف سلیقہ سے اس میں بیان ہو یہ حسن بیان کی بات ہے مگر نعت گوئی میں خیال کی آزادی نہیں یہاں ہر خیال کے لیے میزان شریعت مقرر اور بیان کے لیے لفظ وترکیب کی کسوٹی، اگر اس کی رعایت نہ ہو تو راہ اعتدال پر نہیں، گویا ذہن و فکر نے خطا کی، گناہ کا ارتکاب اور شرعی عدالت کا مجرم ہوا۔''

ممدوح گرامی حضرت منظر قدیری علیہ الرحمہ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ذکر بھی کرتے ہیں تو اس میں اردو نثر کا رنگ اپنے منتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیں!

''گل کی نزاکت کو ہم دیکھ بھی سکتے ہیں اور اسے دائرۂ احساس میں لایا بھی جا سکتا ہے لیکن خوشبو کی لطافت کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ہم اسے نگاہوں سے دیکھ نہیں سکتے۔ نقاش ازل کا اولین نقش، مصور کا پہلا پہلا پیکر اور خالق مطلق کی پہلی تخلیق، پھول سے زیادہ نازک، خوشبو سے زیادہ لطیف، مہ ونجوم سے زیادہ حسین اور کہکشاں سے زیادہ جمیل، حضرت آمنہ کے دریتیم کے سراپا کو اہل عقیدت نے مختلف انداز میں سوچا اور محسوس کیا اور اس کی مختلف تصوریں پیش کیں۔

بلبل نے ان کو ''گل'' کہا اور قمری نے ''سرو جانفزا'' کے رنگ میں محسوس کیا مگر ''حیرت نے جھنجھلا کر کہا'' کہ یہ ذات اقدس گل ہے نہ سرو جانفزا، پھول بھی دیکھا گیا اور چاند کی ٹھنڈی کرنوں سے نظر میں انبساط کی لہر دوڑ گئی مگر عارض سرکار کا جواب چاند ہے نہ گلاب کی شگفتگی۔

صرف عارض انور کی ہی بات نہیں بلکہ عالم رنگ و بو میں کوئی شی اس پیکر قدرت کے رنگ ونور، لب ورخسار اور قد وقامت کا جواب نہیں بن سکتی۔ کیونکہ وہ ممتنع النظیر ہے۔ کائنات میں کوئی عدیل ہے نہ ہمسر، کوئی مثال ہے نہ مثیل، تاہم اخبار وسیر کی کتابوں میں کچھ جھلک ملتی ہے، کہیں اجمال ہے کہیں تفصیل۔

اس مضمون میں اسی پیکر جمیل کی عکاسی کی گئی ہے، قرآن کریم اور خود صاحب قرآن کا بیان، کچھ تاریخی شواہد، اور کچھ اسلامی شعراء کا اجمالی خاکہ اور آخر میں امام احمد رضا قدس سرہ کے ''لاکھوں سلام'' جو ایک طویل نظم ۱۷۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں کچھ ایسے اشعار بھی ہیں جن سے اس شہ کار قدرت کے سراپا کا حسن نمایا ہوتا ہے۔ سر اقدس سے کف محترم تک اشعار کے آئینہ میں دکھائی دیتا ہے اور دیدۂ حسرت یہ کہتا ہے۔

زپائے تا بسرش مر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کی جا اینجا ست

اسی میں ایک جگہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک کا ذکر فرماتے ہیں تو ایسا لگتا ہے الفاظ کے موتیوں کی لڑی پروئی ہوئی ہو۔ حسن ترکیب، شگفتگی، برجستگی اور شائستگی پر داد دیجیے وہ لکھتے ہیں:

''نہایت پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ تو ند نکلی ہوئی اور نہ چاند کے بال گرے ہوئے، خوبصورت زیبا، صاحب جمال، آنکھیں فراخ اور سیاہ، بال گھنے اور لمبے، آواز میں بھاری پن، گردن مبارک بلند، روشن مردمک، چشمان مبارک سرگیں، ابرو مبارک پیوستہ اور باریک موئے مبارک خوب سیاہ اور گھنگھریالے، خاموش وقار کے ساتھ، دور سے دیکھنے میں لرزیدہ اور دلفریب، نہایت شیریں اور کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی و زیادتی الفاظ سے عاری، گفتگو تمام موتیوں کی لڑی کی طرح پروئی ہوئی، قد میانہ کہ کوتاہی سے حقیر نظر نہ آئے اور نہ ایسا طویل کہ آنکھیں اس سے نفرت کریں، نہال کی شاخ کی طرح خوبصورت منظر والا قد، رفیق ایسے اصحاب ہر وقت ان کے گرد وپیش رہتے ہیں اور جب کچھ کہتے ہیں تو آپ کے کہنے کو نہایت توجہ سے سنتے ہیں اور جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں، مخدوم مطاع نہ کم سخن، نہ فضول گو۔''

اسی میں ایک جگہ امام احمد رضا قدس سرہ کی نعت گوئی کے تعلق سے رطب اللسان ہیں اس میں اردو نثر کے مکمل جلوے نظر آرہے ہیں یقیناً اس کی سلاست وشیریں بیانی سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے:

''نعت گوئی میں انہوں نے قرآن کریم کی عطر بیزی کی ہے، کلام خدا اور فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گل ویاسمین کی خوشبو بسائی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے فنون کے

جوہر پارے اس طرح سجائے ہیں کہ اہل فن داد وتحسین کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ حالانکہ نعت جیسا سنجیدہ فن ایسے ادق مضامین کا متحمل نہیں ہوتا مگر امام احمد رضا کی فکر وآگہی نے گویا پتھروں میں پھول کھلائے ہیں اور ریگستان میں گل ونسرین کا گلشن سجایا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی کا قلم سنگلاخ زمینوں میں پھول اگاتا ہے، ان کا ذہن بے پناہ اندھیروں سے روشنی کی کرن ڈھونڈ لاتا ہے اور ان کی فکری بصیرت، جدید نسلوں کو باریک بینی، وسعت نظری اور عقیدت ومحبت کی دعوت دیتی ہے۔ وقت کے تنگ وتاریک گوشے میں نئے آہنگ، نیا مزاج، عزم وحوصلہ اور شرعی پاس کا احساس دلاتی ہے، شعر بھی ہو پاس شرع بھی، حسن خیال بھی، حسن بیان بھی، غرض کہ متنوع ورنگارنگی کا حسین گلدستہ ہو، یہ پیکر عشق ومحبت آستانۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں: ع

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ہر نعت میں عقیدت کا یہی انداز، ہر شعر میں فصاحت کی یہی مہک، بلاغت کی یہی خوشبو ہے چاہے مختصر نعت ہو یا طویل نظم سب میں یہی حسن موجود ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کروڑوں درود کا نذرانہ اور لاکھوں سلام کا گلدستہ پیش کیا ہے یہ دونوں طویل نظمیں ہیں ''کروڑوں درود'' جس کا مطلع ''کعبہ کے بدر الدرجیٰ تم پہ کروڑوں درود'' میں حروف تہجی کے لحاظ سے اشعار کہے گئے ہیں لیکن ''لاکھوں سلام'' جس کا مطلع ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' ایک بے حد طویل نظم ۱۷۱ اشعار پر مشتمل ہے اس نظم میں کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جن سے سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراپا کا ''عکس جمیل'' نمایاں ہوتا ہے۔ سر اقدس سے کف پا تک اشعار کے آئینہ میں دکھائی دیتا ہے۔''

عورت کی خلقت اور اس کی عظمت ورفعت کو آپ نے اردو ادب کے جس حسین رنگ وخیال اور شیریں لب ولہجہ میں بیان کیا ہے یقیناً اردو نثر نگاری کا یہ آلہ نہ صرف کمال ادب کا مرقع ہے بلکہ بوستان حیات کے لیے علم وادب کا ایک خوب صورت گلستاں ہے جس میں ہزاروں گل ویاسمین ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''نوع انسانی میں صنف نازک عورت ہے خداوند قدوس کا خوبصورت، دلفریب اور دلکش عطیہ ہے جو تسکین جان اور راحت وجگر کے لیے پیدا کی گئی ہے اس حقیقت کا اعتراف ماضی سے حال تک تقریباً کائنات کے تمام حقیقت پسند، فطرت شناس دانشوروں اور

مفکروں نے کہا ہے اس کے باوجود انسان کی خود فریبی نے صنف نازک کے لیے نت نئے خاکے تیار کئے اور ان خاکوں میں عجب عجب رنگ بھرنے کی کوشش کی۔

کسی نے اس کی حیا پر نقب لگائی، کسی نے اس کی عفت پر ڈاکہ ڈالا، کبھی وہ رقاصہ بنی اور کسی نے اسے چراغ انجمن بنایا، کبھی بازار کی زینت بنی تو کبھی کوٹھوں کی رونق، کسی نے پھول کا بستر سجایا تو کبھی کانٹوں کی سیج ملی، کسی نے اپنی جنسی تشنگی بجھائی تو کبھی وہ ذلیل وخوار ہوئی اور کسی نے دامن آبرو کو تار تار کیا۔ غرض کہ انسان نے اس متاع حسن کو جیسے چاہا استعمال کیا اور جب چاہا اس تر وتازہ پھول کو مسل دیا۔

اب ہمارے عہد جدید نے تو اسے مرد بنا کر پیش کیا ہے اس سے بڑھ کر اور ماتم کیا ہوگا اور یہ مغربی تہذیب وتمدن کا عکس قبیح ہے مغربی تہذیب نے اتنی آزادی بخشی کہ عام حالات میں شناخت دشوار ہوگئی نتیجہ بھیانک نکلا انسانی معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ گیا گناہوں کی آلودگی سے انسانی دامن محفوظ نہ رہ سکا داغدار ہو گیا تباہی اس لیے آئی کہ عورت کو فطرت کے خلاف مجبور کیا گیا یا انہیں آزاد رہنے کا میدان ہموار کیا مغربی تعلیم، سیاسی نظام اور کاروبار میں مردوں کا مکمل باہمی اشتراک کا ماحول تیار کیا گیا اب انسانیت سسک رہی ہے اور معاشرہ سلگ رہا ہے اور گناہوں کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔''

مذکورہ اقتباس میں آپ غور فرمائیں ہر ایک جملہ فنی کمال، ادبی جمال، خوبصورت ترکیب وبندش، حسن رنگ وخیال، عمدہ اسلوب بیان، شیریں لب ولہجہ برجستگی شائستگی اور سلاست وروانی کا آئینہ دار ہے ہر جملے سے علم وادب کی خوشبو پھوٹتی ہے، اور فکر ودانش کی شعاع چمکتی ہے۔ علم دوست بحر ادب کے ساحل پر بیٹھ کر ملاحظہ کرے تو موج فکر وفن کا اندازہ ہو جائے گا۔ امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا مشہور زمانہ سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام، شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام'' کی عوام میں مقبولیت اور دلوں میں اثر انگیزی کی تعبیر وتشریح کی جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، دل چاہتا ہے کہ ہر لفظ کو چومتا جاؤں اور اردو نثر نگاری کی چاشنی سے لطف اٹھاتا جاؤں۔ چنانچہ وہ سلام رضا کے اثر آفرینی کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

''بہر کیف یہ سلام جو عالم تنہائی میں پڑھا جاتا ہے اور روحانی کیف وسرور کی محفل سجائی جاتی ہے مذہبی تقریبات میں پڑھا سنا جاتا ہے اور اہل عقیدت جھومنے لگتے ہیں، مسلم ممالک کے نشریہ پر سنا جاتا ہے اور وجد کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ آج اس سلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ بین الاقوامی فضاؤں میں اس کا نغمہ رچا بسا ہے ہر عقیدت مند پڑھتا ہے اور مستی میں جھومتا ہے ہر صاحب شوق سنتا ہے اور کیف ومستی کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔

یہ امام احمد رضا قدس سرہ کی وارفتگی شوق کی خوشبو ہے جو فضاؤں میں پھیلی ہوئی ہے یہ عشق رسول کی حلاوت ہے جو دلوں میں رس گھول رہی ہے یہ ایمان وعرفان کا پاکیزہ گلدستہ ہے جو جذبات واحساسات کو لالہ زار بنا رہا ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی کا یہ خراج سلام ۱۷۱/اشعار پر مشتمل ہے اس طوالت کے باوجود گرمیٔ زبان وبیان میں فرق محسوس نہیں ہوتا اس خراج عقیدت کے تناظر میں جہاں آپ ان حقائق کا مطالعہ کریں گے کہ مصطفیٰ جان رحمت اپنی حقیقت کے لحاظ سے تخم وجود اور ہست وبود کی اصل ہیں باب نبوت آپ سے کھلا اور خاتم دور رسالت بھی ہیں آپ لاحوت خلوت کے چاند تو ناسوت جلوت کے سلطان ہیں۔ آپ ہر سعادت کا مطلع تو ہر سیادت کا مقطع بھی ہیں، کمالات میں کوئی سہیم نہ قسیم تو محاسن میں کوئی عدیل نہ مثیل۔ آپ محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اٹھتے بوٹوں، کھلتے غنچوں اور خدا بھاتی صورت کا انداز بھی محسوس کریں گے، غرض کہ یہ سلام ان گنت خوبیوں اور اداؤں کا ایک حسین ولطیف مرقع ہے۔ فاضل بریلوی کے اس انداز وبیان کی ندرت پر سہل ممتنع کا گمان ہوتا ہے۔ اس سلام کا مطلع ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کی ترکیب اتنی خوبصورت اور اچھوتی ہے کہ شاعر اپنے دیوان کو اس مصرع پر نذر کرسکتا ہے۔ ہر شعر میں بیان کی جدت، خیال کی شگفتگی، جذبات کی رعنائی، اور احساسات کی پاکیزگی کا عطر بسا ہوا ہے جن سے یہ سلام بہار جاوداں بنا ہوا ہے۔ تراشے ہوئے الفاظ، آبدار موتیوں کی طرح حسن ترکیب اور خوبصورت بندش نے اسے اور بھی حسین ودلکش بنا دیا ہے۔''

حضرت منظر قدیری علیہ الرحمہ کی نگارشات پڑھیے اور کیف وسرور کے جلوؤں میں کھو جایئے، عالم تنہائی میں زاد سفر سمجھ کر اگر ساتھ رکھ لیں تو یقیناً سفر کی طوالت اور صعوبت سفر کا احساس نہیں ہوگا، آپ کی تحریروں کا مجموعہ اس چمن کی مثل ہے جہاں ہر قسم کے پھولوں کی خوشبو ملتی ہے اور ہر پرندوں کے چہچہانے کی آواز کانوں میں عشق ومستی کا رس گھولتی ہے، انسان تو انسان فضائے بسیط زندگی کاٹنے والے پرندے میں چاشنی محسوس کرتے ہیں۔ بہت صدمہ پہنچا جب یہ خبر ملی کہ علم وادب کا یہ طوفان ۷/جنوری ۲۰۲۲ء کو ہمیشہ کے لیے شہر خموشاں بن گیا۔

پرتاپ گڑھ یوپی

☆☆☆☆☆

کنز الدقائق اور دیوانِ لطیفی کے کچھ اُجالے

مفتی افتخار احمد مصباحی پورنوی

کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ نے مختلف علوم وفنون میں اپنی بھرپور مہارت کا مظاہرہ کیا ہے، عام طور پر کوئی فرد کسی خاص علم وفن میں ماہر ہوتا ہے لیکن کنز الدقائق مختلف علوم وفنون میں کامل اور یکتائے روز گار نظر آتے ہیں۔ ۸؍دسمبر ۲۰۱۸ء بروز سنیچر ''تاج الشریعہ نیشنل سمینار'' الجامعۃ الرضویہ کلیان میں شرکت کے موقع پر حضرت کنز الدقائق کے ساتھ دس بیس منٹ کی میری صرف ایک مختصر سی ملاقات تھی، اس لیے میں ذاتی طور پر ان سے بہت زیادہ واقف نہیں، لیکن ان کی تصانیف سے ان کی علمی شخصیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، ان کے ساتھ شب وروز بتانے والے، ان کے خوانِ علم سے خوشہ چینی کرنے والے ان کی سادگی، ملنساری اور تواضع وخاکساری کا اعتراف کرتے ہیں، وہ اپنے خوشہ چینوں کے لیے بھی متواضع تھے۔ گویا تواضع وخاکساری میں بھی ان کی شخصیت قابل تقلید تھی۔ شعر

تواضع کا طریقہ صاحبو! سیکھو صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

دوسرے شعرا کے اشعار کی توضیح وتشریح اور شاعری کے اصطلاحات کی تعیین وتفہیم بھی منجملہ علوم وفنون ہے، کنز الدقائق نے اس فن میں بھی اپنی خاصی حصہ داری درج کی ہے۔ فی الحال میرا، ارادہ ''کنز الدقائق اور دیوانِ لطیفی کے کچھ اجالے'' پیش کرنے سے متعلق ہوا ہے۔

کنز الدقائق نے ایک مضمون لکھا تھا حضرت لطیفی اور اردو شاعری ان کے ممدوح حضرت مولانا شاہ خواجہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ ہیں، جن کا مزار، رحمٰن پور، کٹہار، بہار، میں، مرجعِ عوام وخواصِ امت، مَنَارَۂ رشد وہدایت، اور شان ونشانِ اہل سنت وجماعت ہے۔ حضرت مولانا شاہ خواجہ حفیظ الدین نے اپنے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ خواجہ لطیف علی کی نسبت سے ''لطیفی''، تخلص اختیار فرمایا تھا۔ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، حضرت علامہ عبد القادر بدایونی اور حافظِ بخاری حضرت علامہ عبد الصمد سہسوانی علیہم الرحمہ کے معاصر ہیں، بلکہ ''تحریک جدوہ در ردِ تحریک ندوہ'' کو کامیاب بنانے میں ان سب کے معاون بھی۔ حضرت لطیفی کے مزار پُر انوار سے متصل قدیم مرکزی دینی درسگاہ ''مدرسۂ لطیفیہ'' اور عالی شان ''لطیفی جامع مسجد'' آپ کے فیضان کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں اور وہاں کے دینی ماحول اور پُر بہار فضا کو مزید جلا بخشنے اور عام وتام کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ مجھ حقیر کو بھی آپ کے مزار اور مدرسہ کے فیضان سے مستفیض ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ مجھے حضرت لطیفی سے حد درجہ محبت وعقیدت ہے اور کنز الدقائق کی علمی شخصیت کا اعتراف، یہی بات اس عنوان کے انتخاب کی

وجہ بنی ہے۔

کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے دیوانِ لطیفی کے کچھ اجالے بکھیرے ہیں، لیکن اس سے بھی پہلے اپنے ممدوح حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کی ذات سے متعلق مدح سرائی کی ہے، وہ رقم طراز ہیں کہ

''صوبہ بہار خاص کر قدیم پورنیہ کی مٹی زرخیز تھی اور زرخیز ہے، عہدِ ماضی میں بھی علم وفن اور بزرگی وولایت کے اعتبار سے درخشندہ تھا اور آج بھی ہے، علما وصالحین کل بھی اس مبارک دھرتی پر پھیلے ہوئے تھے اور آج بھی علم وولایت کے چراغ روشن ہیں، عہدِ ماضی اگر چہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، مگر تاریخ ان انمول دفینوں کی ضرور نشان دہی کرتی ہے جن کے دامن میں یہ علمی لعل و گوہر محفوظ ہیں، جگہ جگہ دامنِ پورنیہ میں ان کے نشانِ قدم، نقوشِ فضل وکمال اور علم وولایت کے چراغ روشن ہیں، یہ چراغ اگر چہ ماضی کے تاریک لمحوں میں فروزاں ہوئے تھے، مگر ابھی ان کی درخشانی، گھروں میں، دلوں میں اور انسانی آبادیوں میں باقی ہے، وقت کی مخالف ہوائیں چلتی رہیں، طوفان اٹھتے رہے، اور آندھیاں نمودار ہوتی رہیں، مگر علم وفن، فضل وکمال اور تقویٰ وطہارت کے چراغ فروزاں ہی رہے۔

انہیں علم وفن، پارسائی وبزرگی اور تقویٰ وطہارت کے چراغوں میں حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ کی ذاتِ عالی بھی ہے، ان کی تہ بہ تہ زندگی کے مختلف گوشے میں تبحر علمی، ولایت وپارسائی اور شاعری ہر لحاظ سے ان کی مقدس زندگی میں کمالات کی فراوانی ہے۔

عشق، مسلسل سوز اور پیہم گداز کا نام ہے، اور عاشق کو اگر فطرت نے شعر گوئی کا جوہر لطیف عطا کیا ہے تو عشق وشاعری دوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، کیونکہ سوزش پنہا کا اظہار سینۂ بریان کی کیفیت کا بیان زبانِ شعر ہی سے ہوسکتا ہے حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین عاشق صادق اور خداداد صلاحیت سے شاعرانہ ذوق اور عاشقانہ مزاج رکھتے تھے ان کے کلام کا مجموعہ ''دیوان لطیفی'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

پھر کنز الدقائق نے حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کی شاعری میں زبان وبیان کا منفرد انداز، معرفت وحقیقت میں ان کا مخصوص خیال، اشعار کی معنویت اور ان میں نشۂ جامِ وحدت، رنگ تصوف کی نمود اور عرفانِ حقیقت کا ظہور، دکھانے کی حسین اور کامیاب کوشش کی ہے، تو اب دیوانِ لطیفی کے کچھ اشعار کی توضیح وتفہیم جو کنز الدقائق نے کی ہے ملاحظہ فرمائیں!

حضرت لطیفی توحیدِ خالص کی موج میں غرق ہوجاتے ہیں اور غرقِ دریا ہوجانا مرشد ہی کی نگاہ فیض کا کرشمہ ہے، بظاہر خرابی تو نظر آتی ہے مگر مرید اسے تعمیرِ حیات سے تعبیر کرتے ہیں، اس خیال کے تناظر میں یہ شعر ملاحظہ کریں!

غریب لجہ توحید ناب کر کے مجھے
بنادیا ہے مجھے مرشد خراب کر کے مجھے

لفظ ''غریق'' کے مفہوم سے آشنا ہوتے ہوئے بھی لذتِ غرق سے آشنا نہیں کہ بحر توحید کے دامن موج سے کھیلنا اور طلسم گرداب میں مبتلا ہونا کوئی آسان کام نہیں، کسی غریب کے درد وکرب کو بھلا ساحل کے تماشائی کیا جانیں، کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحلہا۔

قطرۂ آب آغوشِ دریا میں پرسکون رہتا ہے، لیکن نمود حسن کی گرم مزاجی اسے فنا کر کے صورت حباب میں ظاہر کرتی ہے، اسی

حقیقت کی غمازی حضرت لطیفی کے اس شعر میں دیکھیے !

کیا جدا مجھے آرام گاہ وحدت سے
خدائے پاک نے شکل حباب کر کے مجھے

اہل معرفت کی دنیا میں حیات کی تعبیر ہمارے نظریہ سے کچھ الگ ہے، ہم جنہیں زندہ کہتے ہیں ان کی نگاہوں میں وہ چلتے پھرتے مردے ہیں، جسے ہم حیات سے تعبیر کرتے ہیں ان کی نظروں میں وہ موت ہے، صحیفۂ معرفت میں وجود وعدم، بقاوفنا کی تعبیر ہمارے نظریۂ حیات وموت سے جدا گانا ہے، اس نظریہ کی عکاسی حضرت لطیفی کے اس شعر میں ملاحظہ کیجیے !

خطاب ''موتو قبل ان تموتو'' کر کے مجھے
بنا دیا مجھے زندہ خراب کر کے مجھے

حسن کی بے حجابی اس قدر ہے کہ اس کی جلوہ گری ذرہ ذرہ سے آشکارا ہے ہر آنکھ میں نور، اور ہر دل میں تجلی گاہ ہے اس بے حجابی پر محبوب ''کالن ترانی'' فرمانا عجیب بات ہے،، حضرت لطیفی کی اس مضمون میں نکتہ آفرینی ملاحظہ ہو!

جب عیاں ہر دیدہ پر ہے آپ کا حسن وجمال
اے عجب پھر کیا بات ہے ''لن ترانی'' آپ کی

مکان کا اطلاق شش جہات سے محیط مقید پر ہوتا ہے اور وہ محدود سے ہے، اس کے برعکس ذات الٰہی احاطۂ ذہن وفکر سے ماورا، اور لامحدود ہے، اس کی ذات اقدس حصارِ حدود وتصور سے باہر ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت لطیفی ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رب قدیر کی تجلی ہر جگہ ہے ہر ذرہ میں اس کا نور ہر مکان میں اس کی تجلی کا ظہور ہے، وجہ لامکانی کی تعمیم میں یہی فرماتے ہیں:

آپ کا جلوہ ہے ہر جا ہر مکاں میں ہے ظہور
ہے یہی تعمیم وجہ لامکانی آپ کی

محنت وجانفشانی کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی، ہر شی دشوار طلب ہے اور عشق ومحبت کی کانٹوں بھری راہ سے گزرنا اور محبوب کو پالینا اور التفات فرمانا یہ حد سے زیادہ دشوار ہے، اس لیے عشق کا دعویٰ تو سہل ہے مگر عاشقی آسان نہیں ہے، اس حقیقت کی عکاسی کرتے ہوئے حضرت لطیفی فرماتے ہیں:

عشق بازی مدعی آسان نہیں آسان نہیں
مہرباں کب یار ہو بے جانفشانی آپ کی

حضرت لطیفی کے اشعار میں بڑی رنگارنگی ہے اور وہ ہر رنگِ خیال کو عمدہ اصلوب میں پیش کرتے ہیں۔ تصوف میں فنافی الشیخ کی ایک منزل ہے جہاں اپنے محبوب کے جلوؤں میں یا شیخ طریقت کی تجلی میں گم ہو جاتا ہے تو اس عالم میں عشق کے سراپا سے محبوب کی خودنمائی ظاہر ہوتی ہے، اس رنگ تصوف میں یہ شعر ملاحظہ فرمائیے!

میں نہیں ہوں تن نہیں ہے دل نہیں ہے جان نہیں
جان ودل تن سے عیاں ہے خودنمائی آپ کی

(از پیغامِ مصطفیٰ، خصوصی شمارہ بموقع ۱۱۰رواں عرس حفیظی)

کنز الدقائق دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات میں بھی تدریس کا فریضہ انجام دے چکے ہیں، اس بنا پر بھی میں نے ان پر لکھنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ میرے ذریعہ دار العلوم شاہ عالم کی طرف سے ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش ہو جائے۔ ۱۳۹۶ء میں دار العلوم شاہ عالم میں تدریس کے دوران، جلسۂ دستار بندی کے موقع پر دار العلوم کی تعریف میں مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے، ملاحظہ فرمائیں!

فیض گاہ اعلیٰ حضرت ہے یہ دار علم وفن
پھوٹتی ہے جس کے ذروں سے ہدایت کی کرن
علم وفن کے تازہ تازہ ہیں غلاب ونسترن
عندلیب گلشن احمد رضا ہے نغمہ زن
ظلمتِ گجرات میں یہ نور کا مینار ہے
گمرہوں کو راہ دکھاتی ہے جس کی ہر کرن
مجھ سے ہاتف نے کہا آج یہ شانِ رضا
ظلمتِ گجرات میں بن کر ہے شمعِ علم وفن

(از شخص وعکس)

استاذ دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ایک مثالی استاذ

مولانا محمد ابو صالح رضوی

دنیا میں کچھ افراد وہ ہوتے ہیں کہ ان کی ذات وشخصیت سے ادارے، انجمنیں، تنظیمیں پہچانی جاتی ہیں۔ انہیں اپنے تعارف کے لئے کسی ادارہ یا تنظیم کے سہارا لینے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ بلکہ وہ تنہا جہاں بیٹھ جائیں وہیں ایک جہاں آباد ہو جاتا ہے۔ ان میں کنز الدقائق، فقیہ عصر، بقیۃ السلف حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات صف اول میں نظر آتی ہے اس پر ''الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئ'' میں آپ کی تدریسی خدمات کی شاہد عدل ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پورے گلشن ہستی کا خالق مبدع خدائے وحدہ لاشریک ہے۔ مگر اس میں بھی اہل علم ودانش کو کوئی شبہ نہیں کہ اس چمنستان کائنات کی آرائش وزیبائش میں بندگان خدا کی قدرت واختیار اور قوت علم وعمل کا بھی بڑا دخل ہے۔ اس کائنات میں ہزاروں بلکہ لاکھوں موجودات واقعیہ ایسے ہیں جن کا وجود انسان کی بے پناہ قدرتوں کے مظاہر ہیں۔ جن ارباب علم و دانش اپنی صلاحیتوں کا خوب خوب مظاہرہ کیا، حضرت کنز الدقائق کی ذات ستودہ صفات نمایا نظر آتی ہے۔

استاذ الاساتذہ، مرجع علماء وفضلا، مالک شعر وسخن، بقیۃ السلف، فقیہ عصر حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ والرضوان شیخ الحدیث ''الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئ'' بھی انہیں شخصیات میں سے ہیں جنہیں رب کریم نے خصوصی صلاحیتوں سے نوازا اور انہوں نے ان صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر دنیا کے سامنے علمی وقلمی خدمات پیش کیں جسے دیکھ کر ارباب تحقیق داد دئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس ضمن میں بطور ثبوت دو چیزوں کو پیش کیا جا سکتا ہے (۱) آپ کی گرانقدر تحریریں جو مقالات وکتب کی شکل میں موجود ہیں (۲) آپ کے باصلاحیت تلامذہ خود ماہ ونجوم بن کر علم وفن کی دنیا کو نور علم وفن کی خیرات بانٹ رہے ہیں۔ بحیثیت اول آپ ایک عظیم مصنف ہیں بحیثیت دوم ایک عظیم استاذ ہیں۔ زیر نظر مضمون میں ہم بحیثیت استاذ آپ کا تعارف پیش کریں گے اور صرف وہی احوال وکوائف بیان کریں گے جو بچشم خود ہم نے مشاہدہ کیا۔

ایک اچھے استاذ کیلئے چار چیزیں از حد ضرور ہیں۔ (۱) رسوخ فی العلم (۲) شوق تدریس (۳) حسن تدریس (۴) حسن اخلاق بالیقین یہ کہا جا سکتا ہے کہ کنز الدقائق حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات میں یہ چار چیزیں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

رسوخ فی العلم: کا یہ حال ہے کہ درس نظامی کے انتہائی سخت سمجھے جانے والے فنون مثلاً تفسیر، اصول فقہ، علم معانی، بیان، علم عقائد، منطق، فلسفہ وغیرہ کی منتہی کتابیں جنہیں پڑھانے سے عموماً اصحاب تدریس نہ صرف گھبراتے ہیں بلکہ ان میں بہت سی کتابیں پڑھانے سے گریز کرتے ہیں مشکل سے مشکل کتابیں۔ حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ اس طرح پڑھاتے ہیں جیسے کوئی پختہ کار مدرس ابتدائی کتابیں پڑھاتا ہو۔ یہ مبالغہ آمیز قصیدہ خوانی نہیں بلکہ حقیقت بیانی ہے جس کا بچشم خود میں نے مشاہدہ کیا ہے۔

میں نے تقریباً جماعت ثانیہ سے لے کر دورۂ فضیلت تک اکثر کتابیں حضرت سے پڑھی۔ بیضاوی شریف، شرح جامی، بخاری شریف، شرح تہذیب وغیرہ ہیں انتہائی خلوص ومحنت سے اسباق سمجھاتے، اور مشکل سے مشکل اسباق بڑے سیدھے سادھے اور صاف ستھرے اور عام فہم انداز میں سمجھاتے بالکل سیدھا سادھا اور نرم ونازک لہجہ شروع سے آخر تک باقی رہتا آپ اختیار فرماتے رہے اور ایسا صرف اسی کتاب میں نہیں بلکہ ساری کتابوں میں تھا۔

شوق تدریس:۔۔۔کوئی بھی ذمہ داری کام اسی وقت بخوبی انجام دیا جاسکتا ہے جبکہ اس سے قلبی لگاؤ اور اس کا شوق ہو۔ اگر شوق نہ ہوتو آدمی صرف خانہ پری اور وقت گزاری کرتا ہے۔ اسے اس بات سے کوئی مطلب نہیں ہوتا کہ اس میں کیا کیا خامیاں درآئیں اور کیا کیا خوبیاں لیکن اگر دل میں آتش شوق لگی ہوتو کام چاہے چھوٹا ہو یا بڑا انسان پوری لگن، دلجمعی، تندہی اور توجہ سے کرتا ہے اور کوئی خامی آجانے پر اس کی پیشانی پر تشویش کی سلوٹی ابھر آتی ہیں۔

تدریس کے تعلق سے یہی لگن، یہی جذبہ، یہی آتش اشتیاق ہم نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی ذات میں دیکھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ مشکل مباحث ومسائل میں پیچیدگیوں سے صرف نظر کرکے وہ سطحی اور سرسری انداز میں پڑھا کر کبھی نہیں گزرے، بلکہ جملہ مشکل مقامات پر متنبہ کرتے اور اس کی باریکیوں کی طرف اشارہ کرتے

حسن تدریس:۔۔۔آدمی کتنا ہی بڑا قابل ہو اور پڑھنے پڑھانے کا کتنا ہی شوق اور جذبہ رکھتا ہو لیکن اگر اس کا طریقہ تعلیم وتدریس درست نہ ہو، تفہیمی صلاحیت اچھی نہ ہو اور طلبہ کو مطمئن کرنے کی لیاقت اس کے پاس نہ ہوتو وہ ایک اچھا استاذ اور اچھا مدرس نہیں ہوسکتا، نہ طلبہ کے دل ودماغ پر کوئی خوشگوار تأثر چھوڑ سکتا ہے اور نہ ہی ہونہار علماء کی کوئی جماعت وہ تیار کرسکتا ہے۔

اس تعلق سے حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت کا اپنے تجربات ومشاہدات کی روشنی میں جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو آپ کی شخصیت ہمیں منفرد المثال نظر آتی ہے۔ دقیق سے دقیق مسائل اور سخت سے سخت مباحث کو ہنستے مسکراتے سمجھا دینا آپ طرۂ امتیاز ہے، کبھی کسی پھڑکتی مثال کے ذریعہ، کبھی کسی قصد اور کہانی کے سہارے اور کبھی مقاصد کو فہم سے قریب کرنے والے مقدمات کی مدد سے طلبہ کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کرنا، عزت دینا، ان کی صلاحیتوں کو بے دار کرنے کے لئے پیش آنے والے مشکل مسائل کے حل میں انہیں شریک کرنا۔ بہت اچھا پڑھانے والے اساتذہ کو بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم ان کی درسگاہ میں کوئی اعتراض کردے تو وہ مضمحل ہوجاتے کڑے لہجے میں جواب دیتے ہیں لیکن حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی درسگاہ میں ایسا نہیں ہوتا۔ آپ کے یہاں طالب علم کو سوال کرنے کی مکمل چھوٹ ہوتی ہے، جب بھی کوئی طالب علم سوال کرتا ہے بڑے انہماک سے سنتے اور انتہائی سنجیدگی کے ساتھ اس کا جواب دیتے ہیں۔

حسن اخلاق: یہ ایک ایسی صفت ہے جو ہر انسان کے لئے لازم ہے اور مدرس کیلئے بدرجۂ اولیٰ کہ وہ مربی اور طلبہ کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ طلبہ شعوری یا بلاشعوری طور پر اپنے استاذ کی نقل کرتے ہیں۔ شاید ''نمونۂ اسلاف'' کا لفظ اسی لئے وضع کیا گیا ہے، حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی شخصیت اس پہلو سے اتنی معروف ومسلم ہے کہ شواہد پیش کرنے کی حاجت ہی نہیں ہے۔ بڑے بڑے علماء کرام اور ان کے رفقائے درس کو تو جانے دیجئے اپنے تلامذہ کے ساتھ ان کے حسن سلوک کا عالم یہ ہے کہ کبھی کبھی شرمندگی ہوتی ہے کہ ہم جیسے ناکاروں کی عزت افزائی فرماتے کے۔ علماء تو علماء کسی عام آدمی کو بھی ایک بار ان کی ہم نشینی کا موقع میسر ہوجائے تو

وہ زندگی بھر اسے فراموش نہیں کرسکتا۔

۱۶؍جنوری ۲۰۱۴ء جب میری دستار بندی ہوئی اور اسی سال بعد رمضان بانی مدارس مسعود ملت، حضرت علامہ ومولانا مسعود رضا قادری صاحب قبلہ کے پاس پہونچا اور کہا کہ اب کیا کریں۔ مہتمم اعلیٰ، مسعود ملت نے فرمایا کہ حضور مفتی حسن منظر قدیری اور مولانا احمد رضا احمد صاحبان سے مشورہ کرتے ہیں اور مفتی صاحب قبلہ سے مشورہ ہوا تو فرمایا کہ یہ بچے اولی الاذھان میں سے ہیں۔ یعنی عبارت خوانی کی باریکیوں کو پہنچانتا ہے اور انہیں سال بھر معین المدرس کے طور پر تقرر کیا جائے، پھر مسعود ملت، مہتمم اعلیٰ حضرت علامہ ومولانا مسعود رضا قادری صاحب قبلہ نے ہم کو آفس میں آواز دی اور فرمایا کہ آپ کو معین المدرس کے طور پر رکھا جاتا ہے۔

میں نے فراغت کے بعد تین یا چار سال حضور مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہاتھوں تدریسی خدمات انجام دینے کا شرف حاصل کیا ہے۔ حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے کہنے پر سال بھر معین المدرس کے طور پر پڑھایا۔ لھذا حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے فیض وکرم سے آج تک ''الجامعۃ الرضویہ کلیان ممبئی'' میں درس وتدریس کی یہ اہم فرائض انجادے رہا ہوں۔

دورۂ طالب علمی کے کئی واقعات ایسے ہیں جنہیں بیان کرنے سے میں محض اس لئے پرہیز کرتا ہوں کہ ان سے خودستائی نہ ہو، ہمیں آج بھی یاد ہے۔ اور جس طرح ایک کاشتکار اپنی کھیتی کی سرسبزی وشادابی کا تصور اور پکی ہوئی فصل کا مشاہدہ کرکے خوش وخرم ہوتا ہے وہی مسرت وشادمانی آپ کے چہرے کی زیارت سے میسر ہوتی تھی۔

الحاصل ایک اچھے اور معیاری استاذ کی جو لازمی صفات ہونی چاہیے قدرت نے انتہائی فیاضی کے ساتھ حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو نوازا تھا

اللہ رب العزت آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

استاذ الجامعۃ الرضویہ کلیان، ممبئی

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ایک مشفق استاذ

قاری عبد القادر راغب رضوی

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے ذروں سے انسان نکلتے ہیں

اس خاکدان گیتی پر آنے اور جانے کا سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے، ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک نہ جانے کتنے ہی لوگ آئے اور چلے بھی گئے، دنیا نے نہ ان کا آنا یاد رکھا نہ ان کا جانا مگر اسی زمین کے اوپر اور اسی آسمان کے نیچے کچھ آنے والے ایسے بھی ہیں جن کا جانا کسی قیامت سے کم نہیں، وہ گئے تو رونق بزم چلی گئی۔

انہیں نفوس قدسیہ میں ایک نام، اہل سنت و جماعت کی عبقری شخصیت، کہنہ مشق مفتی، شاندار ادیب، جید نثر نگار، معروف نقاد، کنز الدقائق، بقیۃ السلف، آبروئے بہار و بنگال، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری (گانگی) کی ہے۔ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمۃ جہاں ایک عظیم معتبر عالم دین، نکتہ داں مدرس، مستند مفتی اور عظیم مصنف و شاعر تھے، وہیں اعلیٰ اخلاق و کردار اور عمدہ اوصاف حسنہ کے مالک بھی تھے۔

حضرت کے بے شمار تلامذہ میں سے ایک ادنیٰ طالب علم فقیر بھی ہے، ہم نے حضرت کے آخری دس سالہ زندگی کی صبح و شام کو دیکھا ہے، حضرت کی سادگی، سنجیدگی اور خوش اخلاقی کے نقوش ہمارے ذہن و دماغ میں ایک شمع فروزاں کی طرح روشن و تابناک ہے۔

حضرت کنز الدقائق نے بتدریج متعدد مدارس میں فکر و فن کے گوہر لٹائے ہیں۔ مظہر اسلام بریلی شریف میں سرکار مفتی اعظم ہند کی چھتر چھایا میں طالبان علوم نبویہ کی علمی پیاس بجھائی، اس کے علاوہ دار العلوم شاہ عالم گجرات، جامعہ رضویہ کیمری ضلع رامپور اور دیگر مدارس اسلامیہ میں درس و تدریس اور کار افتاء کے فرائض انجام دیتے رہے۔ دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ، بائسی پورنیہ میں لمبے عرصے تک کامیاب مدرس بالغ نظر مفتی اور عہدہ شناس پرنسپل کی حیثیت سے دینی و ملی خدمات انجام دیئے۔

۲۰۱۰ء میں گورنمنٹی نوکری سے جب آپ ریٹائر ہوئے تو ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ و مولانا مسعود رضا قادری، اور حضرت علامہ جہانگیر اشرف رضوی کی مشاورت سے استاذ گرامی حضرت علامہ احمد رضا احمد ''صدر المدرسین جامعہ ہٰذا'' نے انہیں ''الجامعۃ الرضویہ'' کلیان مدعو کیا۔

حضرت کی تشریف ارزانی کے بعد ہم جیسے طلبہ کی پیشانیوں پر خوشیاں رقص کرنے لگیں، جامعہ کے در و دیوار مسکرانے لگے، کیونکہ ایک سچے نائب رسول، متبحر عالم دین، تجربہ کار مدرس و مفتی کی حیثیت سے حضرت جلوہ افروز ہو چکے تھے۔

آپ جب الجامعۃ الرضویہ کلیان میں صدر مفتی اور شیخ الحدیث کی منصب پر فائز ہوئے تو سینکڑوں طلبہ نے آپ سے شب و روز اکتساب فیض کیا اور آپ کے چشمہ علم وادب سے شاداب وشادکام ہوئے، علمی تشنگی دور کی، مقالہ نگاری اور شاعری کے فن میں رہنمائی حاصل کی۔

آپ نے جامعہ کی تعمیر وترقی میں ہر ممکن کوشش کی اور تعلیمی وتربیتی تمام شعبہ جات میں نمایہ خدمات انجام دیے۔ تصنیفی میدان میں بھی آپ نے کئی یادگار تصانیف چھوڑے ہیں، جس کے مشمولات ادبی اور فکری نقطہ نظر سے قابل صد داد وتحسین ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار مضامین ومقالات تحریر فرمائے ہیں، فقہی سوالات کے علمی جوابات بھی ارشاد فرمائے ہیں، درج ذیل کتب ''نماز اہل ایمان کی معراج'' ''ھجری اسلامی ماہ وسال کے آئینے میں۔'' عورتوں کے حقائق ومسائل پر اسلامی فکری اور سائنسی تجزیہ ''صنف نازک''۔ ''شخص وعکس'' امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینے میں،۔ ''میت کفن سے دفن تک''۔ نعتیہ دیوان بنام ''فردوس خیال'' وغیرہ آپ ہی کے جنبش قلم سے منصۂ شہود پر آئے ہیں۔

یہ ساری کتابیں مفتی صاحب قبلہ نے ''الجامعۃ الرضویہ'' کے چہار دیواری میں بیٹھ کر تصنیف فرمائی، اور کمال کی خوبی تو یہ تھی کہ میں نے کبھی کسی کتاب کا سہارا لیتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی کوئی کتاب سامنے رکھ کر لکھتے ہوئے دیکھا، اس سے حضرت کے وسعت علمی اور وسعت مطالعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مفتی صاحب قبلہ کے تقویٰ و پرہیز گاری کا کیا کہنا آپ صوم وصلوٰۃ کے بہت پابند تھے میں نے ان کی کوئی نماز قضاء ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت اپنی صبح کی شروعات نماز فجر سے کرتے، بعد نماز فوراً تلاوت قرآن، ترجمہ ''کنز الایمان'' اور ''تفسیر خزائن العرفان'' کا مطالعہ آپ کے معمولات حیات میں سے تھا، یہاں تک کہ چھٹیوں کے مواقع سے بھی ان معمولات میں سستی برتتے نہیں دیکھا، آندھی ہو یا طوفان، سفر ہو یا حضر حضرت اپنی معمولات زندگی پر سختی سے کاربند رہتے۔

آپ لین دین میں ایک دوسرے کے حقوق کا بھرپور خیال رکھتے، کبھی کسی کی حق تلفی نہیں فرمائی، بلکہ کوئی چیز بازار سے لانے کیلئے کہتے تو پہلے پیسہ دیتے پھر بھیجتے، ایک دفعہ حضرت نے مجھ سے کہا میاں! موبائل میں ریچارج ختم ہوگیا ہے ریچارج کرنا ہے، میں نے کہا حضور! ٹھیک ہے میں کئے دیتا ہوں، حضرت نے کہا نہیں میاں! پیسے لے جاؤ یہ معاملات زندگی ہے، یہاں کسی قسم کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔

جب حضرت جامعہ رضویہ کے چہار دیواری کے اندر ہوتے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضرت کنز الدقائق کے علم وفن اور فکر ودانش کا دریا بہ رہا ہے۔ جب ہفتہ واری مشقی ''انجمن فیضان رضا'' میں بیٹھتے تھے تو انجمن کی رونق جدگانہ ہو جاتی تھی۔ اور انجمن کے کیف و سرور میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔ کوئی طالب علم دوران تقریر ونعت کوئی فحش غلطی کر دیتا تو آپ بروقت برجستہ ان کی اصلاح فرماتے تھے، اور طلبہ کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔

حضرت لباس سادہ اور عالمانہ زیب تن فرماتے تھے، چلتے تو سینکڑوں میں ممتاز نظر آتے، آواز کڑک دار اور فصیح ہوتی، ایک بار بولتے تو وضاحت کی کم ہی ضرورت پڑتی، الغرض بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت کے پردہ فرمانے سے آج جامعہ رضویہ کے درودیوار اشک بار ہیں۔

رواں ہے جامعہ رضویہ کے آنکھ سے آنسو
چلے آؤ کہ یہ علمی مینارہ یاد کرتا ہے

میرے لئے یہ بات قابل صد فخر ہے کہ حضرت نے میری نکاح خوانی فرمائی، ایک شاگرد ہونے کے ناطے میری دلی خواہش تھی کہ میرا نکاح آپ پڑھائیں، الحمدللہ میری خواہش پوری ہوئی۔ 31 رمئی 2021 کو شادی کی تاریخ طے ہوئی، مفتی صاحب قبلہ تشریف لے آئے، محفل میلاد میں بھی شرکت کی اور شادی کے موضوع پر ایک پر مغز خطاب فرمایا، اور ساتھ میں بارات بھی گئے نکاح بھی پڑھایا، اور ولیمہ کے روز صبح ۱۰ بجے آپ ہمارے یہاں سے واپس ہوئے، یہ آپ کی زیارت وملاقات کا آخری لمحہ تھا، اس کے بعد استاذ گرامی حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ ہم جیسے سینکڑوں تلامذہ، بیشمار چاہنے ماننے والوں کے دلوں میں ان گنت یادیں چھوڑ کر دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

اللہ رب العزت استاذ کریم کے مرقد انور پر رحمت وتجلی کی بارش برسائے اور ان کے درجات ومراتب میں بلندی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

خادم التدریس: الجامعۃ الرضویہ کلیان

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ''کڑی دھوپ میں ایک گھنا سایہ''

مولانا محمد نفیس احمد ازہری

بات سن دو ہزار دس کی ہے جب ''الجامعۃ الرضویہ'' کلیان ممبئی مہاراشٹر میں زیر تعلیم تھا۔ تعلیمی سال آخری مرحلے پر تھا۔ مزید تعلیمی ذوق مجھے جھنجھوڑ رہا تھا: جناب! بہت ہوگیا، اگر مزید پڑھنے کا ارادہ ہو تو ممبئی چھوڑو اور یوپی کے کسی مرکزی ادارے کا رخ کرو۔ قبل اس کے کہ اس صدائے دل پر لبیک کہتے ہوئے ہم کسی جانب پابرقاب ہوتے۔ مدرسے کے مہتمم اعلی مولانا مسعود رضا قادری کی آواز کانوں میں رس گھولتی ہوئی داخل ہوئی کہ'' آئندہ سال بعد رمضان سے کنز الدقائق، ادیب شہیر، فنافی الرضا مفتی حسن منظر قدیری صاحب مسند تدریس کو زینت بخشیں گے''، بس اتنا سننا تھا کہ خوشی سے باچھیں کھل اٹھیں، ذہن و دماغ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، ذوق تعلیم کی مضمحل روح رقص کرنے لگی۔ اور اطمنان بخش سانسیں لینے لگا۔

مفتی صاحب کی آمد سے قبل اس مدرسے میں اُونچی درجات کی تعلیم کا انتظام تھا اور نہ منتہائی کتب کی تدریس کا سلسلہ تھا۔ مفتی صاحب کی تشریف آواری تعلیمی ذوق رکھنے والے طلبہ کے لیے نعمت غیر مترقبہ کی مثل تھی۔ بالخصوص ہمارے تمام ساتھیوں کے لیے تو وہ ایک علم وادب کے کوہ ہمالہ بن کر نمودار ہوئے۔ جن سے ہمیں کئی سال تک علم وفن کی خیرات ملتی رہی۔

مفتی صاحب نے میدان تدریس کو سنبھالنے کے بعد سب سے پہلے بچوں کی عبارت خوانی کی درستگی کو لازم جانا؛ چونکہ کچھ پانچ سات ماہ قبل وہ بحیثیت ممتحن طلبہ کی عبارت خوانی تعلیمی معیار کا جائزہ لے چکے تھے۔ عبارت خوانی کی تصحیح کے دوران انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ نحو وصرف کی کتابوں کو لوگوں نے حافظ قرآن کی طرح سینے کے جزدان میں محفوظ تو کرلیا ہے مگر کچھ سمجھا نہیں ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے مذکورہ دونوں فن کی کتابوں کے مطالعہ پر زور دیا، پر جب امید بر نہیں آئی اور کوئی صورت نظر نہیں آئی تو ہم لوگ شکوہ کناں ہوئے کہ حضرت! ہم لوگ پنج گنج کے کچھ مخصوص قواعد پڑھنا چاہتے ہیں۔ اولاً تو جواب شکوہ میں کچھ خفا ہوئے، پھر فرمانے لگے: ثالثہ میں پنج گنج ہندو پاک کے کس مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے؟ ہم لوگ سراپا التجا بن کر گویا ہوئے حضور! زمانے سے ہمیں کوئی مطلب نہیں بلکہ ہمیں آپ سے مطلب ہے اور آپ ہی پنج گنج بھی پڑھائیں گے اور دیگر نحو کے مخصوص قواعد پڑھانے کے ساتھ ان قواعد کا اجرا بھی کرائیں گے۔ بالآخر ہماری عرضی کو باریابی نصیب ہوئی اور ستر سال کا وہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا صحبت نشیں با فیض مفتی پرانے رنگ وروپ میں علمی جواہر پارے بکھیرنا لگا۔ کچھ عرصہ بعد جب عبارت خوانی درست ہونے لگی تو نحو، صرف، فقہ اور دیگر مروجہ فنون کی باریکیوں سے آشنا کرانے لگے۔ علمی دلچسپی کو مہمیز دینے کا طریقہ انہوں نے یہ اپنایا کہ آئے دن مختلف موضوعات پر کچھ سوالات کرتے جب ہم لوگوں سے جوابات نہ بنتے تو از خود علمی شہ پارے بکھیرتے ہوئے ہر سوال کا تشفی بخش جواب دیتے۔ کئی دفعہ ہم لوگ خود کسی موضوع پر سوال کرتے بعض دفعہ بروقت جواب نہ دیتے اور فرماتے: کل آپ لوگ بھی مطالعہ کر کے آئیں۔ اور ہم

بھی مطالعہ کر کے آتے ہیں۔ پھر دوسرے دن علم و ہنر کا دریا رواں ہوتا اور بڑی شفقت اور تفصیل سے خندہ پیشانی کے ساتھ ہر سوال کا مختلف پہلو سے تشفی بخش جواب عنایت فرماتے۔ سوال کرنے پر کسی بھی طالب علم پر نہ تو آپ چیں بپا ہوتے اور نہ ناراضگی کی شکن جبین پر ابھرتی۔ بلکہ بعض دفعہ از خود وہ طلبہ کو دست سوال دراز کرنے کی ترغیب دیتے اور فرماتے: میاں! سوال کیا کرو، تب تو علمی گہرائی، باریک بینی اور دقیقہ سنجی میں اضافہ ہوگا۔

یہ طرز عمل میرے لیے اس لیے بھی حیرت ناک تھا کہ روایتی درسگاہوں کے بعض مسند نشیان تدریس سے جب کوئی سوال کیا جاتا ہے تو اسے وہ اپنے نام نہاد عرفی حیثیت پر حملہ سمجھ کر سخت مزاجی اور دست درازی پر اتر آتے ہیں۔ یا کم از کم ان کی نورانی پیشانی پر خفگی کی علامتیں ظاہر تو ہو ہی جاتی ہیں۔

مفتی صاحب قبلہ ویسے تو طلبہ سے خدمت لینے کے قائل نہیں تھے لیکن ہم جیسے طلبہ کبھی معراج زندگی سمجھ کر حضرت کی خدمت گزاری میں مصروف ہو جاتے۔ دوران خدمت مفتی صاحب قبلہ باری باری طلبہ سے مختلف درسی کتابوں کے بارے میں سوال کرتے کہ آج آپ نے کون سا سبق پڑھا؟ اور اس کو کتنا فی صد سمجھا؟ عموماً طلبہ سبق بتا کر مزید سمجھنے کی غرض سے دائیں بائیں دیکھ کر چپی سادھ لیتے۔ پھر مفتی صاحب حالات کا جائزہ لینے کے بعد اسے آسان لب و لہجے میں سمجھا دیتے۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ آج دیگر خدمت گزار طلبہ ندارد ہیں۔ ہم نے موقع کو غنیمت جانا اور خدمت کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو فرمانے لگے: ارے میاں! رہنے دو، میں نے جواباً کہا: حضور! کچھ ہمیں بھی عطا فرما دیں۔ چونکہ وہ میرے ذہن کو پہلے سے بھانپ چکے تھے کہ اس کو درسیات سے لگاؤ کم اور شعر و شاعری کا ذوق زیادہ ہے، اس لیے کچھ منٹ بعد جو اشعار کا پٹارا کھلا تو کھلتا ہی چلا گیا حضرت نے سوال کیا کہ کیا تم نے شاذ تمکنت کو پڑھا ہے؟ میں نے کہا جی، نام تو سنا ہے۔ پھر محی الدین شکیل بدایونی، دلاور فگار، شفیق جونپوری اور دیگر بڑے چھوٹے شعرا کا نام لیتے اور پھر جس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہو رہی تھی اس پر ان حضرات کے اشعار سناتے تھے۔ عقل حیران رہتی تھی کہ مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دار الافتاء میں کام کر چکے مفتی نے اتنے مختلف شعرا کے اشعار کیسے اور کب یاد کر لئے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ مہتمم صاحب ان کی اقبال فہمی اور غالب شناسی کی بنا پر انہیں ''چچا غالب'' ہی سے یاد کرتے تھے۔ یونھیں جب کبھی میں دیکھتا کہ مفتی صاحب مصروف نہیں ہیں۔ تو کسی ادیب کا ذکر چھیڑ دیتا۔ تو فرماتے کہ منشی پریم چند، منٹو، ابن صفی، یوسف ناظم، رشیدی صدیقی وغیرہ کو پڑھے ہو؟ نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہتا: ھا ھا لا ادری، پھر فرماتے پطرس بخاری، کرشن چندر، لاریب مومن، ذکیہ بلگرامی، عمیرہ احمد، مجتبی وغیرہ کو پڑھے ہو؟ میرے طرف سے منفی جواب سن کر فرماتے: میاں! اگر پرورش لوح و قلم کرتے ہوئے انشا پردازی کی جنت میں جانا چاہتے ہو تو ان ادبا کو ضرور پڑھا کرو۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں حضور تحسین رضا علیہ الرحمہ کے چھوٹے بھائی حضور ''حبیب رضا خان'' علیہ الرحمہ کے وصال کے موقع پر ان کے احوال و کوائف پر مشتمل میرا مضمون شائع ہوا تھا۔ مفتی صاحب قبلہ کو ہم نے تمہید پڑھ کر سنائی۔ اولا پوری تمہید بغور سماعت فرمائی پھر داد و تحسین کے الفاظ سے حوصلہ افزائی کی۔ اس کے بعد اس کا آپریشن شروع کرتے ہوئے فرمائے: اب ابتدائی جملوں کو پھر سے پڑھو! ہم نے پڑھا۔ فرمانے لگے کہ تین سطر میں تم نے اس جملے کو سمیٹا ہے۔ یہ ایک مضمون کے حسن پر کالے دھبا کی مانند ہے

؛لہذا اس کو توڑو۔ پھر انہوں نے اس جملے کو تین سے چار ٹکڑوں میں تقسیم کر کے نصیحتاً فرمایا: کہ ہمیشہ چھوٹے چھوٹے جملے لکھنے کی کوشش کرو۔ اور پھر اسی طرح ایک دو ترکیب میں بھی گرفت کی اور فرمایا کہ مولویانہ ترکیب کے استعمال سے بچو۔ مثلاً؛ اس طرح کی ترکیب ''مسائل شرعیہ وفرعیہ''، جس کو بآسانی شرعی وفروعی مسائل کے الفاظ سے بدل سکتے ہو۔ یونہی توالی اضافت سے بھی بچا کرو۔ مثلاً ''زوجہ حضرت ابن عمر'' کی جگہ ''حضرت ابن عمر کی زوجہ'' کر دو۔ مفتی صاحب قبلہ بارہا فرماتے کہ میاں! الفاظ ڈھلے ڈھلائے زیور ہیں ان کا برمحل استعمال ہی ان کی خوبصورتی کا ضامن ہے۔ اگر بے محل ان کا استعمال کرو گے تو جہاں وہ پیدائشی حسن و جمال سے محروم ہوں گے وہیں وہ صاحب قلم کو بھی بے عزت کر کے چھوڑیں گے، لہٰذا برمحل الفاظ استعمال کرنے کا عادی بنو۔ آپ فرماتے کہ بعض مضمون نگار علما چونکہ درسی، فقہی اور دیگر عربی جملے ذہن ودماغ میں بسائے ہوئے ہوتے ہیں، اور پھر جب لکھنے بیٹھتے ہیں تو وہی تراکیب ومفردات دست بستہ ہاتھ باندھے ان کی نگاہوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں؛ جن کی جھلک ان حضرات کی تحریروں میں بآسانی دیکھی جاسکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ دانش ورطبقہ علماء کی تحریریں ناپسند کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مولویوں کو اردو نہیں آتی ہے۔

مفتی صاحب قبلہ کی میری زندگی کے ہر شعبے میں بے شمار احسانات ہیں، میرے نعتیہ وغزلیہ اشعار اور اردو عربی مضامین کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔ جن کو مختصر سے مضمون میں سمیٹنا سردست ناممکن ہے۔ دعا ہے کہ رب قدیر میرے استاذ ''قدیری'' کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

مدرس دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف یوپی

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ہم نشین مفتیٔ اعظم

محمد شاہ الحمید مرکزی

کنز الدقائق، محبّ خواجہ علم وفن، حضور مفتی حسن منظر قدیری: علم حدیث، تفسیر، اصول، معانی، بیان، منطق، فلسفہ، عروض و بیانی جیسے بہت سے فنون کے ماہر، فقید المثال انمول شخصیت اور ایک عہد ساز ذات۔۔۔۔آپ عرصہ دراز تک درس وتدریس کے منصب پر فائز رہ کر رونقیں بکھیرتے رہے، مسکراہٹیں بانٹتے رہے، شعر وسخن کے موتی لٹاتے رہے۔ بلاشبہ ہزاروں شاگردوں نے ان کے گنجینۂ گوہر سے فیض یابی کی۔ وہ ایک فرد ہی نہیں بلکہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔جن کی خدمات نصف صدی پر مشتمل ہیں، ع۔''نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں'' ان کے جانے کا دکھ اپنی جگہ لیکن مسند تدریس پر ان کی عدم موجودگی سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ قابل بیان نہیں۔اور ان کے قبیل کے شائستہ اور مہذب حضرات تو قصہ پارینہ ہو گئے۔ وہ ''برہنہ حرف نہ گفتن کمال گویائی است'' کی عملی تصویر تھے۔ان کی قوت لسانی، ملاحت کلامی، حلاوت بیانی کا سارا زور طلبہ اور سامعین کے ذہن کی آبیاری کیلئے ہوا کرتا۔وہ علمی کمال کے ساتھ قصۂ لطیف کے بھی رمز آشنا تھے۔وہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ان کے ہر جملے ،اشارے کنائے عشق رسول کا محور تھے۔وہ تفریح کے ساتھ ساتھ سیرت وکردار کی تعمیر بھی کیا کرتے تھے۔ان کا اسلوبِ تکلم فی زمانہ جنس نایاب ہے اور لہجے کی پاکیزگی کمیاب ہے۔بعض حضرات اگر قحط الرجال کا نوحہ یا قصیدہ لکھنے بیٹھیں تو گنگ ہو جائیں نہ لہجوں میں شرافت اور نہ اسلوب میں تطہیر آج ارض ہند پر جو کچھ دیکھنے کو مل رہا ہے کہ ''الامان والحفیظ'' زیادہ تر تحریر پھکڑ پن سے بھری ہوئی ہے۔سوچ کی پستی اور عظمت کے افلاس کا یہ عالم ہے کہ کسی بھی عالم دین کی مذمت کرنے کیلئے جملوں کی نحوست سے عزت کو داغدار کرتے ہیں جو کہ یہ اخلاقی زوال اور فکری بانجھ پن کا بیش خیمہ ہے۔لیکن حضرت کی ذات شر ورفتن سے بے داغ اور نمونہ اسلاف کے تابندہ نجوم ہیں۔

جامعہ قادریہ کنز الایمان (ممبئی) میں دستار حفظ کے بعد مشفق ومربی میرے (خالو) حضرت علامہ ومولانا مجیب الرحمٰن صاحب (پرنسپل جامعہ ھذا) کے ایما واشارے پر میں نے الجامعۃ الرضویہ میں داخلہ لے لیا تاکہ میں بھی حضور کنز الدقائق کی شاگردی سے مشرف ہوسکوں لہذ میں نے تحصیل علم کیلئے حضرت کی بارگاہ سے تین سال تک خوشہ چینی کی۔اور شرف تلمذ حاصل کیا، نیز خدمت کی ساعت نے میری زندگی کو ایک نئی جہت عطا کی جن کی بدولت آج لب کشائی کا موقعہ ملا۔جب استاد محترم تدریس کیلئے مسند پر جلوہ فگن ہوتے تو کیف وسرور کا ایک سماں پیدا ہو جاتا، پیشانی سے طہارت نفس اور کردار تقدس کا نور جھلکتا۔انداز تکلم ایسا جس کے ہوش ربا منظر کو دیکھ کر بادصبا شیفتہ ہو کر اپنی آنچل کو منہ میں دبا کر شرما جاتی، کلام بلاغت کی نکہت سے مشام جاں معطر معطر ہو جاتا، دوران تدریس قصۂ لطیف کی وہ مدمست شوخیاں جن کی لذت سے طبیعت خوش گوار ہو جاتی تو کبھی قوس وقزح کے دلکش رنگینیوں کو چرا کر

گلستان ادب کی ٹھنڈی چھاؤں میں کنز النوادرات، لعل وصدف سے ملوث جملے کے ہار بنانے کی ترکیب دیتے، بھی کاشانۂ حسان کی حسین وادی میں مدحتِ مصطفیٰ، نغماتِ غوث ورضا، تہنیتِ نوری واولیاء سے لبریز شاعری کا سبو پلاتے۔ اور خاص بات یہ تھی کہ جب استاد محترم عبارت کی عمیقی پر نظر دقیق کی ضیاء ڈالتے تو خود بخود مصنف کے تقدیری منشا وایما اظہر من الشمس ہوجاتا۔ اور تحریر کا انداز جس طرح چمن میں لالہ وگل، سنبل وسوسن کی مسکان، لچکتی ہوئی کلیوں کی مہکار، بل کھاتی ہوئی تتلیوں کی مستیوں، رقص کرتی ہوئی ڈالیوں کی انگڑائیوں کو دیکھ کر لوگ محظوظ ہوتے ہیں اسی طرح قارئین۔ حضرت کی تحریر میں سجع کی رعایت، اسلوب کی طہارت، تحقیق کی ندرت، افکار کی ضخامت، تخیل کی سطوت، برہان کی مکنت اور ارتداد کی جسارت سے لطف اندوز ہوکر اپنے مطالعہ کے ذوق کو بام عروج پر دیکھتے۔ اور فنون کے پیکر کو نیا رنگ دیتے ہیں۔ زنگ آلود ذہانت کی صیقل کرتے ہیں۔ اس بات کی دلیل حضرت کی تصنیف کردہ کتاب ''شخص وعکس'' و'' کنز الایمان صحیفۂ زبان وبیان'' ہے۔

مفتی صاحب جمعرات کے دن الجامعۃ الرضویہ کے ازہری ہال میں طلبا کے مابین کلمات جمیلہ کیلئے کھڑے ہوتے حمد کبریا، ثنائے محبوب خدا، کلام رضا اور حرف شیریں سے لب ہائے مبارک کو جنبش دیتے تو کلام کی روشنی محفل میں اس قدر بکھر جاتی کہ قوس وقزح کے حسن کا بانکپن مبارک بادیاں پیش کرنے کو مجبور ہوجاتے۔ حضرت کی پر مغز خطابت سے محفل میں دلکش، راحت رساں اور مسرت بخش صدائیں بلند ہوتی جس سے ماحول فضا کی نورانیت میں کہکشاں کا جمال جگمگانے لگتا، تہنیت کے گل بوٹے کھل اٹھتے، فرحت و شادمانی کا بازار گرم ہوجاتا، ماہ ونجوم کی جاں نثاریوں کی کلیاں تبسم ریز ہوتی اور سیارگان فلک کی گل افشانیوں کا ظہور ہوتا۔ مفتی صاحب خطابت کی ندرت، دراست کی ثقافت، کلام کی ملاحت، زبان کی سلاست سے فیوض و برکات کے دریے بہاتے۔ اور ان کے منفرد تاثرات وخیالات کے ماہ ونجوم آسمان قرطاس پر تبسم ریز ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ امام علم وفن، وارث علوم اعلی حضرت خواجہ مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ مفتی صاحب کو علما واصفیا میں ہر جہت سے اپنا اقرب مانتے تھے۔ کیونکہ جب علمی بارکیاں، فکری بالیدگیاں، فنی گہرائیاں، صوتی ولسانی رنگینیاں، استدلالی شوخیاں اور جزئیاتی رعنائیاں کے حامل انسان پارسائی کی دبیز چادر اوڑھ کر علمی بساط بچھائے تو ایسی عبقری شخصیت کو شہزادۂ اعلیحضرت مفتی اعظم کے کارخانۂ علم میں ہم نشینی کا مقام ملتا ہے اور من جانب اللہ در اولیاء پر عز و جاہ کا انعام حاصل ہوتا ہے۔ واقعی حضرت درس وتبلیغ کی وادی میں سیر کرتے کرتے ۷/ جنوری ۲۰۲۲ء بمطابق ۴/ جمادی الآخر ۱۴۴۳ھ بروز جمعہ انعام الٰہی کے ساتھ داعی عمر کو لبیک کہہ گئے۔

جھونکے نسیم خلد کے ہونے لگے نثار
جنت کو اس گلاب کا تھا کب سے انتظار

وائے حسرت ناشکیب! اب ہمیں ایسا مشفق رہبر، شیریں مقال واعظ، کہنہ مشق مدرس، خوش الحان شاعر کہاں ملے گا۔

مولا سے دعا ہے کہ استاد محترم کے نورانی فیوض و برکات سے پوری دنیائے سنیت کو مالا مال فرمائے اور حضرت کو فردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

سلمباڑی گھاٹ، پورنیہ، بہار

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ایک عبقری شخصیت

محمد مشاہد رضا قادری

اللہ رب العزت جل وعلا نے اپنی وحدانیت اور حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو دنیا کے سامنے روشن کرنے اور لوگوں کو راہ ہدایت وصداقت سے روشناس کرانے کے لئے یکے بعد دیگرے انبیاء کرام ورسولان عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، تا کہ یہ لوگ راہ حق سے غافل لوگوں کی صحیح رہنمائی کریں اور ان کو عبادت الٰہی کی ترغیب اور عذاب الٰہی سے خوف دلائیں، باالآخیر یہ سلسلہ ہمارے آقا ختم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ اہم زمہ داری؛ العلماء ورثۃ الانبیاء؛ کا تمغہ حاصل کرنے والے علماء کرام نے سنبھالی اور اب تک اسی روشن پر دین وسنیت کا قافلہ رواں دواں ہے۔

ان علمائے عظام میں بے یگانہ عصر شخصیتیں جلوہ فگن ہوئیں۔ جو اپنی گوناں گوخصوصیات اور عمدہ خصائل وفضائل کی بناء پر فائق رہیں۔ انہیں میں ایک شخصیت کنز الدقائق، فقیہ النفس، خلیفہ حضور مفتی اعظم، ماہر علم وفن حضرت علامہ مفتی حسن منظر علیہ الرحمہ کی تھی آپ کی شخصیت ہمہ جہت تھی عام طور کوئی بھی ایک یا دو فن میں ہوتا ہے مگر اللہ عزوجل نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا آپ مسند تدریس کے شاہکار تھے، نوا قلیم سخن کے تاجدار بھی تھے، اور ساتھ ہی ساتھ میدان خطابت کے شہسوار بھی تھے، آپ کی پوری زندگی دین وسنیت کی خدمت میں گزری، آپ درس وتدریس سے جڑے رہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ کی ایک لمبی فہرست ہے، جو ملک اور بیرون ملک دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں آپ باکمال ادیب بھی تھے، آپ کو سارے علوم اسلامیہ میں مہارت بھی تھی، مگر فقہ وافتا میں آپ کو خاص مہارت تھی انتہائی پیچیدہ اور بڑے بڑے مسائل کو بہت آسانی سے حل فرمادیتے تھے اور فقہ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: من یرد اللہ خیر یفقہ فی الدین (صحیح بخاری) اللہ تعالیٰ جس سے خیر اور بھلائی کا ارداہ فرماتا ہے اسے اپنے دین کی سمجھ میں عطا فرماتا ہے آپ نے فتویٰ نویسی کے ذریعے لاکھوں بندگان خدا کی رہنمائی فرمائی۔

الغرض آپ تاحیات اپنے زبان قلم سے دین وسنیت کی خدمات انجام دیتے رہے آپ ایک باکمال شاعر بھی تھے، آپ نے حمد، نعت اور غزل میں شاعری کا کافی حصہ چھوڑا ہے مگر آپ نے خاص طور پر صنف نعت کو اپنایا اور اپنی نعتیاں شاعری کے ذریعے لاکھوں عاشقان رسول کو عشق رسول کا جام پلایا اور خوب پلایا اتنی ساری خوبیوں کے باوجود آپ کی سادگی قابل دید تھی آپ انتہائی منکسر المراج تھے، آپ کا اخلاق بلند تھا اپنی بارگاہ میں آنے والے ہر چھوٹے بڑے وامیر وغریب کو ایک نگاہ سے دیکھتے اور سب پر یکساں توجہ فرماتے محفل میں بیٹھا ہر شخص یہ سمجھتا کہ میں ہی سب سے زیادہ حضرت کا مقرب ہوں۔ آج سے تقریبا تین پہلے اپنے شاگرد رشید محبّ العلما حضرت علامہ ومولانا تشہیر عالم نعیمی اشرفی مدظلہ العالی خطیب وامام حبیبہ مسجد گوونڈی ممبئی کے دعوت پر عرس

قدوۃ السالکین سید نرگن شاہ دیوان علیہ الرحمۃ والرضوان کے۔موقع پر سانی ٹولہ تلنگا بائسی ،ضلع پورنیہ آپ تشریف لائے تھے۔آپ کی سرپرستی میں پروگرام ہوا مجھ ناچیز (راقم الحروف) کو بھی حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔تعارف کے بعد حضرت نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا،اور فرمایا کہ آپ کے والد بزرگوار حضرت مولانا لعل محمد صاحب اشرفی علیہ الرحمہ سے میرے بہت اچھے تعلقات تھے، پھر حضرت کی بہت ساری خوبیوں کا ذکر فرمایا جس کو سن کر سارے لوگ محفوظ ہوئے۔اس کے علاوہ ممئی میں بھی آپ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا جب بھی ملاقات ہوتی بڑی محبتوں اور دعاؤں سے نوازتے کن کن خوبیوں کا ذکر کروں طوالت کا خوف دامن گیر ہے۔اک سفینہ چاہیئے اس بحر بے کراں کے لئے افسوس صد افسوس تین جمادی الآخر ۱۴۴۳ھ پر بروز جمعہ بوقت جمعہ علم وفضل کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یہ خبر سنتے ہی پوری دنیائے سنیت سوگوار ہوگئی آپ کے وصال سے جو علمی خلا پیدا ہوا ہے۔وہ پر ہونا مشکل ہے آپ کی نماز جنازہ میں مجھ فقیر حقیر (راقم الحروف) کی بھی حاضری ہوئی الحمدللہ! بیشمار علما وفضلا،اور خلق خدا کا ایک جم غفیر تھا ۔جو اپنے رہنما کے آخری دیدار کے لئے بے قرار تھا۔وہ منظر بھی قابل دید تھا۔بالآخر ۴؍جمادی الآخیر ۱۴۴۳ء مطابق ۷؍جنوری ۲۰۲۲ء بروز سنیچر ہزاروں عقیدت مندوں نے آپ کو نم آنکھوں سے حضرت شاہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے قرب میں سپرد خاک کیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گوہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

تلنگا،بائسی،پورنیہ بہار

☆☆☆☆☆

کنز الدقائق کی تصانیف میں رنگ ادب

ڈاکٹر حافظ احمد حسن رضوی

''کنز الدقائق ، ادیب شہیر، بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف ، ماہر نقد ونظر، پیکر شعر وسخن ،فخر علم وفن، ماہر لسانیات، صاحب فہم و فراست، زینت مسند درس وتدریس، فقیہ عصر، صاحب تصانیف کثیرہ، مجمع البحرین، جید نثر نگار اور معروف نقاد'' یہ بھاری بھرکم القابات وارثین انبیاء کے زبان مبارک اور نوک قلم سے اس باوقار شخصیت کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔جن کو عوام الناس ''مفتی حسن منظر قدیری'' علیہ الرحمہ، کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ان کے سامنے کج کلاہانِ جبہ ودستار اپنی گردن افتخار خم کرتے ہیں۔ان کی قلمی یادگاریں اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ مذکورہ تمام القابات کے لائق اور حقدار ہیں۔اور حقدار کو حق ملنا چاہیے۔

علم وحکمت کا بے تاج بادشاہ حضرت علامہ ''قدیری علیہ الرحمہ'' بیک وقت کئی زبانوں پر عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ ان تمام زبانوں کی ادبی نزاکت پر نظر عمیق اور ان کے زلفوں کو سنوارنے کی صلاحیت اور استعداد بھی رکھتے تھے۔مگر انہوں نے جس زبان کو اپنی مافی الضمیر اور تخیلات کے اظہار کا محور بنایا ہے وہ اردو زبان ہے۔

آپ کا تعلیمی نشو ونما عصری درسگاہوں میں کم اور دینی درسگاہوں میں زیادہ ہوئی۔ان ہی مدارس اسلامیہ کی چہار دیواری میں آپ نے عربی، فارسی، ہندی اور انگلش زبانوں کے ساتھ اردو زبان وادب پر کامل دسترس حاصل کرلی۔یہی وجہ ہے کہ جب کسی موضوع پر آپ کا قلم چلتا تو قارئین انگشت بدنداں ہوجاتے۔اردو زبان کے مختلف مترادفات کو پوری آب وتاب اور جذبہ امنگ کے ساتھ اپنی تخیلات کو صفحہ قرطاس پر اتارتے کہ قاری کو ذرہ برابر بھی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتا۔پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل کو سنجیدگی ،متانت اور منطقی استدلال سے ادبی معیار کے الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر پیش کرتے۔ان ہی خوبیوں سے متاثر ہوکر مفکرین اور علمائے کرام کی جماعت نے آپ کو ادیب شہیر، جید نثر نگار اور معروف نقاد جیسے القابات وخطابات سے نوازا۔

> اردو ادب کی تعریف بھی یہی ہے کہ اپنے خیالات اور مافی الضمیر کو عام الفاظ سے ہٹ کر خاص الفاظ کا جامہ پہنا کر اہل فن کے سامنے پیش کرنا تا کہ خیالات کی صحت ،رفعت ،سلاست اور بالیدگی برقرار رہے۔ادبی نثر کے بارے میں ڈاکٹر اطہر پرویز اس طرح رقم طراز ہیں۔
>
> ''ادبی نثر میں ادیب کو پوری آزادی ہوتی ہے کہ ادب کی جملہ خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات کہے۔اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ بڑی مرصع زبان لکھے۔اس میں شکوہ الفاظ ہو، پوری نثر تشبیہ واستعارے سے آراستہ ہو، بلکہ اس میں موضوع اور موقع کی مناسبت سے زبان اور الفاظ استعمال کئے گئے ہوں''

اور مزید وہ آگے لکھتے ہیں کہ

''نظم کی طرح نثر میں بھی ایک آہنگ ہوتا ہے اور یہ آہنگ خاصی ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جس طرح اچھا شعر کہنا مشکل ہوتا ہے اسی طرح اچھی نثر لکھنا بھی آسان نہیں۔ اس میں بھی لکھنے والے کو اپنی شخصیت سمونی پڑتی ہے اور زندگی کا خون دے کر اس کی آبیاری کرنا پڑتی ہے''۔

مذکوہ اقتباس کو مدنظر رکھ کر آپ کنز الدقائق علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے تصانیف کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو اس میں شکوہ الفاظ تشبیہ، استعارہ اور جملے میں بڑی چستی سلاست اور روانی نظر آئے گی۔ آگے ان کی تحریروں کا چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جب اپنے فرزند ارجمند علامہ الشاہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ المعروف بہ مفتی اعظم ہند کا نام ''آل رحمٰن'' رکھا تو مختلف جگہوں سے چی می گوئیاں ہونے لگی۔ علماء ومفکرین کے ذہنوں میں اس کے نام کو لے کر اثبات ونفی کے سوالات کھڑے ہونے لگے۔ اس ذی علم ذی استعداد علمائے کرام نے اپنی علمی حیثیت سے اپنے خیالات اور تحقیقات پیش کیں۔ وہیں پر علامہ حسن منظر قدیری نے بھی قلم اٹھایا۔ اور لفظ ''آل'' کا استعمال اور اس کے معنی کی وسعت قرآن وحدیث کے استعمال میں تحریر فرمایا ہے۔ ان کے مضمون کا تمہیدی گفتگو اور اس میں اردو ادب کا رنگ بھی محسوس کریں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ

''جن ظروف تنگ ہوتے ہیں وہ ظروف الفاظ میں بھی معنی کی تنگ دامنی کا شکوہ کرتے ہیں حالانکہ اس فکر ونظر کے عہد جدید میں زبان و بیان کو جو وسعت دی گئی ہے وہ ارباب شعور پر مخفی نہیں کل تک معنی و بیان کا جو ایک مختصر سا آنگن تھا وہ آج صحرا ہے جو لفظ تھا وہ آج فضائے بسیط کی طرح وسیع ہے۔ ہاں یہ حقیقت ہے کہ الفاظ کی حیثیت ظروف دیتی ہے۔ جن کے شیش محلوں میں عروس معنی کی مسکراہٹ ہوتی ہے اور ان کے لب ورخسار اور خدو خال کو حسن بیان سے نکھارا جاتا ہے۔ یہ حسن بیان کی رعنائی ہوتی ہے کہ کلام کی نزاکت بر گ وگل سے بھی نازک تر اور موج خوشبو سے بھی زیادہ لطیف ہو جاتی ہے۔ الفاظ میں ایک طرح کی موسیقیت پنہا ہوتی ہیں جب کوئی مضراب بیان سے چھیڑتا ہے تو فضاؤں میں ترنم کی لہر دوڑ جاتی ہے اور ذوق سلیم جھوم کر جاتا ہے الفاظ کے ظروف میں کبھی چند معنی کے گوہر پنہا ہوتے ہیں جنہیں ہم معنوی اشتراک سے ثابت کرتے ہیں اس اشتراک میں جب یقین مراد کا مرحلہ درپیش ہوتا ہے تو ارباب فکر وفہم اسے سر کرتے ہیں اور شرعی ذمہ داری کے حصار میں رہ کر متکلم کی مراد کو واضح کرتے ہیں تا کہ اس حقیقت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

کہاں کس معنی کا اطلاق درست ہے اور کس مقام پر غلط استعمال سے شریعت کے آئینہ کو ٹھیس لگ سکتی ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو ''آل رحمٰن'' کے لقب سے یاد کیا گیا

ہے۔ یہ لقب انہیں امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے ملا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ فاضل بریلوی کے تحقیقی ہمایوں کے مقابل کسی دوسرے کی تحقیق رمی بھر وزن نہیں رکھتی پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟''

ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ بریلی شریف۔ شمارہ ستمبر 89ء

محقق عصر حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں قبلہ مدظلہ العالی کی تصنیف ''ٹی وی اور ویڈیو کا شرعی استعمال'' جب مرصع شہود پر رونما ہوا تو حلق علم و دانش گاہ میں کھلبلی مچا گئی اور ہر طرف سے تحقیقی، تنقیدی اور تعاقبی خیالات بشکل مضامین و کتب دانشوروں کے سامنے آئی۔

علامہ حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ نے بھی اپنا فکری و تنقیدی مطالعہ بعنوان ''تصویر کی موت'' صفحہ قرطاس پر اتارا۔ اس اقتباس پر ان کے خیالات اور ان کے الفاظ کی بندش ملاحظہ کریں۔

''ٹی وی کی ایجاد جہاں تصویر کشی کا ایک نیا روپ لے کر آئی، وہی فکر و نظر کے لیے ایک چیلنج بن گئی۔ چنانچہ اس کی تحقیق کے سلسلہ میں ہالینڈ کی دھرتی سے شیخ الاسلام حضرت علامہ مدنی میاں قبلہ کی خدمت میں استفتاء کی صورت میں چند سوالات آئے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ شیخ الاسلام قبلہ نے اس باریک و فکر انگیز مسئلہ پر سطحی نظر ڈالی ہوں گی۔ یقیناً انہوں نے اپنی بساطی علمی و فنی کے مطابق اس فکری و نظری مسئلہ پر ہر پہلو سے غور خوض کیا ہوگا۔ تحقیق و جستجو کے آخری لفظ تک ان کا ذہن رسا ہوگا اور کافی عرق ریزی و مغز سوزی کے بعد ہی اس مسئلہ کا جواب سپرد قرطاس کیا ہوگا''۔ (نور مصطفیٰ پٹنہ شمارہ نومبر 89ء)

کنز الایمان کے اسلوبی بیان سے کون اہل علم واقف نہیں ہے چشم پوشی اور شخصیت پرستی کا عینک اتار کر جب کنز الایمان کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی فنی و ادبی خصوصیت کے ساتھ اس میں تنقیص وحدانیت و رسالت انبیاء و اولیاء کرام کا دور دور تک کوئی شائبہ نظر نہیں آئے گا۔ اس ترجمہ میں وہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جن کے مفہوم میں وسعت، گہرائی اور مقام و مراتب کو برقرار رکھا گیا ہے۔

مفتی حسن منظر علیہ الرحمہ کا اس پر ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

''مگر اس حقیقت پر حیرت ہوتی ہے کہ اردو تصانیف، فہم و ادراک کے لئے مشکل ہے وجہ وہی ہے کہ ان میں فکر و نظر کی باریکیاں ہیں اور جو لوگ فکر و نظر اور علم و فن کے باریکیوں سے نا آشنا ہیں ان کے لیے تو دشوار و مشکل ہونا ہی چاہیے۔

اس کے برعکس ''کنز الایمان'' اسی عہد کا ایک ایمانی و عرفانی گلدستہ ہے مگر فصاحت و بلاغت، روزمرہ اور محاورہ کا استعمال کچھ اس انداز سے ہے کہ اسے اردو معلیٰ کہا جائے تو بے

جانہ ہوگا۔تاج محل اگر سنگ مرمر کی تراشی ہوئی ایک حسین وجمیل عمارت ہے تو کنزالایمان الفاظ ومعنی کا تراشا ایک ایمانی تاج ضرور ہے۔گلاب اگر کائنات گل میں نزاکت، لطافت، حسن وجمال اور خوشبو کے لحاظ سے اپنا ایک مخصوص مقام رکھتا ہے تو کنزالایمان نازک الفاظ ،لطیف معانی اور ایمان وعرفان کی عطر سے بسا ہوا قرآنی تراجم میں اپنا منفرد مقام رکھتا ہے ''(کنزالایمان صحیفہ زبان وبیان لسانی وادبی جائزہ صفحہ 15)

الغرض علامہ حسن منظر قدیری کے مذکورہ تمام اقتباسات سے اہل ادب آسانی سے اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ وہ ادیب شہیر اور نازش علم وفن کے خطاب کے حقدار ہیں ان کی تصانیف وتحریر میں ادبی رنگ جھلکتا ہے اردو ادب کے اسرار ورموز سے واقف تھے ۔مولا تعالیٰ ان کے مرقد پر رحمت وانوار کی بارش برسائے اور درجات بلند فرمائے۔آمین۔

مدیر اعلیٰ ماہ نامہ بطحا، حیدرآباد پ

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق جامع علوم وفنون

محمد مدثر حسین اشرفی پورنوی

۳ر جمادالاخریٰ ۱۴۴۳ ہجری کی تاریخ تھی، جمعہ کا مبارک دن تھا، جسے سیدالایّام (دنوں کا سردار) کہا گیا ہے، مسلمان اس روز دیگر ایام کی بہ نسبت خاص اہتمام کرتے ہیں، غسل کر کے پاک وصاف کپڑے پہن کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ میں جس مسجد (رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی بیڑ مہاراشٹر) میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتا ہوں، جمعہ کی نماز کا وقت ۲:۳۰ ڈھائی بجے ہے، نماز کی ادائیگی کے بعد جیسے ہی اپنے روم میں داخل ہوکر موبائل کی طرف ہاتھ بڑھایا، دیکھا کہ برادر اکبر، حضرت علامہ ومولانا محمد مشاہد رضا صاحب کی کال آئی ہوئی ہے، تو میں نے اول فرصت میں حضرت کو فون کیا، سلام کلام اور خیریت دریافت کرنے کے بعد، حضرت نے فرمایا کہ مفتی صاحب چلے گئے، یہ پوچھنے پر کہ کون سے مفتی صاحب؟ کہا کہ کنز الدقائق، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری۔ اتنا سننا تھا کہ ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی دبی آواز میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ پھر جیسے ہی واٹس ایپ کھولا تقریباً گروپ میں ممبران گروپ حضرت کے وصال سے غمزدہ تھے۔ ہر کوئی مختلف انداز میں حضرت کی رحلت پر اپنے غموں کا اظہار کر رہے تھے۔ سرکار دوعالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: موت العالم موت العالَم، عالم کی موت عالَم کی موت ہے۔ واقعی حضرت علیہ الرحمہ کی موت عالَم کی موت ہے۔ حدیث شریف میں جمعہ کے دن کے بے شمار فضائل ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس مومن کا انتقال اس روز ہو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے اور اسے فتنہ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی مختصر سوانح حیات درج ذیل ہے۔

آپ کا اسم شریف حسن منظر، تخلص منظر، والد کا نام منشی عین الدین جب کہ دادا کا نام منشی عبدالعلی ہے۔ آپ کی پیدائش ملک کی مشہور ومعروف ریاست بہار کے ضلع کشن گنج کے گانگی ٹولہ پتھار بستی میں ہوئی، تاریخ پیدائش اسناد میں ۱۲/اپریل ۱۹۴۸ء درج ہے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسے میں حاصل کی، پھر مختلف ادارے میں حصول علم کے لئے تشریف لے گئے، پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے منظر اسلام بریلی شریف تشریف لے گئے، یہاں ۱۹۶۶ء میں آپ امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے اور اکابر علما کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت سے نواز اگئے۔ درس نظامی کی تعلیم کے دوران ہی جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل کے امتحانات دے کر امتیازی نمبرات حاصل کر چکے تھے، مگر آپ کا شوق علم کم نہ ہوا لہٰذا انگریزی میں علی گڑھ سے ہائی اسکول پاس کیا۔ آئی اے کیا۔ بی اے کیا۔ نتائج امید سے بڑھ کر برآمد ہوئے، حوصلہ بڑھ گیا پھر انگریزی کے علاوہ تمام مضامین میں ہائی اسکول سے بی اے تک کا سفر طے کیا آپ کے اساتذہ میں وقت کے جید علماء شامل ہے، بالخصوص مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں

بریلوی، بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین مونگیری، حضرت علامہ احسان علی محدث مظفر پوری، نصر العلما، حضرت علامہ نصیر الدین اشرفی، حضرت علامہ سلیمان اشرف بھاگل پوری حضرت علامہ شہاب الدین اشرفی، حضرت علامہ قاضی شمس الدین جونپوری،، حضرت علامہ مشتاق احمد ضوی،، حضرت علامہ یوسف پٹنوی وغیرہم۔

بعد فراغت آپ درس وتدریس میں اس قدر مصروف ہوئے کہ تادم حیات تشنگان علوم کو فیضیاب کرتے رہے۔آپ کی علمی قابلیت اس درجہ مقبول تھی کہ جس ادارے میں آپ تشریف لے جاتے، طلبہ جوق در جوق آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے وہاں تک پہنچ جاتے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ میں ایسے علماء کی ایک طویل فہرست جو بیک وقت بہترین عالم دین، عمدہ خطیب، کامیاب مدرس با اثر مبلغ اور تعمیری ذہن کے مالک ہیں۔نمونہ کے طور پر آپ کے تین ایسے تلامذہ کا ذکر درج ذیل ہے، جن میں کوئی امام وخطیب ہیں، تو کوئی بانی ادارہ وناظم اعلیٰ ہے تو کوئی مسند تدریس کے شہنشاہ ہیں۔حضرت علامہ ومولانا تشہیر عالم نعیمی اشرفی (خطیب وامام حبیبیہ مسجد گوتم نگر گونڈی ممبئی)، حضرت علامہ ومولانا غلام جیلانی صاحب (بانی ومہتمیم دارالعلوم غوث اعظم سیوڑی ممبئی)، حضرت علامہ ومولانا محمد شاہ نواز عالم صاحب رضوی نظامی) مدرس دارالعلوم افضل المدارس کریلا باغ الہ آباد) راقم الحروف کے کے پدر بزرگوار معرف العلماء، حضرت علامہ ومولانا لعل محمد اشرفی علیہ الرحمہ تلنگا، وایا بائسی، ضلع پورنیہ بہار) سے حضرت کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کے دوستانہ تعلقات تھے، بقول حضرت علامہ ومولانا تشہیر عالم نعیمی اشرفی دونوں میں گہری دوستی تھی، ایک دوسرے کا ادب واحترام کیا کرتے تھے۔۱۹۷۶ء تا اپریل ۲۰۱۰ آپ دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہہ بائسی ضلع پور نیہ بہار (جو بہار بورڈ سے منظور شدہ ہے) میں درس وتدریس کی خدمات میں مصروف رہے ریٹائر کے بعد بھی آپ نے یہ سلسلہ موقوف نہیں فرمایا بلکہ ''الجامعۃ الرضویہ'' کلیان ممبئی میں بھی آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔عمر کے آخری حصے میں جس میں عموماً لوگ آرام کو ترجیح دیتے ہیں، مگر حضرت کنز الدقائق، مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی قیل وقال سے محبت کا یہ عالم تھا کہ اس پیرانہ سالی میں آپ تقریباً چار سالوں تک حضرت علامہ ومولانا مجاہد الاسلام صاحب رضوی خلیفہ حضور تاج الشریعہ کا قائم کردہ ادارہ جامعہ نوریہ، گلشن زہر اللبنات، سبرامپور، ضلع اتر دیناجپور بنگال میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے اور اپنا علمی فیضان لٹاتے رہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ قران عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا (پ۱۶ سورہ مریم آیت نمبر۱۹)

ترجمہ: بیشک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لئے رحمٰن محبت کردے گا (کنز الایمان) تفسیر

یعنی اپنا محبوب بنائے گا اور اپنے بندوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبریل سے فرماتا ہے کہ فلانہ میرا محبوب ہے، جبریل اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبریل آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں، تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں، پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنین صالحین واولیائے کاملین کی مقبولیت عامہ ان کی محبوبیت کی دلیل ہے جیسے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات

اولیائے کاملین کی عام مقبولیتیں ان کی محبوبیت کی دلیل ہیں۔(خزائن العرفان)

مذکورہ ترجمہ آیت اوراس کے ضمن میں پیش کی گئی تفسیر کا پورا پورا مصداق،بقیۃ السلف،عمدۃ الخلف،حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی ذات مبارک تھی۔آپ کا وصال ۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ ہجری مطابق ۷ جنوری ۲۰۲۲ء بروز جمعہ کو ہوا،اور تدفین ۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۴۳ ہجری بروز سنیچر گانگی (ضلع کشنگنج بہار) میں حضرت شرف الدین علیہ الرحمہ کے مزار کے قرب میں ہوئی۔آپ کے جنازے میں ہزاروں کا مجمع تھا،حضرت علامہ ومولانا عمران رضا صاحب مصباحی،مدرس جامعہ نوریہ گلشن زہرا سبرامپور بنگال کی اطلاع کے مطابق سیمانچل کے تقریباً سبھی تحریک (بشمول جماعت رضائے مصطفیٰ اتر دیناج پور) کے افراد،اور علما،حفاظ جنازے میں شریک ہوے۔حضرت علیہ الرحمہ کے رفیق خاص،فقیہ النفس،حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر رضوی بھی شریک رہے۔راقم الحروف کے گاؤں سے برادر اکبر حضرت علامہ ومولانا محمد مشاہد رضا قادری،جناب عبدالرزاق (مستان) اسلام الدین،علی حسن،محمد ظاہر،دبیر عالم صاحبان حضرت علیہ الرحمہ کے جنازہ میں شریک رہے۔حضرت مفتی حسن منظر قدیری صوم وصلوٰۃ کے مکمل پابند تھے،تاجدار اہل سنت،حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے،سنت رسول ﷺ سے بڑی محبت تھی،یہی وجہ ہے کہ آپ نے پوری زندگی سادگی میں بسر فرمائی،طلبہ پر شفقت کرنا آپ کی عادت کریمہ تھی،بڑوں کی عزت،چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے،علماء کو اپنے قریب بٹھاتے تھے،انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے،آپ سے جو ایک بار ملاقات کر لیتا وہ آپ کے اخلاق سے بہت متاثر ہوتے تھے،اور ہمیشہ کے لئے آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا،علما کی محفل میں آپ میر محفل ہوتے تھے۔آپ کے وصال سے محفلیں سونی ہو گئیں،رونقیں چلی گئیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے،آمین۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

خطیب وامام رضائے مصطفیٰ مسجد گیورائی،ضلع بیڑ مہاراشٹرا

☆☆☆☆☆

''حضرت کنزالدقائق ایک ہمہ گیر شخصیت'' اہلسنت کا عظیم خسارہ

ادھر آذان جمعہ ہورہی تھی اور ادھر شاہا
تمہیں آئی طفیل رب قضا مفتی حسن منظر

محمد سرفراز احمد تحسینی خطیبی

ادیب شہیر، کنزالدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال نے اہلسنت بالخصوص سیمانچل کے ایک ایک فرد کو یکدم سکتے میں ڈال دیا۔ اس خبر نے ہر سننے والے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اولاً اس خبر پر یقین نہیں آرہا تھا، لیکن جو کچھ سنا گیا وہ واقعی سچ تھا۔

۳؍جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ بروز جمعہ مطابق ۷؍جنوری ۲۰۲۲ء بعد نماز جمعہ محبّ گرامی، نقیب اہلسنت مولانا کونین رضا کشش پورنوی نے اس ناچیز کو اطلاع دیتے ہوئے کہا کہ کچھ دیر پہلے بارہ ۱۲؍بجکر ۴۵؍منٹ میں حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کا وصال ہوگیا۔ (نماز جمعہ میں کئی جمعہ سے حضرت کے لئے دعائیں ہوتی تھی، آج بھی جماعت کے ساتھ دعا کی گئی) مگر حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**)

۴؍جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ۔ ۸؍جنوری ۲۰۲۲ء بروز ہفتہ حضرت کے دولت کدہ کے قریب وسیع وعریض میدان میں نماز جنازہ پڑھی گئی، جس میں سیمانچل کے گوشے گوشے سے فرزندان اسلام نے شرکت کی۔ نماز جنازہ کا مجمع عرس قطب پورنیہ علیہ الرحمہ کا منظر پیش کررہا تھا۔ آپ کی نماز جنازہ نے آپ کی خاموش شخصیت کی عظمت واہمیت سے پردہ اٹھادیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی زندگی میں شاید بہت کم ہی لوگوں کو آپ کی حقیقی عظمت کا پتہ رہا ہو۔

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد طاہر حسین اشرفی دامت برکاتھم العالیہ گانگی نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ سیمانچل کے گوشے گوشے سے بے شمار لوگ ایک بڑی سعادت سمجھ کر شریک جنازہ ہوئے اور اپنے محبوب رہنما کو خراج عقیدت پیش کیا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ، شاخ کشن گنج سے مولانا اسلم رضا نوری، مولانا ارشاد رضا نوری، مولانا دلبر رضا صابری، مولانا ابوالکلام نوری، مولانا ربیع رضا نظامی پر مشتمل ایک وفد نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔ تیجہ اور نویں میں قرآن خوانی کی مجلس منعقد کی گئی۔ آپ مختلف جہتوں کی شخصیت کے مالک تھے، آپ نے اپنے اخلاق عالیہ، خاموش طبعی، شرافت نفسی، تقویٰ وطہارت اور حددرجہ سادگی سے ملنے والوں کے دلوں پر گہرا نقش چھوڑا ہے۔

آپ علم وفہم، زہد وتقویٰ اور درازیٔ عمر میں علاقے کے موجودہ علماء میں سب سے بزرگ عالم دین اور محبوب ترین، قابل قدر ہستی تھے۔ احساس عام ہے کہ ہم نے ایک ہمہ گیر شخصیت کو کھودیا۔ ناچیز کو کئی محفلوں اور مجالس میں ملاقات اور کھل کر بات چیت کا

شرف حاصل ہوا۔آپ افعال واقوال بلکہ جمیع احوال میں اپنے اسلاف کے نظیر تھے۔تاحیات موصوف پابند شریعت اور اتباع رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رہے۔سادگی وقناعت ان کا شعار،سنجیدگی وقناعت ان کا شیوہ تھا۔آپ کی تمام تر ادائیں سنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آئینہ دار تھیں۔آپ کانفرنس، جلسے میں تشریف لاتے۔آپ کی صدارت وسرپرستی ہوتی۔نماز ترک نہیں ہوتی۔آپ کی استقامت اور شریعت کی اطاعت ہزاروں کرامات پر بھاری ہیں۔دراصل اتباع رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ایک بندۂ مومن کی معراج اور قرب خدا کا ذریعہ ہے۔

لباس:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس پسند تھا۔

حدیث پاک میں ہے۔

البسو من ثیابکم البیاض و انها من خیر ثیابکم و کفنو فیها موتاکم

(سفید کپڑے پہنو!اس لئے کہ وہ بہترین لباس ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔)

سنت کی پیروی میں حضور ادیب شہیر علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔آپ درجنوں کتابوں کے مصنف، ہزاروں علماء، سینکڑوں فقہا کے استاذ ومربی، زہد وتقویٰ کے سنگم، بحر العلوم، فاضل منظر اسلام اور صحبت یافتہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تھے، آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان تھے، مختلف شہروں کے عظیم درسگاہوں میں تشنگان علوم دینیہ کو اپنے علمی فیضان سے سیراب کئے خاص کر بریلی شریف، رامپور، احمد آباد، بھاگلپور، بائسی، کلیان میں رہ کر علمی وادبی خدمات انجام دیئے۔

آپ شریف النفس، منکسر المزاج اور بہت متواضع تھے، ہم چھوٹوں سے بھی بڑی فراخ دلی، خندہ پیشانی اور شفقت سے ملتے تھے۔کئی بار علاقے کے پیچیدہ اور سلگتے مسائل کو لے کر جماعت رضائے مصطفیٰ، شاخ، کشن گنج، کے کارکنان گئے، حضرت نے فراجدلی وشفقت سے جوابات سے نوازا۔نشستوں میں شرکت فرما کر ہم سب کی رہنمائی کرتے۔جب علاقے میں صلح کلیت کی آگ بڑھنے لگی تو ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' کے تمام کارکنان حضرت کے مشورے پر انہی کی صدارت میں ''دار العلوم غوثیہ ،نور پارہ، بہادر گنج ''بطور تبادلۂ خیال مخالف جماعت سے میٹنگ منعقد کی گئی۔حضرت کے مفصل دلائل نے مخالفین کو لاجواب کر دیا۔آج بھی وہ ویڈیو یوٹوب پر دستیاب ہے۔

ہر مسئلہ میں حضرت علاقے وبیرونی علماء اور عوام الناس کی رہنمائی فرماتے تھے، آپ کے مضامین کئی رسائل وجرائد کی زینت بن چکے ہیں۔آپ کی تصانیف لائق صد رمبارکباد اور قابل ذکر ہیں۔مثلاً ''کنز الایمان ''صحیفہ زبان وبیان'' اور ''شخص وعکس'' (امام احمد رضا اپنی نعت گوئی کے آئینہ میں) ان کتابوں کے پڑھنے سے آپ کے ادبی، علمی صلاحیت کا بھرپور اندازہ ہوگا۔

والد گرامی فقیہ العصر، حضرت علامہ مفتی خطیب الرحمٰن نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ جب کشن گنج، حاصل طور پر حضرت کے علاقے کے لوگ مظہر مفتی اعظم ہند علامہ تحسین رضا خاں علیہ الرحمہ سے ملنے جاتے تو حضور صدر العلماء علیہ الرحمہ مسکرا کر فرماتے تھے کہ ''میرے پاس کیا کرتے ہو؟حسن منظر کے پاس بھی فیض بٹتا ہے۔وہاں کیوں نہیں جاتے؟'' اللہ اکبر!ان جملوں سے حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کے مقام ومرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ساتھ ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کس پایۂ بلندی پر فائز تھے۔

آپ کی شاعری پڑھ کر آپ کے ذوق اور فنی کمالات کو سمجھنا مشکل نہیں۔آپ کی شاعری پڑھ کر خاندان اعلیٰ حضرت کی شاعری یاد آتی ہے۔ادیب شہیر، کنز الدقائق حضرت علامہ حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ اپنے بزرگوں کے بہترین امین تھے۔وہ مولوی، عالم ،صوفی بھی تھے، وہ مفتی وفاضل، ولی بھی تھے۔عصری تعلیم میں ہائی اسکول، بی۔اے۔ایم۔اے بھی تھے۔خلاصہ یہ کہ وہ اپنی ذات میں انجمن کی حیثیت رکھتے تھے۔

جس طرح آپ نے اپنی حیات میں عوام الناس کو فیوض وبرکات سے نوازا ہے، آج بھی آپ کا روضہ مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے علمی فیضان سے ہم عاصیوں کو راہ راست پر چلائے۔آمین!

تدفین:۔ قطب پورنیہ عارف باللہ حضرت شاہ شرف الدین علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار کے قریب داہنے ہاتھ میں گیٹ کے پاس ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے امثال پیدا فرمائے اور آپ کی قبر کو روضة من رياض الجنة بنائے، اپنے جوار رحمت میں خصوصی مقام عطاء فرمائے اور آپ کے جملہ وارثان کو صبر جمیل واجر جزیل عطاء فرمائے۔آمین ثم آمین!

ع۔۔۔۔

میرا ایمان کہتا ہے لحد میں دیکھ کے تم کو
فرشتے بھی کہیں گے مرحبا مفتی حسن منظر

صدر جماعت رضائے مصطفیٰ، شاخ کشن گنج
خطیب وامام نوری جامع مسجد دھنبورہ ہاٹ

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق ایک فرد جلیل

لله ما اعطی و لله ماأخذ و کل شئی عندهٗ بمقدار

محمد عبدالقادر نوری نگر ڈالا

اللہ ہی کا ہے جو اس نے دیا اور جو اس نے لیا اور ہر شی کی اسکے یہاں ایک مقدار مفرد ہے دنیا میں جو آیا اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے ہر دن ہزاروں آتے ہیں ہزاروں جاتے ہیں۔ نہ ان کا آنا کوئی بڑی خوشی کی بات نہ ان کا جانا کوئی بڑا صدمہ شمار ہوتا ہے۔

لیکن بندگان خدا میں کوئی فرد ایسا ہوتا ہے جس کے آنے سے ان گنت لوگوں کو خوشی ہوتی ہے اور جانے پر بے شمار آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں، حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ ایسے ہی مقبولان بارگاہ خداوندی میں سے ایک فرد جلیل تھے۔

جن کا ورود مسعود زمانے کے لئے فرحت وانبساط کا موجب تھا وہ سخت زمن اور برکت زماں تھے ان کے جانے سے اہل سنت والجماعت میں عظیم خلا رونما ہوا جس کا پر ہونا مستقبل قریب میں متوقع نہیں حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی وفات پر ہم ایک عظیم عالم دین سے محروم ہو گئے اللہ تعالیٰ ان کی بخشش ومغفرت فرمائے اور نئے آنے والے علماء کو ان کی نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ساتھ ہی ساتھ ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی اہلیہ اور ان کے بڑے صاحبزادے محمد معراج عالم اور اہل خانہ کو اور ان کے تمام شاگردوں کو صبر جمیل مرحمت فرمائے۔ حضرت مفتی صاحب کے انتقال سے پندرہ دن پہلے میں محمد عبدالقادر نوری اور مولانا شمیم اختر صاحبان کمہار ٹولی اور قاری انیس الرحمان صاحب اور حافظ حسنین صاحب حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے دولت خانہ میں عیادت کے لئے حاضر ہوئے اور کافی دیر تک دینی گفتگو کرتے رہے آخیر میں سید سرواں الہ آباد کے تعلق سے بھی چند باتیں ہوئیں حضرت مفتی صا حب نے کہا کہ جو بھی سید سرواں سے تعلق رکھتا ہے وہ سب مسلک اعلیٰ حضرت کے مدثر ہیں۔

حضرت کی نظر پوری دنیا پر تھی کون کون لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کے باغی ہیں اور کون کون لوگ مسلک اعلیٰ حضرت سے سچی محبت رکھتے ہیں مفتی صاحب قبلہ اکثر کہتے تھے کہ میاں میں تو قدیری ہوں مگر اعلیٰ حضرت کے مسلک پر قائم ہوں۔

آج اس دور پر فتن میں حضرت مفتی صاحب مرحوم نے اس قدر احتیاط دینی کے ساتھ اپنے قول وعمل کا اظہار کیا اگر علمائے کرام اس کو نقش راہ بنا کر اپنے لئے نمونہ عمل بناتے تو نہ صرف یہ کہ علامہ کی دنیا میں عمل انقلاب آئے گا۔

بلکہ عامۃ المسلمین میں بھی فلاح ونجات کا راستہ روشن ہوگا حضرت مفتی حسن منظر قدیری مرحوم کی شخصیت ایسے اختلافات نیز تعصب وعداوت سے یکسر ہوتی تھی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ آپ کی عمدہ سیرت، پاکیزہ اخلاق وکردار سے ہم لوگوں کو سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مدرس مدرسہ امدادیہ کہل رٹولی، کشن گنج، بہار

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق کی کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا محمد صادق حسین

بچپن کا زمانہ تھا مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے ملحق شدہ مدرسہ جو میرے برادر اکبر حضرت مولانا حسام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صدارت میں تشنگان علوم دینیہ کی پیاس بجھا جا رہا تھا، میں بھی اسی گہوارہ علم وادب میں زیر تعلیم تھا، خیال تھا کے کچھ فارسی وعربی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عصری تعلیم کے لئے اسکول میں داخلہ لون گا غالباً ۱۹۸۳ء یا ۱۹۸۴ء کی بات ہے ایک ہینڈ بل ''دار العلوم محی الاسلام'' بجرڈیہہ بائسی کے طلبہ کی جانب سے شائع ہوا جس کا موضوع تھا ''نور ونکہت بھری ایک رات'' جس میں بحر الاسرار، کنز الدقائق استاذ الاساتذہ پروفیسر معقولات ومنقولات، حضرت علامہ ومولانا مفتی حسن منظر قدیری صاحب کے زیر صدارت ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہو رہا تھا، اپنے ہم عصر لڑکوں کے ساتھ حاضر اجلاس ہوا، حضرت حافظ وقاری ظہور الحق صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت سے جلسہ کا آغاز ہوا، یکے بعد دیگرے شعرا وخطبا آتے رہے اور اپنے اپنے فن کا اظہار کر کے وعظ ونصیحت سے نوازتے رہے، طفلانہ ذہن تھا، کچھ سمجھا اور کچھ نہ سمجھ سکا، مگر میری نظر ایک ایسی علمی وفکری شخصیت پر مرکوز ہوگئی، جن کا ایک مصرع یاد رہا ''قسمت کی بلندی پر کیوں ناز نہ ہو منظر'' دل نے فیصلہ کیا کہ ہمیں بھی اسی علم وفن کے شاہکار کی بارگاہ میں علم حاصل کرنے کی جسارت کرنی ہے، جماعت اولیٰ میں داخلہ لیا چونکہ میں ابتدائی درجہ کا طالب علم تھا، میری درسی کتابیں زیادہ تر حضرت علامہ ومولانا طاہر حسین صاحب کے پاس تھیں، ادب وانشاء، اور علم ریاضی حضرت مفتی صاحب قبلہ سے پڑھنے لگے۔ علم ریاضی جو ایک مشکل فن ہے مثل مشہور ہے۔ Mathametic is difficult subject

ماہرین علم ریاضی، جو عصری درسگاہوں میں math پڑھاتے ہیں۔ وہ بھی الجبرا اور اس کے فارمولے سے گھبراتے ہیں لیکن حضرت مفتی صاحب قبلہ اتنا شاندار انداز سے الجبرا پڑھاتے تھے کہ فوراً فارمولہ ذہن نشیں ہو جاتا تھا۔

اس دنیائے فانی میں ایسی بے شمار ہستیاں صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئیں، جو دینی، علمی، فکری اور قابل قدر خدمات انجام دے کر پردہ عدم میں روپوش ہوگئیں۔ انہیں اہم اور عظیم ہستیوں میں بحر الاسرار کنز الدقائق، فقیہ عصر، منظور نگاہ تاجدار ولایت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ مختلف الجہات شخصیت کے مالک تھے، آپ نے علم وفن، دین ومذہب، شعر وادب، زبان وبیان، فکر وتحقیق اور تصنیف وتالیف غرض کہ ہر شعبے میں نمایاں اور قابل قدر خدمات پیش فرمائی ہیں۔

آپ کی علمی وفکری شخصیت، فقہی عظمت ورفعت کا قائل ایک زمانہ ہے، بلکہ آپ نے عمدہ درس وتدریس کے ذریعے ایک سے ایک باکمال وفن شناس اور صاحبان فضل وکمال علمائے کرام ومفتیان عظام پیدا کئے۔ شعر وادب میں اپنی صلاحیت، اہمیت اور حقیقت کا لوہا منوایا۔ جس کی شاندار نظیر حضرت مفتی صاحب قبلہ کی تصنیف کردہ کتاب ''شخص وعکس'' ہے جس میں مجدد دین وملت، امام عشق

ومحبت اعلیٰ حضرت امام احمد فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کی ایسی بہترین تصریح منطق وفلسفہ کی زبان میں کی ہے کہ علماء ومحققین کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

ہمارے برادر اکبر حضرت مولانا حسام الدین رشیدی علیہ الرحمہ سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کی بے تکلفانہ دوستی تھی دونوں ہم سبق ساتھی تھے، برابر ہمارے غریب خانہ پر مفتی صاحب قبلہ تشریف لاتے تھے گھر کے سبھی افراد میزبانی کا حق ادا کر کے فخر محسوس کرتے تھے۔ میں جامعہ حبیبیہ الہ آباد میں زیر تعلیم تھا، شعبان کی چھٹی میں وطن گیا حضور مفتی صاحب قبلہ بھی تشریف لائے ملاقات کا شرف حاصل کیا نماز عشاء کے بعد عشائیہ تناول فرما کر حضرت بستر استراحت میں تشریف لائے، میں حاضر ہو کر حضور مفتی صاحب قبلہ کے سر پہ تیل مالش کر رہا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا کس جماعت میں پڑھتے ہو عرض کیا حضور! رابعہ میں ارشاد فرمایا! کہ کون کون سی کتابیں جماعت میں ہیں، میں نے کتابوں کا نام بتایا اس میں شرح وقایہ جلد اول بھی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''قے ناقض وضو ہے؟ میں نے عرض کیا جی حضور اگر قے منھ بھر ہو تو ناقض وضو ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا! اگر کسی متوضی نے کئی بار قے کی ایسے طریقہ پر اگر جمع کی جائے تو منھ بھر دے، تو اس سلسلے میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے، میں نے عرض کیا حضور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک اتحاد مجلس معتبر ہے، اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک سبب کا متحد ہونا معتبر ہے تو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ والرضوان اتحاد مجلس کا اعتبار کس بناء پر کرتے ہیں؟ اور امام محمد علیہ الرحمہ اتحاد سبب کا اعتبار کس بناء پر کرتے ہیں؟ میں نے کہا حضور ہمیں علت معلوم نہیں آپ نے جواب ارشاد فرمایا اور شاندار طریقہ سے ہمارے ذہن میں سما دیئے۔ حضرت مفتی صاحب کی بات ذہن نشیں ہوگئی، جب میں ہدایہ جلد اول پڑھانے لگا تو نواقض وضو کی بحث مطالعہ کر رہا تھا تو حضرت مفتی صاحب قبلہ کا جواب یاد آ گیا، حضرت نے جو ارشاد فرمایا بعینہٖ میں نے اس کو ہدایہ کے حاشیہ میں پایا، دل نے کہا ذہانت وفطانت ہو تو ایسی کہ عرصہ دراز تک حضرت کے ذہن میں حاشیہ کی بات موجود ہے۔ دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ بائسی سے ریٹائر ہوئے تو ''الجامعۃ الرضویہ'' کلیان مہاراشٹر تشریف لے گئے اور ایک عرصہ دراز تک افتاء وتدریس کے جوہر دکھائے۔

۲۰۱۲ء کو رمضان کے مہینہ میں کرناٹک جا رہا تھا اور کلیان سے دوسری ٹرین پکڑ کر ھبلی جانا تھا، صبح ۹ بجے کلیان پہونچا تو میں نے سوچا کہ بڑا اچھا موقع ہے میری ٹرین رات کی ہے ''الجامعۃ الرضویہ'' حضرت مفتی صاحب قبلہ کی ملاقات کا شرف حاصل کیا جائے، اسٹیشن سے باہر نکلا بذریعہ آٹو ''الجامعۃ الرضویہ'' پہونچ کر حضرت مفتی صاحب قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوا، دیکھ کر خوش ہو گئے، اور ہمارے گھر کے ہر فرد کے بارے میں خیریت پرسی کی، پھر ارشاد فرمایا کہ آپ تھکے ہوئے ہیں، غسل کر کے آرام کیجیے، ایک طالب علم کو بلا کر حکم دیئے کہ مولانا صاحب کا سامان لے کر میرے کمرہ میں لے جاؤ اور ان کے آرام کے لیے بستر لگاؤ۔ واہ رے والہانہ شفقت ایک ادنیٰ شاگرد کے لئے اخلاق کا یہ مظاہرہ، حسب حکم غسل کر کے میں نے آرام کیا، نماز ظہر کے بعد مفتی صاحب قبلہ تشریف لائے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی، اپنی علمی شاہکار ''شخص وعکس'' مطالعہ کے لے عنایت فرمایا، وقت افطار حضرت مولانا مسعود صاحب کھجور اور پھل وغیرہ بھیجیں، لیکن اس کے باوجود حضرت نے ایک طالب علم کو بلا کر اپنی جیب خاص سے کچھ رقم عنایت کی، اور حکم دیا باہر سے کچھ سامان لے آؤ، میں نے عرض کیا حضور یہ سب چیزیں تو کافی ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا نہیں آپ میرے مہمان ہیں اس لیے شایان شان ضیافت ہونی چاہیے۔

مدرس دار العلوم گلشنِ اجمیر، بہریا، پریاگ راج، الہ آباد، یوپی

حضرت کنز الدقائق ایک مشفق ومہربان استاذ

حافظ وقاری نسیم اختر رضوی

۷؍دسمبر ۲۰۲۱ء کو میں محو سفر تھا اثناء سفر سیملباڑی چوک پر چائے نوشی کے لئے رکا، اچانک کسی نے آکر یہ دل سوز خبر سنائی علم وفن کا سورج استاذ الاساتذہ علامہ مفتی حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے دار البقاء کو چل بسے پھر کیا تھا لاکھ کوشش کے باوجود اشکوں کا سلسلہ نہیں رکا، کیا بتاؤں میں کچھ بتانے کے قابل نہ رہا، دل ودماغ کے دریچے یکے بعد دیگرے کھلتے چلے گئے اور میں یادوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوگیا، میں اس عظیم شخصیت کے گوناگوں خوبیوں کو شمار نہیں کرا سکتا میرے ذہن کے حاشیہ میں حضرت کی کچھ یا دیں ہیں، جو آپ کے سامنے قلمبند کر رہا ہوں ۱۹۷۸ء کو دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ میں میرا داخلہ ہوا۔ جوں ہی ساز وسامان کے ساتھ میں دار العلوم محی الاسلام کے وسیع وعریض میدان میں پہونچا، پہلے ہی نظر میں ایک عظیم الشان ایک خوبصورت ،متواضع ،بارعب شخصیت پر نظر پڑی۔ وہ ذات دل کے دریچوں میں اترتی چلی گئی، حضرت، محبت، پیار، اخلاص اور ہمدردی ومروت کے پیکر تھے۔ طلبہ سے کبھی سخت لہجہ کے ساتھ پیش نہیں آتے، ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کرتے، خوش اخلاقی کے ساتھ طلبہ سے ایسے پیش آتے جیسے اپنے احباب سے ملتے ہوں۔ وہ نایاب اور کمیاب شخصیت کے حامل تھے۔

مسلسل ۴؍چار سال تک حضرت کے زیر سایہ تعلیم وتربیت حاصل کرتا رہا حضرت کے چشمۂ علم وفن سے اپنی علمی تشنگی دور کی، اور آپ کی صحبت کیمیا گر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ حضرت ہمیشہ طلبہ کے سوالوں کے مخلصانہ اور مشفقانہ انداز میں جواب دیتے۔ کبھی دل برداشتگی کا اظہار نہیں کرتے، تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی اگر کچھ سوال کرتے تو بہت ہی پیار بھرے انداز میں جواب مرحمت فرماتے، کبھی بھی کسی کو بلا وجہ نہ ڈانٹتے نہ جھڑکتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے بہت سارے علماء حاضر مجلس تھے شعروشاعری کے موضوع پر گفتگو چل رہی تھی فقیر اثناء گفتگو دست بستہ عرض گزار ہوا کہ حضور آپ کا ایک شعر میری ناقص سمجھ میں نہیں آرہا ہے وہ یہ ہے ''موج نسیم گلشن طیبہ ذرا ابھی رکنا کہ اپنے پاؤں کی زنجیر لائیں ہم'' فرمایا اس میں کیا نہیں سمجھتے ہو میں نے کہا اپنے پاؤں کی زنجیر لے کر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں فوراً ارشاد فرمایا نسیم کو باندھ کر رکھنا چاہتے ہیں، قارئین آپ کو بتاتا چلوں کہ میرا نام نسیم ہے پھر کیا تھا پوری مجلس مسکراہٹوں میں ڈوب گئی۔

ایسے مشفق، کرم فرما اور ہر دلعزیز استاذ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ کی بساط نہیں ہے۔ اللہ کریم اپنے محبوب کے توسل سے حضرت کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے

ناظم اعلیٰ، جامعہ نوریہ، فریدیہ، بلواڈانگی، بہادرگنج، بہار

حضرت کنز الدقائق بحیثیت مفکر

مفتی محمد اختر علی واجد القادری

درجنوں خوبیوں کے مالک، اپنے معاصرین میں علاقہ سیمانچل میں تقریبا پینتیس سال تک رہ کر اہل سیمانچل کی ایک بڑی تعداد کو فیضیاب کرنے والے مربیوں میں سرفہرست، بحر العلوم کے فیض یافتہ، بالغ نظر فقیہ ومحدث، دانۂ روزگار، ادیب شہیر حضرت مفتی محمد حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ اس عظیم شخصیت کا نام جو صرف ونحو، منطق وفلسفہ، تفسیر وحدیث، معانی وبیان، زبان وادب میں خوب مہارت نہیں رکھتے تھے بلکہ اپنے منفرد نقد ونظر، تحریر وتقریر سے بہار وبنگال ہی میں نہیں بلکہ اکناف ہند میں اپنی شناخت رکھتے تھے۔ علم وفضل کے اس کوہ گراں کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ وہ اپنے علوم وفنون کا سکہ جمانے کی فکر میں کوشاں رہنے کے بجائے امت مسلمہ کے مختلف طبقات العباد کی اصلاح میں فکر مند رہا کرتے تھے، جب جہاں جو ملتے اور جیسا موقع میسر ہوتا اصلاح کرنے میں کوئی دقیقہ ترک نہیں کرتے، اس کی بہتوں مثالیں ہیں مگر خوف طوالت اور عدیم الفرصت کی وجہ سے صرف امثال ثلاثہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آنے درس نظامی کی تکمیل کے بعد بی اے وغیرہ کی انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔ فراغت کے بعد دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف سمیت متعدد اداروں کی مسند صدارت وتدریس کو زینت بخشی اور تقریبا پینتیس سال اپنے علاقے کے دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہ بائسی بہار میں رہ کر علوم وفنون کا دریا اور در بے بہاتے رہے۔ وہاں کے سیکڑوں قطروں کو دریا بنادئے، غور کیجئے آپ یعنی تقریبا اٹھائیس سال کی عمر سے علاقے میں رہے، یہ وہ عمر ہے جس میں لوگ باہر رہنا پسند کرتے ہیں مگر آپ نے اپنے علاقے کو پسند فرمایا کیوں کہ وہاں لوگوں کو فیضیاب کرنا مقصد تھا۔ آپ اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور اپنے دریائے علم و فضل سے غریبوں اور بے کسوں کے بچوں کو فیضیاب کرتے رہے۔ بائسی چھوڑے تو کلیان مہاراشٹرا والوں کی گزارش پر یہاں کی مسند افتا وتحقیق کو زینت بخشنے پر رضامند ہوئے۔ راقم الحروف کو یہیں پر حضرت سے تین چار بار ملنے اور زیارت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران جو کچھ مجھے محسوس ہوا اسی تناظر میں تین واقعات نذر قارئین ہیں۔

آپ علیہ الرحمۃ والرضوان ایک بار میرا روڈ کے امام احمد رضا عالمی سمینار میں تشریف لائے تھے، اسی دوران برادر اکبر حضرت علامہ مولانا حکیم محمد نذیر احمد رضوی، ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ میرا روڈ کے توسل سے اپنے غریب خانے میں ناشتے کی ضیافت کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت مناظر اعظم ہند فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مضطر صاحب قبلہ مدظلہ العالی بھی ساتھ میں تھے۔ دونوں ایک ساتھ غریب کے گھر میں تشریف لائے، صبح کا خوشگوار موقع تھا اور تقریبا دو گھنٹے تک فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔

راقم الحروف یوں تو بہتوں بحر العلوم ونہر الفنون کا نام سن رکھا تھا اور ابھی بھی پوسٹروں میں دیکھ رہا ہے، کہنے کو سیکڑوں مفکران اسلام کا شہرہ ہے، لیکن اس دن ان دونوں بزرگوں سے ملک کر معلوم ہوا کہ بحر العلوم لکھنا لکھانا اور ہے اور حقیقت میں ہونا اور ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ دونوں حضرات جیسے ہی ادارے میں تشریف لائے تو کنز الدقائق علیہ الرحمہ ارشاد فرمائے کہ طلبہ مدرسے میں کیوں ہیں وہاں سمینار ہو رہا ہے اور طلبہ مدرسے میں ہیں، میں نے کہا: سرکار آپ حضرات کے استقبال کے لئے بلا لیا تھا، بولے بہت ہوشیار ہو۔ پھر چند ہی ساعت کے بعد حضرت قدیری صاحب علیہ الرحمہ ارشاد فرمانے لگے کہ طلبہ اگر سمینار میں صرف گھومیں گے تب بھی فائدہ ہے کہ وہاں علما و دانشوروں کے ارد گرد گھومیں گے، ان کے مقالے سنیں گے، انداز سیکھیں گے۔ بڑے بڑے علمائے کرام کی زیارت ہوگی ثواب پائیں گے، عصری دانشگاہوں کے مفکرین کو سماعت کریں گے، فکر کا دائرہ بڑھے گا، مختلف کتابوں کے نام سنیں گے، مطالعہ کا ذوق بڑھے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد ناشتے کے دسترخوان پر تشریف فرما ہوئے، مولانا نذیر احمد صاحب نے پوچھا سرکار! فروٹ میں کیا پسند فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمائے: اللہ تعالیٰ نے جس جس پھل کو حلال فرمایا ہے سب پسند ہے مگر آج پپیتا زیادہ مناسب ہے۔ اور گھر میں پپیتا ہی لایا ہوا تھا، پیش کیا گیا، تناول فرمائے اور تناول فرمانے کے دوران اس کے فوائد پر ایک مختصر مگر اس قدر جامع گفتگو فرمائی کہ میں آج تک اس پر عمل پیرا ہوں۔ پپیتا کے بارے میں پہلی بار انہیں سے سنا تھا کہ پپیتا مفرح القلوب ہے۔

ناشتے کے بعد پڑوسی ملک کے ایک خود ساختہ شیخ الاسلام پر بات چھڑ گئی، اس دوران خود ساختہ شیخ الاسلام کی متعدد عبارتوں پر حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ نے ایسی فقہی اور فنی گرفت فرمائی کہ دل باغ باغ ہو گیا اور یقین ہوا کہ واقعی حضرت کنز الدقائق بحر العلوم ہیں۔

آپ جہاں خواص کی عبارات پر گہری نظر رکھتے تھے وہیں عوام وخواص کی دینی تشخص سے بے راہ روی سے بھی بہت فکر مند رہا کرتے تھے، اور صرف فکر مند ہی نہیں رہتے تھے بلکہ اس کے سد باب کے لئے اپنے زبان وقلم سے عوام کی صلاح وفلاح کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ قوم کی اسلامی تاریخ سے لاعلمی پر اپنی فکر کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

عام مسلمانوں نے اگر قمری ماہ وسال کو بھلا دیا ہے تو ان سے چنداں شکایت نہیں کہ وہ دین ومذہب سے بیگانہ ہو چکے ہیں اہل علم وشعور جو دینی احساس رکھتے ہیں اور مذہبی معاملات سے ان کا گہرا تعلق ہے ان کی روش حیرت ناک افسوس ناک اور دردناک ضرور ہے کہ انہوں نے دینی ودنیاوی معاملہ میں اسلامی ماہ وسال سے گویا کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ شادی بیاہ خالص اسلامی معاملہ ہے مگر اس میں بھی قمری تاریخ کی طرف دھیان مبذول نہیں کرتے، اپنے بچوں کی تاریخ ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں تو اس میں بھی انگریزی تاریخ کی جلوہ گری ہوتی ہے، حتی کہ اسلامی مدارس وجامعات کا قیام دین کی ترویج واشاعت کی غرض سے ہوتا ہے ان میں بھی شمسی تاریخ کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔ داخلہ رجسٹر اور حاضری رجسٹر انگریزی تاریخ کے اعتبار ہی سے تیار ہوتا ہے۔ مدارس کا انتظامیہ تقلید نصاریٰ میں کچھ اس طرح دیوانہ ہے کہ اساتذہ کی تنخواہ بھی انگریزی ماہ وسال کے اعتبار سے ادا کرتے ہیں۔۔۔ دستار بندی کا جلسہ عموماً ماہ شعبان میں منعقد ہوتا ہے اس موقع پر قمری تاریخ کے اعتبار کی ذرا سی مجبوری ہے کہ مدارس نظامیہ میں شعبان کا مہینہ تعلیمی سال کا آخری مہینہ ہے کیونکہ اس کے بعد ماہ رمضان کی صورت میں ایک لمبی تعطیل رونما ہوتی ہے گویا شعبان تعلیمی سال کی انتہا اور شوال تعلیمی سال کا آغاز ہے

اور فراغت سال کے آخر میں ہوتی ہے لہٰذا دستار فراغت کی تقریب کیلئے ماہ شعبان بہتر سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی مدارس میں عموماً تعطیل دس شعبان سے دس شوال تک کا رواج ہے درمیان میں ماہ رمضان مبارک آجاتا ہے جس میں روزہ، تراویح اور حصول چندہ کا مسئلہ آجاتا ہے اس لئے تعلیم تعلم کو جاری رکھنے میں دشواری ہے ورنہ بہت ممکن کہ ان میں شمسی مہینے کا اعتبار ہوتا اور ابنائے جنس انہیں کو استعمال کرتے۔ (ہجری اسلامی ماہ وسال کے اجالے میں)

آپ علیہ الرحمۃ امت مسلمہ کا کریم طبقہ علمائے اہلسنت کے ساتھ ہو رہی ناانصافی سے بھی فکرمند تھے، مدارس کے مدرسین کی فکر کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

مدارس کے مہتمم، جامعات کے ناظم کا یہ غیر شرعی رویہ ہے کہ اساتذہ کی تعطیل کلاں کی تنخواہ جو واجب الادا ہے بعض حالات میں اس پر قبضہ فرمالیتے ہیں جیسا کہ اگر کوئی استاذ ماہ شعبان میں مستفتی ہو جائے یا برطرف کر دیا جائے تو اسے تعطیل کلاں کی تنخواہ نہیں دی جاتی ہے جبکہ اس کا یہ واجبی حق ہے قبل تعطیل بھی وہ لے سکتا ہے جیسا کہ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تعطیلات معہودہ یعنی رائجہ مثلاً تعطیل ماہ رمضان وعیدین کی تنخواہ مدرسین کو بے شک دی جائے گی کیونکہ جو عرفاً معہود ورائج ہو وہ مشروط مطلق کی طرح ہوتا ہے۔ (مرجع سابق)

مسلمانوں کے مسائل میں ایک مسئلہ تجہیز وتکفین بھی ہے، اس سلسلے میں کہ ملک کے اکثر علاقے میں لوگ اس سے نابلد ہیں جبکہ ایسا ہونا نہیں چاہئے، حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمۃ نے قوم کو اس کی طرف توجہ دلانے کی کوشش کی اور اس عنوان سے ایک مختصر مگر جامع کتاب تالیف فرمائی، اس میں لکھتے ہیں:

''دور حاضر کے مسلمان شرعی احکام کے پابند کم اور غلط رسم ورواج کے خوگر زیادہ ہیں خاص کر میت کو غسل دینے، کفن پہنانے، نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے میں شریعت کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور غلط رسوم پر عمل کر کے میت کو سفر آخرت پر بھیجتے ہیں یہ میت کے حق میں ایک طرح کا ظلم ہے انہیں حالات کے پیش نظر میں نے اس مختصر رسالہ کو ترتیب دیا ہے تاکہ مسلمان غلط رسم ورواج کو ترک کر کے، شرعی احکام پر عمل کریں اس رسالہ کی ترتیب میں ہدایہ، جوہرہ نیرہ، مراقی الفلاح، فتح العزیز، اور فتاویٰ رضویہ جیسی کتابوں سے مسائل واحکام اخذ کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شریعت پر چلنے اور شرعی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' آمین (میت کفن سے دفن تک) اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ کریم ان کے درجات بلند فرمائے، ان کے صدقے ہم سب کو دین کی خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

خادم شمس العلما دار الافتا والقضا، جامعہ اسلامیہ میرا روڈ ممبئی

☆☆☆☆☆

حضرت کنز الدقائق علماء ''ربّانیّین'' کی صف میں:

شمس اللقاء فراز فیضی واسطی

مبارک خواب اور المناک خبر:

۷ جنوری رجمعہ کے دن کی مبارک صبح ہے آنکھیں بند ہیں مگر دل کی آنکھوں نے جو دیکھا وہ مبارک ومسعود تھا، ساتھ ہی ایک معمہ بھی، کیا دیکھتا ہو کہ راقم الحروف اپنے برادر اکبر مولانا وجہ القمر فیضی کے ساتھ سفر پر نکلے، اثناء سفر برادر اکبر مجھ سے جدا ہو گئے۔ میں جب منزل پر پہنچا تو انہیں اپنے ساتھ نہ پایا۔ لیکن میری آنکھوں کے سامنے جو منظر تھا وہ یہ کہ گنبد خضریٰ اور اس کے منارے تھے اور اردگرد کہرے کی چادر، سحر گاہی کی بہاریں میرے دل کو شاد اور روح کو تازہ کر رہی تھیں۔ آگے بڑھا تو ایک بچے نے جو پہناوے اور شباہت سے طالب علم معلوم ہو رہا تھا، ایک گلی کی طرف اشارہ کر کے کہا'' آپ ادھر چلے جائے'' ذرا آگے بڑھا تو دیکھا ایک جگہ حضور کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری خوشنما اور اعلی قسم کا خوبصورت لباس زیب تن کئے اسی دمکتے چہرے کے ساتھ، بالکل صحت مند جلوہ فرما ہیں، اور بہت سے لوگ انہیں ان کو اس انداز میں گھیرے ہوئے تھے جیسے علیہ الرحمہ انہیں کچھ بیان کر رہے ہوں۔ میں نے حضرت کی دست بوسی کی پھر حضرت مجلس برخاست کر کے جانے لگے، میں حیرت زدہ یہی سوچنے لگا کہ حضرت بالکل صحت مند یہاں تشریف فرما ہیں! انہیں سوچوں میں میری آنکھ کھل گئی۔

سامنے ایک سوال کھڑا تھا کہ گزشتہ سے پیوستہ ہفتہ آپ سے ملاقات کی تھی، سخت علیل تھے اور ابھی ایک روز قبل والد گرامی کے ذریعہ خبر ملی کہ حالت ٹھیک نہیں ہے اور اس مبارک خواب میں آپ کو بالکل تندرست وتوانا دیکھ رہا ہوں، حیرت دگنی ہو رہی تھی اور گبراہٹ نے سفر آخرت کی طرف اشارہ بھی کیا، خیر ہم نے حواس کو سمیٹنے کی کوشش کی ہمیں کیا پتہ تھا کہ یہ گھبراہٹ کچھ لمحے بعد ایک المناک خبر بن کر واقعی لوٹ آئے گا۔ جمعہ کی نماز پڑھا کر جیسے ہی کمرے میں آیا تو فون کی گھنٹی نے چونکا دیا اور ادھر سے سرفراز سلمہ نے خبر دی کہ ہمارے استاذ مکرم، مشفق ومربی مفتی حسن منظر قدیری کا عین وقت جمعہ۔ انتقال ہو گیا (**انا للہ و انا الیہ راجعون**) پھر کیا تھا رگ وپے میں جیسے جمود طاری ہو گئی، استاذ گرامی کی بے لوث محبت نے دل کو مجبور کیا اور آنکھوں نے انکی یاد میں اشکوں کا خراج پیش کرنے کو سعادت مندی جانا۔ اور خواب میں تندرست وتوانا دیکھے جانے کا پہلو جو ایک معمہ تھا اور مجھے حیرت میں ڈبوئے ہوئے تھا، کھل گیا۔

اک مبارک خواب سے ہم پر معمہ یہ کھلا کر
کر کے وہ نقل مکانی سوئے جاناں چل دئے

(فراز فیضی)

زہ نصیب کہ آخری بار اپنے مشفق استاذ کا پرنم آنکھوں سے دیدار کیا اور یہ احساس کیا کہ آج ہم صحیح معنوں میں یتیم ہو گئے۔ کہتے ہیں باپ کے مرنے پر بچہ یتیم ہوتا ہے، میں کہتا ہوں استاذ کی وفات پر یتیم ہوتا ہے کیونکہ ان کا مرتبہ ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہے۔ ماں باپ بچوں کو زندگی دیتے ہیں اور استاذ اس زندگی کو جینے کا سلیقہ سکھاتا ہے، صحیح غلط کی تمیز بتاتا ہے، جس راستے پر دونوں جہان کی بھلائیاں ہیں اس راستے کی طرف راہنمائی کرتا اور بلاتا ہے۔ ہر آن مثل آفتاب جلتا ہے اور علم کی روشنی سے دہر بھر میں اجالا کرتا ہے، خود کڑی محنت و جانفشانی سے عرق ریزی کرتا ہے اور تشنگان علوم کو سیراب کرتا ہے، پھر اس استاذ کے کیا مرتبے ہوں گے، رب العزت جل واعلی کی بارگاہ میں جو وارث و سرچشمہ علوم نبویہ ہو، کیا کہنے اس استاذ کے جس نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زبان فیض ترجمان سے علوم نبویہ کی شیرینی چکھی ہو، دربار علامہ افضل حسین مونگیری سے عزّ و شرف کی دستار حاصل کی ہو، زمانہ انہیں کنز الدقائق، بحر الرائق استاذ العلماء وشعراء، بقیۃ السلف، جیسے عظیم القاب سے مخاطب کرتا ہو، جو عالم باعمل بھی، فقیہ عصر و مفکر و مدبر بھی، مصنف و شاعر و نثر نگار، کہنہ مشق قلمکار بھی، معرفت الٰہی کا خوگر بھی، عشق رسول ﷺ کا پیکر بھی، دقیق مسائل پر گہری بصارت و بصیرت رکھنے والی ذات، ہر آن علم کی خوشبو بکھیرنے والی، اللہ عزوجل کی نشانیوں میں فکر و تدبر کرنے والی شخصیت، ہر فن مولی، تقوی و طہارت میں اسلاف کی یادگار، خوش اخلاق، خوش گفتار و ملنسار، علمائے آخرت کی جیتی جاگتی تصویر، ان تمام اوصاف حمیدہ کا جامع جس عالم ربانی کا وجود مسعود ہے اسے مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے " **ولٰکن کونوا ربّانیّن بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسونَ**" (پ۳، ال عمران: ۷۹) ترجمہ کنز الایمان: اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔" اس آیت مبارکہ میں علماء کی فضیلت بیان کی گئی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مقتضاء علم یہی ہے کہ آدمی کو جو کچھ بھی علم عطا کیا گیا ہے، اس سے تقوی و طہارت حاصل کیا جائے اور اس پر عمل پیرا ہو کر قرب الٰہی حاصل کرے، تمام عالم سے تعلق ختم کر کے اس طور پر کہ ہجوم کائنات، اس کے رب کی سچی اطاعت و فرمانبرداری اور معلم کائنات ﷺ کی خالص پیروی میں کبھی رکاوٹ نہ بنے، وہ خدا ہی کا ہو جائے اور اسی سے کام ہو، اسی واسطے عالم کو "مولو" کہتے ہیں۔ منسوب بمولیٰ یعنی اللہ والا۔ اور پھر آیت مبارکہ میں "ربانی" کا لفظ مذکور ہے جس کے معنی ہی نہایت دیندار، عالم باعمل اور فقیہ کے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، ال عمران، تحت الآیۃ، ۷۹، ۲/۹۳، الجزء الرابع، بحوالہ: تفسیر صراط الجنان)

بلاشبہ شیخ محترم، استاذ مکرم، علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی زندگی آیت مبارکہ کی مصداق ہے۔ تقریباً ۷۰ سالوں تک ان کے روز و شب، گاہ بگاہ سفر و حضر کا عینی شاہد راقم الحروف خود ہے۔ ہم نے ہمیشہ آپ کو شریعت مطہرہ کا سختی سے پابند رہتے ہوئے خشیت الٰہی کے راستے، اطاعت مصطفوی کی طرف بلانے والا اور تشنگان علوم کو بلا تفریق سیراب کرنے والا پایا اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ارشاد باری تعالی ہے " **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء**" ۔ بے شک آپ علماء ربانیین میں سے تھے، میری دانست میں کسی کتابچہ کے مطالعہ کے دوران علماء ربانیین کے متعلق ایک تحریر گزری کہ "جو علماء ربانیین ہوتے ہیں، وہ چھوٹے سے چھوٹے مسئلوں پر بھی گہری نظر رکھتے، اور احتیاط کا دامن نہیں چھوڑتے ہیں"۔ اس کی بھی ایک جھلک ہم نے آپ علیہ الرحمہ کی زندگی میں ملاحظہ کیا ہے، چنانچہ مختصر القدوری پڑھاتے ہوئے جب ماء مستعمل کا حکم بتانے لگے تو ایک نقطہ بیان فرمایا کہ "عام طور سے جب بھوج بھنڈار یا دعوت میں لوگ جاتے ہیں تو ان میں جاہل ہوں یا عالم، طلبہ ہو یا اساتذہ، یہ غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ وہ اپنی پلیٹوں میں ہی ہاتھ دھو لیتے

ہیں اور پھر اسی پانی سے پلیٹ بھی، پھر کھانا شروع کرتے ہیں۔ تو ایسا کرنے سے ہاتھوں کی پاکی یا صفائی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن کیا صحیح معنوں میں پلیٹ بھی پاک ہوگئی؟ کیوں کہ ''ماء مستعمل'' کا حکم یہ ہے کہ بدن کے کسی حصے سے لگ کر جدا ہوا اب وہ دوسرے کو پاک نہیں کرسکتا! جبکہ وہ خود پاک ہے! تو جب ہاتھ سے جدا ہوکر پانی پلیٹ میں گرا وہ مستعمل ہوا، پھر پلیٹ کو کیسے پاک کرسکتا ہے؟ عرض کی حضور پھر کھانے کے اس وضو کا بہتر طریقہ کیا ہے؟ فرمایا'' درست یہی ہے کہ ہاتھوں کو الگ پانی سے اور پلیٹ الگ پانی سے دھوئیں''۔ سبحان اللہ کتنی پیاری راہنمائی فرمائی اور کیا ہی شاندار نقطہ بیان کیا، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ الرحمہ کس قدر پابند شرع اور فقہی پہلوؤں پر عقاب جیسی نظر رکھنے والے تھے، یہ آپ کا تقوی تھا ورنہ اس دور میں کون اس قسم کے باریک مسئلوں پر نظر رکھتا ہے۔

آپ کی ذات میں علماء آخرت کی علامتیں:

موجودہ دور میں جس تیزی کے ساتھ علماء نمودار ہورہے ہیں اس کی تو حد ہوگئی! جلسوں کے لمبے جوڑے پوسٹروں میں ''مولوی'' یا ''مولانا'' کی تو اب جگہ ہی نہیں بچی بس ہر طرف ''علامہ'' نظر آتے ہیں۔ اور تعداد تو اتنی کہ کوئی اعداد شماری بھی نہ کرسکے، کسے اتنی فرصت ہے۔ بنام علماء اکثریت کی تعداد ایسی ہے جو صحیح معنوں میں علماء کی فہرست ہی میں نہیں (الا ماشاء اللہ) جنہیں کتب دینیہ میں علمائے آخرت کہا گیا ہے، جنکی فضلیتوں پر آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ وارد ہوئیں ہیں، جو وراثت انبیاء علیہم السلام کے مقصود ہیں، جو خود بھی آخرت کی راہ کے مسافر اور امت کو بھی آخرت کی طرف ہانکنے والے ہیں، ماضی کے سینوں میں جنکی داستانیں دفن ہیں، معرفت کی متلاشی جنکی نگاہوں نے لاکھوں گم گشتگان منزل کو راہ ہدایت دکھائی ہے، جنکی پختہ خیالی نے قوموں کو حیات جاویدانی بخشی، جنکے تلقین بھرے وعظ نے نہ جانے کتنوں کو حق سے ملا دیا، جنہوں نے اس فانی دنیا کو گندگی کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ سمجھا، جنہوں نے ہمیشہ عالم آخرت کو ترجیح دی اور اس کے لئے تیاریاں کرتے اور کراتے رہے، جو اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کرتے اور ہمہ وقت معرفت الٰہی کی جستجو میں مگن رہتے۔ افسوس صد افسوس وہ کہاں ہیں؟ اور جو کچھ ان کی روحانیت سے فیض یافتہ ہیں بھی تو انہیں پردہ گمنامی میں رکھا جاتا ہے، ان کی آوازوں پر ''علمائے دنیا'' کی کھوکھلی شہرت کے نقارے بج رہے ہیں، نفس پرست علماء کے دوغلے روئے اور بغض وحسد، کینہ جیسی قلبی امراض پالنے والے مولویوں نے ان ''علمائے آخرت'' کو اپنی قوم تک پہنچنے اور انہیں مستفیض کرنے سے باز رکھا ہے، مانو جیسے اس وقت کا انتظار کیا جارہا ہو کہ کب ''موت العالم موت العالم'' کا بگل بجے اور کچھ دنوں تک ان سے عقیدت کا ڈھونگ رچ کر اپنا الو سیدھا کیا جائے۔ الحفظ والامان۔ خوش بخت ہیں وہ حضرات جو اپنے علماء کی قدر ان کی حیات میں تو کرتے ہی رہے اور بعد وفات بھی انکے نام اور کارناموں کو زندہ رکھنے کی سچی کوشش کرتے ہیں۔

گزشتہ چند برسوں میں اہل سنت نے کثرت کے ساتھ جن علماء آخرت کو کھویا ہے انہیں میں کنز الدقائق، بحر الرائق حضور مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بھی تھی۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی شافعی رحمۃ اللہ الکافی اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں ''علمائے آخرت'' کی جو نشانیاں بیان فرمائیں ہیں وہ حضور مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات میں جابجا ملتی ہیں۔ ان میں سے کچھ کی جھلکیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

صاحب احیاء نے ''علمائے آخرت'' کی جو سب سے پہلی نشانی بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ''عالم اپنے علم سے دنیا طلب نہ کرے کیوں کہ عالم کا سب سے کم درجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کو حقیر، گھٹیا، گدلا اور ناپائیدار ہونے کو جانے، نیز آخرت کے عظیم ہونے، ہمیشہ رہنے

۔اس کی نعمتوں کے خالص ہونے اور آخرت کی سلطنت کے بڑے ہونے کا علم رکھتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں''۔اس فرمان کے رو سے اگر ہم حضرت قدیری علیہ الرحمہ کی ذات کو دیکھیں یا ان افراد سے پوچھیں جنہوں نے ذرا بھی آپ کی زندگی سے واقفیت حاصل کی ہے کہ اس قدر علم کے بحر زخار ہونے کے باوجود کبھی آپ علیہ الرحمہ نے اپنے علم کے ذریعہ دنیا طلب کرنے کی کوشش بھی کی؟ اپنے علم پر مغرور ہو کر جاہ منصب کی خواہش جتائی؟ تو آپ کو جواب نفی میں ہی ملے گا۔ کیونکہ اگر ایسی ہی بات ہوتی تو اپنی عمر کا کثیر حصہ گاؤں کے ایک بستی بجرڈیہہ میں، تنخواہ میں ملنے والی معمولی سی رقم کے ساتھ نہ گزارتے بلکہ درجنوں کی تعداد میں پاکستان سے آنے والے دارالافتاء اور یونیورسٹیوں کے خطوط (جنکے محفوظ ہونے کا آپ نے ہمیں یقین دلایا تھا) پر لبیک کہتے ہوئے منصب افتاء یا پروفسر کے عہدے پر فائز ہو جاتے۔انہوں نے ایسا نہ کیا اور حب الوطنی کا ثبوت دیتے ہوئے ان عہدوں کو ٹھکرا کر اپنے ہی وطن میں رہ کر تشنگان علوم وفنون کو سیراب و شاداب کرنا پسند فرمایا۔دوران طالب علمی ایک متشاعر صاحب (بقول استاذ مکرم علیہ الرحمہ'' جو دوسروں کے اشعار اپنے نام سے پڑھتا ہو) کو آپ کے پاس بیٹھا پایا، وہ کہہ رہے تھے ''حضرت آپ مجھے نعتیہ کلام لکھ کر دیں اور جو نذرانہ آئے گا آدھا آپ کو مل جائے گا'' حضرت نے فوراً لاحول پڑھا اور فرمایا'' ہم اسی کام کیلئے رہ گئے ہیں کیا؟ جایئے کہیں اور یہ پیشکش دیجئے'' پھر ذرا بھی توقف نہ کرتے ہوئے انہیں جلدی سے وہاں سے جانے کو کہا، وہ صاحب کہنے لگے حضرت آپ تو ناراض!! ان کی بات ختم نہ ہوئی کہ ذرا سخت ہوتے ہوئے فرمایا'' آپ جائے ہمیں اور بھی بہت سے کام ہیں'' بہر حال وہ صاحب کمرے سے باہر ہو لئے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایسے افراد بہتیرے ہیں جن کی باضابطہ بھاگیداری چل رہی ہے، اور اللہ کے حبیب ﷺ کے نام پاک کو دنیا کی مذموم قیمت کے عوض فروخت کر کے شاعر و متشاعر، دونوں ہی اپنے جہنم بھر رہے ہیں۔اللہ انہیں ہدایت دے اور حضرت علیہ الرحمہ کے درجات بلند فرمائے۔آمین

''علمائے آخرت'' کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ عالم کا فعل اس کے قول کی مخالفت نہ کرے بلکہ وہ اس وقت تک کسی چیز کا حکم نہ دے جب تک پہلے خود اس پر عمل نہ کر لے''۔کنز الدقائق علیہ الرحمہ اس پر بھی ہمیشہ قائم رہے، اس کام کا کبھی حکم نہ دیا جو آپ نے نہ کیا ہو، جیسے تادم حیات آپ علیہ الرحمہ تصویر کشی کے خلاف رہے اور ہمیشہ اس سے منع کیا، پھر وہ جلسوں میں ہو یا پھر جامعہ رضویہ کے ازہری ہال میں، سخت برہم ہوا کرتے۔اگر چہ بعض علماء اس کے قائل ہیں لیکن آپ میں کہیں نہ کہیں حضور مفتی اعظم ہند کی جھلک نظر آیا کرتی تھی اور ایسا کیوں نہ ہو کہ:

انکی نگاہ فیض نے جو کچھ پلا دیا:
عمریں تمام ہوگئیں اس کے خمار میں :

بلاشبہ آپ علیہ الرحمہ شریعت مطہرہ کے پابند رہے، خصوصیت سے نماز کے، جامعہ میں ہم نے مشاہدہ کیا ہے آپ فجر میں طلبہ سے پہلے اٹھ جایا کرتے، یہی نہیں کچھ طلبہ مثلاً اکرام یا یوسف (جسے آپ پیار سے یوسف گمگشتہ بلاتے) وغیرہ نام لیکر نماز کیلئے جگا دیا کرتے، آپ علیہ الرحمہ سفر میں بھی نماز نہیں چھوڑتے، اس کا بھی مشاہدہ ہم نے کئی سفر میں کیا ہے، ان میں ۲۰۱۱ء یا ۲۰۱۲ء کا کرناٹک کا سفر بھی شامل ہے، جس میں ناظم جامعہ رضویہ مولانا جہانگیر اشرف رضوی صاحب بنفس نفیس شریک تھے۔ہم نے اس خوبصورت اور یادگار سفر میں کہیں بھی کسی وقت آپ علیہ الرحمہ کو اپنے رب کی یاد سے غافل نہ پایا، جب وقت ہوتا آپ بنا وقت گوائے

نماز ادا کر لیتے۔ اثنائے سفر آپ کے علمی جواہر پاروں کو ملاحظہ کیا، وہ ہر جگہ نصیحتوں بھری گفتگو کیا کرتے، معرفت بھرے نکات پیش فرماتے۔ آج بھی مری دانست میں ہے کہ جب یہ قافلہ بیجاپور کی سیکڑوں سال پرانی، عادل شاہ کی تعمیر کرائی عمارت ''گول گنبد'' میں داخل ہوئے تو گنبد کی اونچائی تا حد نگاہ، اور فرش کے بیچ و بیچ بادشاہ عادل کی قبر کے ساتھ کئی ایک قبریں اور تھیں۔ ہماری نظر گنبد کے اندر اوپر کی جانب گولائی میں بنے بالا خانے پر تھی، جہاں سیکڑوں کی تعداد میں لوگ گنبد کی دیوار سے منہ لگا کر بے تحاشہ شور مچا رہے تھے۔ (وہ اس لئے کہ گول گنبد کی یہ خاصیت ہے، اِس طرف دیوار سے منہ لگا کر کوئی کہے تو دوسرا شخص اس پار دیوار میں با آسانی سن سکتا ہے) اور مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی نظر عادل شاہ کی قبر پر، یکا یک ہمیں مخاطب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ''دیکھو! دنیا کے بادشاہوں کی قبروں اور اللہ والوں کی قبروں میں یہی فرق ہے کہ اِن کی قبروں پر لوگ آ کر شور مچاتے اور تماشہ کرتے ہیں ہیں اور اولیاء اللہ کی قبروں کی لوگ زیارت کرتے، ادب سے سر جھکائے آتے اور فیض پاتے ہیں''۔ سبحان اللہ! کیا ہی اعلیٰ نقطہ بیان فرما کر فنا و بقا کا معمہ سمجھا دیا۔ اصل میں عالم تو وہی ہیں جو خشیت الٰہی سے کبھی غافل نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''علم کثرت روایت نہیں بلکہ خشیت الٰہی کا نام ہے۔ (الذھد للامام احمد بن حنبل)

☆ ''علمائے آخرت'' کی ایک علامت یہ ہے کہ ایسا عالم کھانے پینے کی اشیاء میں آسودگی لباس میں زیبائش، گھریلو سامان اور رہائش کے مکان میں خوبصورتی کی طرف مائل نہ ہو بلکہ ان تمام چیزوں میں میانہ روی اپنائے، اس میں سلف صالحین کی مشابہت اختیار کرے اور کم سے کم پر قناعت کا ذہن رکھے۔ پس جب اس کی توجہ کمی کی جانب بڑھے گی تو اللہ عزوجل کی جانب اس کا قرب بھی زیادہ ہوگا اور ''علماء آخرت'' میں اس کا مقام بلند ہوگا۔ (احیاء العلوم، ج۱، ص: ۲۲۸)

حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ کی زندگی کا یہ پہلو تو روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپ کے کھانے پینے کا معمول بالکل طے اور سادہ، فرمائش سے خالی، وقت پہ جو مل جاتا اس پر اللہ کا شکر بجالاتے، لباس وہی سادہ، زیبائش کی آمیزش سے خالی، اور اس پر سالوں پرانی سرخ مہرون رنگ کی صدری زیب تن فرماتے، اور دوپلّی کپڑے کی سفید رنگ کی ٹوپی اوڑھتے (خود فرمایا کرتے ''میاں! بریلی کی زبان میں ٹوپی اوڑھی جاتی ہے پہنی نہیں جاتی) اور پاؤں میں عام سی کولہاپوری طرز کی چپل (خالص کولہاپوری چپل بھی پہنتے) کرناٹک کے دورے میں ان کے شاگرد مولانا اطہر صاحب نے ہاتھوں سے بنوا کر تحفے میں پیش کیا تھا رہائشی مکان دو کمرے کے آج بھی ان کے اباواجداد کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جس کے چھت کے پلستر اکھڑے ہوئے، برسہابرس رنگ وروغن سے خالی، ۔جن علماء نے دیکھا ہے وہ اس پر شاہد ہیں۔ بلاشبہ آپ ہر چیز میں میانہ روی اختیار کرتے، اپنے علم پر کبھی فخر نہ کرتے، جب بھی وہ گانگی ہاٹ سودا سلف کیلئے آتے تو (بازار لگنے کے دن) ہزاروں کے ہجوم میں یوں معلوم ہوتا کہ ایک ہی آدمی ہے جو ماہ کامل بھی ہے، وہی اسلاف کی شباہت لئے، عالمانہ رعب پورے وجود پر طاری، روشن وتابناک چہرہ اور اس پر سنت رسول یعنی داڑھی مبارک جو قدر سلیقے سے سنوری ہوئی، آنکھوں میں سرمے کی سلائی کچھ اس انداز سے کھنچی ہوئی کہ عربی میں ''محمد'' کا ''م'' ہو آنکھوں اور پیشانی کے درمیان چمکتے دو ابروؤں کے طاق، دیکھنے والوں کے دلوں کو فرحت بخشتا۔ جامع مسجد میں جب نماز کی ادائیگی کیلئے آتے اور والد محترم یا میرے نانا محترم (جو انکے بچپن کے ساتھی، گہرے دوست) آپکو نماز پڑھانے کیلئے کہتے تو آپ اس سے باز رہتے اور ہمیشہ ایک ہی بات کہتے ''میاں! ہم اس قابل نہیں ہیں'' اللہ اکبر! ایسی خشیت الٰہی رکھنے والے اور عظیم کردار کے حامل تھے آپ۔

☆ ''علمائے آخرت'' کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ایسا عالم فتوی دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ توقف کرے اور جب تک ہو سکے اپنے آپ کو فتوی دینے سے بچائے''۔ یوں تو حضرت قدیری علیہ الرحمہ کسی بھی مسئلے پر اس وقت تک خاموشی اختیار کرتے جب تک آپ خود مطمئن نہ ہو جاتے، ہر مسئلے کو نوک پلک بڑی باریک بینی سے ٹھیک فرماتے۔ جب کوئی فتوی دینا ہوتا تو سب سے پہلے تو خود کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتے (یہ اور بات ہے کہ ایک زمانے میں آپ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں کئی سالوں تک دارالافتاء کا منصب سنبھالا) اصرار کرنے پر بڑے محتاط انداز میں خاصہ وقفہ لے کر پھر مدلل جواب عنایت فرماتے، کوئی ایسی بات یا مسئلہ دریافت کیا جاتا جو اجتہاد و اندازے سے بتایا جا سکتا تو آپ اس میں بھی احتیاط فرماتے، بسا اوقات صحافی عصر مولانا احمد رضا احمد یا مفتی محبوب رضا مصباحی (جنہیں آپ علامہ طرطوسی کہہ کر پکارتے) کی طرف پھیر دیتے۔

☆ **کنز الدقائق ایک راہنما استاذ:۔** ایک راہنما استاذ کیلئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ تعلیم و تعلم کے اصولوں سے پوری طرح واقف ہو، اگر مکمل طور سے نہیں تو کم از کم اس حد تک تو ضرور ہو کہ وہ اپنی کوئی بھی بات با آسانی پیش کر سکے، اپنا ظرف بروقت صرف کرنے کا ہنر جانتا ہو اور یہ لازم ہے کہ ''استاذ کے آداب'' خوب جانتا ہو۔ چنانچہ ایک استاذ کیلئے جو ضروری بات ہے وہ یہ کہ ''استاذ شاگردوں پر شفقت کرے اور انہیں اپنے بیٹوں جیسا سمجھے۔ حضور نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا'' میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسے والد اپنی اولاد کیلئے ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: الحدیث ۳۱۳، ج ۱، ص ۱۹۹) ☆ استاذ کا مقصد یہ ہو کہ وہ شاگردوں کو آخرت کے عذاب سے بچائے گا، یہ مقصد والدین کے اپنی اولاد کو دنیا کی آگ سے بچانے زیادہ اہم ہے اسی وجہ سے استاذ کا حق ماں باپ کے حقوق سے زیادہ ہے۔ ☆ استاذ کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ استاذ طالب علم کو نصیحت کرنے میں کوئی نہ چھوڑے۔ ☆ استاذ طالب علم کو وہی باتیں بتائے جنہیں وہ سمجھ سکے، جو بات اس کی سمجھ و عقل سے بالاتر ہو وہ نہ بتائے ورنہ اسے علم کے مشغلے سے نفرت ہو جائے گی یا وہ پریشان ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں استاذ معلم کائنات شاہ موجودات ﷺ کی اقتداء و پیروی کرے۔

بے شک حضرت مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی ذات ان تمام باتوں کے عین مطابق تھی۔ آپ تلامذہ پر نہایت شفقت فرمانے والے، ایک مشفق باپ سے بڑھ کر پیار کرنے والے، گاہ بگاہ بھرپور نصیحتوں کے ذریعہ اصلاح فرمانے والے، ہمیشہ طلباء کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے'' میرے بیٹوں! خوب محنت کیجئے بہترین حافظ، قاری، عالم، بنئے اور جہاں جائیے اللہ عزوجل کی رضا کیلئے رسول اللہ ﷺ کے دین کی خدمت کیجئے'' آپ علیہ الرحمہ طلبا کی تربیت کے معاملے میں بھی بڑے ہی محتاط تھے، انہیں نامناسب امر پر جھڑک کر ملامت نہ کرتے بلکہ پیار محبت سے اس کے کرنے سے منع فرماتے۔ استاذ کی یہ ذمہ داری فن تعلیم کی باریکیوں میں سے ہے جس کا آپ ممکنہ طور پر خیال رکھا کرتے۔ الغرض حضرت کنز الدقائق مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ شریعت مطہرہ کے نہایت پابند اور وراثت انبیاء کے سچے وارث، شرع میں خوب محتاط، اپنے اسلاف کی سچی یادگار، اساتذہ کو ہمیشہ محبت اور پیار بانٹنے والے، تلامذہ کے معاملے میں حد درجہ شفیق اور تمام طلبا کیلئے رہنما استاذ، اور ان کی عمدہ طریقہ سے تربیت فرمانے والے تھے۔ اللہ رب العزت اپنے حبیب لبیب ﷺ کے طفیل انکے درجات بلند فرما کر اپنے جوار رحمت میں اعلی مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے روحانی فیض سے مالا مال فرمائے اور آپ کے مرقد انور کو زیارتگاہ خاص و عام بنائے۔ آمین

حضرت کنز الدقائق: (ان الصلوٰۃ کانت) الآخر، کی عملی تفسیر

مولانا مستقیم رضا جامعی

میں (محمد مستقیم) الجامعۃ الرضویہ کلیان میں زیر تعلیم تھا، ہمارے ساتھیوں کو شوق ہوا کہ قطب پونہ حضرتِ قمر علی درویش رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری دوں، اور سب کی خواہش تھی کہ ساتھ مفتی صاحب قبلہ بھی شریک سفر ہو جائیں تا کہ سفر کی صعوبتوں کا احساس نہ ہو اور سفر میں کچھ سیکھنے کا موقع میسر ہو۔ حضرت کی بارگاہ میں گزارش کی گئی حضرت نے خوردہ نوازی کا اعلی پیکر بن کر اس شرط پر گزارش قبول فرمالی کہ نماز وقت پر ادا کرنا چاہیے۔ ایسے وقت پر چلو کہ نماز قضا نہ ہو۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کسی کے تقوی وطہارت کا حقیقی اندازہ کرنا ہو تو اس کے ساتھ سفر کرلو۔

بہر حال سفر شروع ہو گیا، ظہر پڑھ کر روانہ ہوئے، جب عصر کا وقت آیا حضرت پریشان نظر آرہے تھے کہ کہیں نماز قضا نہ ہو جاے جوں جوں وقت کم ہو رہا تھا حضرت کی بے چینی بڑھتی جارہی تھی، ہم نے سمجھ لیا کہ حضرت نماز عصر کے لیے بے قرار ہیں جب پونہ اسٹیشن پہنچے تو سورج غروب ہونے میں صرف دس منٹ باقی تھا آپ باوضو تھے فورا اپنی چادر شریف نکالی اور نماز عصر ادا کی پھر آپ نے فرمایا اب چلو میاں پھر اسٹیشن سے باہر نکلے بزریعہ فورویلر حضرت قمر علی درویش رحمہ اللہ تعالی علیہ کے آستانے پر پہونچے دربار میں حاضری دی جب باہر نکلے تو ایک عالم دین مسکراتے ہوئے حضرت کے دست بوسی کرنے لگے، پھر اس عالم دین نے اپنا تعارف پیش کیا کہ حضور میں آپ کا شاگرد ہوں اور آپ کی دعا سے حضرت قمر علی درویش کے آستانہ کا خادم مسجد کا خطیب وامام ہوں سبحان اللہ۔

اس سفر میں کئی باتیں سمجھ میں آئیں ایک تو یہ کہ حضرت کنز الدقائق علیہ الرحمہ آیت کریمہ [**ان الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا**] کی عملی تفسیر تھے کہ ہر حال میں نماز کو ان کو وقتوں کے مطابق ہی ادا کرنا ہے دوسری بات یہ ہے کہ ملک کا ہر شہر حضرت کنز الدقائق کے واسطہ یا بلا واسطہ علمی فیضان سے منور ہے حضرت نے سفر کے دوران تمام طلبہ کے ساتھ اسی شفقت ومحبت کا مظاہرہ فرمایا جو ایک باپ اپنے بیٹوں کے ساتھ کرتا ہے یقیناً ایک بلند پایہ استاذ اور مشفق مربی کی یہی نشانی ہے اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے

رضا نگر سرسی پورنیہ بہار

☆☆☆☆☆

﴿چوتھا باب: منظوم خراج عقیدت﴾

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

مولانا شاکر اصغر رضوی

علم وعرفاں ۔فکر وفن کا آسماں تم ہی تو ہو
طائرِعشق رضا کا آشیاں تم ہی تو ہو
غم کے مارے آستانے پر تمہارے آئیں گے
اہل سنت پر ہمیشہ مہرباں تم ہی تو ہو
علم تکسیر وحدیث وفقہ،منطق،فلسفہ
اور ریاضی فن کے ماہر بے گماں تم ہی تو ہو
نازش شعروسخن ہو اور ادیب با کمال
خوش مزاجی کی مکمل داستاں تم ہی تو ہو
ہر قدیری ناز کرتا ہے تمہاری ذات پر
تم قدیری اور قدیری رازداں تم ہی تو ہو
اصغر خستہ کی منظر پھر نگاہ بانی کرو
مذہب وملت کے اچھے پاسباں تم ہی تو ہو

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

افقر پورنوی

تھا تکلف سے بری پیر و جواں کا منظر یعنی منظر
تھا وہ ہر خرد و کلاں کا منظر
تیرے جانے پہ اچانک سے خزاں دیدہ ہوا
میں نے مدت سے نہ دیکھا تھا خزاں کا منظر
تیری گفتار کی چھاں میں سکوں ملتا تھا
تیری اطراف میں ہوتا تھا اماں کا منظر
پھول برسانے لگی ہوتی زباں وقتِ سخن
جیسے گلزار بداماں ہو زباں کا منظر
تیری بوقلمء ہستی کا بدل ناممکن
جس طرف دیکھئے لگتا ہے فغاں کا منظر
دامنِ پیرہنِ حضرتِ منظر دیکھو
صاف آئے گا نظر صحنِ جناں کا منظر
سب زمانے کی نظر داغِ عیاں دیکھتی ہے
کون دیکھے گا یہاں دردِ نہاں کا منظر
تیرے لفظوں کی سلاست میں بہے جاتے ہیں
جیسے اشعار میں ہو آبِ رواں کا منظر
اس لئے آپ کی تخمین کو الہام کہا
بڑھ کے ہوتا تھا حقیقت سے گماں کا منظر
اور ادیبوں کی جہاں فکرِ رسا جا نہ سکی
تم نے شعروں میں اٹھالائے وہاں کا منظر
ایک تو شکل حسیں اس پہ غضب حسنِ خیال
اور پھر اس سے سوا حسنِ بیاں کا منظر
اپنے موقف سے کہاں ہٹتے ہوئے دیکھا تمہیں
ٹلتے دیکھا ہے مگر کوہِ گراں کا منظر
بس کہ ویرانی ہی ویرانی ہے دل میں افقر
قابلِ دید ہے اس دل کے مکاں کا منظر

[منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ]

مولانا مبارک رضوی

اے ادیبِ نعت گویاں اے فصیحِ باکمال
پرتوِ فکرِ رضا حسان کا عکسِ جمال
صورتِ ہالہ نجومِ فن ہیں گردِ آنجناب
آپ ہیں چرخِ قدیریت کے تابندہ ہلال
تو امامِ صرف ونحو ومنطق و میزان تھا
اورقتیلِ عشقِ سلطانِ عرب فی کلِ حال
ذات تیری سیرتِ اسلاف کا درِ ثمین
خندہ لب تابندہ روجلوہ فشاں بے قیل وقال
اے علومِ دینوی و دینوی کے تاجدار
اے علومِ عقلیہ ونقلیہ میں ذی کمال
درسگاہِ علم وفن کا خوبصورت آئنہ
تشنگانِ علم وفن کے واسطے خضری زلال
حضرتِ منظر قدیری شہر آفاق نام
ہے لقب کنزالدقائق بھی تمہارا بے مثال
تیری ہستی نزہتِ انجم کا ہے نوری جواب
اورسوالِ گردشِ شمس و قمر تیرا وصال
معرفت کے نور سے لبریز تھا سینہ ترا
چال تیری عشق کے صحرا میں مانندغزال
حشرتک پڑھتے رہیں گےلوگ بزمِ ناز میں
آپ کی تخلیق کا شہکار ،،فردوسِ خیال،،
ہونگے اوروں کی نظر میں ایک سےاک ماہ رو
ہے مبارک کی نظر میں تو بھی اک زہرہ جمال

☆☆☆☆☆

آہ مفتی حسن منظر چلے

بقیۃ السلف، کنز الدقائق، رونقِ ایوانِ علم وادب، محبوبِ مفتی اعظم ہند،
استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ کی رحلت پر خراج عقیدت

فریدی صدیقی مصباحی

جب یہ دنیا چھوڑ کر مفتی حسن منظر چلے
اہلسنت کے دلوں پر، درد کے خنجر چلے

محفلِ تدریس و افتا ، سونی سونی ہوگئی
آہ داغِ ہجر دیکر فن کے وہ پیکر چلے

خامہ و فکر و زباں سے نغم علم و ادب
بزمِ اہلِ شوق میں وہ عمر بھر گا کر چلے

ا ن کی ہستی کا سفر ایسی تجلی سے کٹا
آسماں پر رات میں جیسے کوئی اختر چلے

جن کے سایے میں پلے، کتنے جواہر کتنے لعل
مسندِ عرفاں سے اٹھ کر وہ ہنر پرور چلے

خوں کے آنسو روئے، باغِ نوریہ کے برگ وگل
ہوکے رخصت اِس چمن کے حامی ویاور چلے

سادگی میں بھی نظر آتی تھی ایسی تمکنت
ہم سفر بن کر سدا اعزاز کے منظر چلے

مل گئی صحبت تو مٹی بھی ستارہ بن گئی
انکے در سے بن کے گوہر، راہ کے پتھر چلے

جن کے روئے فکر میں نوری قدیری حسن تھا
کاروانِ اہل حق کے ، آہ وہ افسر چلے

کیا نوازش ہے کہ فرشِ قبر سے سوئے جناں
ان کو اپنے ساتھ لے کر صاحبِ کوثر چلے

اے فریدی ایسے محسن پر فدا جان و جگر
علم وعرفاں کے گہر وہ قوم کو دے کر چلے

مسقط عمان

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

محمد اشفاق احمد مصباحی۔ کیرلا

بھول بیٹھا تھا قمر کو روئے زیبا دیکھ کر
اے حسن منظر قدیری تیرا چہرہ دیکھ کر
بلبل نغمہ سرا یہ کہہ رہا تھا شوق سے
حسن گل بھی مضمحل ہے تیرا جلوہ دیکھ کر
رونق بزم فقاہت منبع علم وادب
کہہ اٹھے اہل سنن منظر کا رتبہ دیکھ کر
آپ کی تصنیف کو ،تحقیق کو،تقریر کو
ورطۂ حیرت میں گم ہے پوری دنیا دیکھ کر
فیض پائے گا زمانہ آپ کی تصنیف سے
تشنہ لب آتے رہینگے موج دریا دیکھ کر
اے حسن کردیں دعا بہر رسول مجتبی
حامد خستہ بھی آئے شہر طیبہ دیکھ کر

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

مفتی شہنواز احمد شفق مصباحی

آسمان علم کا روشن ستارہ آپ ہیں
شاہراہِ فضل کا بے شک منارہ آپ ہیں

آپ کا خلق حسن ضرب المثل ہے بالیقیں
دکھ کے ماروں کا حسن منظر سہارا آپ ہیں

مسلک احمد رضا کا پاسبان وترجمان
مصطفیٰ مفتی اعظم کا دلارا آپ ہیں

مشرباً گرچہ قدیری آپ ظاہر میں رہے
دل سے لیکن ہر گھڑی رضوی خدارا آپ ہیں

ہے نہیں ظاہر میں ممکن جس کی بھر پائی کبھی
موت سے جس کی ہوا ہے وہ خسارہ آپ ہیں

حسن صورت حسن سیرت آپ میں ہے موجزن
بحر خوباں جس کا نہ پیدا کنارہ آپ ہیں

دیکھ کر ہی ہار بیٹھا جس کو دل اپنا شفقؔ
اے حسن منظر قدیری وہ نظارہ آپ ہیں

نوری دارالافتاء وخطیب وامام رضا مسجد، ممبرا

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

عبدالحکیم نوری، ناطق مصباحی

علم وفن کے مقتدی مفتی حسن منظر گئے
سالکوں کے مہتدی مفتی حسن منظر گئے

ظاہر وباطن میں یکساں رہ رو راہ جناں
جس پہ عرفا ہیں فدا مفتی حسن منظر گئے

حق پسند حق جو وحق کے پاسباں مرد خدا
اہل حق نے دی صدا مفتی حسن منظر گئے

روز وشب تحقیق کے دریا میں غوطہ زن رہے
رہبروں کے پیشوا مفتی حسن منظر گئے

فارسی ،اردو وانگلش میں ادیب خوش بیاں
ناقدوں کے رہنما مفتی حسن منظر گئے

مذہب حنفی کے جلووں کی بہاروں پر نثار
بوحنیفہ کی ضیاء مفتی حسن منظر گئے

چشم ناطق جاری ساری ہوگئی افسوس سے
مرد حق مردصفا مفتی حسن منظر گئے

گورکھپوری

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنزالدقائق علیہ الرحمہ]

محمد شمیم راحت برکاتی امانی

جناب حضرت مفتی حسن منظر قدیری کا
تعارف غیر ممکن ہے بہت ہر دل عزیزی کا

تھے معقولات کے ماہر تو منقولات میں کامل
ملکہ خوب تھا ان میں فن وعلم اصولی کا

تھی تہذیب وتمدن منعکس کردار سے ان کے
ادب تھا ناز پروران کے ہر حسن خلیقی کا

رہے ثابت قدم وہ سنیت اور حنفیت پہ بس
قلم قائل تھا ان کا ہر گھڑی رضوی اسیری کا

عطا رب نے کیا تھا ان کو تخت وتاج زریں خود
سبھی نثر ادب، صنف سخن کی تاجداری کا

فقیہانہ تخیل اور بصیرت اجتہادی تھی
زمانہ حال میں رکھتے تھے رتبہ ایک قاضی کا

کتب بینی قلمکاری پڑی تھی ان کی گھٹی میں
ید طولیٰ ملا تھا ان کو ہر فتویٰ نویسی کا

مروج درسگاہوں کی زبانیں ان کو ازبر تھیں
ادب رکھتے زباں داں تھے سدا ذات ادیبی کا

فقیہان شرع کا پاس رکھنا ہر گھڑی ان کا
ہے کافی یہ ثبوت ان کی بہت شان رفیعی کا

ملک پورو بجرڈیہہ میں تھا اکثر ملتا جو راحت
رہا ہے سالوں رشتہ ان سے میرا یوں قریبی کا

جماعت عالموں کی کررہی ہے پیش جو نمبر
سمجھئے ہے سبب عقبی میں ان کی خوش نصیبی کا

جہانگیر وجناب احمد ومسعود کا نمبر
ہے ''المختار ،،سہ ماہی مرقع دلفریبی کا

مادھے پور، کٹیہار۔ بہار

☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

گانگی التوفی ۷؍جنوری ۲۰۲۲ء

محمد نور قطب عالم رضوی نور

ادیبِ شہیر تھے نبھاکے چلے ہیں
وہ بحرِ علوم تھے دکھاکے چلے ہیں
کہا ں وہ ملیں گے کہ ویراں ہے دنیا
خلائیں جہاں میں بنا کے چلے ہیں
دل اضطراب میں تحبّس ہے ان کی
فضا وَں میں ہلچل مچاکے چلے ہیں
چمکتا رہے گا سدا علم ان کا
مدرسے کو زینت بنا کے چلے ہیں
شرافت میں اعلیٰ نفاست میں رُتبہ
زمانے میں سکّہ چلا کے چلے ہیں
سبھی علم و فن کے معلم مفکر
قلم پر حکومت بنا کے چلے ہیں
فصاحت میں ان کو بڑی دسترس تھی
بلاغت میں تشبیہ بتا کے چلے ہیں
دیارِ شرف میں اب مسکن ہے ان کا
جہاں اپنی قسمت بنا کے چلے ہیں
چمکتا رہے نورؔ باغِ سخن میں
یہی وہ کرامت دکھا کے چلے ہیں

چوڑاکٹی ۸؍جنوری ۲۰۲۲ء

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

مولانا سرفراز احمد تحسینی خطیبی

مقام ومرتبہ میں تھے جدا مفتی حسن منظر
نبی کے دین کے تھے پیشوا مفتی حسن منظر

رہیں گے آپ یونہی زندہ دل میں اہلسنت کے
کہ تھی زندہ دلی سب سے جدا مفتی حسن منظر

ہزاروں عالم وفاضل نے پائی روشنی تم سے
کمال وفضل کا تم ہو دیا مفتی حسن منظر

بیک وقت آپ شاعر بھی ادیب وناقد بے مثل
جدا تھی آپ کی طرز ادا مفتی حسن منظر

نگاہ مفتی اعظم سے کچھ ایسا پیا تونے
زمانہ ہوگیا شیدا تیرا مفتی حسن منظر

کیا فکر رضا کو عام ہر جانب بہر صورت
تھا رشتہ اعلیٰ حضرت سے جڑا مفتی حسن منظر

صف باطل کو سیف حق سے یوں نابود کرتے تھے
یوں لگتا آپ ہیں کلک رضا مفتی حسن منظر

اُدھر آذان جمعہ ہورہی تھی اور اِدھر شاہا
تمہیں آئی طفیل رب قضا مفتی حسن منظر

میرا ایمان کہتا ہے لحد میں دیکھ کے تم کو
فرشتے بھی کہیں گے مرحبا مفتی حسن منظر

عقیدت میں ملا تحفہ شرف الدین سے تحفہ تم کو
یہاں پر بن گیا روضہ ترا مفتی حسن منظر

یگانہ زندگی ان کی خطیبی عشق سرور تھی
انہیں بے کساں پر تھے فدا مفتی حسن منظر

خطیب وامام نوری، جامع مسجد، دھنبورہ ہاٹ

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

محمد وسیم اختر رضوی نعیمی

علومِ دین کے نیّر حسن منظر قدیری ہیں
جہانِ عشق کے رہبر حسن منظر قدیری ہیں

جہانِ درس وافتاء کی بلندی پر ہمیشہ جو
رہے مسند نشیں بن کر حسن منظر قدیری ہیں

محقق بھی مدقق بھی، مناظر اور مدرس بھی
یوں ہر اک دل میں ہی برتر حسن منظر قدیری ہیں

کیا ہے مفتی اعظم سے جس نے اکتسابِ فیض
تبھی تو مرشد ورہبر حسن منظری قدیری ہیں

اساطین وافاضل بھی تھے ان کی ذات پر نازاں
فدا ہم عصر تھے جن پر حسن منظر قدیری ہیں

ہمیشہ سادگی سے زندگی جس نے گذاری ہے
وہی تو عاشقِ سرور حسن منظر قدیری ہیں

چلے وہ دارِفانی چھوڑ کر سوئے جناں دیکھو
ہے جن کا خلد میں بستر حسن منظر قدیری ہیں

وہ جن کی موت پر صدمے ہیں آتا ہے نظر عالَم
یقیں ہے یہ وسیم اختر حسن منظر قدیری ہیں

سوریگاؤں، بائسی بازار، پورنیہ، بہار

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

صابر پروانہ کشن گنج

بیاں میں کیا کروں رتبہ حسن منظر قدیری کا
جہاں میں ہوتا ہے چرچا حسن منظر قدیری کا

لٹا یا علم کا گو ہر کھلا یا دین کا گلشن
نہ ہو کیوں ہر طرف شوہرہ حسن منظر قدیری کا

وہ اپنے ہوں یا بیگانے سبھی تعظیم کرتے تھے
یقیناً دیکھ کر تقوی حسن منظر قدیری کا

دیوانہ آتے ہیں در پر سلامی کے لئے ہر دم
ہے ایسا پر ضیا روضہ حسن منظر قدیری کا

فراق حضرت والا میں اب جینا ہوا دو بھر
یہی بس کہتے ہیں شیدا حسن منظر قدیری کا

سبھی کی یہ دعا ہے کہ لحد ہو نور سے معمور
اے میرے مالک و مولی حسن منظر قدیری کا

طفیل مفتی اعظم خدارا صابری کو بھی
عطا کر دینا تو صدقہ حسن منظر قدیری کا

☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

عبد العلیم علمی

وہ پیکر حسن وجمال علم وفن میں باکمال
وہ حسن ہے خوب تر اورمنظر بے مثال

ان کی سیرت ۔الحدیث ان کی عادت خوش خصال
گفتگو میں وہ میٹھا س جن کی نہیں کوئی مثال

شاعری ان کی سرشت تھی سرشت میں تھی شاعری
شخص وعکس دیکھئے مل جائیگی کتنی مثال

نازش اردوادب ماہر عربی ادب
وہ نہیں تشنہ علوم کوئی کہاں ایسی مثال

تھے وہ مفتی باصواب فقہی تھے وہ لاجواب
منطق تھے ۔''الحساب''اس میں نہیں کوئی مثال

شان جلالت منفرد شان خطابت الفرید
خلق احسن المزید وہ تھے ممتاز المثال

عالمانہ شان تھی شاعرانہ تھا مزاج
فلسفیانہ فکر تھی وہ تصور المثال

تھے وہ ادیب وشہیرکون تھے ان کی مثیل
اپنے خود تھے وہ عدیل عدل میں خود مثال

درس تدریس مشغلہ ۔وعظ وتذکیر سلسلہ
شاعری پرحوصلہ جس میں وہ کمال المثال

ہم عصر وہ میرے تھے عمر میں ہم سے چھوٹے تھے
علم وعمل بے بدل تھے وہ ضرب المثال

ہاتف غیبی کہا لکھدو اب تم سنہ وصال
فی البدیہہ علمی کہا اظہر قدیر المثال

حسن منظر نام ہے اور نسبت القدیر
القدیری نسبتی ہے یہ عظمت المثال ۲۰۲۲ء خلد بریں

ان کا قیام جن کا ہے اپنا مقام
رہنا ہے شمس دوام اس میں نہیں ۲۰۲۲ء کوئی مثال

۱۴۴۳ھ

☆☆☆☆☆

[منقبت درشان کنز الدقائق علیہ الرحمہ]

افسوس اہل سنت والجماعت کی عبقری شخصیت،کہنہ مشق مفتی، شاندار ادیب، جید نثر نگار، معروف نقاد، فقیہ العصر کنز الدقائق مجمع البحرین، صاحب تصانیف کثیرہ بقیۃ السلف، آبروئے بہار و بنگال، استاذ الاساتذہ، عارف باللہ عاشق رسول اللہ حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ گانگی کشن گنج بہار آج اس جہان فانی کو الوداع کہہ کر ہمیں داغ مفارقت دے گئے

تاریخ وفات _ جمادی الثانی ھ بمطابق جنوری بروز جمعۃ المبارکہ وقت: دوپہر

محمد جسیم اکرم مرکزی

عطائے کبریا حضرت حسن منظر قدیری تھے
فدائے مصطفیٰ حضرت حسن منظر قدیری تھے

وہ تھے کنز دقائق بحر الرائق مفتی دیں اور
بتاؤں کیا سے کیا حضرت حسن منظر قدیری تھے

طہارت زہد و تقوی میں کوئی ثانی نہیں ان کا
بڑے ہی باخدا حضرت حسن منظر قدیری تھے

گلستان سخن شاداب تھا جن کے تصدق وہ
بہار جانفزا حضرت حسن منظر قدیری تھے

زمانہ ان کی خدمت پر کرے گا رشک محشر میں
اک ایسے رہنما حضرت حسن منظر قدیری تھے

بھلا وہ کیسے چپ رہتے نبی کی سن کے گستاخی
غلام مجتبی حضرت حسن منظر قدیری تھے

وہ شاعر تھے مدرس تھے محقق اور مفکر تھے
ہمارے پیشوا حضرت حسن منظر قدیری تھے

سنا کرتے تھے جو درد نہاں ہم بے سہاروں کے
وہ مشفق بے ریا حضرت حسن منظر قدیری تھے

غریبوں اور فقیروں کے دل بیمار کی خاطر
انوکھی اک دوا حضرت حسن منظر قدیری تھے

بتاؤں کیا تمہیں وہ اپنی حالت جب مرے دل نے
یہ سن کر رو دیا حضرت حسن منظر قدیری تھے

جہاں پر عقل بھی جانے سے قاصر ہے جسیم اکرم
ہاں جلوہ نما حضرت حسن منظر قدیری تھے

☆☆☆☆☆

پانچواں باب: اخباری تراشے و عکس نوادرات

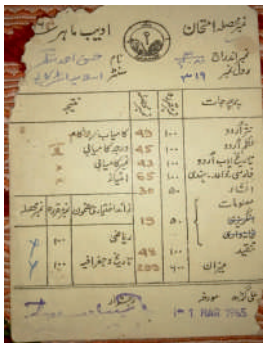

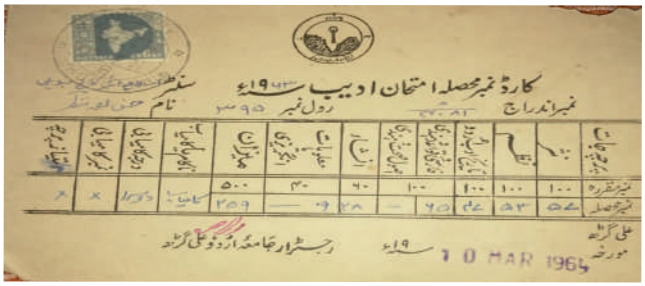

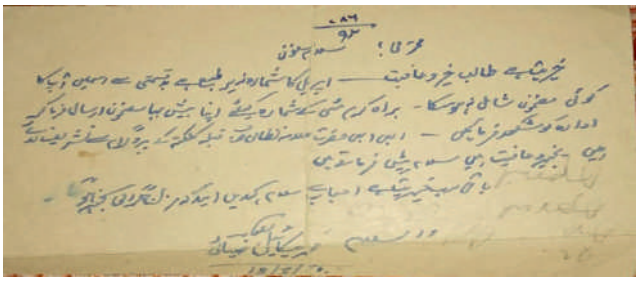

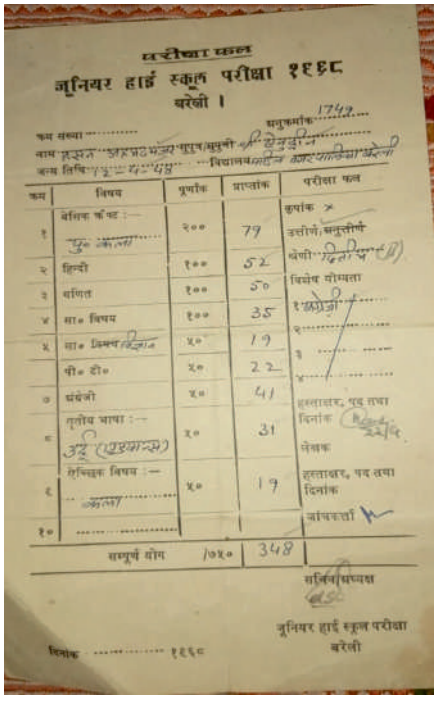

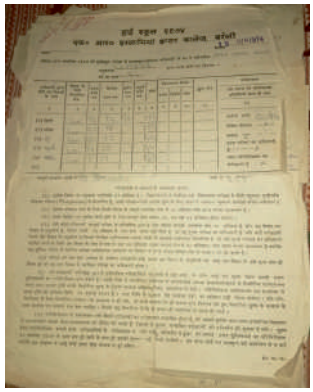

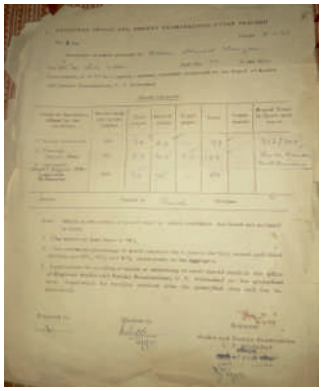

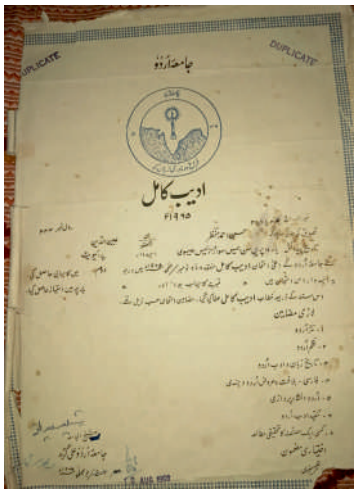
DUPLICATE

جامعہ اردو

ادیب کامل

۱۹۶۵

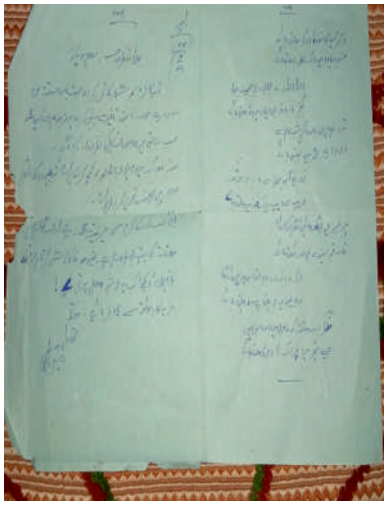

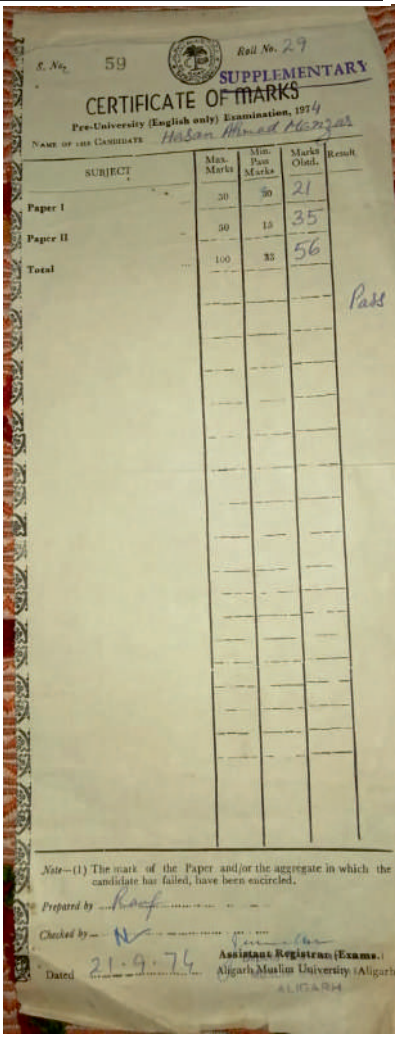
S. No. 59

Roll No. 29

SUPPLEMENTARY

CERTIFICATE OF MARKS

Pre-University (English only) Examination, 1974

NAME OF THE CANDIDATE Hasan Ahmad Manzar

SUBJECT	Max. Marks	Min. Pass Marks	Marks Obtd.	Result
Paper I	50	20	21	
Paper II	50	15	35	
Total	100	35	56	Pass

Note—(1) The mark of the Paper and/or the aggregate in which the candidate has failed, have been encircled.

Prepared by ... Kaif

Checked by — N

Dated 21.9.74

Assistant Registrar (Exams.)
Aligarh Muslim University (Aligarh)

ALIGARH

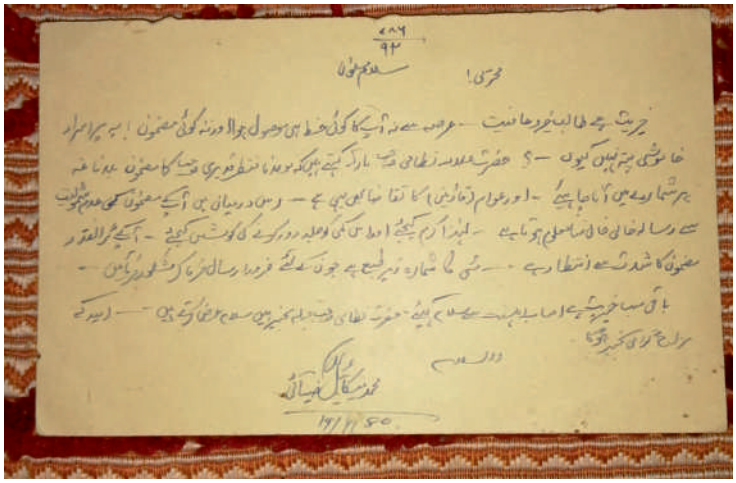
۲۸۶/۹۲

محترمی!

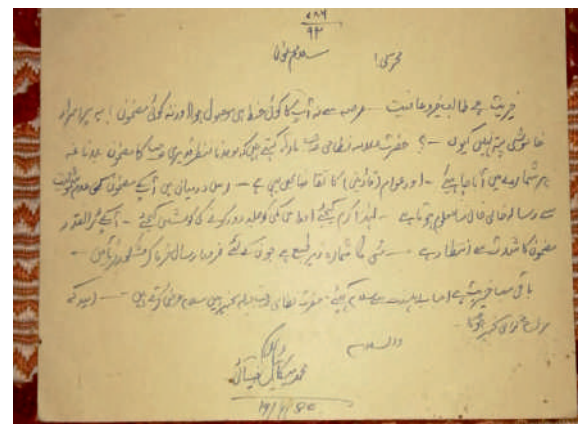
۲۸۹/۹۲

محترمی!

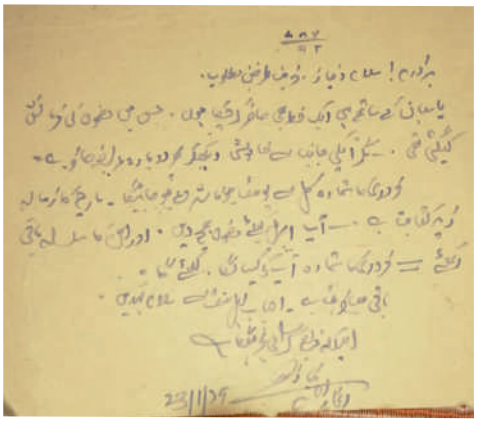
۲۸۷/۹۲

TAJUSH SHARIYA NATIONAL SEMINAR
"TAJUSH SHARIYA LIFE & WORK"
Certificate of Participation and Presentation

मंत्रिमंडल सचिवालय विभाग, बिहार सरकार
उर्दू निदेशालय
محکمہ کابینہ سکرٹریٹ حکومت بہار
اردو ڈائرکٹوریٹ
प्रमाण-पत्र

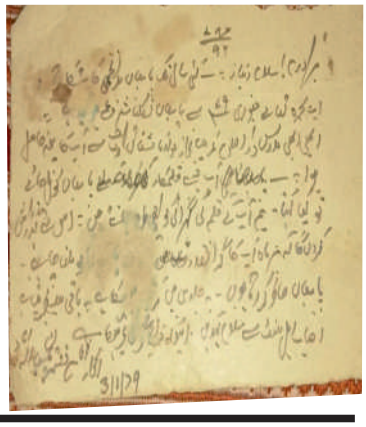

वार्षिक पारितोषिक समारोह 2003
स्व0 सय्यद आलम एवं नईम उद्दीन अहमद
बेसोरियत एजुकेशनल अवार्ड 2003
बहादुरगंज (किशनगंज)
सम्मान-पत्र

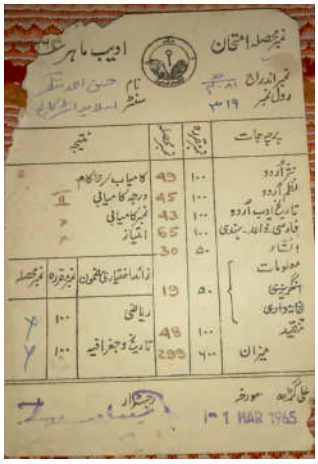
منشی امتحان
ادیب ماہر
نام
سنٹر
رول نمبر
۳۱۹
پرچہ جات
نتیجہ
نثر اردو ۱۰۰ ۴۵ کامیاب/ناکام
نظم اردو ۱۰۰ ۴۵ درجہ کامیابی
تاریخ ادب اردو ۱۰۰ ۴۳ ثبوت کامیابی
فارسی زبان و انشاء ۱۰۰ ۶۵ امتیاز
معلومات ۵۰ ۳۰
انگریزی ۵۰ ۱۹ زائد اختیاری مضمون
فائنڈوری
تنقید ۱۰۰ ریاضی
میزان ۶۰۰ ۴۸ تاریخ و جغرافیہ ۲۹۵
علی گڑھ مورخہ
1 MAR 1965

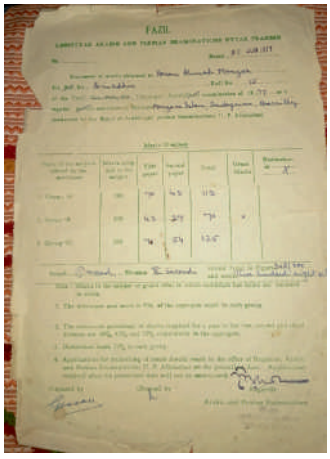
FAZIL

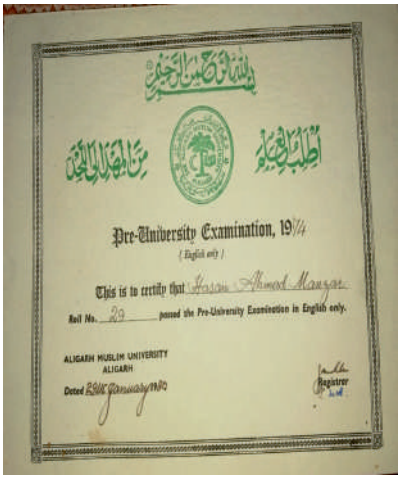
بسم اللہ الرحمن الرحیم
اطلب العلم من المھد الی اللحد
Pre-University Examination, 19⅞
(English only)
This is to certify that Hasan Ahmad Maugvi
Roll No. 29 passed the Pre-University Examination in English only.
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH
Dated 28th January 1980
Registrar

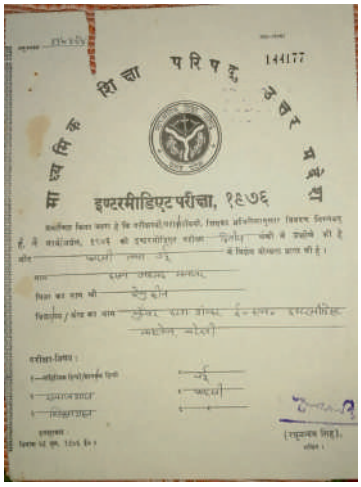
144177
परीक्षा परिषद उत्तर प्रदेश
इण्टरमीडिएट परीक्षा, १९७६

جامعہ اردو
سکارڈ نمبر
ادیب کامل ۱۹۷۵ء
اندراج نمبر
رول نمبر
۲۲۲
پرچہ جات
نتیجہ
نثر اردو ۱۰۰ ۷۵ کامیاب/ناکام
نظم اردو ۱۰۰ ۷۲ درجہ کامیابی دوم
تاریخ زبان و ادب اردو ۱۰۰ ۷۲ امتیاز
فارسی زبان و انشاء ۱۰۰ ۵۳
۵۵ ۱۰۰
تنقید ۱۰۰ ۳۲
تحقیقی مطالعہ ۱۰۰ ۳۵
میزان ۷۰۰ ۳۷۸
نوٹ:
۱۹۷۶ء

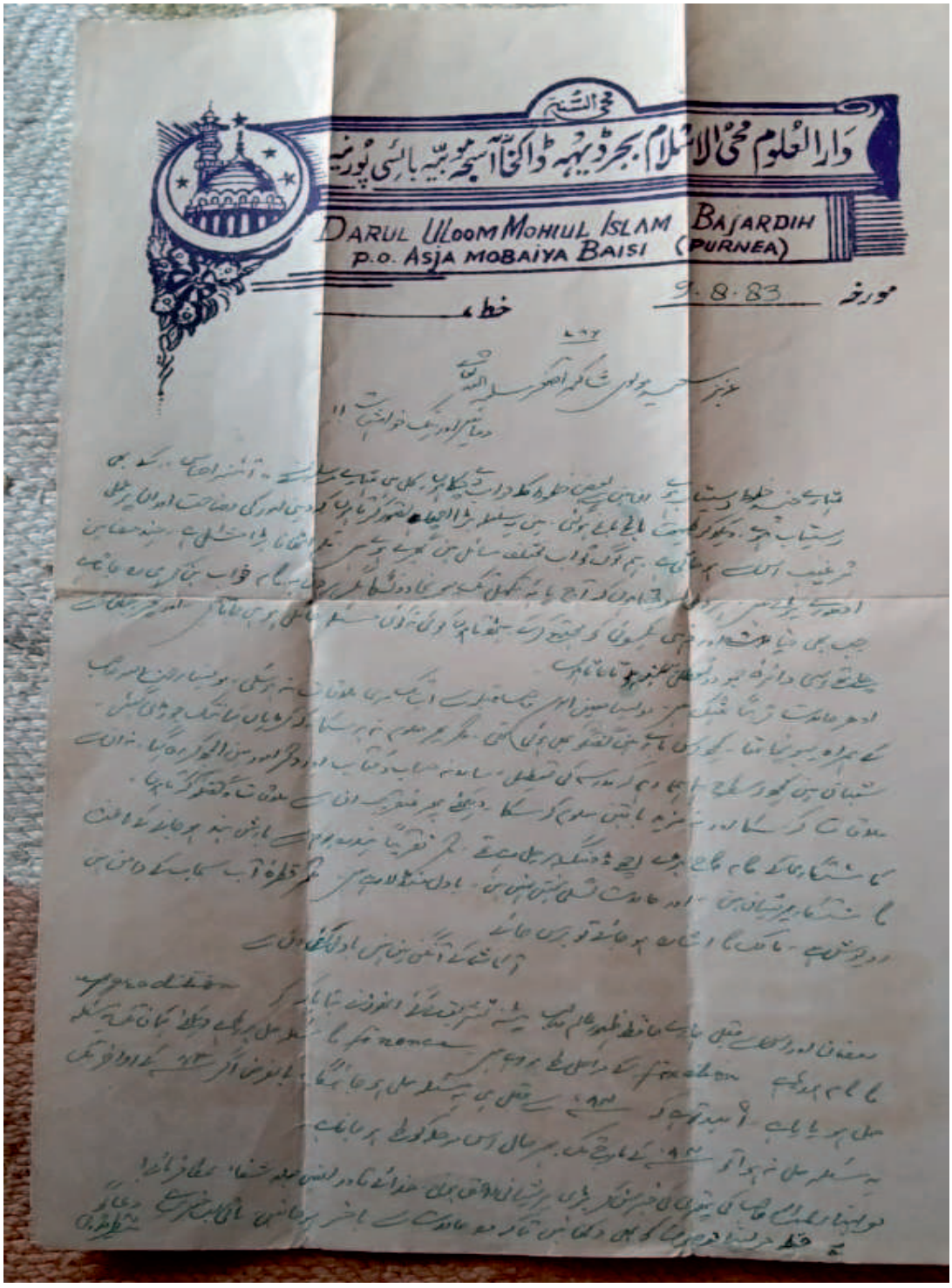

دار العلوم محی الاسلام بجرڈیہہ ڈاکخانہ آسجہ موبیہ بائسی پورنیہ

DARUL ULOOM MOHIUL ISLAM BAJARDIH
P.O. ASJA MOBAIYA BAISI (PURNEA)

مورخہ 9.8.83

خط

مخدومی مکرمی مولانا حکیم اصغر سلمہ اللہ تعالیٰ

دعا کے بعد عرض خدمت ہے

آپ کا خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ آپ کی تکلیف کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ آپ کی تکلیف کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔

Prediction

Freedom

Tolerance

مفتی حسن منظر قدیری کا انتقال ملت اسلامیہ کا بڑا خسارہ

عرصہ تک دار العلوم کنز الاسلام کلیان میں بحیثیت صدر مفتی خدمات انجام دیتے رہے۔ وفات کے بعد جامعہ رضویہ کلیان میں شیخ الحدیث والصدر مفتی کی حیثیت سے علم وعرفان کا چشمہ بہاتے رہے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ القاوی یعنی کشن گنجوی نے بتایا کہ حضرت مفتی صاحب تقریباً ایک درجن کتابوں کے مصنف تھے شاعر بھی تھے تخلص تھے۔ پچھلی چند دنوں سے طبیعت متاثر چل رہی تھی 7 جنوری 2022 کو یہ علم وعرفان کا ماہ کامل روپوش ہوگیا جس سے پورا علمی حلقہ سوگوار ہے۔ بہار گنج کی زمین اپنے ایک عظیم علمی شخصیت سے محروم ہوگئی۔ اطلاع کے مطابق 8 جنوری بروز سنیچر گنج کے 10 بجے کاغی بہار گنج کشن گنج کے قدیم قبرستان میں ان کا جنازہ ہوگا امید ہے پورے خاک کئے جائیں گے۔

کشن گنج 7 جنوری (مشرقی نیوز سروس ۔سیل گوڑی بیورو) بہار سیما چل کشن گنج کی قد آور شخصیت کنز الدقائق ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری صاحب بھوجی کی نماز جنازہ دوپہر بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ حضرت مفتی صاحب کاغی بہار گنج کشن گنج کے تھے۔ ایک

الجامعۃ الرضویہ ALJAMIATIL RIZVIA
مدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ MADARSA ISLAMIYA YATEEM KHANA

Email. madarsa.islamiya.yatimkhana.trust@gmail.com

Ref. Date

آہ! علم وادب کا ایک اور ستارہ غروب ہوگیا

سانحہ ارتحال

نہایت ہی رنجیدہ وخاطر ہو کر یہ غم نما خبر نشر کی جارہی ہے کہ جلالت، جسامت کی معتبر شخصیت، کہنہ مشق مفتی شاعر، ادیب، جید مفکر، معروف نقاد، کنز الدقائق، بحر الجواہر، صاحب تصانیف کثیرہ، دقیقہ اسلاف، آبروئے بہار وبنگال، استاذ الاساتذہ، فقیہ العصر، حضرت علامہ مفتی محمد حسن منظر قدیری صاحب علیہ الرحمہ (کاغی گنج کشن گنج بہار) شیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ کلیان مہاراشٹرا

آج اس جہان فانی کو الوداع کہکر ہم سبھوں کو داغ مفارقت دے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ کریم مرحوم مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے جملہ پسماندگان، اعزا واقربا، جملہ معتقدین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

(نوٹ: بسال کا وقت 7/جنوری ,2022/بروز جمعہ، بوقت دوپہر 12:45

ان شاء اللہ نماز جنازہ بروز سنیچر ۱۰ بجے ادا کی جائے گی

شریک غم:۔

محمد مسعود رضا قادری

محمد جہانگیر اشرف رضوی

محمد انور رضا اللہ

جملہ اساتذہ کرام وطلبہ کرام جامعہ ھذا

Managed By
AL-JAMIATUL-RIZVIA / MADRASA ISLAMIA YATEEM KHANA

Mob. : 9455282234 - 09956678674 - 7860236779 Regd. : 501

دار العلوم انوار مصطفیٰ، رمضان نگر
تیلی باغ، لکھنؤ۔ یوپی

Darul Uloom Anwar-e-Mustafa, Ramzan Nagar, Telibagh, Lucknow. (U.P.)

Ref. Date 07/01/2022

جہان علم وادب یتیم ہوگیا

لو آج گر گیا وہ شجر علم کا اے دوست :- سایہ تھا جس کی شاخوں کا علمی جہان پر

جہان علم وادب کی شاہراہیں سنسان ہو گئیں، ایوان قلم وقرطاس کی انجمنوں کی رونقیں معدوم ہو گئیں، ارباب فقہ واقتاء کی محفلوں میں سناٹا چھا گیا، نقد ونظر کے گلستان جو لہلہا رہے تھے، اچانک خزاں رسیدہ ہو گئے، باد بہاری نے خموں کا لباس زیب تن کر لیا، فکر وفن کے پرندوں کی پرواز یں تھم کی گئیں، کیونکہ حادثہ ہی کچھ ایسا واقع ہوا، یعنی، آج کنز الدقائق صاحب تصانیف کثیرہ، ہزاروں علماء اسلام کے استاذ ومربی حضرت علامہ

الشاہ مفتی حسن منظر قدیری

(علیہ الرحمہ) اب ہمارے درمیان نہ رہے اور ہم سبھوں کو داغ مفارقت دے کر مالک حقیقی سے جا ملے، (انا للہ وانا الیہ راجعون) اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقے آپ کے درجات بلند فرمائے اور امت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، اس غم کی گھڑی میں ہم بھی ارکان واساتذہ دار العلوم انوار مصطفیٰ تیلی باغ لکھنؤ آپ کے اہل خانہ کے غم میں برابر شریک ہیں اور تعزیت پیش کرتے ہیں،

شریک غم
غلام آسی مونس پرنوی
وجملہ ارکان واساتذہ وطلباء دار العلوم انوار مصطفیٰ

دار العلوم انوار مصطفیٰ
رمضان نگر تیلی باغ لکھنؤ یوپی

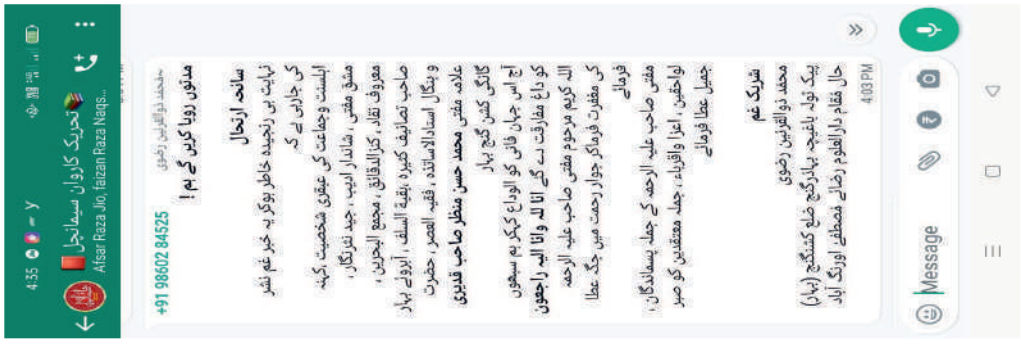
تحریک کاروان سیمانچل
Afsar Raza Jio, faizan Raza Naqs...
4:03 PM
Message
+91 98602 84525
مذکور رویا کریں گے ہم!
سانحہ ارتحال
نہایت ہی رنجیدہ خاطر ہو کر یہ خبر غم نشر
کی جارہی ہے کہ
ایسنت وجماعت کی عبقری شخصیت، کہنہ
مشق مفتی، شاندار ادیب، جید نثر نگار،
معروف نقاد، کنز الدقائق، مجمع البحرین،
صاحب تصانیف کثیرہ، بقیۃ السلف، آبروئے بہار
و بنگال استاذ الاساتذہ، فقیہ العصر، حضرت
علامہ مفتی محمد حسن منظر صاحب قدیری
کاغی گنج بہار
آج اس جہان فانی کو الوداع کہکر ہم سبھوں
کو داغ مفارقت دے گئے انا للہ وانا الیہ راجعون
اللہ کریم مرحوم مفتی صاحب علیہ الرحمہ
کی مغفرت فرماکر جوار رحمت میں جگہ عطا
فرمائے
مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے جملہ پسماندگان،
لواحقین، اعزا واقرباء، جملہ معتقدین کو صبر
جمیل عطا فرمائے
شریک غم
محمد ذوالقرنین رضوی
بیک تولہ باغیچہ بہار گنج ضلع کشنگنج (بہار)
حال مقام دار العلوم رضائے مصطفیٰ اورنگ آباد

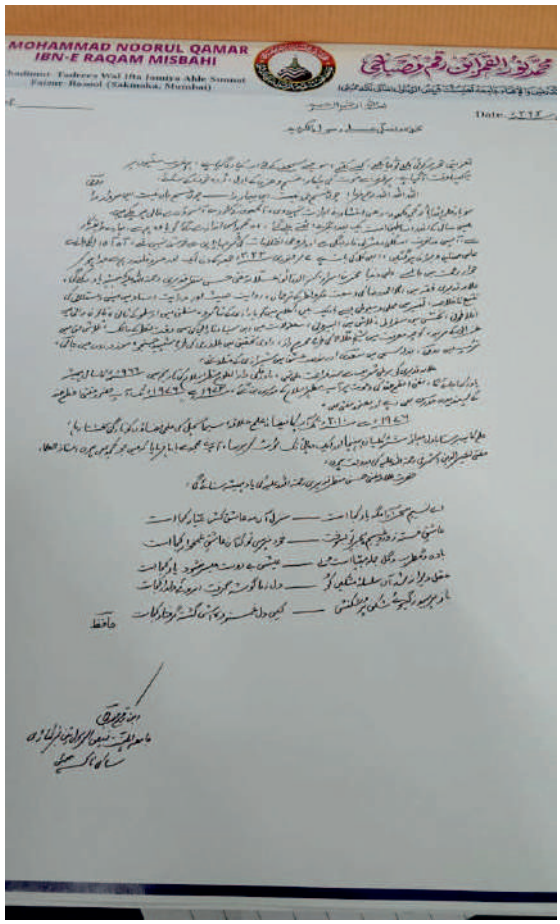
MOHAMMAD NOORUL QAMAR
IBN-E RAQAM MISBAHI

محمد نور القمر ابن رقم مصباحی

Date: ۲۰۲۲

الجامعۃ الرضویہ
ALJAMIATIL RIZVIA
مدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ
MADARSA ISLAMIYA YATEEM KHANA

Indra Nagar, Ambarnath Road, Waichuny, Kalyan, Thane Maharashtra Cont. 9323737659

Regd. No. M/K/Thane

Raza nagar, Bail Bazar, Valipeer Road, Kalyan, Thane Maharashtra Cont. 9322329875

Email. madarsa.islamiya.yatimkhana.trust@gmail.com

محفل تعزیت و ایصال ثواب

بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، ادیب شہیر، مبلغ بے نظیر، پیکر شعر و سخن، مخزن علم و فن، استاذ زمن، ماہر نقد و نظر، فقیہ عصر، حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہمہ جہت شخصیت متاج تعریف نہیں۔ تقریباً نصف صدی پر مشتمل آپ کی تدریسی تحریری، تبلیغی اور دینی خدمات کا ایک جہان معترف ہے۔

یقیناً حضرت کی رحلت دنیائے سنیت کیلئے نا قابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ رب العزت آپ کی درجات میں بلندی مراتب میں ترقی اور جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

الجامعۃ الرضویہ کلیان کے زیر اہتمام ایصال ثواب اور تعزیت کی محفل رکھی گئی ہے۔ لہٰذا حضرت کے تمام عقیدت مندوں اور شاگردوں سے شرکت کی درخواست ہے۔

تفصیل پروگرام:-

موریخہ: ۹ جنوری ۲۰۲۲ء مطابق ۵ جمادی الآخر روز اتوار بوقت ۹ بجے صبح قرآن خوانی و کلمہ خوانی، بعدہ نعت و مناقب و تقاریر علمائے کرام و قبل شریف۔

بمقام: الزہری ہال، جامعہ ہذا کلیان ممبئی مہاراشٹرا

نوٹ: ان شاء اللہ! حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے عرس و چہلم کے موقع سے آپ کی حیات و خدمات پر مشتمل مجلہ "المختار کلیان" کا خصوصی شمارہ شائع کیا جائیگا۔

لہٰذا ارباب فکر و دانش اور اصحاب قلم و قرطاس اپنے گراں قدر مقالات ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

عرض گزاراں: مفتی مبشر ازہر مصباحی، مفتی عبدالودود سبحانی، مولانا احمد رضا احمد، مولانا محمد مسعود رضا قادری

مولانا جہانگیر اشرف رضوی و جملہ اساتذہ جامعہ ہذا

Managed By:
AL-JAMIATUL-RIZVIA / MADRASA ISLAMIA YATEEM KHANA
Behind Desai Shopping Centre, Raza Nagar, Bail Bazar Valipeer Road, Kalyan, Maharashtra
Mob. No. 9699626706 / 9699316705

نماز جنازہ کنز الدقائق حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ

اللہ اکبر مفتی قدیری صاحب علیہ الرحمہ سوے آرامگاہ

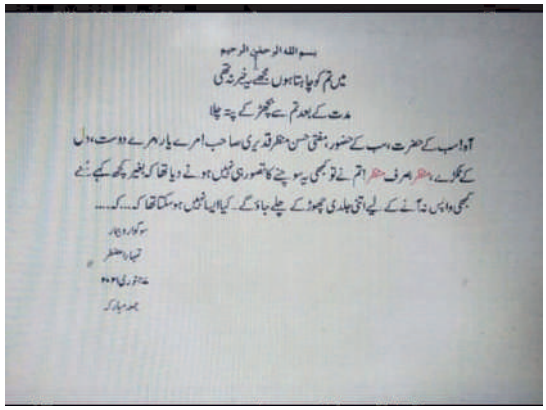
بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں تم کو چاہتا ہوں مجھے یہ خبر نہ تھی
مدت کے بعد تم سے بچھڑ کے پتہ چلا

آداب کے حضرت، آپ کے حضور، مفتی حسن منظر قدیری صاحب امر ہے یار امر ہے دوست، دل کے نگلے، ہاتھ، صرف ہاتھ، ہم نے تو کبھی یہ سوچنے کا تصور ہی نہیں ہونے دیا تھا کہ بغیر کچھ کہے سنے کبھی واپس نہ آنے کے لیے اتنی جلدی چھوڑ کے چلے جاؤ گے۔ کیا ایسا ممکن ہو سکتا تھا کہ۔۔۔ کہ۔۔۔۔

4:37
سیمانچل
H, H, H.Azad , H.Mazhar, H.Shami...
ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری صاحب(گانگی، کشن گنج، بہار) کا ابھی انتقال ہو گیا
اللہ کریم حضرت قدیری صاحب کو غریق رحمت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین!!
منظر محسن
7/ جنوری 2022، بروز جمعہ، بوقت دو پہر 1:30
2:04 PM
+91 80065 25920 ~nawazishmarkazi3381...
Date : 07 / January / 2022
انتقال پُر ملال
استاذ الاساتذہ بقیۃ السلف حضرت علامہ و مولانا مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث جامعہ نوریہ گلشن زہرا ، سیرامپور ، ضلع اتر دیناج پور ، ویسٹ بنگال ، کا آج بروز جمعہ ۱۲ بجکر ۴۵ منٹ پر انتقال ہو گیا ،
جملہ اہل سنت و جماعت سے گذارش ہے کہ ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں ۔
از: محمد نوازش رضا مرکزی
2:10 PM
Message

4:37
سیمانچل
H, H, H.Azad , H.Mazhar, H.Shami...
Forwarded
آہ اہلسنت والجماعت کا ایک اور ستارہ غروب ہو گیا حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری کا ابھی انتقال ہو گیا
1:54 PM
+91 78028 15786 ~غزالی صدیقی
انا للہ و انا الیہ رٰجعون
1:54 PM
+91 99318 08262 ~محمدصابررضامصباحی جامعہ
انا للہ و انا الیہ راجعون
ادیب شہیر وکنزالدقائق حضور مفتی حسن منظر قدیری علیہ الرحمہ سابق مدرس ومفتی دارالعلوم محی الاسلام بجرڈیہ بانسی ابھی بروز جمعہ مبارکہ 12/بجکر 45 منٹ پر وصال فرما گئے،
ان شاءاللہ نماز جنازہ بروز سنیچر ادا ہوگی
از محمدصابررضامصباحی
Message

4:36
سیمانچل
H, H, H.Azad , H.Mazhar, H.Shami...
+91 8340 672 112 ~M J Rashidi
3:28 PM
انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ حضرت مفتی صاحب قبلہ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے آمین
+91 99343 41786 ~Sibghatullah Misbahi
3:28 PM
کنز الدقائق حضرت مفتی حسن منظر قدیری رحمۃ اللہ علیہ جماعت اہلسنت کے ایک نامور، بلند مقام، خوش طبع،صاف گو مدقق تھے۔
ان کی ذات اہلسنت والجماعت کی عظیم سرمایہ تھی،آپ کی ذات سے خلق کثیر کو نفع پہنچا،کثیرتعدادمیں علماء آپ کے شاگردوں میں ہیں،خیرالناس من ینفع الناس نمونہ حیات رہا۔
یقینا آپ کا فقدان اہلسنت والجماعت کا عظیم خسارہ ہے،لیکن قضاء الٰہی پر حق ہے،بلکہ صالحین کے لئے رہنمائے حیات اخروی ہے۔
نکل جانے دم انکی الفت میں آسی
سوا اس کے اب کچھ تمنا نہیں ہے۔
آسی اسی حسرت میں مرے اور جیے ہم
بے پردہ نظارہ ہو کبھی دیدۂ سر سے۔
اللہ رب العزت انکے دیرینہ خدمات اور تابندہ نقوش کو ذریعہ نجات بناے۔آمین یاسفاکان ومقربین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین ۔
شریک غم
صبغۃ اللہ
Message

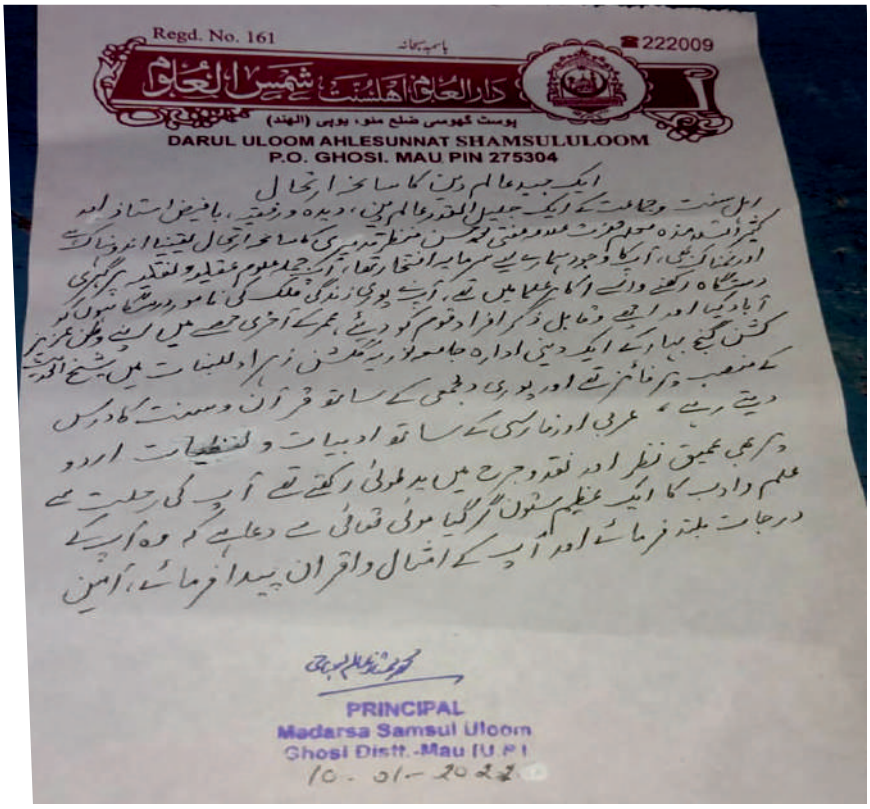

Regd. No. 161 ☎222009

دار العلوم اہلسنت شمس العلوم

پوسٹ گھوسی ضلع مئو، یوپی (الہند)

DARUL ULOOM AHLESUNNAT SHAMSULULOOM
P.O. GHOSI. MAU PIN 275304

ایک جید عالم دین کا سانحہ ارتحال

اہل سنت وجماعت کے ایک جلیل القدر عالم دین، دیدہ ور فقیہ، بافیض استاذ العلماء کثیر التلامذہ معلم حضرت علامہ مفتی محمد شمس منظر قادری کا سانحہ ارتحال یقیناً اندوہناک اور دلخراش ہے، آپ کا وجود ہمارے لیے سرمایہ افتخار تھا، آپ جید علوم عقلیہ و نقلیہ پر گہری دستگاہ رکھنے والے اکابر علماء میں تھے، آپ نے پوری زندگی ملک کی نامور دینی گاہوں کو آباد کیا اور اچھے و قابل ذکر افراد قوم کو دیئے ہم کے آخری حصے میں آپ نے وطن عزیز کشن گنج بہار کے ایک دینی ادارہ جامعہ انوار مدینہ گلشن زہرا للبنات میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے اور پوری دلجمعی کے ساتھ قرآن وسنت کا درس دیتے رہے، عربی اور فارسی کے ساتھ ادبیات و لسانیات اردو پر بھی عمیق نظر اور نقد وجرح میں ید طولیٰ رکھتے تھے آپ کی رحلت سے علم وادب کا ایک عظیم ستون گر گیا مولیٰ قدیر سے دعا ہے کہ وہ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے امثال واقران پیدا فرمائے، آمین

PRINCIPAL
Madarsa Samsul Uloom
Ghosi Distt.-Mau [U.P.]
10-01-2022

محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی

MUHAMMED MUJAHID HUSSAIN
RAZVI MISBAHI

Email: mhmisbahi24@gmail.com – Mobiles: 7007046503 - 9451034172

Reference No. ..... Date .....

Residence: 48K/4A Ghaus Manzil, Ghaus Nagar, Karelli 211 016, Prayagraj (Allahabad) U.P.

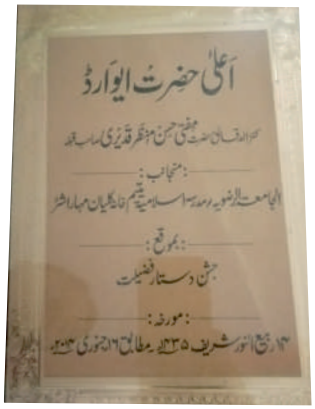
اعلیٰ حضرت ایوارڈ

بخدمت: موفتی حسن مظفر قادری صاحب

بمنجانب: الجامعۃ الرضویہ مدرسہ اسلامیہ قسیم آباد کلیان مہاراشٹر

بموقع: جشن دستار فضیلت

بمورخہ: ۱۴ ربیع النور شریف ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۶ جنوری ۲۰۱۴ء

Roll No. 44 Enrolment No. 27442

HIGH SCHOOL EXAMINATION, 1967.
(English only)

This is to certify that Nasim Ahmad Nagar passed the High School Examination in English only.

ALIGARH
Dated the 1st October, 1968.
Registrar

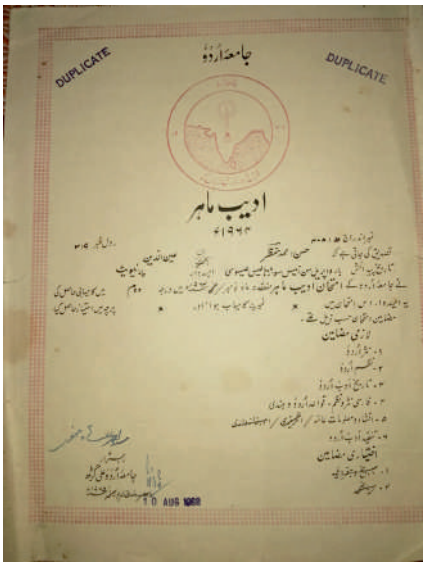
DUPLICATE جامعہ اردو DUPLICATE

ادیب ماہر
۱۹۶۴ء

سند توصیفی

بموقع: پیغام رضا کانفرنس، جشن دستار فضیلت وحفظ

بتاریخ: الجامعۃ الرضویہ کلیان مہاراشٹر، مورخہ ۱۴ ربیع النور شریف ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۶ جنوری ۲۰۱۴ء

اعلیٰ حضرت ایوارڈ

بنام: بحر العلوم فاتح حضرت علامہ مفتی حسن مظفر قدیری مدظلہ العالی

پیش کش

(مولانا) مسعود رضا قادری (مہتمم اعلیٰ الجامعۃ الرضویہ کلیان) (مولانا) جہانگیر اشرف رضوی (ناظم اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ قسیم آباد کلیان)

حضرت کنز الدقائق کی تصنیفات

ناشر

غوث الوریٰ اکیڈمی کلیان

مدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ ٹرسٹ کلیان

کے ماتحت چلنے والے ادارے اور تحریکات

۱ الجامعۃ الرضویہ
ایک مرکزی، تعلیمی ادارہ ہے جس میں ۲۰۰ رتشنگان علوم ماہر ومشاق اساتذہ کی نگرانی میں دینی، عصری اور سائنسی علوم سے سیراب وشادکام ہورہے ہیں۔ جن کی تمام تعلیمی ضروریات اور بشری لوازمات کی کفالت مفت کی جاتی ہے

۲ مدرسہ اسلامیہ یتیم خانہ
جہاں ۵۰ رسے زائد غریب ونادار طلبہ کی تعلیم وتربیت رہائش وطعام، علاج ومعالجہ اور کتب اقلام، پوشاک ویونیفارم کا انتظام یتیم خانہ ٹرسٹ کلیان کے ماتحت کیا جاتا ہے۔

۳ دارالعلوم البنات القادریہ
دختران اسلام کی ایک معیاری تعلیم گاہ ہے، جہاں تقریباً ۱۰۰ رطالبات عمدہ تعلیم وتربیت اور اسلامی اخلاق وآداب سے آراستہ ہورہی ہیں (طعام وقیام، لباس ویونیفارم، کتابیں اور دوائیاں، مفت فراہم کی جاتی ہیں)

۴ غوث الوری اکیڈمی
یہ ایک تصنیفی، اشاعتی ادارہ ہے جس کے زیر اہتمام اہل فکر ونظر اور ارباب علم ودانش کی تصنیفات شائع کی جاتی ہیں

۵ رویت ہلال کمیٹی
اس کمیٹی کے ماتحت ہر ماہ چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ثبوت شرعی کے مطابق اعلان بھی کیا جاتا ہے

۶ دارالقضاء وافتاء
شہر کلیان میں ایک شرعی عدالت ہے۔ جہاں مسلمانوں کے دینی، مذہبی، سماجی، شرعی مسائل اور مقدمات ومعاملات کا حل قرآن وحدیث کی روشنی پیش کیا جاتا ہے۔

۸ ازہری کتاب گھر
یہ کتب خانہ تعلیمات نبوی کے فروغ، دین وملت کی خدمت اور مذہب ومسلک کی ترویج واشاعت کیلئے قائم ہے جس میں ہر طرح کے مذہبی کتب ورسائل اور تحائف وسامان دستیاب ہیں۔

۷ تاج الشریعہ دارالتحقیق
یہ ایک تحقیقاتی ادارہ ہے جس میں مدارس اسلامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ کو فقہ حنفی کی روشنی میں فتوی نویسی کی تربیت دی جاتی ہے اور ساتھ ہی ناخواندہ عوامی طبقہ کو دینی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

۹ رضوی کمپیوٹر سینٹر
یہ ایک ٹیکنالوجیکل ادارہ ہے جہاں کتابوں کی کمپوزنگ، ڈیزائننگ، نکاح فارم ومدارس کے اسناد واشتہارات کی سیٹنگ اور دیگر امور انجام دئے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی جامعہ کے طلبہ کو کمپیوٹر کورس بھی کرایا جاتا ہے۔

۱۰ حامدی سلائی سینٹر
یہ ایک دستکاری شعبہ ہے جس میں طلبہ وطالبات کو ہنرمند اور معاشی طور پر خود کفیل بنانے کیلئے سلائی کورس اور دیگر دستکاری کے ہنر سکھلائے جاتے ہیں۔

AL JAMIATUL RIZVIA
Raza Nagar, Bail Bazar, Valipeer Road, Kalyan (W) Thane Maharashtra
Mobile No. : 9322329875 - 9699426786

MADRASA ISLAMIYA YATEEM KHANA
Indira Nagar, Ambarnath Road, Waldhuni, Kalyan (W) Thane Maharashtra
Mobile No. : 9323737659 - 9699316786

Designed by: Shamshad Razvi, Mob. 9321007827